جدید نظر ثانی شدہ ایڈیشن
روضۃ الصالحین
مسلم شریف کے سب سے جامع و مشہور شارح امام نووی کی مقبول کتاب
ریاض الصالحین
کی جامع و مدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار
جلد پنجم
حسب فرمائش
حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و تشریح
محمد حسین صدیقی
استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی
زمزم پبلشرز

جدید کمپیوٹر کتابت شدہ ایڈیشن

روضۃ الصالحین

مسلم شریف کے سب سے جامع و مشہور شارح امام نووی کی مقبول کتاب

ریاض الصالحین

کی جامع و مدلل شرح، اردو زبان میں پہلی بار

جلد پنجم

حسب فرمائش حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ

ترجمہ و تشریح

مولانا محمد حسین صدیقی

استاذ حدیث جامعہ بنوریہ سائٹ، کراچی

کتاب کی چند خصوصیات

- ★ ہر حدیث کا اردو زبان میں آسان و عام فہم ترجمہ
- ★ احادیث کے مختلف طرق کی نشاندہی
- ★ جدید مسائل کا جابجا تذکرہ
- ★ ہر حدیث و اثر پر نمبر شمار
- ★ ہر حدیث و عربی عبارت مع اعراب و تشریح
- ★ ہر حدیث کی تخریج و راوی کے حالات کا تذکرہ
- ★ عہد حاضر کے فتنوں کا بہترین تعاقب
- ★ ہر حدیث کے حل طلب اجزاء کی بہترین و جامع تشریح
- ★ ہر حدیث کے مشکل الفاظ کی حل لغات و
- ★ ائمہ فقہاء و محدثین کی عام فہم رائے کا اندراج
- ★ ہر بحث و تشریح کے حوالہ جات
- ابواب صرفیہ و نحو کے ضروری مسائل

زم زم پبلشرز

کتاب کا نام ــــ روضۃ الصالحین جلد پنجم جدید نظرثانی شدہ ایڈیشن

تاریخ اشاعت ــــ مئی ۲۰۱۲ء

صفحات ــــ ۶۰۰

کمپوزنگ ــــ فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

باہتمام ــــ احباب زمزم پبلشرز

ناشر ــــ زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32729089

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ بیت العلم، اردو بازار کراچی۔ فون: 32726509
- مکتبہ دار الھدیٰ، اردو بازار کراچی۔ فون: 32711814
- دار الاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

- **Madrasah Arabia Islamia**
  1 Azaad Avenue P.O Box 9786,
  Azaadville 1750 South Africa
  Tel : 00(27)114132786
- **Azhar Academy Ltd.**
  54-68 Little Ilford Lane
  Manor Park London E12 5QA
  Phone: 020-8911-9797
- **ISLAMIC BOOK CENTRE**
  119-121 Halliwell Road, Bolton
  Bl1 3NE U.K
  Tel/Fax : 01204-389080

روضۃ الصالحین مکمل سیٹ ایک نظر میں

جلد اوّل

ابواب

(۱) بَابُ الْاِخْلَاصِ وَ اِحْضَارِ النِّيَّةِ تا (۳۰) بَابُ الشَّفَاعَةِ

احادیث

حدیث نمبر (۱) تا حدیث نمبر (۲۴۷)

جلد دوم

ابواب

(۳۱) بَابُ الْاِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ تا (۶۸) بَابُ الْوَرَعِ وَ تَرْكِ الشُّبُهَاتِ

احادیث

حدیث نمبر (۲۴۸) تا حدیث نمبر (۵۹۶)

جلد سوم

ابواب

(۶۹) بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْعُزْلَةِ تا (۱۸۶) بَابُ فَضْلِ الْأَذَانِ

احادیث

حدیث نمبر (۵۹۷) تا حدیث نمبر (۱۰۴۱)

جلد چہارم

ابواب

(۱۸۷) بَابُ فَضْلِ الصَّلَوَاتِ تا (۲۵۲) بَابٌ فِی مَسَائِلَ مِنَ الدُّعَاءِ

احادیث

حدیث نمبر(۱۰۴۲) تا حدیث نمبر(۱۵۰۲)

جلد پنجم

ابواب

(۲۵۳) بَابُ کَرَامَاتِ الْأَوْلِیَاءِ وَفَضْلِھِمْ تا (۳۷۲) بَابُ مَا اَعَدَّ اللّٰہُ تَعَالٰی لِلْمُوْمِنِیْنَ فِی الْجَنَّۃِ

احادیث

حدیث نمبر(۱۵۰۳) تا حدیث نمبر(۱۸۹۶)

اجمالی فہرست

عنوان	صفحہ
(٣٦٠) بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ لِمَنْ خِيفَ عَلَيْهِ مَفْسَدَةٌ مِنْ إِعْجَابٍ وَنَحْوِهِ، وَجَوَازِهِ لِمَنْ أَمِنَ ذٰلِكَ فِي حَقِّهِ	۴۳۰
(٣٦١) بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوجِ مِنْ بَلَدٍ وَقَعَ فِيهَا الْوَبَاءُ فِرَاراً مِنْهُ وَكَرَاهَةِ الْقُدُومِ عَلَيْهِ	۴۳۵
(٣٦٢) بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَحْرِيمِ السِّحْرِ	۴۴۰
(٣٦٣) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُسَافَرَةِ بِالْمُصْحَفِ إِلٰى بِلَادِ الْكُفَّارِ إِذَا خِيفَ وُقُوعُهُ بِأَيْدِي الْعَدُوِّ	۴۴۲
(٣٦٤) بَابُ تَحْرِيمِ اِسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَإِنَاءِ الْفِضَّةِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوهِ الْإِسْتِعْمَالِ ..	۴۴۳
(٣٦٥) بَابُ تَحْرِيمِ لُبْسِ الرَّجُلِ ثَوْباً مُزَعْفَرًا	۴۴۶
(٣٦٦) بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ	۴۴۸
(٣٦٧) بَابُ تَحْرِيمِ اِنْتِسَابِ الْإِنْسَانِ إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ وَتَوَلِّيهِ غَيْرَ مَوَالِيهِ	۴۵۰
(٣٦٨) بَابُ التَّحْذِيرِ مِنِ ارْتِكَابِ مَا نَهَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	۴۵۶
(٣٦٩) بَابُ مَا يَقُوْلُهُ وَيَفْعَلُهُ مَنِ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا عَنْهُ	۴۵۹
كتاب المنثورات والملح	۴۶۳
(٣٧٠) بَابُ احاديث الرجال واشراط الساعة وغيرها	۴۶۳
كتاب الاستغفار	۵۵۴
(٣٧١) بَابُ الامر بالاستغفار وفضله	۵۵۴
(٣٧٢) بَابُ مَا أَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمُؤْمِنِينَ فِي الْجَنَّةِ	۵۷۱

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۱۷۳	مسلمان مرد یا عورت پر الزام لگانا گناہ ہے ....
۱۷۴	کفر تک پہنچانے والی چیزیں ....
۱۷۵	**باب** (۲۷۶) کھوٹ اور دھوکہ دہی کی ممانعت کا بیان ....
۱۷۵	مسلمان پر الزام لگانا گناہ عظیم ہے ....
۱۷۵	جو مسلمان پر ہتھیار اٹھائے وہ مسلمانوں میں سے نہیں ....
۱۷۶	دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے بولی لگانا حرام ہے ....
۱۷۷	دوسرے کو دھوکہ دینے کی نیت سے بولی لگانا ناجائز ہے ....
۱۷۸	جس کو سودا خریدنے میں دھوکہ ہونے کا ڈر ہو تو وہ کہہ دے ....
۱۷۹	جو کسی کی بیوی یا غلام کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ....
۱۷۹	بیوی کو دھوکہ دینے کا مطلب ....
۱۷۹	غلام اور نوکر کو دھوکہ دینے کا مطلب ....
۱۸۰	**باب** (۲۷۷) بدعہدی کے حرام ہونے کا بیان ....
۱۸۰	عہد کو پورا کرو ....
۱۸۰	وعدے پورے کرو ....
۱۸۱	جس میں یہ چار خصلتیں ہوں گی وہ منافق ہوگا ....
۱۸۲	قیامت کے دن عہد توڑنے والے کے لئے جھنڈا ہوگا ....
۱۸۲	حاکم وقت کے عہد کو توڑنا سب سے بڑا عہد توڑنے والا شمار ہوتا ہے ....
۱۸۳	تین اشخاص سے اللہ قیامت کے دن خود جھگڑا کریں گے ....
۱۸۴	**باب** (۲۷۸) عطیہ وغیرہ دینے کے بعد احسان جتلانے کی ممانعت کا بیان ....
۱۸۵	صدقہ کرنے کا صحیح اور مسنون طریقہ ....
۱۸۶	تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے ....
۱۸۷	**باب** (۲۷۹) فخر اور سرکشی (زیادتی) کی ممانعت کا بیان ....
۱۸۷	اپنی پاکیزگی بیان نہ کرو ....
۱۸۸	عاجزی اختیار کرنے اور زیادتی نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ....
۱۸۹	آدمی یہ کہتا ہے کہ لوگ تباہ ہوں گے تو وہ سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہوتا ہے ....

صفحہ	عنوان
صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۲۷۵	
۲۷۶	
۲۷۶	
۲۷۶	
۲۷۷	
۲۷۷	
۲۷۸	
۲۷۹	
۲۷۹	
۲۸۰	
۲۸۱	
۲۸۱	
۲۸۲	
۲۸۲	
۲۸۳	
۲۸۴	
۲۸۴	
۲۸۵	
۲۸۶	
۲۸۶	
۲۸۷	
۲۸۷	
۲۸۸	
۲۹۰	

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان
۳۹۰	**باب** (۳۴۱) بغیر عذر کے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی کراہیت کا بیان ....
۳۹۰	نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا منع ہے ....
۳۹۱	نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے پر بربادی کی بددعا ....
۳۹۲	**باب** (۳۴۲) قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان ....
۳۹۲	قبر پر بیٹھنا ناجائز ہے ....
۳۹۴	**باب** (۳۴۳) نمازی کے آگے سے گزرنے کی حرمت کا بیان ....
۳۹۴	نمازی کے آگے سے گزرنا ....
۳۹۵	**باب** (۳۴۴) مؤذن جب نماز کی اقامت کہنی شروع کرے تو مقتدی کے لئے ہر قسم کے نوافل پڑھنے مکروہ ہیں، وہ چاہے اس نماز کی سنت ہو یا کوئی اور نفل نماز ....
۳۹۵	جماعت شروع ہونے کے بعد سنتیں نہیں پڑھنا چاہئے ....
۳۹۶	فجر کی سنتیں ....
۳۹۶	**باب** (۳۴۵) جمعہ کے دن روزے کے لئے اور جمعے کی رات کو نماز پڑھنے کے لئے مخصوص کرنے کی کراہیت کا بیان ...
۳۹۶	جمعہ کے دن اور اس کی رات کو عبادت کے لئے مخصوص نہ کرو ....
۳۹۷	صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی ممانعت کی وجہ؟ ....
۳۹۷	آدمی صرف جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے ....
۳۹۸	جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھنے کی وجہ ....
۳۹۸	جمعہ کے دن کا روزہ ....
۴۰۰	اگر کسی نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھ لیا ....
۴۰۰	جمعہ کے روزے کی حقیقت ....
۴۰۱	**باب** (۳۴۶) صوم وصال کی حرمت کا بیان (صوم وصال سے) مراد دو دن یا اس سے زیادہ دنوں کا روزہ رکھے اور درمیان میں کچھ نہ کھائے اور نہ پیئے ....
۴۰۱	مسلسل روزہ رکھنے کی ممانعت ....
۴۰۱	صوم وصال کی تعریف ....
۴۰۱	صوم وصال کا حکم ....
۴۰۲	نبی ﷺ کے لئے مسلسل روزہ رکھنا جائز تھا ....

صفحہ	عنوان

صفحہ	عنوان
۴۸۱	دجال کانا ہوگا
۴۸۲	دجال کی ایک آنکھ ابھرے ہوئے انگور کی طرح ہے
۴۸۳	قیامت کے قریب یہودیوں کو صرف غرقد درخت پناہ دے گا
۴۸۳	قیامت کے قریب آدمی قبر پر لوٹ پوٹ کرے گا دنیاوی مصائب کی وجہ سے
۴۸۵	دریا فرات سے سونے کا پہاڑ نکلے گا
۴۸۶	قیامت کے قریب لوگ مدینہ سے منتقل ہوجائیں گے
۴۸۶	حدیث بالا میں دو احتمال ہیں
۴۸۷	قیامت کے قریب مسلمانوں کا خلیفہ لوگوں میں خوب مال تقسیم کرے گا
۴۸۷	خلیفہ سے کون سا خلیفہ مراد ہے؟
۴۸۸	قیامت کے قریب کوئی صدقہ وصول کرنے والا نہیں ہوگا
۴۸۹	بنی اسرائیل کا ایک واقعہ
۴۹۰	حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکیمانہ فیصلہ
۴۹۱	بُرے لوگوں کی مثال
۴۹۲	غزوۂ بدر میں شریک لوگوں کی فضیلت
۴۹۳	قیامت کے دن نیک لوگ برے لوگوں سے الگ ہوجائیں گے
۴۹۴	اسطوانۂ حنانہ کا واقعہ
۴۹۵	حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت
۴۹۶	جہاں شریعت خاموش ہے وہاں بحث کرنا منع ہے
۴۹۷	صحابہ نے سات غزوات میں صرف ٹڈیاں کھائیں
۴۹۸	مسلمان کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا
۴۹۸	شان ورود حدیث بالا
۴۹۹	قیامت کے دن اللہ تین قسم کے لوگوں کی طرف نہیں دیکھیں گے
۵۰۰	دو نفخوں کے درمیان کا فاصلہ
۵۰۱	جب معاملہ نااہل کے سپرد ہوجائے تو قیامت کا انتظار کرو
۵۰۲	امانت سے کیا مراد ہے

صفحہ	عنوان
۵۶۳	آپ ﷺ ایک مجلس میں سو سو بار استغفار کر لیا کرتے تھے
۵۶۳	توبہ کی حقیقت
۵۶۴	استغفار کرنے والے کو ہر تنگی میں راستہ مل جاتا ہے
۵۶۵	استغفار کرنے سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں
۵۶۶	سید الاستغفار
۵۶۷	نماز کے بعد آپ ﷺ تین مرتبہ استغفار پڑھتے تھے
۵۶۸	آپ ﷺ موت سے پہلے کثرت سے استغفار پڑھتے تھے
۵۶۹	انسان جتنے بھی گناہ کرلے اللہ توبہ کرنے سے سب کو معاف فرما دیتے ہیں
۵۷۰	اے عورتو! کثرت سے صدقہ دیا کرو
۵۷۱	**باب** (۳۷۲) ان چیزوں کا بیان جو اللہ نے مؤمنوں کے لئے جنت میں تیار کی ہے
۵۷۱	جنت میں کوئی کینہ و حسد نہیں ہوگا
۵۷۲	جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جس کو دل چاہے گا
۵۷۴	جنت میں پہننے کے لئے ریشمی لباس ہوں گے
۵۷۵	اہل جنت کے چہرے تروتازہ ہوں گے
۵۷۶	جنت میں ڈکار آنے سے کھانا ہضم ہو جائے گا
۵۷۷	جنت کی نعمتوں کا کسی کے دل میں تصور تک نہیں آسکتا
۵۷۸	جنت میں داخل ہونے والوں کے چہرے چودہویں رات کی طرح ہوں گے
۵۸۰	ایک سوال اور اس کا جواب
۵۸۰	ادنی ترین جنتی
۵۸۲	آخر میں جانے والا جنتی
۵۸۳	جنت کے خیمہ کی مقدار ساٹھ میل کی ہے
۵۸۴	جنت کا درخت
۵۸۵	جنت کے درخت طوبیٰ کا ذکر
۵۸۶	ادنی جنتی اعلی جنت والوں کو دیکھیں گے
۵۸۷	جنت میں کمان کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

صفحہ	عنوان
۵۸۸	جنت کے بازار
۵۸۹	جنت کے بازار میں بھی عورتیں نہیں جائیں گی
۵۸۹	جنت کے بالاخانے
۵۹۰	جنت کی نعمتوں کو آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا
۵۹۰	تہجد کی فضیلت
۵۹۱	احادیث قرآن کی شرح ہے
۵۹۱	جنت میں ہمیشہ صحت رہے گی کبھی بیماری نہیں آئے گی
۵۹۲	جنتی کی تمنا
۵۹۳	اللہ کی رضا جنت میں ہر جنتی کو ملے گی
۵۹۴	جنتی اپنے رب کا دیدار بھی کریں گے
۵۹۵	جنت میں اللہ کا دیدار ہوگا
۵۹۶	اللہ قیامت کے دن تمام پردے ہٹا دیں گے
۵۹۶	پردے کے اٹھانے کا مطلب
۵۹۷	ایمان پر خاتمہ اور جنت کی امید
۵۹۸	آخری دعا مع درود شریف

راویوں کے ناموں کی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رائے گرامی

حضرت مولانا الحاج محمد ادریس صاحب مظاہری مدظلہ العالی

شیخ طریقت ومجاز بیعت حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی صاحبؒ سابق مفتیٔ اعظم پاکستان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. اما بعد!

محترم مولانا محمد حسین صدیقی صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ''روضۃ الصالحین'' جو کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور کتاب ''ریاض الصالحین'' کا ترجمہ وتشریح ہے۔ یہ علمائے دیوبند کا شروع ہی سے طریقہ چلا آرہا ہے کہ قرآن کی تفاسیر اور احادیث شریف کی تشریحات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر محنت، اسلام کی حقانیت، اور عقائد باطلہ کی تردید اور حقیقی اسلام کی اشاعت، یہ سب کچھ ان کا طرۂ امتیاز رہا ہے، چونکہ مولانا محمد حسین صدیقی صاحب بھی اسی باغ کا ایک پودا ہیں جو اس باغ اسلام کی آبیاری کرنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر چکے ہیں، اسی خدمت دین کے جذبہ سے سرشار ہو کر علامہ موصوف نے حدیث شریف کی مقبول ترین کتاب ریاض الصالحین کی ایک جامع ومفصل شرح بنام روضۃ الصالحین لکھ کر گراں قدر علمی خدمت کی ہے۔ اور یہ ذخیرۂ حدیث، علمائے کرام وعزیز طلبہ، عوام اور تبلیغی حضرات کے لئے بہت مفید ہوگا۔ امید ہے کہ اس کتاب سے درس وتدریس والے احباب استفادہ کریں گے۔

اس کتاب کی چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں: (۱) ہر حدیث کا عام فہم اردو ترجمہ (۲) عہد حاضر کے فتنوں کا بہترین جواب (۳) ائمہ کرام اور فقہاء عظام اور محدثین کی آراء (۴) جا بجا جدید مسائل پر بحث (۵) ہر حدیث کی جامع ومختصر تشریح اور اس کے علاوہ مزید بہت سے فائدے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمتِ حدیث کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو مقبول عام کر دے اور سب کو عمل کی توفیق دے، مؤلف کو دنیا وآخرت میں بہترین جزاء دے، اور قارئین، معاونین وناشر کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ آمین

کتبہ (حضرت مولانا الحاج) محمد ادریس مظاہری (صاحب)

(بانی ومہتمم مدرسہ خلیلیہ موسیٰ کالونی کراچی، ۳۸)

۷/صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رائے گرامی

حضرت الاستاذ جناب مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم

استاد الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم: امّا بعد!

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشہور حدیث کی کتاب ''ریاض الصالحین'' ہے جو علم حدیث کا بہترین مجموعہ ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں نے ہمیشہ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی بہت سی شروحات بھی لکھیں، چونکہ اصل کتاب عربی میں ہونے کی وجہ سے عربی داں حضرات ہی اس سے مستفید ہو سکتے تھے کیونکہ اردو میں اس کی کوئی شرح نہ تھی، برائے نام صرف ترجمہ ہی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ مولانا محمد حسین صدیقی صاحب کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اردو داں طبقہ کے لئے ریاض الصالحین کی اردو میں بہترین اور جامع ومکمل شرح بنام ''روضۃ الصالحین'' شرح ریاض الصالحین لکھی ہے۔ جو کہ ہمارے دوست اور شاگرد رشید ہیں اور جامع علامہ بنوی ٹاؤن کے فاضل ہیں، اور اس وقت جامعہ بنوریہ سائٹ کے استاد الحدیث ہیں۔

مولانا موصوف کی یہ شرح بہت مؤثر اور مفید معلوم ہوئی جو کہ عوام اور خواص کے لئے یکساں مفید ہے۔ اور ریاض الصالحین کی اس سے قبل مولانا کی شرح سے بہتر شرح منظر عام پر نہیں آئی، اور واقعی مولانا نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مجموعہ کا حق ادا کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مؤلف مدظلہ کی یہ شرح قبول فرمائے اور امت مسلمہ کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

کتبہ احقر الناس (حضرت مولانا) مفتاح اللہ عفی عنہ (مدظلہ العالی)
(استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رائے گرامی

حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد اشفاق علوی مدظلہ العالی

ناظم تعلیمات جامعہ احتشامیہ (جیکب لائن صدر) و پیش امام وزیر اعلیٰ ہاؤس کراچی

الحمدللّٰہ وحدہ، والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہ، امّا بعد!

حضرت امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدین النووی رحمہ اللہ تعالیٰ جو امام نووی رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک منفرد اور عظیم الشان کتاب "ریاض الصالحین" تالیف فرمائی تھی، یہ واقعہ آج سے آٹھ نو سو سال قبل کا ہے، لیکن اس کتاب کی مقبولیت میں کبھی کمی نہیں آئی، حالانکہ اس طویل ترین مدت میں عالم میں کس قدر تغیر وقوع پذیر ہو چکا ہے، اس وقت کی علمی اقدار اور آج کی علمی استعداد میں کوئی نسبت نظر نہیں آتی۔ الا ماشاء اللہ ؎

رہے نہ اہل بصیرت تو بے خرد چمکے

آج کل تیزی سے تساہل پسندی کی جانب مائل طبائع قدیم کتب عربیہ بلکہ ان کی شروحات کا بھی سامنا کرتے ہوئے اکثر و بیشتر گھبراہٹ و اکتاہٹ کا شکار نظر آتی ہیں، اس علمی انحطاط کو دور کرنے اور طلباءِ علوم عربیہ کا کتاب کے ساتھ مضبوط رشتہ استوار کرنے کے لئے دینی علوم کو عربی سے اردو زبان میں منتقل کرنے کے لائق ستائش منصوبہ پر بڑی سرعت سے کام ہو رہا ہے، اس طرح ان لوگوں کے لئے جو قدیم کتب کو دقیق، مغلق یا مشکل قرار دے کر شاہراہ علم سے فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں، فرار کی راہیں مسدود کی جاسکتی ہیں اور ان کے اندر پھر سے دلجمعی و دلچسپی سے تحصیل علم کی خواہشات اور امنگیں بیدار ہو سکتی ہیں۔

اس سلسلہ کی ایک حسین کاوش جلیل القدر حضرت مولانا محمد حسین صدیقی استاذ حدیث جامعہ بنوریہ (سائٹ کراچی) نے مسطور بالا مقبول عام کتاب کی اردو زبان میں پہلی مفصل اور جامع شرح تحریر فرما کر کی ہے، بہت سی خصوصیات کی حامل یہ شرح کل پانچ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے اور تادم تحریر چار جلدیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر علمی حلقوں سے دادِ تحسین وصول کر چکی

ہیں اور زیر نظر کتاب اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے، یہ شرح اہل علم کے لئے تو سود مند ہے ہی، عامۃ المسلمین کے لئے بھی اصل کتاب کا سمجھنا اب دسترس میں ہے۔

موصوف نے یہ سرمایۂ گراں مایہ قارئین وشائقین کی نذر ایک ایسے وقت میں کیا ہے کہ جب اس کی ضرورت بھی محسوس ہو رہی تھی، نیز اشاعت دین کی ان تابندہ روایات کو زندہ و جاوید رکھنے کے لئے بھی اپنا کردار بھرپور طریقہ سے ادا کیا ہے جو ہمارے اسلاف کا ہی حصہ ہے، بلاشبہ باغِ علم دین کو جس طرح خونِ دل سے علماءِ دیوبند نے سینچا ہے اور اس کی آبیاری کی ہے، اس کی مثال پیش کرنے کے مطالبہ پر دنیا انگشت بدنداں نظر آتی ہے ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت مولانا محمد حسین صدیقی دامت برکاتہم اس کی تالیف پر دلی مبارک باد کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے زورِ قلم میں اضافہ ہی اضافہ فرمائے اور کتابِ ہٰذا اور ان کی دیگر کتب کی منفعت کو عام و تام فرمائے اور اپنی بارگاہِ عالی میں منظور و مقبول فرما کر روزِ محشر ان کی اور اُن سے مستفیدین کی نجات کا ذریعہ فرمائے۔

آمین یارب العالمین

احقر محمد اشفاق غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولاساتذتہ اجمعین

لیلۃ البراءۃ ۱۴۲۳ھ

(۲۵۳) بَابُ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ وَفَضْلِهِمْ
اولیاء اللہ کی کرامت اور ان کے فضل کا بیان

اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف نہیں ہوتا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ، اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ، لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

(سورۃ یونس: ۶۲، ۶۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں، ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے، اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا، یہ بڑی کامیابی ہے۔

تشریح: أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ: اولیاء یہ ولی کی جمع ہے بمعنی قریب کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کے قریب سچے اور مخلص مؤمن ہیں۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نافرمانی سے اجتناب کر کے اللہ کا قرب حاصل کر لیا ہے، اولیاء اللہ کی پہچان ایک حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ: اَلَّذِيْنَ إِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ، [1] کہ جن کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ: خوف کا تعلق مستقبل کے ساتھ ہے، اور حزن کا تعلق ماضی کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے کہ ان اولیاء اللہ کو قیامت کے دن کسی قسم کا خوف نہیں ہوگا جیسے کہ دوسروں کو ہوگا، اور جو کچھ دنیا میں وہ چھوڑ کر گئے ہوں گے یا دنیا کی لذتیں جو انہیں حاصل نہ ہو سکی ہوں گی ان پر انہیں کوئی حزن و ملال نہیں ہوگا۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ: "ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔" دنیاوی خوش خبری سے مطلب اچھے اور سچے خواب ہیں۔ یا موت کے وقت فرشتوں کا جنت کی خوش خبری سنانا ہے۔ [2]

یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لوگ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اسی کو حدیث پاک میں "تِلْكَ عَاجِلُ الْمُؤْمِنِ" کہ مؤمن کے لئے یہ نقد خوش خبری ہے اور آخرت میں تو ساری خوش خبریاں ہی ہوں گی ان لوگوں کے لئے۔

---

(۱)

(۲) روح المعانی

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ﴾

(سورة مریم: ۲۵، ۲٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا، یہ تیرے سامنے تروتازہ پکی کھجوریں گرادے گا، پھر کھاؤ اور پیو۔''

تشریح: یہ حضرت مریم علیہا السلام سے کہا جارہا ہے جب کہ ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور وہ شہر سے دور چلی گئی تھیں، اللہ جل شانہ نے ان کے پاس اپنی قدرت سے کھجور کا درخت لگا دیا اور ایک نہر جاری کردی تھی، آیت بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ غمگین نہ ہو، درخت کی کھجور کھاؤ اور نہر کا پانی پیو۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قرآن میں لفظ ''ہزی'' کا ہے یعنی ہلاؤ، اللہ نے درخت لگا دیا، تو اس کی قدرت میں یہ بھی تھا کہ بغیر ہلائے کھجور کھلا دیتا، مگر اس میں حکمت یہ ہے کہ اشارہ کیا جارہا ہے کہ تحصیل رزق کے لئے کوشش کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے باقی اللہ جل شانہ خود دیں گے۔ (۱)

علماء طب نے لکھا ہے کہ جس عورت کے بچہ ہوا ہے اس کے لئے سب سے بہترین چیز کھجوریں ہیں، اس سے بہت جلد اس کی توانائی بحال ہوجاتی ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (آل عمران: ۳۷)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: جب بھی زکریا علیہ السلام ان کے حجرے میں جاتے، ان کے پاس روزی رکھی ہوئی پاتے، وہ پوچھتے اے مریم! یہ روزی تمہارے پاس کہاں سے آئی ہے؟ وہ جواب دیتیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے، بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزی دے۔

تشریح: آیت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے خالو تھے اور اپنے وقت کے نبی بھی تھے، ان کی کفالت میں حضرت مریم علیہ السلام تھیں، تو حضرت زکریا علیہ السلام ان کی خیر وخبر کے لئے محراب میں یعنی ان کے کمرے میں جاتے، جہاں وہ رہتیں تھیں تو وہاں پر حضرت زکریا علیہ السلام روزی پاتے، روزی سے مراد مفسرین کے نزدیک پھل ہیں اور وہ پھل بھی غیر موسمی ہوتے مثلاً: گرمی کے پھل سردی کے موسم میں اور سردی کے پھل گرمی کے موسم میں، اور حضرت زکریا علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور شخص لاکر دینے والا بھی نہ تھا، اس لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے از راہ تعجب و حیرت کے پوچھا کہ یہ کہاں سے آتے ہیں؟ تو انہوں نے فوراً کہا اللہ کی طرف سے، اور اللہ جل شانہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتے

ہیں جس کو جس طرح چاہے کھلائیں پلائیں۔ (۱)

(۱) مفہوم تفسیر مظہری، وروح المعانی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَأْوُوْا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْلَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهٖ، وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مِرْفَقاً، وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُعَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ﴾. (سورة الكهف: ١٦، ١٧)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا، آپ دیکھیں گے کہ آفتاب بوقت طلوع ان کے غار سے دائیں جانب کو جھک جاتا ہے اور بوقت غروب ان کے بائیں جانب چلا جاتا ہے۔

تشریح: وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ: اہل کہف کا قصہ چل رہا ہے کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کو شہر میں رہ کر اللہ کی عبادت کرنے نہیں دی جائے گی تو انہوں نے آپس میں یہ کہا کہ چلو کسی غار میں چھپ جاتے ہیں اور پھر وہاں پر اللہ کی عبادت کریں گے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انبیاء کی یہی سنت ہے کہ ایسے مقامات سے ہجرت کر کے وہ جگہ اختیار کرتے ہیں جہاں وہ عبادت کر سکتے ہیں۔ (۱) یہی عمل اصحاب کہف نے اختیار کیا۔

پھر ان کو تلاش کرنے والے اس طرح ناکام ہوئے جیسے کہ مشرکین مکہ آپ ﷺ کو غار ثور میں چھپنے کے زمانے میں تلاش کرنے میں ناکام ہوئے تھے۔

وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ: اصحاب کہف ایک غار میں جا چھپے، تو دھوپ ان کے قریب سے گزرتی اور ان پر نہیں پڑتی تھی، بعض مفسرین کا کہنا یہ ہے کہ اس غار کی وضع اور ہیئت ایسی تھی کہ دھوپ نہیں جا سکتی تھی۔ مگر علامہ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اصحاب کہف کی کرامت تھی کہ ان کو دھوپ نہ لگتی تھی۔ (۲) تاکہ سردی کی اور گرمی کا اعتدال رہے اور ان کے جسموں اور لباس وغیرہ کی حفاظت رہے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر
(۲) تفسیر قرطبی

حضرت ابوبکر صدیق کے کھانے میں برکت

(۱۵۰۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ أَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّۃِ کَانُوْا أُنَاساً فُقَرَاءَ، وَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّۃً: "مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اثْنَیْنِ، فَلْیَذْھَبْ بِثَالِثٍ، وَمَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طَعَامُ اَرْبَعَۃٍ فَلْیَذْھَبْ بِخَامِسٍ، بِسَادِسٍ" أَوْ کَمَا قَالَ، وَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جَاءَ بِثَلاثَۃٍ، وَانْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَۃٍ، وَأَنَّ أَبَا بَکْرٍ تَعَشّٰی عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰی صَلَّی الْعِشَاءَ، ثُمَّ رَجَعَ، فَجَاءَ بَعْدَ مَامَضٰی مِنَ اللَّیْلِ مَاشَاءَ اللّٰہُ قَالَتْ لَہٗ اِمْرَأَتُہٗ: مَاحَبَسَکَ عَنْ أَضْیَافِکَ؟ قَالَ: أَوْ مَا عَشَّیْتِہِمْ؟ قَالَتْ: أَبَوْا حَتّٰی تَجِیْءَ وَقَدْ عَرَضُوْا عَلَیْہِمْ قَالَ: فَذَھَبْتُ أَنَا، فَاخْتَبَأْتُ، فَقَالَ: یَاغُنْثَرُ، فَجَدَّعَ وَسَبَّ، وَقَالَ: کُلُوْ الاھَنِیْئًا، وَ اللّٰہِ لَا أُطْعِمُہٗ أَبَداً، قَالَ: وَایْمُ اللّٰہِ مَاکُنَّا نَأْخُذُمِنْ لُقْمَۃٍ اِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِھَا أَکْثَرُ مِنْھَا حَتّٰی شَبِعُوْا، وَصَارَتْ أَکْثَرَ مِمَّا کَانَتْ قَبْلَ ذٰلِکَ، فَنَظَرَ اِلَیْھَا اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ لِاِمْرَأَتِہٖ: یَا أُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ! مَاھٰذَا؟ قَالَتْ: لَاوَقُرَّۃِ عَیْنِیْ لَھِیَ الْآنَ أَکْثَرُ مِنْھَا قَبْلَ ذٰلِکَ بِثَلاثِ مَرَّاتٍ! فَأَکَلَ مِنْھَا اَبُوْبَکْرٍ، وَقَالَ: اِنَّمَا کَانَ ذٰلِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ، یَعْنِیْ یَمِیْنَہٗ، ثُمَّ أَکَلَ مِنْھَا لُقْمَۃً، ثُمَّ حَمَلَھَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَہٗ، وَکَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمٍ عَھْدٌ، فَمَضَی الْاَجَلُ، فَتَفَرَّقْنَا اِثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا، مَعَ کُلِّ رَجُلٍ مِنْھُمْ أُنَاسٌ، اَللّٰہُ اَعْلَمُ کَمْ مَعَ کُلِّ رَجُلٍ، فَأَکَلُوْا مِنْھَا أَجْمَعُوْنَ.

وفی روایۃ: فَحَلَفَ اَبُوْبَکْرٍ لَایَطْعَمُہٗ، فَحَلَفَتِ الْمَرْأَۃُ لَاتَطْعَمُہٗ، فَحَلَفَ الضَّیْفُ. أَوِالْاَضْیَافُ. أَنْ لَایَطْعَمَہٗ، أَوْیَطْعَمُوْہُ حَتّٰی یَطْعَمَہٗ، فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ: ھٰذِہٖ مِنَ الشَّیْطَانِ! فَدَعَا بِالطَّعَامِ، فَأَکَلَ، وَأَکَلُوْا، فَجَعَلُوْا لَایَرْفَعُوْنَ لُقْمَۃً اِلَّا رَبَتْ مِنْ اَسْفَلِھَا أَکْثَرَ مِنْھَا، فَقَالَ: یَاأُخْتَ بَنِیْ فِرَاسٍ، مَاھٰذَا؟ فَقَالَتْ: وَقُرَّۃِ عَیْنِیْ اِنَّہُ الْآنَ لَاَکْثَرُ مِنْھَا قَبْلَ اَنْ نَأْکُلَ، فَأَکَلُوْا، وَبَعَثَ بِھَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ أَنَّہٗ أَکَلَ مِنْھَا.

وفی روایۃ: اِنَّ اَبَا بَکْرٍ قَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: دُوْنَکَ أَضْیَافَکَ، فَاِنِّیْ مُنْطَلِقٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَافْرُغْ مِنْ قِرَاھُمْ قَبْلَ اَنْ اَجِیْءَ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَاَتَاھُمْ بِمَاعِنْدَہٗ، فَقَالَ:

اِطْعَمُوا! فَقَالُوْا: أَيْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا؟ قَالَ اِطْعَمُوْا، قَالُوْا: مَانَحْنُ بِآكِلِيْنَ حَتَّى يَجِيْءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا، قَالَ: اِقْبَلُوْا عَنَّا قِرَاكُمْ، فَإِنَّهُ إِنْ جَاءَ وَلَمْ تَطْعَمُوْا، فَلَنَلْقَيَنَّ مِنْهُ، فَأَبَوْا، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يَجِدُ عَلَيَّ، فَلَمَّا جَاءَ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ، فَقَالَ: مَاصَنَعْتُمْ؟ فَاخْبَرُوْهُ، فَقَالَ: يَاعَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَسَكَتُّ، ثُمَّ قَالَ: يَاعَبْدَ الرَّحْمٰنِ، فَسَكَتُّ، فَقَالَ: يَاغُنْثَرُ! أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ اِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِيْ لَمَا جِئْتَ! فَخَرَجْتُ، فَقُلْتُ: سَلْ اَضْيَافَكَ، فَقَالُوْا: صَدَقَ أَتَانَابِهِ، فَقَالَ: إِنَّمَا انْتَظَرْ تُمُوْنِيْ وَ اللّٰهِ لاَ أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ، فَقَالَ الْآخَرُوْنَ: وَ اللّٰهِ لَانَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ، فَقَالَ: وَيْلَكُمْ مَالَكُمْ لَاتَقْبَلُوْنَ عَنَّاقِرَا كُمْ؟ هَاتِ طَعَامَكَ، فَجَاءَبِهٖ، فَوَضَعَ يَدَهُ، فَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ. اَلْاُوْلٰى مِنَ الشَّيْطَانِ، فَأَكَلَ، وَأَكَلُوْا. (متفق عليه).

قوله: غُنْثَرُ: بغينٍ مُعجمةٍ مضمومةٍ، ثُمَّ نُوْنٍ سَاكِنَةٍ ثُمَّ ثَاءٍ مُثَلَّثَةٍ وَهُوَ: اَلْغَبِيُّ الْجَاهِلُ، وَقَوْلُهُ: "فَجَدَّعَ" اى: شَتَمَهُ: وَالْجَدْعُ: اَلْقَطْعُ، قَوْلُهُ: "يَجِدُعَلَيَّ" هو بكسر الجيم، اى: يغضب.

ترجمہ: ''حضرت ابومحمد ابوعبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ غریب لوگ تھے اور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے آدمی کو لے جائے، جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں، چھٹے آدمی کو لے جائے (اسی طرح کچھ فرمایا) چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تین آدمیوں کو لے گئے، اور خود نبی کریم ﷺ دس آدمیوں کو لے کر گئے، اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کا کھانا نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھایا، پھر وہیں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی، پھر گھر لوٹے، پس جب گھر آئے تو رات کا کچھ جتنا حصہ اللہ نے چاہا گذر چکا تھا، تو ان کو بیوی نے کہا آپ کو اپنے مہمانوں کی خاطر تواضع سے کس چیز نے روکے رکھا ہے؟ انہوں نے کہا کیا تم نے ان کو رات کا کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی نے کہا انہوں نے آپ کے آنے تک کھانے سے انکار کردیا، ورنہ گھر والوں نے تو ان کو کھانا پیش کردیا تھا۔ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں جلدی سے چھپ گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نادان اور مجھے بددعا دی۔ اور برا بھلا کہا اور (مہمانوں سے) فرمایا، کھاؤ، تمہارے لئے خوش گوار نہ ہو (یہ انہوں نے ناراضگی کے طور پر کہا، کیونکہ گھر والوں کے کہنے سے انہوں نے کھانا نہیں کھایا، بعض کے نزدیک یہ گھر والوں سے کہا) اللہ کی قسم! میں تو یہ کبھی نہیں چکھوں گا، راوی حدیث حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم، ہم جو بھی لقمہ لیتے تھے تو نیچے سے اس سے کئی گنا کھانا بڑھ جاتا تھا، یہاں تک کہ

مہمان سیر ہوگئے اور کھانا اس سے کہیں زیادہ ہوگیا جتنا پہلے تھا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھانے کے برتن کی طرف دیکھا اور اپنی بیوی سے کہا، اے بنی فراس کی بہن، یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم، (یہ غیر اللہ کی قسم حرام ہونے سے قبل کا واقعہ ہے) یہ کھانا اب پہلے سے تین گنا زیادہ ہے، پھر اس میں سے کچھ ابوبکر نے کھایا اور فرمایا کہ ان کی قسم شیطان کی طرف سے تھی، پھر اس میں سے ایک لقمہ کھایا، پھر اسے نبی کریم ﷺ کے پاس لے گئے، پس وہ کھانا صبح تک آپ ﷺ کے پاس رہا اور (اس زمانے میں) ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا، پس اس کی مدت ختم ہوچکی تھی اور ہم بارہ آدمی بطور (نگران) اِدھر اُدھر گئے ہوئے تھے، ہر آدمی کے ساتھ کچھ لوگ تھے، ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے، یہ اللہ ہی جانتا ہے، ان سب نے وہ کھانا کھایا (جو ایک پیالے میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تھا۔)

ایک اور روایت میں ہے۔ پس ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھالی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے اور بیوی نے بھی نہ کھانے کی قسم کھالی، پس مہمان یا مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ وہ بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھائے گا یا نہیں کھائیں گے، جب تک کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ نہ کھائیں، پس ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ (قسم) شیطان کی طرف سے ہے اور کھانا منگوایا اور کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا۔ پس وہ جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے تو نیچے سے وہ کئی حصے بڑھ جاتا تھا، تو انہوں نے اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ماجرا ہے؟ تو انہوں نے کہا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم، یہ اب یقیناً ہمارے کھانے سے قبل جتنا تھا، اس سے بہت زیادہ ہے، پس انہوں نے کھایا اور اسے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو بھی بھیجا اور راوی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے بھی اس میں سے کھایا۔

اور ایک روایت میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے (بیٹے) عبد الرحمٰن سے کہا تم اپنے مہمانوں کی دیکھ بھال کرو، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جارہا ہوں۔ تم میرے آنے تک ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہوجانا۔ پس عبدالرحمٰن (اندر) گئے اور جو کچھ تھا، مہمانوں کے سامنے لاکر رکھدیا اور عرض کیا کھاؤ، مہمانوں نے کہا ہمارے گھر والے کہاں ہیں؟ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ لوگ ہماری طرف سے اپنی مہمان نوازی قبول کریں، اس لئے کہ اگر وہ (گھر والے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آگئے جب کہ آپ لوگوں نے کھانا نہیں کھایا ہوگا تو ہمیں ان کا عتاب سہنا پڑے گا۔ لیکن انہوں نے (کھانے سے) انکار کردیا۔

پس میں نے جان لیا کہ وہ (والد صاحب) مجھ پر ناراض ہوں گے۔ پس جب وہ تشریف لائے تو میں (ڈرتے ہوئے) ان سے ایک طرف ہوگیا۔ آپ نے پوچھا تم لوگوں نے کیا کیا؟ تو انہوں نے بتلایا، پس انہوں نے آواز دی، اے عبد الرحمٰن! میں خاموش رہا، انہوں نے آواز دی، اے عبد الرحمٰن! میں پھر بھی خاموش رہا، انہوں نے کہا، اے نادان بچے! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو چلا آ، چنانچہ میں نکل کر آیا اور کہا، آپ اپنے مہمانوں سے پوچھ لیں۔ انہوں نے کہا عبد الرحمٰن نے سچ کہا، یہ ہمارے پاس کھانا لائے تھے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو تم میرے انتظار میں رہے، خدا کی قسم! آج کی رات کھانا نہیں کھاؤں گا، پس دوسروں نے کہا اللہ کی قسم، ہم بھی جب تک آپ نہیں کھائیں گے ہم نہیں کھائیں گے، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا افسوس ہے تم پر تمہیں کیا ہے کہ تم ہماری مہمان نوازی قبول نہیں کرتے؟ لاؤ اپنا کھانا، پس عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا لائے، پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈال کر فرمایا پہلی حالت (جس میں ہم نے قسم کھائی) شیطان کی طرف سے تھی، پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کھایا اور باقی سب نے کھانا کھایا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ غنثر: غین پر پیش، نون ساکن پھر ثاء بمعنی: کم سمجھ، نادان۔ "فجدع": بمعنی: برا بھلا کہا۔ جدع کاٹنے کو کہتے ہیں۔ "یجد علی": جیم کے نیچے زیر بمعنی: برہم ہوں گے۔

تشریح: اَصْحَابُ الصُّفَّةِ: نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی ﷺ سے متصل اور حجرہ نبوی ﷺ سے شمالی جانب میں ایک چبوترہ تھا جس کو صفہ کہتے تھے جو غریب ومفلس صحابہ کا مسکن تھا، اسی نسبت سے اس میں رہنے والوں کو اصحاب صفہ کہتے تھے۔

مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ: جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں چھٹے آدمی کو ساتھ لے جائے۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ گھر پر چار آدمیوں کا کھانا موجود ہے مگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ کھانا پانچ آدمی کے لئے کافی ہوسکتا ہے تو وہ ایک آدمی اصحاب الصفہ میں سے لے جائے، اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کھانا چھ آدمیوں کے لئے کافی ہوسکتا ہے تو پھر وہ دو آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جائے۔ [1]

وَ اللّٰهِ لَا اَطْعَمُهُ اَبَداً: "میں کھانا نہیں کھاؤں گا" یہ قسم کھالی، مگر بعد میں کھانا کھا لیا اور پھر اپنی قسم کا کفارہ دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اگر کسی بات پر قسم کھالے اور پھر اس کے خلاف کرنے میں فائدہ نظر آ رہا ہو تو اب وہ کام کرلے اور قسم کا کفارہ ادا کردے۔

وَقُرَّةِ عَيْنِىْ اَنَّهَا الْآنَ لَاكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ اَنْ نَّاكُلَ: "میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم! یہ بلا شک ہمارے کھانے سے پہلے جتنا

تھا اس سے بہت زیادہ ہوگیا ہے۔“

قُرَّۃُ الْعَیْنِ: یہ عربی کا محاورہ ہے، مراد محبوب کے دیدار اور اس دیدار سے حاصل ہونے والی لذات وخوشی کو اس سے تعبیر کیا جاتا ہے، مراد اس سے یا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، یا بعض نے کہا کہ اس سے حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو مراد لیا گیا ہے۔ (۲)

حدیث بالا میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت کا بھی ذکر ہے کہ کھانا جتنا پہلے تھا کھانے کے بعد اس میں کمی ہونے کے بجائے اس میں اضافہ ہوا۔ (۳)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب مواقیت الصلاۃ (باب الصلاۃ) (باب السمر مع الاهل) وکتاب المناقب (باب علامات النبوة فی الاسلام)، وصحیح مسلم کتاب الاشربة (باب اکرام الضیف وفضل ایثارہ)، واحمد ۱/۱۷۱۳، و ابن حبان ۴۳۵۰، وابوداؤد، وکذا فی البیهقی ۱/۳۴۔

راوی حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عبدالرحمٰن، ابوعبداللہ کنیت، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے، والدہ کا نام ام رومان تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔

اسلام: صلح حدیبیہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے اور پھر مدینہ آکر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہنے لگے، تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے، حدیبیہ کے بعد سے تمام جنگوں میں مسلمانوں کی طرف سے شریک ہوئے، جنگ یمامہ میں انہوں نے اپنی بہادری کے غیر معمولی کمال دکھائے، قلعہ یمامہ کی دیوار ایک جگہ سے شق ہوگئی، مسلمان اس راستہ سے اندر گھسنا چاہتے تھے لیکن دشمن کا ایک سردار محکم بن طفیل اڑا ہوا تھا، حضرت عبدالرحمٰن نے تاک کر اس کے سینہ پر ایسا تیر مارا کہ وہیں تڑپ کر ڈھیر ہوگیا اور مسلمان اندر گھس گئے (اصابہ ۲/۱۶۸)

وفات: آخری ایام میں مکہ چلے گئے تھے اور شہر سے تقریباً ۱۰ میل دور مقام حبشی میں ایک مکان میں رہتے ۵۳ھ میں جب ایک مرتبہ سوئے تو سوتے ہی رہ گئے اٹھ نہ سکے، جب حضرت عائشہ حج پر گئیں تو ان کی قبر پر کھڑے ہوکر اشعار پڑھے:

وکنا عندما فی جذیمة حقبة — من الدهر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانا وما لکا — اطول اجتماع لم نبت لیلة معا

ترجمہ: بخدا اگر میں تمہاری وفات کے وقت موجود ہوتی تو اس قدر نہ روتی اور تم کو اسی جگہ دفن کرتی جہاں تم نے وفات پائی تھی، (مستدرک حاکم ۳/۴۷۶)

مرویات: ان سے آٹھ روایات مروی ہیں، تین میں بخاری ومسلم متفق ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۵/۵۵۵

(۲) دلیل الفالحین ۴/۳۲۱، روضۃ المتقین ۳/۴۸۷

(۳) نزہۃ المتقین، روضۃ المتقین ۳/۴۸۸

میری امت کا محدث عمر ہے

(۱۵۰۴) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَة رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ كَانَ فِيْمَاقَبْلَكُمْ مِنَ الْاُمَمِ نَاسٌ مُحَدِّثُوْنَ، فَاِنْ يَكُ فِیْ اُمَّتِیْ أَحَدٌ، فَاِنَّهُ عُمَرُ﴾

رواه البخاری، ورواه مسلم من رواية عائشة و فی روايتهما. قال ابن وهب: "محدثون" ای مُلْهَمُوْنَ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے جو امتیں ہوئیں ان میں کچھ محدث ہوتے تھے اور میری امت میں بھی کوئی محدث ہوا تو وہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔''

(بخاری)

اور مسلم نے اسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے اور ان دونوں روایتوں میں ہے کہ ابن وہب نے کہا ''محدثون'' کے معنی ہیں الہام یافتہ۔

لغات: ❖ امةٌ: جماعت، لوگوں کا گروہ، جمع امم، طریقہ- وقت- قد وقامت۔ امّ یؤم امًّا معنی ماں بننا، اور امّ یوم إمامةً. امام بننا یا امامتی کرنا۔

تشریح: مُحَدِّثُوْنَ: محدث بمعنی صاحب الہام، روشن ضمیر، جس کے دل میں غیبی بات کا الہام ہو جو دوسرے کو معلوم نہ ہو۔ صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں جس کے دل میں اللہ کی طرف سے بات ڈالی جائے اور پھر وہ ایمانی فراست سے اس بات کو دوسرے تک پہنچائے، اس سے اللہ اپنے خاص بندوں کو نوازتے ہیں۔

اب حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے کئی لوگ تھے جن کے دل میں اللہ کی طرف سے الہام ہوتا تھا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ جس کے بارے میں قرآن نے کہا۔ (۱)

وَاَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی: ''ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام کیا'' اور اسی طرح حضرت مریم کے بارے میں آتا ہے، تو اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے، یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہایت خصوصی صفت کا بیان ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری كتاب فضائل الصحابة (باب من فضائل عمررضی الله تعالیٰ عنه)، واحمد ۸۴۷۶/۳، والنسائی فی فضائل الصحابة، والترمذی، والحاکم ۴۴۹۹/۳، وکذافی ابن حبان ۶۸۹۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۵/۶۶۷ وکذا دلیل الفالحین ۴/۳۲۷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کردیا

(۱۵۰۵) ﴿وَعَنْ جَابِرِبْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: شَكَا اَهْلُ الْكُوْفَةِ سَعْداً يَعْنِيْ اِبْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَعَزَلَهُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّاراً، فَشَكَوْاحَتّٰى ذَكَرُوْا اَنَّهُ لَايُحْسِنُ يُصَلِّيْ، فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا اَبَا اِسْحٰقَ! اِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُوْنَ اَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّيْ. فَقَالَ: اَمَّا اَنَاوَ اللّٰهِ فَاِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ بِهِمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا أَخْرِمُ عَنْهَا اُصَلِّيْ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَاَرْكُدُفِي الْاُوْلَيَيْنِ، وَاَخِفُّ فِي الْاُخْرَيَيْنِ، قَالَ: ذٰلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحٰقَ، وَاَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلاً۔ اَوْرِجَالاً۔اِلَى الْكُوْفَةِ يَسْأَلُ عَنْهُ اَهْلَ الْكُوْفَةِ، فَلَمْ يَدَعْ مَسْجِداً اِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُوْنَ مَعْرُوْفاً، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًالِبَنِيْ عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ، يُقَالُ لَهُ اُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ، يُكْنٰى اَبَاسَعْدَةَ، فَقَالَ: أَمَّا اِذْ نَشَدْتَنَافَاِنَّ سَعْداً كَانَ لَايَسِيْرُبِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَايَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ. قَالَ سَعْدٌ: أَمَاوَ اللّٰهِ لَاَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ: اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِباً، قَامَ رِيَاءً، وَسُمْعَةً، فَاَطِلْ عُمْرَهُ، وَاَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ لِلْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدَذٰلِكَ اِذَا سُئِلَ يَقُوْلُ: شَيْخٌ كَبِيْرٌ مَفْتُوْنٌ، أَصَابَتْنِيْ دَعْوَةُ سَعْدٍ.

قال عبدالملک بن عمیر الراوی عن جابربن سمرة فَاَنَا رَاَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَاِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِيْ فِي الطُّرُقِ فَيَغْمِزُهُنَّ. (متفق علیہ)

ترجمہ: ”حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں (کوفہ کی گورنری سے) معزول کردیا اور ان پر حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گورنر مقرر فرما دیا۔“

اہل کوفہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت میں یہاں تک کہا کہ یہ نماز اچھے طریقے سے نہیں پڑھاتے، پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور کہا اے ابواسحاق (یہ حضرت سعد کی کنیت ہے) لوگ گمان کرتے ہیں کہ تم نماز بھی صحیح نہیں پڑھاتے۔ تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تو خدا کی قسم ان کو رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھاتا تھا، میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا تھا، میں مغرب وعشاء کی

نماز پڑھاتا ہوں، پہلی دو رکعتوں میں قیام لمبا کرتا ہوں اور پچھلی رکعتوں میں مختصر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے ابواسحاق! تمہارے متعلق یہی گمان تھا اور ان کے ساتھ ایک آدمی کو یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا تا کہ وہ اہل کوفہ کی رائے معلوم کریں (ان کے بارے میں) چنانچہ انہوں نے مسجدوں میں جا کر ان کے متعلق دریافت کیا، سب نے تعریف کی حتیٰ کہ وہ بنوعبس کی مسجد میں آ گئے، تو وہاں کے نمازیوں میں ایک شخص کھڑا ہوا، اس کو اسامہ بن قتادہ کہا جاتا تھا، اور کنیت ابوسعدہ تھی، اس نے کہا جب آپ نے ہم سے پوچھ ہی لیا تو عرض یہ ہے کہ سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے، تقسیم میں برابری نہیں کرتے اور فیصلہ کرنے میں انصاف سے کام نہیں لیتے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں بھی تین باتوں کی دعا ضرور کروں گا: اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور ریاکاری اور شہرت کی خاطر کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر، اس کی غربت و ناداری میں اضافہ کر اور اسے فتنوں کا نشانہ بنا دے۔ اس کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو وہ کہتا بہت بوڑھا اور فتنوں میں ہوں، مجھے سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والے عبدالملک ابن عمیر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں اسے دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں پلکیں اس کی آنکھوں پر گری پڑی تھیں اور وہ راستوں میں لڑکیوں سے تعرض کرتا اور انہیں اشارہ کرتا تھا۔

لغات: ❖ تعدل: عدل (ض) عدلاً ـ السهم: تیر کو سیدھا کرنا فلانا بفلان: برابری کرنا عدل بربه: شرک کرنا۔ عدل (ک) عدالة: عادل ہونا، گواہی کے قابل ہونا۔ عدل (س) عدلا: ظلم کرنا۔

تشریح: اَرْسَلَ مَعَهٗ رَجُلًا اَوْرِجَالًا اِلَى الْكُوْفَةِ: ''ان کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا'' تا کہ وہ اہل کوفہ سے دریافت کریں۔ اس جملہ سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ جب کسی کی کوئی شکایت کی جائے تو اس کی گرفت کرنے سے پہلے اس کے بارے میں تحقیقات کرنا چاہئے جیسے یہاں پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل کوفہ سے تحقیق کی۔ (۱)

فَعَزَلَهٗ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا: ''حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ پر حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گورنر مقرر فرما دیا'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مصلحت اس بات میں سمجھی جائے کہ معزول کر دینا چاہئے تو معزول کر دیا جائے اگرچہ اس کے خلاف شکایات جھوٹ پر ہی مبنی کیوں نہ ہو۔ (۲)

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واقعہ سے معلوم ہوتا ہے لوگوں سے عیب کو چھڑانے کی نیت سے شکایت سن سکتے ہیں، اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر اہل کوفہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت نہ کرتے، اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ ان کی شکایت نہ سنتے کیونکہ غیبت کا سننا مثل غیبت کرنے کے ہے۔ (۳)

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنا دیا نماز پڑھانے کے لئے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیت المال کا اور عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور چیزوں کا۔ یہاں پر صرف حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ اہل کوفہ کی شکایت نماز کے بارے میں تھی، اس لئے خصوصی ذکر ہورہا ہے، ورنہ یہ تین آدمی مختلف چیزوں کے ذمہ دار بنائے گئے تھے۔ (۴)

لَادْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ: "تین باتوں کی دعا کرونگا۔" جس طرح حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بد دعائیں کی وہ بعینہٖ اسی طرح اللہ نے قبول کر لی، جس میں ایک طرف حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت کا ثبوت ہے تو دوسری طرف ان کے مستجاب الدعوات ہونے کا بھی علم ہوتا ہے، ان کے بارے میں آپ ﷺ کی دعا بھی تھی کہ اے اللہ! سعد جو دعا بھی مانگے تو اس کو قبول فرما۔ (۵)

وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا اِلَّاسَأَلَ عَنْهُ: مسجد میں جا کر سوال کیا اور ایک روایت میں آتا ہے وَاَقَامَ سَعْداً فِیْ مَسْجِدِ الْكُوْفَةِ يَسْأَلُهُمْ عَنْهُ "اور ایک اور روایت میں آتا ہے" فَطِيْفَ بِهٖ فِیْ مَسَاجِدِ الْكُوْفَةِ "کہ مختلف مساجد میں جا کر لوگوں سے معلومات کی۔" (۶)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری كتاب الاذان (باب وجوب القراء ة للامام) مسلم كتاب الصلاة (باب القراء ة فی الظهر والعصر)، واحمد ۱/۱۵۵۶، والنسائی، وابن حبان ۱۸۵۹، وكذا فی البيهقی ۲/۶۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

(۲) نفس مصدر

(۳) غیبت کیا ہے ص: ۳۹

(۴) روضۃ المتقین ۳/۴۹۱

(۵) ترمذی، ابن حبان وحاکم، روضۃ المتقین ۳/۴۹۳

(۶) روضۃ المتقین ۳/۴۹۲

حضرت سعید بن زید کی بد دعا کا اثر

(۱۵۰۶) ﴿وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ خَاصَمَتْهُ أَرْوَى بِنْتُ أَوْسٍ اِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَادَّعَتْ اَنَّهُ اَخَذَ شَيْئًا مِنْ أَرْضِهَا، فَقَالَ سَعِيْدٌ: اَنَا كُنْتُ آخُذُ مِنْ أَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِیْ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ:

مَاذَاسَمِعتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ أَخَذَ شِبْراً مِنَ الْاَرْضِ ظُلْماً، طُوِّقَهُ اِلَى سَبْعِ اَرْضِيْنَ" فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لَا اَسْأَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا، فَقَالَ سَعِيْدٌ: إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَاَعْمِ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا، قَالَ: فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا، وَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِيْ أَرْضِهَا إِذْوَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ﴾ (متفق علیه)

"وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِبْنِ زَيْدِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بِمَعْنَاهُ: وَاَنَّهُ رَآهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ، تَقُوْلُ: أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعِيْدٍ، وَأَنَّهَا مَرَّتْ عَلَى بِئْرٍ فِي الدَّارِالَّتِيْ خَاصَمَتْهُ فِيْهَا، فَوَقَعَتْ فِيْهَا، فَكَانَتْ قَبْرَهَا."

ترجمہ: "حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن زید بن عمر بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اروی بنت اوس نے جھگڑا کیا اور حضرت مروان بن حکم (گورنر مدینہ) تک اپنی شکایت پہنچائی، اور اس نے دعوی کیا کہ سعید نے اس کی کچھ زمین غصب کر لی ہے، حضرت سعید نے کہا: کیا میں رسول اللہ ﷺ سے وعید سننے کے بعد بھی اس کی زمین کا کچھ حصہ غصب کرلوں؟ حضرت مروان نے پوچھا تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا وعید سنی ہے؟ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے ناجائز طریقے سے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ہتھیالی تو اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا، یہ سن کر حضرت مروان نے ان سے کہا اس کے بعد میں تم سے کوئی دلیل طلب نہیں کروں گا۔ پس حضرت سعید نے اس عورت کے لئے بد دعاء فرمائی: اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اس کی آنکھوں کی بینائی ختم کردے اور اس کو اس کی زمین ہی میں موت دے۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ مرنے سے پہلے اس کی بینائی چلی گئی اور ایک وقت وہ اپنی زمین میں چلی جارہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر گئی اور اس میں ہی وہ مرگئی۔" (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں جو محمد بن زید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے ہم معنی منقول ہے، اس میں آتا ہے کہ محمد بن زید نے اس عورت کو نابینا اور دیواریں ٹٹولتے ہوئے دیکھا، وہ کہتی تھی مجھے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بد دعا لگ گئی ہے، اور وہ ایک کنویں پر سے گزر رہی تھی جو زمین کے اسی احاطے میں تھا جس کے بارے میں اس نے جھگڑا کیا تھا، پس وہ اس میں گر کر مرگئی اور وہی حصۂ زمین اس کی قبر بن گیا۔

لغات: ❖ماتت: مات یموت موتاً: مرنا، ماتت الریح: ہوا کا رک جانا، مات یموت مواتاً و موتانا ۔المکان ویران ہونا جمع (اموات، موتی ومیتون)

تشریح: خَاصَمَتْهُ أَرْوَى بِنْتُ اَوْسٍ اِلَى مَرْوَانَ بِنِ الْحَكَمِ: ''ایک عورت اروی بنت اوس نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑا کیا اور مروان بن الحکم تک اپنی شکایت پہنچائی۔'' حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہنوئی اور بڑے مستجاب الدعوات تھے، اور اروی بنت اوس اس کے بارے میں بعض نے تابعیہ اور بعض نے صحابیہ بھی کہا ہے۔ (۱)

فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ: لاَ اَسْئَلُکَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا: ''مروان نے کہا اس کے بعد میں تم سے کوئی گواہ نہیں طلب کروں گا۔'' علامہ کرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح بخاری وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے سننے کے بعد مروان نے اس زمین کا فیصلہ حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کردیا، مگر حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احتیاطاً اس زمین کو خود ہی چھوڑ دیا اور اس عورت کے قبضہ میں دے دیا، مگر بد دعا دی کہ اگر یہ جھوٹی ہو تو اسی زمین میں مرے، پھر وہ عورت اندھی ہوگئی اور اسی زمین کے ایک کنویں میں مرگئی، یہی اس کی قبر بن گیا، الگ دفن کرنے کی ضرورت بھی نہ پڑی۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب بدء الخلق (باب ماجاء فی سبع ارضین) و مسلم کتاب المساقاة (باب تحریم الظلم وغصب الارض)، واحمد۱/۱۶۵۳، وابن حبان ۳۱۹۵، و الترمذی وغیرهم من ائمة الحدیث الشریف بالفاظ متقاربة مختصرا ومطولا.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۹۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۵/۵۶۴

(۲) شرح بخاری للکرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

ایک قبر میں دو آدمیوں کو دفن کر سکتے ہیں

(۱۵۰۷) ﴿وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: لَمَّاحَضَرَتْ أُحُدٌ دَعَانِيْ اَبِيْ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: مَاأُرَانِيْ اِلَّامَقْتُوْلاً فِيْ أَوَّلِ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنِّيْ لاَأَتْرُکُ بَعْدِيْ أَعَزَّ عَلَيَّ مِنْکَ غَيْرَ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاِنَّ عَلَيَّ دَيْنًا فَاقْضِ، وَاسْتَوْصِ بِأَخَوَاتِکَ خَيْراً، فَأَصْبَحْنَا، فَكَانَ أَوَّلَ قَتِيْلٍ، وَدَفَنْتُ مَعَهُ آخَرَفِيْ قَبْرِهٖ، ثُمَّ لَمْ تَطِبْ نَفْسِيْ أَنْ أَتْرُكَهُ مَعَ آخَرَ فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَاهُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهُ غَيْرَ اُذُنِهٖ، فَجَعَلْتُهُ فِيْ قَبْرٍعَلٰى حِدَةٍ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب احد کی جنگ کا موقعہ آیا تو میرے والد حضرت عبد اللہ نے رات کے وقت مجھے بلایا اور فرمایا مجھے یوں لگتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو پہلے شہید ہوں گے میں بھی انہی میں سے ہوں گا، اور میں اپنے بعد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ ایسا کوئی شخص چھوڑ کر نہیں جا رہا جو مجھے تم سے زیادہ عزیز ہو، اور بے شک میرے ذمے قرض ہے اس کو ادا کر دینا، اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، چنانچہ ہم نے صبح کی تو سب سے پہلے شہید ہونے والے وہی تھے، اور میں نے ان کے ساتھ ایک اور شخص کو ان کی قبر میں دفن کر دیا، پھر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہیں ہوا کہ میں ان کو دوسرے کے ساتھ رہنے دوں، چنانچہ میں نے چھ مہینے کے بعد ان کو نکال لیا، پس وہ کانوں کے سوا اسی طرح تھے جیسے قبر میں رکھے جانے والے دن میں تھے، پھر میں نے ان کو ایک الگ قبر میں دفن کر دیا۔“

لغات: ❖ قبرہ: بمعنی انسان کے دفن کرنے کی جگہ، قبر (ن، ض) قبراً و مقبراً۔ المیت: میت کو دفن کرنا، اقبرہ: قبر بنانا، دفن کرنا۔

تشریح: دَفَنْتُ مَعَهُ آخَرَ فِيْ قَبْرِهٖ: ”ایک اور صحابی کے ساتھ قبر میں ایک ساتھ دفن کر دیا۔“

دوسرے صحابی حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، یہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کے دوستوں میں سے بھی تھے اور ان کے بہنوئی بھی تھے۔ حدیث بالا سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ ضرورت کے وقت میں ایک قبر میں دو کو دفن کیا جا سکتا ہے۔

فَاسْتَخْرَجْتُهُ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ: ”چھ مہینے کے بعد ان کو قبر سے نکالا۔“ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت میں لاش کو قبر سے نکالا جا سکتا ہے لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب کہ زیادہ وقت نہ گزرا ہو یا یہ غالب گمان ہو کہ لاش ابھی محفوظ ہو گی۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری کتاب الجنائز (باب هل یخرج المیت من القبر؟)

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۳۳۴

دو صحابی کی کرامت

(۱۵۰۸) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰه تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، وَمَعَهُمَا مِثْلُ الْمِصْبَا حَيْنِ بَيْنَ

اَيْدِيهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَا، صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى اَتَى أَهْلَهُ.

رواه البخاری من طرق، وفی بَعْضِهَا: "اِنَّ الرَّجُلَيْنِ اُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا."

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ میں سے دو آدمی ایک اندھیری رات میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے نکلے اور ان دونوں کے ساتھ ان کے آگے آگے چراغ جیسی کوئی چیز تھی، پس جب وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوگئے تو ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ تھا یہاں تک کہ ہر ایک اپنے گھر پہنچ گیا۔''

بخاری نے اس حدیث کو کئی سندوں سے روایت کیا ہے، ان میں سے بعض میں ہے کہ یہ دو آدمی اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور عباد بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

لغات: ❖ ليلة: بمعنی رات، اس کی جمع ليلات اور ليل کی جمع ليالی، یہ باب افعال سے استعمال ہوتا ہے، مظلمة: بمعنی گھپ اندھیرا جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے۔

تشریح: حدیث بالا میں دو صحابہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عباد بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت کا ذکر ہے کہ سخت اندھیری رات میں آپ ﷺ کے پاس سے باہر آئے تو اللہ نے ان کی ایک لاٹھی میں روشنی پیدا کردی، اور جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہوا تو پھر یہ روشنی دوسرے کی لاٹھی میں بھی اللہ نے پیدا کردی اور پھر اسی روشنی میں وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

مِثْلُ الْمِصْبَاحَيْنِ: "چراغ کے مثل۔" یہ کیا تھی؟ بعض کہتے ہیں کہ ان کی لاٹھی ہی چراغ کی طرح چمکتی تھی، جس سے اندھیری رات میں ان کو راستے کی نشاندہی ہوجاتی تھی، بعض کہتے ہیں یہ نور نبوت تھا، [1] گویا یہ ان صحابہ کی تو کرامت ہوئی اور نبی کریم ﷺ کا معجزہ بھی ہوا۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری كتاب الصلوة وهكذا فی (باب منقبة اسيد بن حضير رضی الله تعالىٰ عنه وعباد بن بشير رضی الله تعالىٰ عنه).

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی کرامت

(۱۵۰۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ سَلَّمْ عَشْرَةَ رَهْطٍ عَیْناً سَرِیَّةً، وَأَمَّرَ عَلَیْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتِ الْاَنْصَارِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، فَانْطَلَقُوْا حَتّٰی اِذَا كَانُوْا بِالْهَدْأَةِ، بَیْنَ عُسْفَانَ وَمَكَّةَ، ذُكِرُوْا لِحَیٍّ مِنْ هُذَیْلٍ یُقَالُ لَهُمْ: بَنُوْ لِحْیَانَ، فَنَفَرُوْا لَهُمْ بِقَرِیْبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَاقْتَصُّوْا آثَارَهُمْ، فَلَمَّا اَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ وَاَصْحَابُهُ، لَجَؤُوْا اِلٰی مَوْضِعٍ، فَأَحَاطَ بِهِمُ الْقَوْمُ، فَقَالُوْا: اِنْزِلُوْا، فَاعْطُوْا بِاَیْدِیْكُمْ، وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِیْثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ اَحَداً، فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ ثَابِتٍ: اَیُّهَا الْقَوْمُ أَمَّا أَنَا، فَلَا أَنْزِلُ عَلٰی ذِمَّةِ كَافِرٍ اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا نَبِیَّكَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ، فَقَتَلُوْا عَاصِماً، وَنَزَلَ اِلَیْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَی الْعَهْدِ وَالْمِیْثَاقِ، مِنْهُمْ خُبَیْبٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، وَزَیْدُ بْنِ الدَّثِنَةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ رَجُلٌ آخَرُ. فَلَمَّا اَسْتَمْكَنُوْا مِنْهُمْ اَطْلَقُوْا أَوْتَارَ قِسِیِّهِمْ، فَرَبَطُوْا بِهَا. قَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هٰذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَ اللّٰهِ! لَا أَصْحَبُكُمْ، إِنَّ لِیْ بِهٰؤُلَاءِ أُسْوَةً، یُرِیْدُ الْقَتْلٰی، فَجَرُوْهُ وَ عَالَجُوْهُ، فَاَبٰی اَنْ یَصْحَبَهُمْ، فَقَتَلُوْهُ، وَانْطَلَقُوْا بِخُبَیْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، وَزَیْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، حَتّٰی بَاعُوْهُمَا بِمَكَّةَ بَعْدَ وَقْعَةِ بَدْرٍ، فَابْتَاعَ بَنُوْ الْحَارِثِ بْنِ عَامِرِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ خُبَیْبًا، وَكَانَ خُبَیْبٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ هُوَ قَتَلَ الْحَارِثَ یَوْمَ بَدْرٍ، فَلَبِثَ خُبَیْبٌ عِنْدَهُمْ أَسِیْراً حَتّٰی اَجْمَعُوْا عَلٰی قَتْلِهٖ، فَاسْتَعَارَ مِنْ بَعْضِ بَنَاتِ الْحَارِثِ مُوْسٰی تَسْتَحِدُّ بِهَا، فَأَعَارَتْهُ، فَدَرَجَ بُنَیٌّ لَهَا، وَهِیَ غَافِلَةٌ حَتّٰی أَتَاهُ، فَوَجَدَتْهُ مُجْلِسَهٗ عَلٰی فَخِذِهٖ، وَالْمُوْسٰی بِیَدِهٖ، فَفَزِعَتْ فَزْعَةً عَرَفَهَا خُبَیْبٌ، فَقَالَ: أَتَخْشَیْنَ اَنْ اَقْتُلَهٗ؟ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ ذٰلِكَ! قَالَتْ: وَ اللّٰهِ مَارَاَیْتُ اَسِیْراً خَیْراً مِنْ خُبَیْبٍ (رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ)، فَوَ اللّٰهِ لَقَدْ وَجَدْتُهٗ یَوْماً یَأْكُلُ قِطْفاً مِنْ عِنَبٍ فِیْ یَدِهٖ، وَ إِنَّهٗ لَمُوْثَقٌ بِالْحَدِیْدِ، وَمَا بِمَكَّةَ مِنْ ثَمَرَةٍ، وَكَانَتْ تَقُوْلُ إِنَّهٗ لَرِزْقٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ خُبَیْباً، فَلَمَّا خَرَجُوْا بِهٖ مِنَ الْحَرَمِ لِیَقْتُلُوْهُ فِی الْحِلِّ، قَالَ لَهُمْ خُبَیْبٌ: دَعُوْنِیْ أُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ، فَتَرَكُوْهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَیْنِ، فَقَالَ: وَ اللّٰهِ لَوْلَا اَنْ تَحْسَبُوْا أَنَّ مَا بِیْ جَزَعٌ لَزِدْتُ: اَللّٰهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَداً، وَاقْتُلْهُمْ بَدَداً، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ أَحَداً، وَقَالَ: ؎

فَلَسۡتُ اُبَالِیۡ حِیۡنَ اُقۡتَلُ مُسۡلِماً عَلٰی اَیِّ جَنۡبٍ کَانَ لِلّٰہِ مَصۡرَعِی
وَذٰلِکَ فِیۡ ذَاتِ الۡاِلٰہِ وَ اِنۡ یَشَأۡ یُبَارِکۡ عَلٰی اَوۡصَالِ شِلۡوٍ مُمَزَّعِ

وَکَانَ خُبَیۡبٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ ھُوَسَنَّ لِکُلِّ مُسۡلِمٍ قُتِلَ صَبۡراً الصَّلاۃَ وَ أَخۡبَرَیَعۡنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّم. اَصۡحَابَہٗ یَوۡمَ اُصِیۡبُوۡا خَبَرَھُمۡ، وَ بَعَثَ نَاسٌ مِنۡ قُرَیۡشٍ اِلٰی عَاصِمِ بۡنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ حِیۡنَ حُدِّثُوۡا اَنَّہٗ قُتِلَ اَنۡ یُؤۡتَوۡا بِشَیۡءٍ مِنۡہُ یُعۡرَفُ، وَکَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِنۡ عُظَمَائِھِمۡ، فَبَعَثَ اللّٰہُ لِعَاصِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ مِثۡلَ الظُّلَّۃِ مِنَ الدَّبۡرِ، فَحَمَتۡہُ مِنۡ رُسُلِھِمۡ، فَلَمۡ یَقۡدِرُوۡااَنۡ یَقۡطَعُوۡامِنۡہُ شَیۡئًا، رواہ البخاری.

قولہ: اَلۡھَدۡأَۃُ: مَوۡضِعٌ، اَلظُّلَّۃُ: اَلسَّحَابُ: وَالدَّبۡرُ: اَلنَّخۡلُ، وقولہ "اُقۡتُلۡھُمۡ بَدَداً" بکسرالباء وفتحھا، فمن کسرقَالَ: ھُوَجَمۡعُ بِدَۃٍ بکسرالباء، وَھِیَ النَّصِیۡبُ، وَمَعۡنَاہُ: اُقۡتُلۡھُمۡ حِصَصاً مُنۡقَسِمَۃً لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنۡھُمۡ نَصِیۡبٌ، وَمن فتح قال: معناہ: مُتَفَرِّقِیۡنَ فِی الۡقَتۡلِ وَاحِداً بَعۡدَ وَاحِدٍ مِنَ التَّبۡدِیۡدِ.

وفی الباب اَحَادِیۡثُ کَثِیۡرَۃٌ صَحِیۡحَۃٌ سَبَقَتۡ فِیۡ مَوَاضِعِھَامِنۡ ھٰذَا الۡکِتَابِ، مِنۡھَاحَدِیۡثُ الۡغُلَامِ الَّذِیۡ کَانَ یَأۡتِی الرَّاھِبَ وَالسَّاحِرَ، وَمِنۡھَاحَدِیۡثُ جُرَیۡجٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ، وَحَدِیۡثُ اَصۡحَابِ الۡغَارِالَّذِیۡنَ اَطۡبَقَتۡ عَلَیۡھِمُ الصَّخۡرَۃُ وَحَدِیۡثُ الرَّجُلِ الَّذِیۡ سَمِعَ صَوۡتاً فِیۡ السَّحَابِ یَقُوۡلُ: اسۡقِ حَدِیۡقَۃَ فُلَانٍ وَغَیۡرُ ذٰلِکَ وَالدَّلَائِلُ فِیۡ الۡبَابِ کَثِیۡرَۃٌ مَشۡھُوۡرَۃٌ وَ بِاللّٰہِ التَّوۡفِیۡقُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دس آدمیوں کا ایک لشکر جاسوس بنا کر بھیجا اور ان پر عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر فرمایا، پس یہ چلتے رہے یہاں تک کہ جب عسفان اور مکہ کے درمیان واقع ہداۃ جگہ پر پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ کو جس کو بنولحیان کہا جاتا تھا اس لشکر کی اطلاع کردی گئی، چنانچہ وہ فوراً سو کے قریب تیر اندازوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکل آئے اور ان کے نشانات قدم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے، پس جب عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو ان کی آہٹ محسوس ہوئی، تو انہوں نے ایک جگہ پر پناہ پکڑی، پس بنولحیان کے افراد نے ان کو گھیر لیا اور کہا کہ نیچے اتر آؤ اور اپنے کو ہمارے حوالے کردو، ہم تم سے عہد و میثاق کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے، تو عاصم بن ثابت نے کہا لوگو! میں تو بہرحال کسی کافر کے عہد پر نیچے نہیں اتروں گا، اے اللہ! تو ہماری بابت اپنے پیغمبر کو

اطلاع کردے۔ پس دشمن نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کردی اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر دیا اور تین آدمی ان کے عہد و میثاق پر نیچے آئے، ان میں سے ایک خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک اور آدمی تھا، پس جب انہوں نے ان پر قابو پالیا تو ان کی کمانوں کی تانتیں کھول کر ان سے ان کو باندھ دیا۔"

تیسرے آدمی نے کہا یہ پہلی بدعہدی ہے، اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا، میرے لئے ان مقتولین کا نمونہ ہے، پس دشمن نے ان کو کھینچا اور ان سے لڑے' لیکن انہوں نے پھر بھی ان کے ساتھ جانے سے انکار کیا، چنانچہ دشمن نے ان کو بھی مار دیا اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید بن دثنہ کو لے کر چلے، حتیٰ کہ انہوں نے جنگ بدر کے واقعے کے بعد ان دونوں کو مکے میں بیچ دیا، پس خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف کے بیٹوں نے خرید لیا اور خبیب وہ شخص تھے جنہوں نے جنگ بدر والے دن حارث کو قتل کیا تھا، پس خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس قیدی کے طور پر رہے، یہاں تک کہ انہوں نے ان کو قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا، پس (اسی قید کے دوران) ایک روز خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حارث کی کسی بیٹی سے زیرناف کے بال مونڈھنے کے لئے استرا مانگا، تو اس نے وہ انہیں دے دیا۔ اس کا ایک بچہ جب کہ وہ غافل تھی، حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلا گیا، پس اس نے بچے کو خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ران پر بیٹھے ہوئے پایا اور استرا ان کے ہاتھ میں تھا، تو وہ لڑکی گھبرا اٹھی، جسے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی پہچان لیا، پس انہوں نے کہا کیا تو اس بات سے ڈرتی ہے کہ میں اسے قتل کردوں گا؟ میں ایسا کام کرنے والا نہیں ہوں۔ اس لڑکی نے کہا، اللہ کی قسم! میں نے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا، پس اللہ کی قسم! ایک دن میں نے انہیں انگوروں کا خوشہ ہاتھ میں لئے کھاتے دیکھا، جب کہ یہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں مکے میں کوئی پھل نہیں تھا اور وہ کہتی تھی کہ یہ ایسا رزق ہے جو خبیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اللہ نے دیا ہے، پس جب دشمن ان کو حرم سے لے کر نکلے تاکہ انہیں حل میں لے جاکر قتل کریں تو ان سے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، مجھے چھوڑ دو، میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، تو انہوں نے ان کو چھوڑ دیا اور انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں، پھر فرمایا، اللہ کی قسم! اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم گمان کرو گے کہ مجھے موت کے خوف نے گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے، تو میں اور زیادہ نماز پڑھتا، (پھر دعا فرمائی) اے اللہ، ان کی تعداد گن لے، ان کو

ٹکڑے ٹکڑے کر کے مار اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ، اور یہ شعر پڑھا:

''جب میں اسلام کی حالت میں مارا جا رہا ہوں تو مجھے کوئی پروا نہیں کہ کس پہلو پر، اللہ کے لئے میری موت واقع ہوگی، اور میری یہ موت اللہ کی راہ میں ہے، وہ اگر چاہے تو کٹے ہوئے جسم کے اعضاء میں برکت ڈال دے۔''

اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے ہر اس مسلمان کے لئے جس کو باندھ، جکڑ کر مارا جائے، نماز کا طریقہ جاری کیا، اور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان کی خبر اسی دن دیدی جس دن ان کو شہید کیا گیا، اور قریش نے کچھ لوگوں کو عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا جب ان کو بتلایا گیا کہ وہ قتل کر دیئے گئے ہیں کہ وہ ان کے جسم کا کوئی ایسا حصہ لے کر آئیں جن سے ان کی شناخت کی جا سکے کہ انہوں نے قریش کے بڑوں میں سے ایک بڑے آدمی کو قتل کیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت کے لئے بھڑوں یا (شہد کی مکھیوں) کی ایک جماعت کو بادل کے سائے کی طرح بھیج دیا، پس انہوں نے قریش کے ان قاصدوں سے انہیں بچایا اور وہ اس بات پر قادر ہی نہیں ہو سکے کہ وہ ان کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لیں۔

الھداۃ: ایک جگہ کا نام ہے۔ ظلۃ: بادل۔ الدبر: شہد کی مکھی۔

بِدَداً باء کے نیچے زیر اور زبر، جو کہتے ہیں زیر ہے ان کے نزدیک یہ بدۃ (باء کے زیر کے ساتھ) کی جمع ہے اس کے معنی حصہ، اب ترجمہ یہ ہوا کہ ہر ایک کو تقسیم کر کے مار، کہ ہر ایک کا حصہ ہو۔ بعض نے اس کو ''بدۃ'' کی جمع بنایا (زبر کے ساتھ) جس کا معنی منتشر کر کے مارنا کہ ایک کے بعد دوسرا ہلاک ہو، یہ تبدید سے مشتق ہوگا۔

اور اس باب میں (یعنی اثبات کرامت) میں بہت سی احادیث صحیح ہیں جو اس کتاب میں مختلف جگہوں اور بابوں میں گزر چکی ہیں، ان میں سے اس لڑکے کا واقعہ ہے جو پادری اور جادوگر دونوں کے پاس جایا کرتا تھا[۱] جریج کا واقعہ[۲] اور حدیث غار جو بند ہوگئی تھی[۳]، اور اس آدمی کا واقعہ جس نے بادلوں میں سے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو، اس کے علاوہ دیگر واقعات اور اس کے دلائل بھی کثرت سے ہیں اور مشہور ہیں۔[۴] (وباللہ التوفیق)

تشریح: بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ رَهْطٍ: ''آپ ﷺ نے دس آدمیوں کا لشکر بھیجا۔'' اس میں عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مرشد بن ابی مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زید بن دثنہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وغیرہ صحابہ تھے۔ (۵)

دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ: "مجھے چھوڑ دو کہ میں دو رکعت پڑھ لوں۔" یہ مستحب ہے کہ شہادت سے پہلے دو رکعت پڑھ لی جائے اور آخری کام نماز ہو جو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا، جس پر ان میں سے کسی نے نکیر نہیں کی۔ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کے لئے بددعاء کرنا جائز ہے۔ حدیث میں صحابہ کی کئی کرامات کا ذکر ہے مثلاً:

1. ان کی شہادت کے وقت ان کی دعا کہ اے اللہ! اپنے نبی کو خبر کر دے، اللہ جل شانہ نے وحی کے ذریعہ سے وہ اطلاع فوراً اپنے نبی کو کر دی۔
2. اور خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بغیر موسم کے پھلوں کا کھانا۔
3. حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں یا بھڑوں کے ذریعہ کروادی۔
4. ظالم قاتلوں کو جس طرح بددعا دی اسی طرح ان کے حق میں وہ قبول ہوئی۔

تخریج حدیث: بخاری کتاب المغازی (باب غزوۃ الرجیع) و کتاب الجهاد (باب هل یستاسر الرجل؟)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) باب الصبر: ۳۲

(۲) باب اخلاص، باب فضل ضعفۃ المسلمین والفقراء ۲۶۱

(۳) باب اخلاص: ۱۲

(۴) باب الکرم والجود: ۵۶۶

(۵) مختصر من فتح الباری و دلیل الفالحین ۴/ ۳۳۵ تا ۳۴۵

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منشاء پر حکم نازل ہوتا

(۱۵۱۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قال: مَاسَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ لِشَیْءٍ قَطُّ: اِنِّیْ لَاَظُنُّهُ کَذَا اِلَّا کَانَ کَمَایَظُنُّ﴾. (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی معاملے کی بابت یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرا خیال اس کے متعلق یہ ہے، تو وہ اسی طرح ہوتا جیسا کہ اپنا خیال ظاہر فرماتے۔" (بخاری)

لغات: ❖ یظن: ظن (ن) ظناً: جاننا اور یقین کرنا، ظنه واظنه واِظنه واظطنه، بکذا: تہمت لگانا اظنه الشیء: وہم میں ڈالنا۔ اظن فیه الناس: تہمت کے لئے پیش کرنا۔ الظن: گمان، اور شک و یقین کے معنی میں بھی مستعمل ہے ج ظنون جمع

الجمع. اظانین.

تشریح: حدیث بالا میں بھی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور کرامت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذکاوت و فطانت کا وہ حصہ مرحمت فرمایا تھا کہ جس طرح وہ خیال کرتے اسی طرح اللہ جل شانہ حکم نازل فرمادیتے، ان چیزوں کو "موافقات عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہا جاتا ہے، اور اس کی تعداد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے چوبیس (۲۴) شمار کروائی ہے۔[1] ان میں سے بعض یہ ہیں:

❶ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں تو اللہ نے آیت نازل فرمادی: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى: "کہ مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں۔"

❷ یا رسول اللہ! آپ اپنی ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم دے دیں کیونکہ ہر قسم کے لوگ گھر میں آتے ہیں، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل فرمادی: وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ "کہ جب تم میں سے کوئی ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔"

❸ اسی طرح بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان سب کو قتل کردیا جائے، اسی کی موافقت قرآن میں نازل ہوا: "مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ الخ."

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار (باب اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ازالۃ الخفاء

کتاب الامور المنھی عنھا

اللہ کے منع کردہ کاموں کی کتاب

(۲۵۴) بَابُ تَحْرِيْمِ الْغِيْبَةِ وَالْاَمْرِ بِحِفْظِ اللِّسَانِ

غیبت کے حرام ہونے اور زبان کی حفاظت کرنے کا حکم

غیبت کرنا مردے بھائی کا گوشت کھانا ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ! وَ

اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾ (سورة حجرات: ۱۲)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے، تم کو اس سے گھن آئے گی! اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔“

تشریح: آیت بالا میں مسلمان کی آبرو ریزی کو اس کے گوشت کھانے کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اور اس عمل کو حرام قرار دیا جارہا ہے۔ اور غیبت پیٹھ پیچھے کی جاتی ہے، اگر کسی کے سامنے اس کے عیوب کو ظاہر کیا جائے اگر چہ وہ بھی ایذاء رسانی کی بناء پر حرام ہے مگر اس کی مدافعت وہ آدمی خود بھی کرسکتا ہے اور مدافعت کے خوف سے ہر آدمی اس کے عیوب کو ظاہر نہیں کرتا، بخلاف غیبت کہ وہاں کوئی مدافعت کرنے والا بھی نہیں ہوتا، ہر کمتر سے کمتر آدمی بڑے سے بڑے کی غیبت کرسکتا ہے اور کوئی مدافعت بھی نہیں ہوتی اس لئے یہ سلسلہ عموماً لمبا ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس لئے عام مسلمانوں پر لازم کیا گیا ہے کہ جب وہ اپنے کسی بھائی کی غیبت ہوتے ہوئے سنے تو قدرت کے بقدر اس کو بند کروانے کی کوشش کرے، ورنہ کم از کم اس کے سننے سے تو پرہیز کرے، کیونکہ اس کو بھی شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۱۲۲/۸

قیامت کے دن کان، آنکھ اور دل کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَاتَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ (سورة اسراء: ۳۶)

ترجمہ: ”اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: جس بات کی تم کو خبر نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو کیونکہ کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔“

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بغیر تحقیق کے کسی بات پر عمل نہ کیا جائے اور اگر بے تحقیق کسی پر کوئی الزام لگایا تو اگر وہ ایسی چیز سے متعلق ہے جو کان سے سنی جاتی ہے تو اب کان سے سوال ہوگا، اور آنکھ سے، دیکھنے کی چیز ہے تو آنکھ سے اور دل سے سمجھنے کی چیز ہے تو دل سے سوال ہوگا۔ (۱)

بعض کہتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن کان سے سوال ہوگا کہ تم نے اس کان سے عمر بھر میں کیا کیا سنا، آنکھ کے بارے میں سوال ہوگا کہ تم نے عمر بھر میں کیا کیا دیکھا، دل سے سوال ہوگا کہ تم نے عمر بھر میں کیسے کیسے خیالات قائم کئے؟ خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن تو تمام ہی اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا: لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ. ”تم سے

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی سب نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا'' مگر کان، آنکھ اور دل ان نعمتوں میں سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، اس لئے آیت بالا میں اس کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر قرطبی
(۲) معارف القرآن ۵/۴۷۰

جو بات منہ سے نکلتی ہے فرشتہ اس کو لکھ لیتا ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (سورة ق: ۱۸)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاکنے والا تیار ہے۔''

تشریح: آیت بالا کا مطلب حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی بات زبان سے آدمی نکالتا ہے خواہ خیر کا ہو، یا شر کا، یا کچھ بھی ہو، فرشتے سب کو ہی لکھ لیتے ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں فرشتے وہی بات لکھتے ہیں جس پر ثواب یا عتاب ہوتا ہے۔ (۱)

بعض مفسرین فرماتے ہیں ابتداءً تو فرشتے ہر قسم کی بات لکھتے ہیں خواہ اس پر ثواب ہو یا نہ ہو، مگر جمعرات کے دن فرشتے نظر ثانی کر کے صرف اسی کو باقی رکھتے ہیں جس میں ثواب یا عتاب ہو۔ (۲)

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک لمبی حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کبھی ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوجاتے ہیں اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا مگر اس کی وجہ سے اللہ اپنی رضا ہمیشہ کے لئے اس کے لئے لکھ دیتے ہیں، اسی طرح آدمی کبھی ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتے ہیں اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا مگر اس کی وجہ سے اللہ اپنی ناراضگی ہمیشہ اس کے لئے لکھ دیتے ہیں۔ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس حدیث نے مجھے بہت سی باتیں زبان سے نکالنے سے روک دیا ہے۔ (۳)

اِعْلَمْ اَنَّهُ يَنْبَغِيْ لِكُلِّ مُكَلَّفٍ اَنْ يَحْفَظَ لِسَانَهُ عَنْ جَمِيْعِ الْكَلَامِ اِلَّا كَلَاماً ظَهَرَتْ فِيْهِ الْمَصْلَحَةُ، وَمَتَى اسْتَوَى الْكَلَامُ وَتَرْكُهُ فِي الْمَصْلَحَةِ، فَالسُّنَّةُ الْاِمْسَاكُ عَنْهُ، لِاَنَّهُ قَدْ يَنْجَرُّ الْكَلَامُ الْمُبَاحُ اِلٰى حَرَامٍ اَوْ مَكْرُوْهٍ، وَذٰلِكَ كَثِيْرٌ فِي الْعَادَةِ وَالسَّلَامَةُ لَا يَعْدِلُهَا شَيْءٌ.

ترجمہ: ''امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر ایک مکلّف انسان کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنی زبان کی ہر قسم کی گفتگو سے حفاظت کرے، صرف وہ باتیں کرے جس میں مصلحت واضح ہو، اور جہاں مصلحت کے اعتبار سے بولنا اور خاموش رہنا دونوں برابر ہوں تو پھر خاموش رہنا سنت ہے، اس لئے کہ بعض دفعہ جائز باتیں بھی حرام یا مکروہ تک

پہنچا دیتی ہیں اور ایسا عام طور پر ہوتا ہے اور سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔"

(۱) تفسیر مظہری و تفسیر ابن کثیر (۲) معارف القرآن ۱۴۳/۸ (۳) تفسیر ابن کثیر

اچھی بات کرے یا خاموش رہے

(۱۵۱۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا، أَوْلِیَصْمُتْ﴾ (متفق علیه)

"وَهٰذَا الْحَدِیْثُ صَرِیْحٌ فِیْ اَنَّهُ یَنْبَغِیْ اَنْ لَا یَتَکَلَّمَ اِلَّا اِذَاکَانَ الْکَلَامُ خَیْراً، وَ هُوَالَّذِیْ ظَهَرَتْ مَصْلَحَتُهٗ، وَمَتٰی شَکَّ فِیْ ظُهُوْرِ الْمَصْلَحَةِ، فَلَا یَتَکَلَّمُ"

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ یا تو بھلائی کی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔" (بخاری و مسلم)

یہ روایت اس بارے میں واضح ہے کہ آدمی کی گفتگو اسی وقت مناسب ہے جب اس میں کوئی بھلائی ہو اور وہی بات کرے جس کی مصلحت ظاہر ہو اور جب مصلحت میں شبہ ہو تو پھر گفتگو نہ کرے۔

لغات: ❖ فلیقل: قال یقول قولا ومقولا (ن) بات کرنا و گفتگو کرنا، اور باب ضرب سے قیلولہ کرنا، دوپہر کو سونا۔
اولیصمت: صمت یصمت صمتا از نصر بمعنی چپ رہنا، خاموش رہنا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو یعنی مسلمان ہو اس کو چاہئے کہ بات کرے تو بھلائی کی کرے، جس میں اس کا یا دوسروں کا فائدہ ہو، اور اگر ایسی بات نہ ہو تو پھر وہ خاموش رہے یہی بہتر ہے، بعض اکابر فرماتے ہیں بولنا چاندی ہے تو خاموش رہنا یہ سونا ہے، یہ مضمون بھی کئی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آدمی کو فضول گفتگو کرنے سے بہتر یہ ہے کہ وہ خاموش رہے تاکہ گناہ گار نہ ہو۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حکیم لقمان رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ عالی مرتبہ کیسے ملا ہے تو انہوں نے کہا تین باتوں سے: (۱) راست گوئی، (۲) ادائے امانت، (۳) فضول باتوں سے گریز۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الادب وکتاب الرقاق، وصحیح مسلم کتاب اللقطة (باب الضیافة ونحوه).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) احیاء العلوم

مسلمان وہ ہے جس سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

(۱۵۱۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ اَفْضَلُ؟ قَالَ: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ"﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مسلمانوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ لسان: بمعنی زبان، اس کی جمع السنۃ آتی ہے، لسن (سمع) لسنًا فصیح اللسان ہونا۔ ید بمعنی ہاتھ اس کی جمع ایدی آتی ہے۔

تشریح: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ دوسرے مسلمان اس سے محفوظ رہیں۔ یہاں پر "المسلمون" یہ عظمت الشان کی وجہ سے بیان کی ہے ورنہ اس میں کفار بلکہ حیوانات بھی داخل ہیں۔ لسانہ: زبان سے گالی دینا، لعن طعن کرنا، بہتان اور غیبت کرنا سب داخل ہیں۔ علماء فرماتے ہیں "لسانہ" فرمایا "قولہ" نہیں فرمایا کہ "قولہ" ہوتا تو صرف بولنے سے تعلق رکھتا مگر اس میں زبان چڑانا داخل نہ ہوتا۔

یَدِہٖ: اس میں مارنا، قتل کرنا، وغیرہ سب داخل ہے۔

سوال: تکلیف تو دوسرے اعضاء سے بھی پہنچائی جاتی ہے تو صرف زبان اور ہاتھ کو کیوں ذکر کیا گیا؟

جواب: ان دونوں سے زیادہ ایذاء دی جاتی ہے اس لئے اس کا ذکر کردیا گیا۔ (۱)

زبان کو ہاتھ پر مقدم کیوں کیا؟

سوال: زبان کو ہاتھ پر مقدم کیوں کیا؟

جواب ❶: زبان سے جو تکلیف دی جاتی ہے وہ حاضر اور غائب دونوں کو دی جاتی ہے بخلاف ہاتھ کہ اس سے صرف حاضر کو تکلیف دی جاتی ہے غائب کو نہیں۔

جواب ❷: زبان کا زخم ہاتھ کے زخم سے زیادہ شدید ہوتا ہے، جیسے کہ شاعر کہتا ہے ؎

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ما جرح اللسان (۲)

''زبان سے جو زخم لگایا جاتا ہے وہ کبھی بھرتا نہیں جب کہ ہاتھ کا لگایا ہوا زخم درست ہوجاتا ہے۔''

سوال: حدیث کے الفاظ "من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ جو دوسرے کو ایذاء نہیں پہنچاتا وہ مسلمان ہے خواہ نماز نہ پڑھے، یا روزہ نہ رکھے حالانکہ یہ تو صحیح نہیں؟

جواب ❶: ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مراد مع مراعاۃ باقی الارکان کی قید ہے کہ باقی تمام ارکان کو بھی ادا کرے۔ (۳)

جواب ❷: یہ ہے کہ یہاں پر اہمیت کے پیش نظر اس کو بیان کردیا، اس سے باقی احکام وارکان کی نفی تو مراد نہیں ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الایمان (باب ای الاسلام افضل؟) وکتاب الرقاق، وصحیح مسلم (باب بیان نفاضل الاسلام).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری ۱/۵۴

(۲) عمدۃ القاری ۱/۱۳۲

(۳) فتح الباری ۱/۵۳

(۴) امداد الباری ۴/۳۴۲

جو زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دیدے اس کے لئے جنت کی ضمانت ہے

(۱۵۱۳) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَضْمَنُ لِيْ مَابَيْنَ لِحْيَيْهِ وَمَابَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنُ لَهُ بِالْجَنَّةِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھے اس کی جو دو جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کی جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے، ضمانت دے، تو میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یضمن: ضمن یضمن ضمناً (س) بمعنی ضامن ہونا۔ رجل بکسر الراء بمعنی پیر۔ رجل: بفتح الراء ہوتو معنی پیدل چلنا، یا مرد۔

تشریح: حدیث بالا کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بھی اس بات کا عہد کرلے اور پھر عمل سے اس عہد کو پورا کرے کہ اپنی زبان کو فحش گوئی اور بدکلامی سے اور حرام کھانے سے محفوظ رکھے گا اور اپنی شرمگاہ کو حرام کاری سے محفوظ رکھے گا تو نبی کریم ﷺ اس کو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ وہ شروع میں ہی نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کردیا جائے گا، علماء فرماتے ہیں ضمانت دینا آپ ﷺ کا دراصل حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ضمانت ہے بطور شفقت اور محبت کے یہ ضمانت لی گئی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الرقاق (باب حفظ اللسان)

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ

زبان کی وجہ سے جہنم میں چلا جاتا ہے

(۱۵۱۴) ﴿وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مَایَتَبَیَّنُ فِیْهَا یَزِلُّ بِهَا اِلَی النَّارِاَ بْعَدَ مِمَّا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ (متفق علیه)

وَمَعْنَی "یَتَبَیَّنُ" یَتَفَکَّرُ اَنَّهَا خَیْرٌ اَمْ لَا.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بندہ ایک بات کرتا ہے اس پرغور نہیں کرتا مگر وہ اس سے مشرق و مغرب کے درمیانی مسافت سے بھی زیادہ جہنم کی آگ کی طرف گر جاتا ہے۔''

یَتَبَیَّنُ: بمعنی: غور فکر کرنا کہ وہ بہتر ہے یا نہیں۔

لغات: ❖ بکلمات: یہ جمع ہے کلمة کی کلم بمعنی کلام کرنا بات چیت کرنا اور مجرد سمع وغیرہ سے بمعنی زخمی ہونا یا زخمی کرنا۔ النار: بمعنی آگ، اس کی جمع نیران آتی ہے۔

تشریح: حدیث پاک میں زبان کی خوبی اور خرابی دونوں چیزیں بتائی گئی ہیں کہ ایک کلمہ کبھی اتنا قیمتی ہوجاتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ جنت کے اعلیٰ درجات کو پالیتا ہے اور کبھی کبھار زبان سے نکلا ہوا جملہ ضرر رساں اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الرقاق (باب حفظ اللسان)، وصحیح مسلم کتاب الزهد (باب حفظ اللسان).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

زبان سے ہی آدمی جنت کے اعلیٰ درجات پالیتا ہے

(۱۵۱۵) ﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالٰی مَایُلْقِیْ لَهَا بَالاً یَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا

يُلْقِيْ لَهَابَالاً يَهْوِىْ بِهَا فِيْ جَهَنَّمَ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ اللہ کی رضامندی کی بات کرتا ہے، اس کی طرف اس کی توجہ بھی نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس سے اس کے درجات بلند کردیتے ہیں اور بے شک بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والی بات کرتا ہے جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں جا گرتا ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ یلقی: القاء باب افعال سے بمعنی ڈالنا، وحی بھیجنا اور مجرد باب سمع سے لقی لقاً بمعنی ملاقات کرنا۔
سخط: سخط یسخط سخطًا باب نصر سے بمعنی ناراض ہونا۔

تشریح: علماء اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور گفتگو وغیرہ میں اس کو آزاد نہ چھوڑے کیونکہ بسا اوقات اس زبان کے بے قابو ہونے کی وجہ سے جہنم میں چلا جاتا ہے اور زبان کو قابو رکھنے کی وجہ سے وہ جنت کے اعلیٰ درجات میں پہنچ جاتا ہے، بالفاظ دیگر یہ کہ کوئی بات اللہ کی خوشنودی کا باعث بنتی ہے تو وہ درجات کی بلندی کا سبب بن جاتی ہے اور کوئی بات اللہ کی ناراضگی کا باعث بنتی ہے تو جہنم میں گرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الرقاق (باب حفظ اللسان).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۴/ ۴۵۷

زبان کی وجہ سے اللہ اپنی رضامندی یا ناراضگی لکھ دیتے ہیں

(۱۵۱۶) ﴿وَعَنْ اَبِىْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ان رَسُوْلَ الله صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَاكَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَابَلَغَتْ يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَارِضْوَانَهُ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَاكَانَ يَظُنُّ اَنْ تَبْلُغَ مَابَلَغَتْ يَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا سَخَطَهُ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ﴾

رواہ مالک فی "الموطأ" والترمذی وقال: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ''حضرت ابو عبد الرحمٰن بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی بات کرتا ہے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ کہاں تک پہنچے گی، اللہ جل

شانہ اس کی وجہ سے اس کے لئے قیامت کے دن تک اپنی رضامندی لکھ دیتے ہیں اور بے شک آدمی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ایسا کلمہ بولتا ہے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ کہاں تک پہنچے گا، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے لئے اپنی ملاقات کے دن تک اپنی ناراضگی لکھ دیتے ہیں۔"

(اس روایت کو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی موطا میں اور امام ترمذی نے ترمذی میں روایت کی ہے اور صاحب ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ مابلغت: بلغ یبلغ بلوغا (ن) بمعنی پہنچنا، بالغ ہونا اور مزید فیہ افعال و تفعیل سے بمعنی پہنچانا، تبلیغ کرنا۔

رضوان: یہ مصدر ہے باب سمع کا بمعنی راضی ہونا، پسند کرنا۔

تشریح: اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ تَعَالٰى: "کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی بات کرتا ہے۔" مطلب یہ ہے کہ بسااوقات آدمی زبان سے ایسا کلمہ ادا کرتا ہے جس سے دوسرے کی اصلاح ہوجاتی ہے اور وہ معاصی والی زندگی سے توبہ کر لیتا ہے اور ظلم اور تشدد کے ارادے سے باز آجاتا ہے تو ایسا کلمہ، اللہ کے نزدیک بڑے خیر وثواب کا باعث ہوتا ہے۔

وَاِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ: "کہ بسا اوقات آدمی ایسا کلمہ بولتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتے ہیں۔" مطلب یہ ہے کہ آدمی کبھی زبان سے ایسا کلمہ شر ادا کرتا ہے کہ اس سے لوگوں میں فساد ہوجاتا ہے اور وہ کلمہ لوگوں کی دل آزاری اور گمراہی یا ظلم ومعصیت کا باعث بن جاتا ہے تو ایسے کلمہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتے ہیں۔

اِلٰى يَوْمِ يَلْقَاهُ: "ملاقات کے دن تک۔" اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کی خوشنودی یا ناراضگی صرف قیامت کے دن تک رہے گی اس کے بعد ختم ہوجائے گی، مراد ہمیشہ ہمیشہ ہے جیسے کہ شیطان کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، "بے شک تیرے اوپر میری لعنت ہے قیامت تک۔"(۱)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف قیامت تک ہے، بعد میں ختم ہوجائے گی۔

تخریج حدیث: موطا امام مالک کتاب الجامع (باب مایومربه من التحفظ فی الکلام)، وسنن الترمذی ابواب الزهد (باب قلة الکلام).

راوی حدیث حضرت عبدالرحمٰن بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: بلال، کنیت ابوعبدالرحمٰن، والد کا نام حارث، قبیلہ مزنی سے تعلق رکھتے تھے، مزینہ قبیلہ کے وفد کے ساتھ ۵ ھ میں حاضر خدمت ہوئے، فتح مکہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور قبیلہ مزینہ کا جھنڈا ان کے ہی ہاتھ میں تھا۔ آخر میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

وفات: ۶۰ ھ میں دنیائے فانی سے رخصت ہوئے جب کہ ان کی عمر ۸۰ سال کی تھی۔

مرویات: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انہوں ۱۸ احادیث نقل کی ہیں۔

---

(۱) مرقاۃ و ہکذا مظاہر حق ۴/۷۰/۴ دلیل الفالحین ۴/۲۵۰

سب سے خطرناک چیز زبان ہے

(۱۵۱۷) ﴿وَعَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ حَدِّثْنِيْ بِأَمْرٍ اَعْتَصِمُ بِهٖ قَالَ: "قُلْ رَبِّيَ اللّٰهُ، ثُمَّ اسْتَقِمْ" قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاأَخْوَفُ مَاتَخَافُ عَلَيَّ؟ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ، ثُمَّ قَالَ: "هٰذَا"﴾. (رواه الترمذی وَقَالَ: حديث حسن صحيح)

ترجمہ: ''حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی بات بتادیں کہ جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کہو میرا رب اللہ ہے، پھر اس پر استقامت اختیار کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے زیادہ خطرے والی چیز جس کا آپ کو مجھ پر اندیشہ ہے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: یہ زبان۔''

لغات: ❖ اعتصم: اعتصام مصدر ہے باب افعال سے بمعنی مضبوطی سے پکڑنا۔ اور مجرد باب ضرب سے بچنا و محفوظ ہونا۔ استقم: استقامۃ باب استفعال سے یعنی مستقیم ہونا، استقامت والا ہونا۔ مجرد باب نصر سے معنی قائم، کھڑا ہونا۔

تشریح: حدیث بالا کا مفہوم قرآن میں متعدد مقامات پر بھی پایا جاتا ہے:

استقامت کا مطلب اور اس میں مختلف اقوال

فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ: (۱) جیسا کہ حکم دیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے جمے رہئے، اسی طرح دوسری آیت میں ہے:
اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اَنْ لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا. (۳)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر مضبوطی سے قائم رہے، ان پر فرشتے آکر یہ کہیں گے کہ کوئی خوف اور غم نہ کرو۔'' علماء فرماتے ہیں کہ استقامت تمام اوامر پر مضبوطی سے جمے رہنا کا نام ہے۔ (۴)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام اور اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو اور ادھر ادھر نہ بھاگو لومڑیوں کی طرح۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے استقامت کی تعریف ادائے فرائض سے فرمائی ہے، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں استقامت یہ ہے کہ تمام اعمال میں اللہ کی اطاعت کرو اور اس کی معصیت سے اجتناب کرو۔ (۵)

علماء فرماتے ہیں کہ استقامت تو ایک لفظ مختصر ہے مگر یہ تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے جس میں تمام احکام الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات و مکروہات سے اجتناب دائمی طور پر شامل ہے۔ (۶)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الزهد (باب ماجاء فی حفظ اللسان).

نوٹ: راوی حدیث حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ ہود
(۲) تفسیر مظہری۔ سورۃ: حم سجدہ
(۵) تفسیر قرطبی ۱۵/۳۴۳
(٦) معارف القرآن ۷/۹۸

بات کی زیادتی دل کی سختی کا ذریعہ ہے

(۱۵۱۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتُكْثِرُوْا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ، فَاِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالىٰ قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ! وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ اَلْقَلْبُ الْقَاسِيْ﴾. (رواه الترمذی)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ذکر کے علاوہ اور باتیں زیادہ نہ کرو، اس لئے کہ کثرت کلام دل کی سختی کا باعث ہے، بے شک لوگوں میں اللہ جل شانہ سے سب سے زیادہ دور، سخت دل والا ہے۔''

لغات: ❖ القسوة: بمعنی سخت قسایقسی قسوة (ن، ض) بمعنی سخت دل ہونا۔ ابعد: بمعنی دور ہونا۔ باب کرم ہے۔ الناس: آدمی، لوگ۔ یہ اسم جمع ہے جوقلت وکثرت دونوں پر استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: محدثین نے حدیث بالا کا مطلب یہ بیان کیا ہے جودنیاوی باتیں زیادہ کرے گا تو اس کا دل سخت ہوجائے گا اور سختی کی علامت یہ ہوگی کہ اس کا دل حالات و واقعات سے عبرت نہیں پکڑے گا اور اس سے کوئی اثر قبول نہیں کرے گا۔ (۱)

اور یہ آدمی کی نہایت بدبختی کی علامت ہے، اس لئے معلوم ہوا کہ انسان کو چاہئے کہ اللہ کا ذکر خوب کثرت سے کرتا رہے تاکہ یہ کیفیت پیدا نہ ہونے پائے۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الزهد (باب ابعدالناس من الله القلب القاسی).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۳۵۲

جو زبان کے شر سے بچ جائے وہ جنت میں جائے گا

(۱۵۱۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّمَابَیْنَ لِحْیَیْهِ وَشَرَّمَابَیْنَ رِجْلَیْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾

(رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے اس زبان کے شر سے بچا لیا جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے اور اس شرمگاہ کے شر سے بچا لیا جو اس کے دونوں پیروں کے درمیان ہے تو وہ جنت میں جائے گا۔ (ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن درجہ کی ہے)''

لغات: ❖ وقاہ: بمعنی حفاظت کرنا وقایقی وقایة باب ضرب سے بمعنی حفاظت کرنا یا محفوظ ہونا۔ شر: یہ اسم جمع ہے جو ہر برائی کے لئے مستعمل ہے اور جمع اشرار ہے۔

تشریح: بَیْنَ لِحْیَیْهِ: ''دو جبڑوں کے درمیان ہے'' اس سے مراد زبان ہے کہ آدمی اپنی زبان کو قابو میں رکھے کہ اس سے کلام لغو، فحش گوئی، سخت کلامی، دل آزاری وغیرہ کی باتیں نہ کرے۔

شَرَّمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ: ''اور جو دو پیروں کے درمیان ہے'' یعنی شرمگاہ۔ شرمگاہ کی حفاظت سے مراد زنا کرنا یا اس جیسی برائی کرنا جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ ان دونوں ہی چیزوں کی وجہ سے لوگ جہنم میں زیادہ جائیں گے، تو اب جو ان دونوں کو اپنے قبضہ میں رکھے اور شریعت کے مطابق اس کو استعمال کرے تو یہی اس کو جنت میں لے جانے کا سبب بن جائے گی۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الزهد (باب ماجاء فی حفظ اللسان).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

زبان کو قابو میں رکھنا نجات کا ذریعہ ہے

(۱۵۲۰) ﴿وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ: "أَمْسِکْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ﴾

(رواه الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نجات کس

طرح مل سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور تمہارا گھر تمہیں اپنے اندر سما لے یعنی (فارغ وقت گھر میں ہی گزارو) اور اپنی غلطیوں پر خوب روؤ۔'' (ترمذی، اور صاحب ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ النجاۃ: بمعنی خلاصی ونجات پانا، اور باب افعال سے کسی کو نجات دلانا وچھٹکارا دینا۔ وابک: بکٰی یبکی بکاءً باب ضرب سے رونا اور افعال سے اس کا معنی ہے رلانا۔

تشریح: اَمسِکْ عَلَیکَ لِسَانَکَ: ''زبان کو قابو میں رکھو۔'' مطلب یہ ہے کہ اپنی زبان کو بے فائدہ باتوں سے بند رکھو اور اپنے معاملات میں محتاط اور پرہیز گار رہو اور اپنی برائیوں اور بھلائیوں پر نظر رکھو تو اس سے راہ نجات تمہاری سامنے ہو جائے گی۔

وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ: ''تمہارا گھر تمہیں اپنے اندر سما لے۔'' مطلب یہ ہے کہ بری مجلسوں اور برے لوگوں کی صحبت سے بچتے ہوئے اپنے ہی گھر میں رہو اور اپنے گھر سے اسی وقت نکلو جب کہ کوئی ضروری کام ہو، اس سے آدمی بہت سی برائیوں سے بچ جائے گا۔ (۱)

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں گھر میں رہنے سے مراد گھر میں عبادت کرنا ہے۔ (۲)

وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ: ''اپنی غلطیوں پر روؤ'' اس رونے کی وجہ سے ایک طرف تو گناہ معاف ہو جائیں گے بسا اوقات تو ان گناہوں کی جگہ پر نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ اس لئے ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں گناہوں پر معافی مانگنا اور رونا ہر حال میں فائدہ مند ہے اگر گناہوں کی جگہ پر نیکیاں نہ ملے تب بھی گناہ تو معاف ہو ہی جائیں گے۔ (۳)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الزھد (باب ما جاء فی حفظ اللسان).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۱۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۴۷۲

(۲) طیبی شرح مشکوۃ وکذا مرقاۃ

(۳) مرقاۃ شرح مشکوۃ

تمام اعضاء ہر صبح کو زبان کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں

(۱۵۲۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''اِذَا اَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ، فَاِنَّ الْاَعْضَاءَ کُلَّهَا تُکَفِّرُ اللِّسَانَ، تَقُوْلُ: اِتَّقِ اللّٰهَ فِیْنَا، فَاِنَّمَا نَحْنُ بِکَ: فَاِنِ اسْتَقَمْتَ اِسْتَقَمْنَا وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اِعْوَجَجْنَا﴾ (رواہ الترمذی)

معنی "تکفر اللسان" ای تذل و تخضع له.

ترجمہ: "حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء اس سے نہایت عاجزی سے عرض کرتے ہیں کہ تم ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا، اس لئے کہ ہمارا معاملہ تمہارے ساتھ منسلک ہیں، اگر تم سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اگر تم ٹیڑھی ہوگی تو ہم سب ٹیڑھے ہوجائیں گے۔" (ترمذی)

تکفر اللسان: زبان کے سامنے عاجزی اور خشوع وخضوع سے عرض کرتے ہیں۔

لغات: ❖ **الاعضاء:** یہ عضو کی جمع ہے بمعنی جز وانسانی اعضاء۔ اتق: اتق بمعنی ڈرنا یہ صیغہ امر ہے باب افتعال سے اس کا مجرد باب ضرب سے مصدر **وقایة** ہے۔

تشریح: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ اگر زبان صحیح ہے تو پورا جسم صحیح رہے گا اور اگر زبان غلط ہوجائے تو پھر پورے جسم پر اس کی زد پڑتی ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: دوسری حدیث میں تو تمام جسمانی نظام کا دارومدار دل کو بتایا گیا ہے کہ اگر دل صحیح ہے تو پورا جسم صحیح اور اگر دل فاسد ہوجائے تو پھر سارے اعضاء فاسد ہوجاتے ہیں حدیث میں ہے:

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. اَلاَوَهِيَ الْقَلْبُ، اَلاَ وَهِيَ الْقَلْبُ، اَلاَ وَهِيَ الْقَلْبُ.

"جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سنو! وہ دل ہے، سنو! وہ دل ہے، سنو! وہ دل ہے۔

جواب: اصل بادشاہ جسم کا تو دل ہی ہے مگر اس دل کی ترجمان اور خلیفہ زبان ہے، دل میں جو کچھ آتا ہے زبان اس کو بیان کردیتی ہے۔ تو دل صالح اور فاسد ہوتا ہے تو زبان بھی صالح اور فاسد ہوجاتی ہے اور پھر پورا جسم اس کے تابع ہوتا ہے۔ (۱)

اور آدمی ان دونوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ جیسے کہ کہا گیا ہے: **لِسَانُ الْفَتٰى نِصْفٌ، وَ نِصْفٌ فُؤَادُهُ،** "آدمی کی زبان نصف ہے اور اس کا دل دوسرا نصف ہے" اور باقی اعضاء ان کے تابع ہوکر چلتے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب الزهد (باب ما جاء فی حفظ اللسان).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری (سعد بن مالک) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۳۷۳، وکذا مرقاۃ (۲) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۴/۳۵۴۔

زبان کی کھیتیاں

(۱۵۲۲) ﴿وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ أَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِیَ الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ، قَالَ: "إِنَّکَ لَقَدْسَأَلْتَ عَنْ عَظِیْمٍ وَإِنَّہٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَسَّرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ: تَعْبُدُ اللّٰہَ لَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلَاۃَ وَتُؤْتِی الزَّکَاۃَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَیْتَ" ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ، وَالصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَۃَ کَمَا یُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلَاۃُالرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ" ثُمَّ تَلَا: "تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" حَتّٰی بَلَغَ "یَعْمَلُوْنَ" ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُکَ بِرَأْسِ الْاَمْرِ، وَعُمُوْدِہٖ، وَذِرْوَۃِ سِنَامِہٖ؟" قُلْتُ: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ: رَأْسُ الْاَمْرِ اَلْاِسْلَامُ، وَعُمُوْدُہٗ اَلصَّلَاۃُ، وَذِرْوَۃُ سِنَامِہٖ اَلْجِھَادُ" ثُمَّ قَالَ: "اَلَا اُخْبِرُکَ بِمَلَاکِ ذٰلِکَ کُلِّہٖ؟" قُلْتُ: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، فَاَخَذَ بِلِسَانِہٖ فَقَالَ: "کُفَّ عَلَیْکَ ھٰذَا" قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِہٖ؟ فَقَالَ: ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ! وَھَلْ یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِعَلٰی وُجُوْھِھِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِھِمْ؟"

رواہ الترمذی و قال: حدیث حسن صحیح و قد سبق شرحہ.

ترجمہ: "حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتادیں جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے مجھے دور کردے، آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت بڑی بات کا سوال کیا ہے، لیکن یہ اس کے لئے آسان ہے جس پر اللہ جل شانہ آسان فرمادے، تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو، اگر اس کی طرف جانے کی طاقت رکھتے ہو، پھر ارشاد فرمایا: کیا میں تجھے بھلائی کے دروازے نہ بتلاؤں؟ روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہ کو بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور آدمی کا رات کے پہلے حصہ میں نماز پڑھنا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: تتجافی جنوبھم عن المضاجع الخ، "ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں"، یہاں تک کہ "یعملون" تک تلاوت فرمائی، پھر فرمایا: کیا میں تم کو دین کی جڑ اور اس کا ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتلاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول، آپ ﷺ نے فرمایا: دین کی جڑ اسلام ہے، اس

کا ستون نماز ہے اور اس کی کوہان کی بلندی جہاد میں ہے، پھر فرمایا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جس پر ان سب کا دارومدار ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: اس کو روکے رکھو، میں نے عرض کیا کیا ہم زبان کے ذریعے سے جو باتیں کرتے ہیں اس پر بھی ہماری پکڑ ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ماں تجھے گم کرے (عربی محاورہ ہے) جہنم میں لوگوں کو ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی اوندھے منہ گرائیں گی۔'' (ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس کی شرح اس سے ماقبل میں گذر چکی ہے۔)

لغات: ❖ ادلک: دل یدل دلالۃ مصدر باب نصر سے بمعنی رہبری کرنا وراہنمائی کرنا، بتلانا۔ مضاجع: یہ مضجع کی جمع ہے بمعنی خواب گاہ۔ باب فتح سے مستعمل ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں اسلام کے ارکان کی اہمیت کو بیان کیا جارہا ہے کہ ہر رکن کی اپنی جگہ ایک خاص اہمیت ہے۔

اِنَّالَمُوَاخَذُوْنَ بِمَانَتَکَلَّمُ بِہٖ؟ ''جو ہم باتیں کرتے ہیں کیا اس پر بھی ہماری گرفت ہوگی؟'' فرمایا جارہا ہے کہ اگر زبان کی حفاظت نہ کی گئی تو زبان کے ذریعہ سے آدمی کے تمام اعمال صالحہ برباد ہوجاتے ہیں، پھر آدمی جنت میں جانے کے بجائے جہنم میں چلا جاتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں اپنی بات کو مال کی طرح محفوظ رکھو، جب خرچ کرنا چاہو تو خوب دیکھ بھال کر اور خوب سوچ سمجھ کر خرچ کرو۔

وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُہٗ: امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے، یہ بات صحیح معلوم نہیں دیتی کیونکہ یہ روایت ماقبل میں نہیں گزری۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب العمال (باب ما جاء فی حرمۃ الصلاۃ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

غیبت کی تعریف

(۱۵۲۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ الله صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ؟'' قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: ''ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَهُ'' قِیْلَ: اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ؟ قَالَ: ''اِنْ کَانَ فِیْهِ مَاتَقُوْلُ، فَقَدِاغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ فِیْهِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهٗ﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کا ایسے انداز میں ذکر کرنا جسے وہ پسند نہ کرے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا اگر میرے بھائی میں وہ چیز موجود ہو جس کا میں ذکر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس میں وہ چیز موجود ہو جس کا ذکر تم کرو تو یقیناً تو نے اس کی غیبت بیان کی اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم نے اس کے بارے میں بیان کی ہے تو پھر تو نے اس پر بہتان باندھا ہے۔''

لغات: ❖ اخ: بھائی اس کی جمع اخوۃ، اخوان ہے۔ شقیق: سگا بھائی، ایک ماں باپ سے، من احد الوالدین: سوتیلا بھائی۔ من الام: ماں شریک بھائی، من الاب: باپ شریک بھائی، فی الرضاعۃ: دودھ شریک بھائی۔

تشریح: غیبت کی تعریف کی وضاحت

ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ: ''اپنے بھائی کا ایسا ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرے۔'' علماء فرماتے ہیں غیبت اسی کو کہتے ہیں کہ کسی شخص کے عیب کو اس کے پیٹھ پیچھے بیان کیا جائے جس کو وہ ناپسند کرے، خواہ وہ عیب اس کے بدن کا ہو، یا عقل کا، یا دین کا ہو، یا دنیا کا، یا اخلاق و افعال کا ہو، یا نفس کا، یا اس کے مال و اسباب کا، یا اولاد سے، یا بیوی، خادم، والدین، یا رفتار، گفتار سے، غرض کسی قسم سے بھی تعلق رکھتا ہو اور وہ اس کو برا سمجھے تو اس کو بیان کرنا غیبت ہے اور یہ حرام ہے۔

نیز ان عیوب کا بیان خواہ الفاظ کے ذریعہ ہو یا اشارہ کنایہ سے یا رمز کے ساتھ یا ہاتھ، آنکھ سر، آبرو کے ذریعہ سے ہو ان سب کے ساتھ حرام ہے۔ اور اگر کسی کے منہ کے سامنے ان باتوں کو بیان کیا جائے تو یہ اور زیادہ بے حیائی اور سنگدلی، ایذاء رسانی اور زیادہ سخت گناہ کی بات ہوگی۔

غیبت کا کفارہ

جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اگر اس کو اس کی اطلاع ہو چکی ہو تو اس سے پہلے معافی مانگے اور پھر اللہ سے بھی توبہ و استغفار کرے اور اگر اس کی اطلاع نہ پہنچی ہو تو اب اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں، صرف اللہ سے معافی مانگ لے اور اگر وہ آدمی جس کی غیبت کی ہے مر چکا ہے یا دور دراز جگہ پر ہو اطلاع کرنا مشکل ہو تو اب استغفار کرنا کافی ہوگا۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البر (باب تحریم الغیبۃ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۴۶۴

آدمی کا خون، مال اور آبرو یہ ایک دوسرے پر حرام ہے

(١٥٢٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ الله صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ یَوْمَ النَّحْرِبِمِنَی فِیْ حَجَّةِ الْوِدَاعِ: "اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَ اَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ، حَرَامٌ عَلَیْکُمْ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا، فِیْ شَهْرِکُمْ هٰذَا، فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا، اَلَا هَلْ بَلَّغْتُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج الوداع کے موقعے پر عید الاضحیٰ کے دن منیٰ میں اپنے خطبہ میں فرمایا: بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت، تمہارے اس مہینے کی، تمہارے اس شہر میں، سنو! کیا میں نے اللہ کے احکام پہنچا نہیں دیئے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ یوم النحر: قربانی کا دن، دسویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں۔ اعراض: یہ جمع ہے عرض کی بمعنی آبرو، عزت۔ الوداع: بمعنی رخصت کرنا، ودع باب فتح سے ہے۔

تشریح: اِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ: بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں۔ یعنی جس طرح دس ذوالحجہ (عید الاضحیٰ) کا دن حرمت والا ہے اور ذوالحجہ کا مہینہ بھی حرمت والا ہے اور اسی طرح مکہ شہر بھی حرمت والا ہے ان سب کی طرح ایک مسلمان کا خون، مال اور عزتیں ایک دوسرے پر حرمت والی ہیں۔ (١)

بلکہ انسان کی حرمت ان سے زیادہ ہے، جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ بیت اللہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا ہی تو عظمت والا ہے اور کیا ہی عظیم ہے تیری حرمت، مگر مؤمن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت کے مقابلہ میں اور بھی زیادہ ہے۔ (٢)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب العلم (باب لیبلغ منکم الشاهد) و کتاب الحج (باب الخطبة ایام منی) وفی غیرهما، وصحیح مسلم کتاب الحج (باب حجةالنبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبکرہ (نفیع بن الحارث) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (٩) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(١) نزہۃ المتقین ودلیل الفالحین ٤/ ٣٥٨

(٢) تفسیر ابن کثیر ٤/ ٢١٤

کسی کی نقل اتارنا جائز نہیں

(۱۵۲۵) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا. قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ: تَعْنِي قَصِيرَةً، فَقَالَ: "لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَتْ بِمَاءِ الْبَحْرِ لَمَزَجَتْهُ!" قَالَتْ: وَحَكَيْتُ لَهُ اِنْسَانًا فَقَالَ: "مَا أُحِبُّ اَنِّي حَكَيْتُ اِنْسَانًا وَاَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا﴾. (رواه ابوداود والترمذی و قال: حديث حسن صحيح)

ومعنى: "مزجته" خالطته مخالطة يتغير بها طعمه أو ريحه لشدة نتنها وقبحها، وهذا من ابلغ الزواجر عن الغيبة قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى"

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے حضرت صفیہ کے بارے میں عرض کیا آپ کے لئے صفیہ کا ایسا ہی ہونا کافی ہے۔ بعض راویوں نے کہا کہ حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ وہ پستہ قد ہے، تو آپ ﷺ نے (حضرت عائشہ) سے فرمایا: تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو وہ اس کا ذائقہ بدل ڈالے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کے سامنے ایک آدمی کی نقل اتاری تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں کسی انسان کی نقل اتاروں، چاہے اس کے بدلے میں مجھے اتنا اتنا مال ملے۔'' (ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

مزجته: بمعنی پانی کے ساتھ ایسے مل جانا کہ اس کی سخت بد بو اور قباحت سے پانی کا ذائقہ یا اس کی بو بدل جائے اور یہ تشبیہ غیبت کی ممانعت میں نہایت بلیغ اور موثر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہمارا پیغمبر اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، وہ جو کچھ بھی بولتا ہے وہ وحی ہی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔

لغات: ❖ قصيرة: بمعنی چھوٹا، یا قد میں چھوٹا ہونا۔ اس کی جمع قصیرات ہے، باب کرم سے چھوٹا ہونا۔ حكيت: حكا يحكي حكاية (ض) سے بمعنی کسی کی بات کو نقل کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کے بارے میں حضرت عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علمائے حدیث فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ قد و قامت، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ کو عیب دار بتانا اور کسی کی بات یا چال ڈھال کی نقل اتارنا گناہ ہے اور سخت ممنوع ہے، عام طور سے کسی کے ہکلانے یا لنگڑا کر چلنے یا توتلانے یا نظر گھمانے کی نقل اتاری جاتی ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں سمجھا جاتا، جس کی وجہ سے سخت گنہ گار ہو جاتے ہیں اور چونکہ یہ گناہ حقوق العباد میں سے ہے اس لئے

جب تک اس سے معافی نہ مانگی جائے توبہ سے بھی معاف نہ ہوگا۔ [۱]

وَمَایَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی: نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو لاکر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث بھی وحی الٰہی میں سے ہے کہ اللہ جل شانہ کا ہی ارشاد ہے جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے نقل فرمایا ہے۔

تخریج حدیث: رواہ ابوداؤد کتاب الادب (باب الغیبة)، والترمذی ابواب صفة یوم القیامة (باب تحریم الغیبة).

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) زبان کی حفاظت ۱۰۹

غیبت کرنے والوں پر عذاب

(۱۵۲۶) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَمَّا عُرِجَ بِیْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَھُمْ اَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ یَخْمِشُوْنَ وُجُوْھَھُمْ وَ صُدُوْرَھُمْ، فَقُلْتُ: "مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَاجِبْرِیْلُ؟" قَالَ: ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ، وَ یَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِھِمْ!﴾ (رواہ ابوداؤد.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج کروائی گئی تو میرا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، وہ اس سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے تو میں نے پوچھا جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں۔" (ابوداؤد)

لغات: ❖ نحاس: تانبے کو کہتے ہیں۔ یخمشون: خمش یخمش خمشا (ض) بمعنی نوچنا۔ اظفار: یہ ظفر کی جمع ہے بمعنی ناخن۔ عرج: ماضی مجہول کا صیغہ ہے۔ بمعنی چڑھنا۔ اور باب سمع سے بمعنی لنگڑا ہونا۔

تشریح: اَلَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ: "وہ لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں۔" اس میں کنایہ ہے کہ وہ لوگوں کی غیبت کرتے ہیں، غیبت کو قرآن میں بھی بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر فرمایا گیا ہے: اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتاً فَکَرِھْتُمُوْہُ [۱] "کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردے بھائی کا گوشت کھائے۔" اسی حدیث کے قریب قریب علامہ فقیہ ابواللیث نے ایک اور حدیث نقل کی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مَرَرْتُ بِقَوْمٍ یُقْطَعُ اللَّحْمُ مِنْ جُنُوْبِھِمْ ثُمَّ یُلْقَمُوْنَ، ثُمَّ یُقَالُ لَھُمْ: کُلُوْا کَمَا کُنْتُمْ تَاْکُلُوْنَ مِنْ لُحُوْمِ اِخْوَانِکُمْ. فَقُلْتُ: یَاجِبْرِیْلُ! مَنْ ھٰؤُلَاءِ؟ قَالَ: ھٰؤُلَاءِ

مِنْ اُمَّتِکَ الْھَمَّازُوْنَ یَعْنِیْ اَلْمُغْتَابِیْنَ. ”جس وقت میں معراج میں گیا میں نے چند لوگوں کو دیکھا کہ ان کی پسلیوں سے گوشت کاٹا جاتا ہے اور ان کے منہ میں ڈالا جاتا ہے اور فرشتے کہتے ہیں کہ جس طرح تم دنیا میں اپنے بھائیوں کا گوشت کھاتے تھے اب ایسا گوشت کھاؤ اور اپنے عضو کو اپنا لقمہ بناؤ، میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبتیں کیا کرتے ہیں۔“(۲)

وَیَقَعُوْنَ فِیْ اَعْرَاضِھِمْ: ”ان کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں۔“ مراد اس سے یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے دوسروں کی برائی کرتے اور ان کی عزت اور وقار کو مجروح کرتے تھے۔ یہ سب باتیں حرام ہیں۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب الغیبة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر(۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ حجرات (۲) تنبیہ الغافلین باب الغیبۃ

مسلمان کا خون، آبرو اور اس کا مال دوسرے پر حرام ہے

(۱۵۲۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ان رَسُوْلَ الله صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ: ”کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُہٗ وَعِرْضُہٗ وَمَالُہٗ“﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: کہ ہر مسلمان کا خون اس کی آبرو اور اس کا مال دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔“

لغات: ❖ دمه: بمعنی خون، دم جو کسی انسان کے قصاص میں ہو اس کی جمع دماء آتی ہے۔ عرضه: اس کی جمع اعراض آتی ہے بمعنی ابرو، عزت، شرف کے معنی میں مستعمل ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں مسلمانوں کے لئے حرام کیا گیا ہے کہ وہ کسی مسلمان کی عزت و آبرو کو مجروح کرے یا اس کا مال ہضم کرے یا اس کو ناحق قتل کرے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں ”المسلم“ سے حدیث بیان فرمائی کہ کنایہ ہے کہ اگر تم مسلمان ہو تو مسلمان کا معنی تو سلامتی والا ہے تم دوسروں کو سلامتی دو، چہ جائیکہ تم ہی لوگوں کے جان و مال پر حملہ کردو۔

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البر (باب تحریم ظلم المسلم)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر(۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۲۵۵) بَابُ تَحْرِيمِ سِمَاعِ الْغِيبَةِ وَأَمْرِ مَنْ سَمِعَ غِيبَةً مُحَرَّمَةً بِرَدِّهَا، وَالْإِنْكَارِ عَلَى قَائِلِهَا فَإِنْ عَجِزَ، أَوْلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ، فَارَقَ ذَلِكَ الْمَجْلِسَ إِنْ أَمْكَنَهُ

غیبت کے سننے کے حرام ہونے کا بیان اور اس بات کا حکم کہ آدمی غیبت کو سن کر اس کی تردید اور اس کا انکار کرے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو یا اس کی بات نہ مانی جائے تو پھر اس مجلس کو چھوڑ دے

مسلمان لغو بات سے اعراض کرتے ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ"﴾ (سورة القصص: ۵۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جب بے ہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے وہ اعراض کر لیتے ہیں۔''

تشریح: مطلب آیت مبارکہ کا یہ ہے کہ جب مسلمانوں سے ان کے ذات کے بارے میں ان کو کوئی برا بھلا، سب وشتم کرتا ہے، یا دین کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کیا کرتے تھے تو مسلمان ان سے الجھتے نہیں ہے بلکہ ان کے پاس سے اعراض کر کے یہ کہتے ہوئے چلے جاتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارا عمل اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے۔

مسلمان لغو بات پر دھیان نہیں دیتے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ (سورة المؤمنون: ۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور وہ لوگ جو نکمّی بات پر دھیان نہیں کرتے۔''

تشریح: آیت بالا کے بارے میں حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''لغو'' کے معنی فضول کلام یا کام جس میں کوئی دینی اور دنیاوی فائدہ نہ ہو، لغو کا اعلی درجہ گناہ کا ہے کہ اس میں دنیا کا فائدہ بھی نہیں مگر اپنا ضرر ونقصان ہوتا ہے اس سے پرہیز واجب ہے، اور ادنی درجہ یہ ہے وہ بات یا کام جو نہ مفید ہو اور نہ مضر اسکا بھی چھوڑ دینا کم از کم اولی اور موجب

تعریف ہے، جیسے کہ ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَایَعْنِیْهِ: ''انسان کا اسلام اچھا ہوجاتا ہے جب کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔''(۱)

(۱) معارف القرآن ۲۹۶/۶

کان، آنکھ، دل کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْؤُلًا﴾

(سورة الاسراء: ۱۳۶)

ترجمہ: ''اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک کان، آنکھ اور دل، ان سب کے بارے میں سوال ہوگا۔''

آیت کا مطلب ''باب تحریم الغیبة'' میں گذر چکا ہے۔

جس مجلس میں دین کے ساتھ مذاق کیا جارہا ہو اس سے اٹھ جانے کا حکم

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ آیَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ، وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (سورة الانعام: ٦٨)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہوجائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر آپ کو شیطان نے بھلا دیا تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔''

تشریح: ایسی مجلس جس میں اللہ اور اس کے رسول اور دین کا مذاق بنایا جارہا ہے تو اس مجلس سے اعراض کرنے کا حکم ہے، آیت بالا کا خطاب اگرچہ آپ ﷺ کو ہے لیکن مخاطب آیت بالا کا امت محمدیہ کا ہر فرد ہے، ورنہ آپ ﷺ نے تو کبھی بھی ایسی مجلس میں شرکت نہیں فرمائی۔

فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ: ''اعراض کرلیں۔'' اس کی مختلف صورتیں ممکن ہے مثلاً: مجلس سے اٹھ جائیں، وہاں ہوتے ہوئے کسی دوسرے کام میں مشغول ہوجائیں، یا ان کی طرف التفات ہی نہ کریں، مگر پہلی صورت صحیح ہے کہ ایسی مجلس سے اٹھ کر ہی چلا جانا

چاہئے۔(۱)

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى: "یاد آنے کے بعد فوراً اٹھ جائیں" وہاں پر نہ رہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت کا منشاء گناہ کی مجلس اور مجلس والوں سے اعراض اور کنارہ کشی ہے، جس کی بہتر صورت تو یہی ہے کہ وہاں سے اٹھ جایا جائے اور اٹھنے میں جان، مال اور آبرو کا خطرہ ہو تو پھر کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائیں، یہ تو عوام کے لئے ہوگا مگر جن کی اقتداء کی جاتی ہے یعنی خواص ان کو تو ہر حال میں اٹھ جانا ہی مناسب ہے۔(۲)

---

(۱) معارف القرآن ۳/۳۷۱
(۲) تفسیر کبیر امام رازی

جو دنیا میں مسلمان کا دفاع کرے قیامت کے دن اللہ اس کو جہنم سے بچائیں گے

(۱۵۲۸) ﴿وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْهِ رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾ (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: "حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ کو دور کر دے گا۔" (ترمذی، صاحب ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن درجے کی ہے)

لغات: ❖ النار: آگ، جمع نیران آتی ہے اور ناریںور (ن) نوراً روشن ہونا۔ جہنم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

تشریح:
مسلمان کا دفاع کرنے پر فضائل

حدیث بالا میں مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مجلس میں کسی کی عیب جوئی کرے، اس کی توہین اور غیبت کرے تو وہ اس کا دفاع کرے اور بتائے کہ اس سے اس کا دامن پاک ہے، حدیث بالا کا مفہوم دوسری کسی حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے مثلاً: مَنْ نَصَرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ بِالْغَیْبِ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. "جو شخص مسلمان بھائی کی اس کی پیٹھ پیچھے مدد کرے اللہ تعالیٰ اس کی مدد دنیا و آخرت میں کرے گا۔"

اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے: مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْهِ بِالْغِیْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ یُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ.(۱) "جو شخص مسلمان کی عزت ریزی سے لوگوں کو روکے گا اس کا گویا خدا تعالیٰ پر اس بات کا حق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے آزاد کر دے۔" اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے: مَنْ حَمٰى عِرْضَ اَخِیْهِ فِی الدُّنْیَا بَعَثَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَلَكًا یَحْمِیْهِ عَنِ النَّارِ.(۲)

''جو شخص دنیا میں اپنے مسلمان بھائی کی عزت کو بچائے گا اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک فرشتہ اس کے ساتھ کرے گا کہ وہ فرشتہ اس کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔''

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلسَّاکِتُ شَرِیْکُ الْمُغْتَابِ. (۳)

''جو شخص چپ بیٹھا رہا اس کو بھی مثل غیبت کرنے والے کے گناہ ہوگا'' اصل تو یہ ہے کہ غیبت کرنے والے کو روک دے، اور اگر روکنے کی ہمت نہیں ہے تو خود اس مجلس سے اٹھ جانا چاہئے تاکہ اس گناہ کبیرہ میں شریک نہ ہو۔

تخریج حدیث: سنن الترمذی ابواب البروالصلة (باب ماجاء فی الذب عن عرض المسلم)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوداراداء (عویمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) الترغیب والترہیب، ودلیل الفالحین ۴/۳۶۲

(۲) ترغیب وترہیب

(۳) احیاء العلوم

کسی کے بارے میں بدگمانی نہیں کرنا چاہئے

(۱۵۲۹) ﴿وَعَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِیْ حَدِیْثِہِ الطَّوِیْلِ الْمَشْھُوْرِ الَّذِیْ تَقَدَّمَ فِیْ بَابِ الرَّجَاءِ قَالَ: قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فَقَالَ: "اَیْنَ مَالِکُ بْنُ الدُّخْشُمِ؟" فَقَالَ رَجُلٌ: ذٰلِکَ مُنَافِقٌ لَایُحِبُّ اللّٰہَ وَلَارَسُوْلَہُ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: "لَاتَقُلْ ذٰلِکَ، أَلَا تَرَاہُ قَدْ قَالَ: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یُرِیْدُبِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ! وَاِنَّ اللّٰہَ قَدْحَرَّمَ عَلَی النَّارِمَنْ قَالَ: لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ﴾. (متفق علیه)

"وعِتْبَان" بكسر العين على المشهور، وحكى ضمها، وبعدهاتاء مثناةمن فوق، ثم باء موحدة.

و "الدخشم" بضم الدال واسكان الخاء، وضم الشين المعجمتين.

ترجمہ: ''حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اس مشہور اور طویل حدیث میں جو باب الرجاء میں گزر چکی ہے بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا: مالک بن دخشم کہاں ہے؟ تو ایک آدمی نے کہا وہ تو منافق ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ بات مت کہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے؟ اس سے اس کا ارادہ اللہ کی رضا ہی حاصل کرنی ہے، اور بے شک اللہ نے اس شخص پر جہنم کی آگ حرام کردی ہے جس نے خالص اس کی خاطر لا الہ الا اللہ پڑھا

ہو۔“

عتبان: مشہور قول کے مطابق عین کے نیچے زیر ہے اور اس طرح پیش بھی منقول ہے، اس کے بعد تاء اور پھر باء ہے۔ الدخشم: دال پر پیش ہے خاء ساکن اور سین پر پیش ہے۔

لغات: ❖ وجه: الوجه: (مصدر) جانب، قصد ونیت جس عمل وغیرہ کی طرف انسان متوجہ ہو، عزت ومرتبہ، کہا جاتا ہے ”فعل ذلک لوجه اللّٰہ“ اس نے اس فعل کو اللہ کی رضامندی کے لئے کیا، وضرب وجه الامر وعینه“ اس نے کام کی اچھی تدبیر کی۔

تشریح: یہ روایت پہلے باب الرجاء حدیث نمبر (۴۲۰) پر گذر چکی ہے، کہ جب حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لوگوں نے بدگمانی کی تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایسا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ بدگمانی نہیں کرنا چاہئے، اگر کسی نے بدگمانی کی تو سننے والے کو چاہئے کہ اس کو منع کرے، جیسے کہ آپ ﷺ نے یہاں پر ان کو اس بدگمانی سے منع فرمایا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الصلاۃ (باب المساجدفی بیوتکم)، وصحیح مسلم کتاب المساجد (باب الرخصة فی التخلف عن الجمعة لعذر) ❁

نوٹ: راوی حدیث حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ پر بدگمانی کو آپ صلی اللہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا

(۱۵۳۰) ﴿وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ حَدِيْثِهِ الطَّوِيْلِ فِيْ قِصَّةِ تَوْبَتِهٖ وَقَدْ سَبَقَ فِيْ بَابِ التَّوْبَةِ. قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَجَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ: "مَافَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ؟" فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! حَبَسَهُ بُرْدَاهُ، وَالنَّظَرُفِيْ عِطْفَيْهِ. فَقَالَ لَهٗ مَعَاذُبْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: بِئْسَ مَاقُلْتَ، وَ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْراً، فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ (متفق عليه)

"عِطْفَاهُ" جَانِبَاهُ وَهُوَاِشَارَةٌ اِلٰى اِعْجَابِهٖ بِنَفْسِهٖ.

ترجمہ: ”حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اس طویل حدیث میں جس میں ان کی اپنی توبہ کا قصہ ہے اور جو ”باب التوبة“ میں گذر چکی ہے، بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب کہ آپ ﷺ تبوک میں لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، فرمایا: کعب بن مالک نے کیا کیا؟ تو بنوسلمہ کے ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ! اس کو

اس کی دونوں چادروں اور اس کے دونوں کناروں (کندھوں) پر نظر کرنے نے روک دیا (یعنی خود پسندی میں آ گئے) تو اس شخص سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم نے بُری بات کہی، خدا کی قسم! اے اللہ کے رسول ہم تو اس کے اندر خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ پس آپ ﷺ خاموش رہے۔'' (بخاری و مسلم)

عِطْفَاهُ: اس کے دونوں کنارے، اور اس میں اشارہ ہے ان کی خود پسندی کی طرف۔

لغات: ❖ خیرا: اسم تفضیل کا صیغہ ''اخیر'' کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرۃ آتی ہے، الخیر: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال جمع اخیار و خیار: بہت نیکی والا، استخار و استخارۃ: طلب خیر کرنا اللہ سے طلب خیر کی دعا کرنا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے ''باب التوبۃ'' حدیث نمبر ۲۱ میں گذر چکی ہے اور وہاں پوری وضاحت گذر چکی ہے۔ یہاں پر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ دوبارہ اس لئے لائے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کے سامنے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بعض لوگوں نے بدگمانی کی کہ وہ غزوہ تبوک میں اس لئے شریک نہیں ہوئے کہ ان میں خود پسندی آ گئی ہے، تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان لوگوں کی بدگمانی کا دفاع فرمایا، اس پر آپ ﷺ خاموش رہے، علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی اس خاموشی سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز عمل کو صحیح بتایا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب مجلس میں کسی کی غیبت ہو تو اہل مجلس کو چاہئے کہ اس کا دفاع کریں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، وصحیح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۸۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(٢٥٦) بَابُ بَيَانِ مَايُبَاحُ مِنَ الْغِيْبَةِ
غیبت کی بعض جائز صورتوں کا بیان

چھ مقامات پر غیبت کرنا جائز ہے

اِعْلَمْ اَنَّ الْغِيْبَةَ تُبَاحُ لِغَرَضٍ صَحِيْحٍ شَرْعِيٍّ لَايُمْكِنُ الْوُصُوْلُ اِلَيْهِ اِلَّا بِهَاوَهُوَ سِتَّةُ اَسْبَابٍ:

اَلْاَوَّلُ: اَلتَّظَلُّمُ، فَيَجُوْزُ لِلْمَظْلُوْمِ اَنْ يَّتَظَلَّمَ اِلَى السُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ وَغَيْرِهِمَا مِمَّنْ لَهُ وِلَايَةٌ، أَوْقُدْرَةٌ عَلَى اِنْصَافِهِ مِنْ ظَالِمِهِ فَيَقُوْلُ: ظَلَمَنِيْ فُلَانٌ بِكَذَا.

اَلثَّانِیْ: اَلْاِسْتِعَانَةُ عَلٰی تَغْیِیْرِالْمُنْکَرِ، وَرَدِّ الْعَاصِیْ اِلَی الصَّوَابِ، فَیَقُوْلُ لَمَنْ یَرْجُوْقُدْرَتَهٗ عَلٰی اِزَالَةِ الْمُنْکَرِ: فُلَانٌ یَعْمَلُ کَذَا، فَازْجُرْهُ عَنْهُ وَنَحْوُ ذٰلِکَ، وَیَکُوْنُ مَقْصُوْدُهُ التَّوَصُّلَ اِلٰی اِزَالَةِ الْمُنْکَرِ، فَاِنْ لَمْ یَقْصِدْ ذٰلِکَ کَانَ حَرَامًا.

اَلثَّالِثُ: اَلْاِسْتِفْتَاءُ، فَیَقُوْلُ لِلْمُفْتِیْ: ظَلَمَنِیْ اَبِیْ اَوْاَخِیْ، اَوْزَوْجِیْ، اَوْفُلَانٌ بِکَذَا، فَهَلْ لَهٗ ذٰلِکَ؟ وَمَا طَرِیْقِیْ فِی الْخَلَاصِ مِنْهُ، وَتَحْصِیْلِ حَقِّیْ، وَدَفْعِ الظُّلْمِ؟ وَنَحْوِذٰلِکَ، فَهٰذَا جَائِزٌ لِلْحَاجَةِ، وَلٰکِنَّ الْاَحْوَطَ وَالْاَفْضَلَ اَنْ یَّقُوْلَ: مَا تَقُوْلُ فِیْ رَجُلٍ اَوْشَخْصٍ اَوْ زَوْجٍ، کَانَ مِنْ أَمْرِهٖ کَذَا؟ فَاِنَّهٗ یَحْصُلُ بِهِ الْغَرَضُ مِنْ غَیْرِتَعْیِیْنٍ، وَمَعَ ذٰلِکَ فَالتَّعْیِیْنُ جَائِزٌ کَمَاسَنَذْکُرُهٗ فِیْ حَدِیْثِ هِنْدٍاِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

اَلرَّابِعُ: تَحْذِیْرُالْمُسْلِمِیْنَ مِنَ الشَّرِّ وَنَصِیْحَتُهِمْ، وَذٰلِکَ مِنْ وُجُوْهٍ: مِنْهَا: جَرْحُ الْمَجْرُوْحِیْنَ مِنَ الرُّوَاةِ وَالشُّهُوْدِ، وَذٰلِکَ جَائِزٌبِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِیْنَ، بَلْ وَاجِبٌ لِلْحَاجَةِ. وَمِنْهَا: اَلْمُشَاوَرَةُ فِیْ مُصَاهَرَةِ اِنْسَانٍ اَوْمُشَارَکَتِهٖ اَوْاِیْدَاعِهٖ اَوْمُعَامَلَتِهٖ اَوْغَیْرِذٰلِکَ اَوْ مُجَاوَرَتِهٖ وَیَجِبُ عَلَی الْمُشَاوِرِاَنْ لَا یُخْفِیَ حَالَهٗ بَلْ یَذْکُرُالْمَسَاوِیَ الَّتِیْ فِیْهِ بِنِیَّةِ النَّصِیْحَةِ. وَمِنْهَا: اِذَارَاٰی مُتَفَقِّهًا یَتَرَدَّدُ اِلٰی مُبْتَدِعٍ اَوْفَاسِقٍ یَأْخُذُعَنْهُ الْعِلْمَ، وَخَافَ اَنْ یَتَضَرَّرَالْمُتَفَقِّهُ بِذٰلِکَ، فَعَلَیْهِ نَصِیْحَتُهٗ بِبَیَانِ حَالِهٖ، بِشَرْطِ اَنْ یَقْصِدَالنَّصِیْحَةَ، وَهٰذَامِمَّایُغْلَطُ فِیْهِ، وَقَدْیَحْمِلُ الْمُتَکَلِّمَ بِذٰلِکَ الْحَسَدُ، وَیُلَبِّسُ الشَّیْطَانُ عَلَیْهِ ذٰلِکَ، وَیُخَیِّلُ اِلَیْهِ اَنَّهٗ نَصِیْحَةٌ فَلْیَتَفَطَّنْ لِذٰلِکَ. وَمِنْهَا: اَنْ یَکُوْنَ لَهٗ وِلَایَةٌ لَایَقُوْمُ بِهَاعَلٰی وَجْهِهَا: اِمَّابِأَنْ لَایَکُوْنَ صَالِحاً لَهَا، وَاِمَّابِأَنْ یَکُوْنَ فَاسِقاً، اَوْمُغَفَّلاً وَنَحْوِذٰلِکَ فَیَجِبُ ذِکْرُ ذٰلِکَ لِمَنْ لَهٗ عَلَیْهِ وِلَایَةٌ عَامَّةٌ لِیُزِیْلَهٗ، وَیُوَلِّیَ مَنْ یَصْلُحُ، اَوْیَعْلَمُ ذٰلِکَ مِنْهُ لِیُعَامِلَهٗ بِمُقْتَضٰی حَالِهٖ، وَ لَایَغْتَرُّبِهٖ وَاَنْ یَسْعٰی فِیْ اَنْ یَحُثَّهٗ عَلَی الْاِسْتِقَامَةِ اَوْ یَسْتَبْدِلَ بِهٖ.

اَلْخَامِسُ: اَنْ یَکُوْنَ مُجَاهِراً بِفِسْقِهٖ اَوْبِدْعَتِهٖ کَالْمُجَاهِرِ بِشُرْبِ الْخَمْرِ، وَمُصَادَرَةِ النَّاسِ، وَاَخْذِ الْمَکْسِ، وَجِبَایَةِ الْاَمْوَالِ ظُلْماً، وَتَوَلِّی الْاُمُوْرِالْبَاطِلَةِ، فَیَجُوْزُذِکْرُهٗ بِمَایُجَاهِرُبِهٖ، وَیَحْرُمُ ذِکْرُهٗ بِغَیْرِهٖ مِنَ الْعُیُوْبِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ لِجَوَازِهٖ سَبَبٌ آخَرُ مِمَّاذَکَرْنَاهُ.

اَلسَّادِسُ: اَلتَّعْرِیْفُ، فَاِذَاکَانَ الْاِنْسَانُ مَعْرُوْفاًبِلَقَبٍ، کَالْأَعْمَشِ، وَالْاَعْرَجِ وَالْاَصَمِّ، وَالْاَعْمٰی

وَالْاَحْوَلِ وَغَيْرِهِمْ جَازَ تَعْرِيفُهُمْ بِذٰلِكَ، وَيَحْرُمُ إِطْلَاقُهُ عَلٰى جِهَةِ التَّنَقُّصِ، وَلَوْاَمْكَنَ تَعْرِيفُهُ بِغَيْرِ ذٰلِكَ كَانَ اَوْلٰى.

فَهٰذِهِ سِتَّةُ اَسْبَابٍ ذَكَرَهَا الْعُلَمَاءُ وَاَكْثَرُهَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ، وَدَلَائِلُهَا مِنَ الْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ مَشْهُوْرَةٌ فَمِنْ ذٰلِكَ:

ترجمہ: ''معلوم ہونا چاہیئے کہ کسی صحیح شرعی مقصد کے لئے غیبت کرنا جائز ہے جب کہ اس کے بغیر اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو اور اس کے چھ اسباب ہیں:

❶ دست درازی کا ہونا، پس مظلوم کے لئے جائز ہے کہ وہ بادشاہ اور قاضی (یا ایسے مجاز افسر وغیرہ) کی طرف اپنا معاملہ لے جائے جن کے پاس حکمرانی کا اختیار یا ظالم کو سزا دے کر انصاف کرنے کی طاقت ہو، پس وہ جا کر کہے کہ مجھ پر فلاں شخص نے اس طرح زیادتی کی ہے۔

❷ خلاف شرع کاموں کے روکنے اور برائی کے مرتکب کو راہ راست پر لانے کے لئے مدد حاصل کرنا۔ پس وہ ایسے شخص سے جس کی بابت اسے امید ہو کہ اسے خلاف شرع کاموں سے روکنے کی قوت ہے اور اس سے یہ کہے کہ فلاں شخص یہ برائی کر رہا ہے، وہ اس کو اس سے روکے، یا اسی طرح کی کوئی اور بات کہے اور مقصود اس کا صرف یہی ہو کہ اس برائی کا ازالہ ہو جائے۔ اگر یہ مقصود نہیں ہوگا تو ایسی شکایت حرام ہوگی۔

❸ فتویٰ طلب کرنا، پس وہ مفتی سے جا کر کہے، مجھ پر میرے باپ نے، بھائی نے، یا میرے خاوند نے، یا فلاں شخص نے اس طرح ظلم کیا ہے، کیا اسے اس کا حق حاصل ہے؟ (اگر نہیں ہے) تو اس سے خلاصی پانے اور ظلم کو ٹالنے اور اپنا حق وصول کرنے کا میرے لئے کیا طریقہ ہے؟ اور اس طرح کی کوئی بات کرے، تو یہ بوقت ضرورت جائز ہے لیکن اس میں بھی زیادہ محتاط اور افضل طریقہ یہ ہے کہ وہ اس طرح سوال کرے کہ ایسے آدمی یا شخص یا خاوند کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس کا معاملہ اور رویہ اس طرح ہے؟ اس طرح نام لئے اور متعین کئے بغیر بھی مقصد حاصل ہو جائے گا تاہم اس کے باوجود تعیین (نام لینا) بھی جائز ہے جیسا کہ ہم اس کی بابت ''ہند'' کی حدیث میں بیان کریں گے۔

❹ مسلمانوں کو برائی سے ڈرانا اور ان کی خیر خواہی کرنا اور اس کے متعدد طریقے ہیں۔ مثلاً حدیث کے سلسلۂ سند کے مجروح راویوں اور (واقعے کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے) گواہوں پر جرح کرنا، یہ مسلمانوں کے

اجماع سے جائز ہے بلکہ بوقت ضرورت واجب ہے، یا جیسے کسی سے شادی بیاہ کا تعلق قائم کرنے یا کاروبار میں شرکت کرنے یا اس کے پاس امانت رکھوانے یا کوئی اور معاملہ کرنے یا اس کے پڑوسی ہونے کے بارے میں ایک دوسرے سے مشورہ کرنا ہے، تو جس شخص سے مشورہ کیا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی بات نہ چھپائے، بلکہ خیر خواہی کی نیت سے وہ تمام برائیاں بیان کردے جو اس میں ہوں۔ (تا کہ انسان غلط جگہ رشتہ نہ کرے، بد دیانت کے پاس امانت نہ رکھوائے، نہ کاروبار میں اشتراک کرے اور نہ اس کا پڑوسی بنے وغیرہ) اسی طرح جب ایک شخص کسی طالب علم کو دیکھے کہ وہ شریعت کا علم حاصل کرنے کے لئے کسی بدعتی یا فاسق کے پاس جاتا ہے اور وہ یہ اندیشہ محسوس کرے کہ طالب علم کو اس بدعتی یا فاسق سے نقصان پہنچے گا، پس اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کا حال بیان کر کے اس کی خیر خواہی کرے، بشرطیکہ مقصد صرف خیر خواہی ہی ہو، اور یہ معاملہ ایسا ہے کہ اس میں عام طور پر غلطیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، کبھی تو حسد انسان کو ایسی بات کرنے پر آمادہ کرتا ہے لیکن شیطان اس پر معاملے کو خلط ملط کر دیتا ہے اور اس کے دماغ میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ یہ خیر خواہی ہے، اس لئے انسان کو ہوشیار اور بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔

ایک صورت یہ ہے کہ اس کو کوئی عہدہ ملا ہو لیکن وہ اس کے حقوق کو صحیح انجام نہ دیتا ہو، یا تو اس لئے کہ اس کے اندر حکمرانی کی اہلیت ہی نہیں ہے، یا فاسق ہے، یا کم عقل وغیرہ ہے تو ضروری ہے اس کی حقیقت اس کے بڑے عہدے والے تک پہنچائی جائے جس کو اس پر غلبہ وتفوق حاصل ہو، تا کہ وہ اس کو ہٹادے اور اس کی جگہ پر ایسے شخص کو حاکم اور افسر بنادے جو معاملات کی اصلاح کرے، یا کم از کم اس کی اصل حقیقت اس کے علم میں آجائے تا کہ وہ اس کے حال کے مطابق اس سے معاملہ کرے اور اس سے دھوکہ نہ کھائے اور یہ کہ وہ کوشش کرے کہ اسے سیدھے راستے پر قائم رہنے کی ترغیب دے یا پھر اسے بدل دے۔

۵ یا کوئی کھلم کھلا فسق یا بدعت کا ارتکاب کرنے والا ہو، جیسے کوئی اعلانیہ شراب نوشی کرے، لوگوں کا مال لے، اس سے بھتہ وصول کرے، یا ظلماً ٹیکس لے اور باطل کاموں کی سرپرستی کرے تو اس کا تذکرہ کھلم کھلا ضروری ہے مگر اس کے علاوہ اس کے دوسرے عیبوں کا بیان کرنا حرام ہے، الا یہ کہ اس کے جواز کا بھی کوئی ایسا ہی دوسرا سبب ہو جو ہم نے بیان کیا ہے۔

۶ معروف نام سے پکارنا، جب انسان کسی لقب کے ساتھ معروف ہو مثلاً: اعمش (چندھا آنکھ والا) اعرج

(لنگڑا) بہرا، اندھا اور بھینگا وغیرہ، تو اس کے لئے تعارفی نام یا لقب کا استعمال کرنا جائز ہے، تاہم توہین و تنقیص کی نیت سے ان الفاظ کا استعمال کرنا حرام ہے، اور اگر مذکورہ معروف القاب کے بغیر اس کا تعارف ممکن ہو تو زیادہ بہتر ہے۔'' پس یہ چھ اسباب ہیں جو علماء نے بیان کئے ہیں، اس میں اکثر علماء کا اتفاق ہے اور ان کے دلائل صحیح احادیث میں مذکور ہیں، جن میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں۔

تشریح: ان چھ جگہوں پر غیبت کرنا جائز ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ صفوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحب مطالب المؤمنین کے علاوہ اور لوگوں کا بھی اس پر اتفاق ہے

نیز علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے در المختار حاشیہ رد محتار میں چار کا اضافہ کر کے دس صورتیں تحریر کی ہیں نیز اس کو علامہ نووی نے شرح مسلم میں اور بلخی نے عین العلم میں بھی تحریر کیا ہے۔

ان چھ جگہوں کو جہاں پر غیبت کرنا جائز ہے، ان کو لوگوں نے اس نظم میں جمع کر دیا ہے:

القدح ليس بغيبة في ستة متظلم ومعروف ومحزر

ومجاهر بالفسق ثمت سائل ومن الاستطاق على إزالة منكر

اور ان چھ جگہوں کی وضاحت علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی کتاب ''زجر الشبان والشيبة عن ارتكاب الغيبة'' میں مفصل موجود ہے جس کا اردو ترجمہ ''غیبت کیا ہے؟'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

اہل فساد کی غیبت کرنا جائز ہے

(۱۵۳۱) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَجُلاً اِسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "اِئْذَنُوْا لَهُ، بِئْسَ اَخُوا لْعَشِيْرَةِ؟﴾ (متفق عليه)

اِحْتَجَّ بِهِ الْبُخَارِيُّ فِيْ جَوَازِ غِيْبَةِ اَهْلِ الْفَسَادِ وَاَهْلِ الرِّيَبِ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، یہ اپنے خاندان کا برا آدمی ہے۔'' (بخاری و مسلم)

امام بخاری نے اس حدیث سے اہل فساد اور مشتبہ لوگوں کی غیبت بیان کرنے کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔

لغات: ❖ رجل: بمعنی مرد جمع اس کی رجال ہے، رِجل معنی پاؤں اس کی جمع ارجل آتی ہے، اور رجل کے معنی پیدل

چلنے والے بھی کہتے ہیں۔

تشریح: حدیث بالا سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا استدلال کہ لوگ اس کی ظاہری حالت سے دھوکہ نہ کھائیں، اس لئے لوگوں کو اس کے بارے میں مطلع کردیا جائے کہ جس سے ان کے دین اور دنیا کا نقصان نہ ہوتو ایسے شخص کے بارے میں مطلع کرنا یہ غیبت میں شمار نہ ہوگا، جیسے کہ آپ ﷺ نے اس آدمی کا حال بیان فرمایا۔ اسی طرح صحابہ سے بھی بعض لوگوں کے اس قسم کے احوال کا بیان کرنا ملتا ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ یہ کسی فائدہ کے پیش نظر ہو ورنہ درست نہیں ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الادب (باب مایجوزاغتیاب اهل الفساد)، و صحیح مسلم کتاب البر (باب مداراة من یتغی فحشه).

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) غیبت کیا ہے۔

منافق آدمی کی غیبت کی جاسکتی ہے

(۱۵۳۲) ﴿وَ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَاأَظُنُّ فُلَانًا، وَ فُلَانًا يَعْرِفَانِ مِنْ دِيْنِنَا شَيْئًا﴾ (رواه البخاری)

قَالَ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ أَحَدُرُوَاةِ هٰذَا الْحَدِيْثِ: "هٰذَانِ الرَّجُلَانِ كَانَامِنَ الْمُنَافِقِيْنَ"

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے خیال میں تو فلاں فلاں آدمی ہمارے دین میں سے کچھ بھی نہیں جانتے، اس حدیث کے ایک راوی لیث بن سعد فرماتے ہیں یہ دونوں آدمی منافقین میں سے تھے۔"

لغات: ❖ اظن: گمان اور شک و یقین کے معنی میں بھی مستعمل ہے جمع ظنون جج اظانین. ظن (ن) ظناً: جاننا اور یقین کرنا، ظنه و اظنه و اِظنه واظطنه، بکذا: تہمت لگانا اظنه الشیء: وہم میں ڈالنا۔ اظن فیه الناس: تہمت کے لئے پیش کرنا۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین کی غیبت کرنا جائز ہے کیونکہ منافقین لوگ اہل فساد ہی ہوتے ہیں، اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی اِدھر کرتے ہیں، ان کی حقیقت جس کو معلوم ہو وہ دوسرے کو بھی اطلاع کردے تاکہ لوگ ان کے فساد سے بچے تاکہ لوگوں کا دین اور دنیا خراب نہ ہونے پائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الادب (باب ما یکون من الظن).

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

خیر خواہی کی وجہ سے غیبت کر سکتے ہیں

(۱۵۳۳) ﴿وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: اِنَّ اَبَا الْجَهْمِ وَمُعَاوِيَةَ خَطَبَانِيْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَامَالَ لَهُ، وَاَمَّا اَبُوالْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ الْعَصَاعَنْ عَاتِقِهٖ"﴾ (متفق علیه)

وفی روایة لمسلم: وَاَمَّا اَبُوالْجَهْمِ فَضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ" وهو تفسیر لروایة: "لَايَضَعُ الْعَصَاعَنْ عَاتِقِهٖ" وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ: كَثِيْرُالْاَسْفَارِ."

ترجمہ: ''حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ ابوجہم اور معاویہ ان دونوں نے مجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا معاویہ تو مفلس آدمی ہے، اس کے پاس مال ہی نہیں ہے اور ابوجہم جو ہے وہ اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں رکھتا۔''

(بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے لیکن ابوجہم تو عورتوں کو بہت مارنے والا ہے، اور یہ تفسیر ہے پچھلی روایت کے الفاظ کی کہ وہ تو اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں اتارتا۔ اور بعض کے نزدیک اس کے معنی ہیں کثرت سے سفر کرنے والا ہے۔

لغات: ❖ خطبانی: الخطبة (مصدر) منگنی کرنا، جس عورت سے منگنی کی جائے، الخطاب: منگنی کرنے والا، الخِطب: منگنی کرنے والا مرد، عورت جس سے منگنی کی جائے، اختطب: الفتاة: منگنی کرنا۔ القوم فلانا: قوم کی لڑکیوں میں سے کسی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے کسی کو بلانا۔

تشریح: اِنَّ اَبَا الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ الْعَصَاعَنْ عَاتِقِهٖ: ابو جہم جو اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نیچے رکھتے۔ مراد یہ ہے کہ ابوجہم مارنے والے ہیں اور تند خوئی اور درشت مزاج کے آدمی ہیں اس لئے تمہارا نباہ ان سے مشکل ہوجائے گا۔ اور معاویہ فقیر آدمی ہیں ان کے پاس کچھ نہیں ہے، اس لئے ان کے ساتھ بھی تمہارا نباہ مشکل ہوگا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شادی سے پہلے جس کو جو حال معلوم ہو وہ صحیح صحیح بتادے، یہ غیبت نہ ہوگی جب کہ مقصد خیر خواہی ہو، کسی کی کمی بیان کرنا یا اس کو ذلیل کرنا مقصد نہ ہو۔ اور پھر حضرت فاطمہ بنت قیس کی شادی آپ ﷺ نے حضرت اسامہ سے کروادی تھی جو بہت زیادہ کامیاب

ہوئی۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب الطلاق (باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها).

راویہ حدیث حضرت فاطمہ بنت قیس کے مختصر حالات:

نام: فاطمہ، والد کا نام قیس بن خالد اکبر بن وھب تھا، والدہ کا نام امیمہ بنت ربیعہ تھا، قبیلہ بنی کنانہ سے تعلق رکھتی تھیں، پہلا نکاح: ابوعمرو بن حفص سے ہوا۔

اسلام: اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمان ہوئیں۔ ان کے شوہر نے ۱۰ھ میں ان کو طلاق دیدی، انہوں نے عدت پھر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر گزاری۔

دوسرا نکاح: پھر دوسرا نکاح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کروا دیا، کہتی ہیں کہ ہماری آپس میں اتنی محبت تھی کہ میں قابل رشک بن گئی (صحیح مسلم ۱/۵۸۳)

۲۳ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو مجلس شوری کا اجلاس ان کے مکان میں ہوا کرتا تھا۔ صاحب اسد الغابۃ فرماتے ہیں: لَهَاعَقْلٌ وَكَمَالٌ ''وہ نہایت عقل منداور صاحب کمال تھیں۔'' (اسد الغابة ۵/۵۲۶)

۵۴ھ میں حضرت اسامہ کا انتقال ہوگیا پھر انہوں نے شادی نہیں کی اور اپنے بھائی ضحاک کے ساتھ رہتی رہیں اور جب ضحاک کو یزید نے عراق کا گورنر بنایا تو یہ بھی عراق چلی گئیں۔

مرویات: ان سے ۳۴ احادیث مروی ہیں۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) اسد الغابة ۵/۵۲۶ (۲) اصابہ ۸/۱۶۴ (۳) صحیح مسلم ۱/۵۸۴۔

(۱) مشکوۃ

حضرت زید بن ارقم کی برأت پر سورۃ المنافقون نازل ہوئی

(۱۵۳٤) ﴿وَعَنْ زَيْدِبْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ الله صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ اَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيّ: لَاتُنْفِقُوْاعَلٰى مَنْ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَقَالَ: لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّمِنْهَا الْاَذَلَّ، فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ بِذٰلِكَ، فَاَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ، فَاجْتَهَدَيَمِيْنَهُ: مَافَعَلَ، فَقَالُوْا: كَذَبَ زَيْدٌرَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ مِمَّاقَالُوْهُ شِدَّةٌ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تَصْدِيْقِيْ: "اِذَاجَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ" ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں باہر

گئے، اس میں لوگوں کو بہت سختی پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے کہا تم رسول اللہ کے ساتھیوں پر اپنا مال مت خرچ کرو تاکہ وہ خود ہی منتشر ہوجائیں، اور اس نے کہا کہ اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو بے شک ہم میں سے زیادہ عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو نکال دیں گے، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس کی یہ بات بتادی، پس آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو پیغام بھیج کر بلوایا تو اس نے پختہ قسم اٹھا کر کہا اس نے ایسا نہیں کہا، تو لوگوں نے کہا زید نے آپ ﷺ سے جھوٹ کہا، پس میرے دل میں لوگوں کی بات سے بہت سخت رنج ہوا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں سورت نازل فرمائی "اِذَاجَاءَ کَ الْمُنَافِقُوْنَ" اس کے بعد آپ ﷺ نے ان (منافقین) کو بلایا تاکہ آپ ﷺ ان کے لئے استغفار کریں، لیکن انہوں نے اعراض کیا اور اپنے سروں کو پھیر لیا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ سفر: سافر سفاراًومسافرۃً۔ الی بلد کذا: روانہ ہونا۔ فلانٌ: مرنا السُفرۃ: مسافر کا کھانا، زادسفر جمع سفر، السافر: فا: مسافر جمع اسفار وسفر وسفرۃ وسفار جمع الجمع اسافر. سفّر۔ الرجل: سفر کے لئے بھیجنا۔

تشریح: مفسرین کہتے ہیں کہ یہ واقعہ شعبان ٦ ھ کا ہے، بقول علامہ قتادہ اور عروۃ کے یہ شعبان ۵ ھ میں غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر واقعہ پیش آیا۔ (۱)

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَیّ: لَاتُنْفِقُوْاعَلٰی مَنْ عِنْدَرَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا: "عبداللہ بن ابی نے کہا تم رسول اللہ کے ساتھیوں پر اپنا مال مت خرچ کرو تاکہ وہ خود ہی منتشر ہوجائیں۔"

مطلب یہ ہے کہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے کہا کہ یہ مسلمان لوگ غریب ہیں اگر ان کو مال نہ دیا جائے تو یہ خود ہی منتشر ہوجائیں گے۔ اس کا جواب اللہ جل شانہ نے یہ دیا کہ زمین وآسمان کے سارے خزانے اللہ کے ہاتھ ہیں، وہ چاہے تو مسلمانوں کو بہت کچھ دے سکتے ہیں۔

وَقَالَ: لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّمِنْهَا الْاَذَلَّ: "اس نے کہا کہ اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو ہم میں سے زیادہ عزت والا وہاں کے ذلیل کو نکال دے گا۔" اس جملہ میں منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے اپنے آپ کو عزت والا کہا اور معاذ اللہ آپ ﷺ اور صحابہ کو ذلیل قرار دیا اور مدینہ والوں کو بھڑکانا چاہا کہ ان مہاجرین مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں، اس کا جواب اللہ نے خود دیا ہے: فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ. کہ "عزت تو اللہ کے رسول اور مؤمنین کا حق ہے مگر منافقین اس کو نہیں جانتے۔"

یہ ساری باتیں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے عبداللہ بن ابی نے کہی تھی جو اس وقت کم عمر تھے۔ انہوں نے یہ ساری باتیں آپ ﷺ کو بتادیں، اس سے معلوم ہوا کہ منافقین کی سازشوں اور چالوں کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے بلکہ ان

کی ان باتوں کو ظاہر کرنا مسلمانوں کے مفاد میں ہے تاکہ ان کے فتنوں سے مسلمان بچ جائیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التفسیر (سورة المنافقون)، و صحیح مسلم (اوائل کتاب صفات المنافقین).

نوٹ: راوی حدیث حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) تفسیر مظہری

بیوی شوہر کے مال سے بقدر ضرورت لے سکتی ہے

(۱۵۳۵) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَتْ هِنْدُ امْرَأَةُ اَبِى سُفْيَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اَبَاسُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ، وَلَيْسَ يُعْطِيْنِىْ مَا يَكْفِيْنِىْ وَوَلَدِىْ اِلَّامَا اَخَذْتُ مِنْهُ، وَهُوَلَايَعْلَمُ؟ قَالَ: "خُذِىْ مَايَكْفِيْكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے، وہ مجھے اتنا خرچہ بھی نہیں دیتے کہ مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہوجائے مگر یہ کہ میں خود ان کے علم کے بغیر ان کے مال میں سے کچھ لے لیتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: دستور کے مطابق جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے کافی ہوجائے وہ لے لیا کرو۔''
(بخاری و مسلم)

لغات: ❖ يعلم: العلم: (مصدر) حقیقت شیء کا ادراک، یقین و معرفت جمع علوم. العلامة: نشان، راستہ کا نشان جمع علام وعلامات العلام، و العُلام: مبالغہ کے صیغہ ہیں بمعنی بہت جاننے والا۔

تشریح: علماء نے حدیث بالا سے چھ مسائل نکالے ہیں

حدیث بالا سے فقہاء نے متعدد مسائل کا استنباط کیا ہے:

❶ مرد پر اس کی بیوی اور نابالغ بچوں کا نفقہ واجب ہے،

❷ نفقہ بقدر ضرورت وحاجت ہونا چاہئے،

❸ ضرورت کی وجہ سے اجنبی عورت سے بات کرنا جائز ہے،

❹ مسئلہ پوچھتے ہوئے اگر کوئی غیبت کی بات ہوتو یہ غیبت نہیں ہوگی،

❺ بیوی کا خرچہ پورا نہ ہوتو بقدر ضرورت وہ شوہر کے مال سے لے سکتی ہے،

❻ عورت کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب النفقات (باب نفقةالمرأةاذاغاب زوجها)، و صحیح مسلم کتاب القضية (باب قضية هند).

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۲۵۷) بَابُ تَحْرِيمِ النَّمِيمَةِ وَ هِيَ نَقْلُ الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ عَلٰى جِهَةِ الْإِفْسَادِ

چغلی کے حرام ہونے کا بیان اور وہ نام ہے فساد ڈالنے کی نیت سے ایک کی بات دوسرے کو پہنچانا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ﴾ (سورة ن: ۱۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''طعنہ دینے والا، چغلیاں لگاتا پھرتا ہے۔''

تشریح: آیت بالا میں اگرچہ مخاطب ولید بن مغیرہ ہے کہ اس کے اندر یہ تمام صفات رذیلہ موجود تھے، اسی طرح ہر وہ آدمی جس میں یہ عیوب ہو کہ وہ طعنہ لگائے اور لوگوں کی چغل خوری کرے وہ سب اس وعید میں داخل ہوں گے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (سورة ق: ۱۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''آدمی منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔''

تشریح: آیت بالا میں بتایا جا رہا ہے کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے کیونکہ زبان سے کوئی بات بھی یہ نکالتا ہے، فرشتے اس کو لکھ لیتے ہیں، پھر قیامت کے دن اس کو اس کا حساب دینا پڑے گا، تمام اعضاء ان کے تابع ہوتے ہیں۔ جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ہر صبح کے وقت تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تم سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور اگر تم ٹیڑھی ہوئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

آیت کی پوری وضاحت باب ''تحريم الغيبة و الامر بحفظ اللسان'' میں گذر چکی ہے۔

چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا

(١٥٣٦) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

لغات: ❖ نمام: بمعنی چغلخور، نم ینم (ض) نمًا چغلی کرنا، ظاہر ہونا، نم عن: ظاہر کرنا، پتہ دینا، نمیمہ: چغل خوری جمع نمائم، آتی ہے۔

تشریح: چغل خوری کہتے ہیں کہ فساد کی نیت سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچانا، اس کے حرام ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے، جو چغل خوری حلال سمجھ کر کرے گا تو وہ کافر ہوجائے گا اور وہ پھر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ مگر وہ شخص جو چغل خوری کو حرام ہی سمجھے مگر بشری کمزوری کی وجہ سے کبھی کبھار چغل خوری ہوجائے تو اس پر مرنے سے پہلے توبہ کرلیا تو اللہ معاف فرمادیں گے، اگر توبہ نہ کیا تو اب اس کی سزا ملے گی۔

یا مطلب یہ ہے کہ چغل خور سابقین اولین جنت میں جانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا، ان کے بعد جنت میں جائے گا۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الادب (باب مایکرہ من النمیمة)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب غلظ تحریم النمیمة).

نوٹ:۔ راوی حدیث حضرت حذیفۃ الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

چغل خوری کی وجہ سے قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے

(١٥٣٧) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ: "اِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ! بَلٰى اِنَّهُ كَبِيْرٌ: أَمَّا اَحَدُهُمَا، فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ، وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَايَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ﴾ (متفق علیه و هذا لفظ احدی روایات البخاری)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: معنی "وَمَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْر" أَيْ كَبِيْرٍ فِيْ زَعْمِهِمَا وَقِيْلَ: كَبِيْرٌ تَرْكُهُ عَلَيْهِمَا.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے

گزر ہوا تو ارشاد فرمایا: کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور ان کو یہ عذاب کسی بڑی (زیادہ مشکل) بات پر نہیں ہو رہا، بڑی ہی بات ہے، ان میں سے ایک تو چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔''

(بخاری و مسلم)

یہ بخاری کی روایات میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ علماء نے کہا ہے ''ان کو کسی بڑی بات میں عذاب نہیں ہو رہا''، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے خیال میں وہ کوئی بڑی بات نہیں تھی (مگر حقیقت میں شریعت میں وہ بڑی بات ہے) اور بعض نے کہا بڑی بات سے کہ وہ یہ ہے ان کا چھوڑنا زیادہ مشکل بات نہ تھی۔

لغات: ❖ قبرین: القبر کی تثنیہ ہے بمعنی انسان کے دفن کرنے کی جگہ، قبر (ن ض) قبراً و مقبراً ۔المیت: میت کو دفن کرنا، اقبرہ: قبر بنانا، دفن کرنا۔

تشریح: مَرَّ بِقَبْرَيْنِ: آپ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے یہ دونوں قبریں جنت البقیع کی تھیں۔

وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ: ''ان کو یہ عذاب کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا تھا۔'' مطلب یہ ہے کہ اس گناہ سے بچنا کوئی مشکل کام نہیں تھا اس لحاظ سے وہ کبیرہ نہیں لیکن معصیت کے لحاظ سے پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا اور چغل خوری کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ: کہ وہ شخص پیشاب کے چھینٹوں سے احتراز نہیں کرتا تھا۔

سوال: پیشاب کی چھینٹوں کا عذاب قبر سے کیا تعلق ہے؟

جواب: پاکی یہ عبادت کی پہلی سیڑھی ہے، اور پھر یہ آخرت کی پہلی منزل ہے، اور قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، اور طہارت نماز سے مقدم ہے، اس لئے منازل آخرت کی پہلی منزل یعنی قبر میں طہارت کے ترک پر عذاب دیا جائے گا۔ اسی طرح چغل خوری کے ذریعہ سے لوگوں میں فساد پھیلاتا ہے، اس لئے شریعت نے اس کو بھی حرام کر دیا ہے، نیز حدیث بالا سے عذاب قبر کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الوضوء، وصحیح مسلم کتاب الطهارة (باب الدلیل علی نجاسة البول)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

چغلی سے لوگوں کے درمیان فساد کرنا مقصود ہوتا ہے

(۱۵۳۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ: ''اَلَا اُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ، اَلْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (رواه مسلم)

"اَلْعَضْهُ" بفتح العين المهملة واسكان الضاد المعجمة وبالهاء على وزن "الوجه" وروى: "اَلْعِضَةُ" بكسرالعين وفتح الضادالمعجمة على وزن العدة، وهى: اَلْكِذْبُ وَالْبُهْتَانُ وعلى الرواية الاولى: العضه مصدر يقال: عَضَهَهُ عضها، اى: رماه بالعضه.

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں تمہیں یہ بتلاؤں کہ عضہ کیا چیز ہے؟ وہ چغلی ہے، لوگوں کے درمیان بات کرنا ہے۔" (مسلم)

العضة: عین پر زبر، صاد ساکن اور ہاء بروزن وجہ اور یہ **العضة** بھی مروی ہے یعنی عین کے نیچے زیر، ضاد پر زبر بروزن **عدة**. یہ جھوٹ اور بہتان کو کہتے ہیں۔ اور پہلی روایت کے مطابق "**العضه**" مصدر ہے، کہا جاتا ہے **عضهه عضها** یعنی اسے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا یا اس پر بہتان باندھا۔

تشریح: چغل خوری کے نقصانات

حدیث بالا میں چغل خوری کی مذمت بیان کی جارہی ہے، علماء فرماتے ہیں کہ چغلی سے اہل محبت اور اہل تعلق کے درمیان نفرتیں پیدا ہوجاتی ہے، اس سے دلوں میں بغض اور نفرت کے شعلے بھڑک کر لڑائیاں شروع ہوجاتی ہے اور چند افراد کی لڑائیاں خاندانوں کو لے بیٹھتی ہیں، چغل خور ذرا سا شگوفہ چھوڑ تا ہے اور یہاں کی بات وہاں پہنچا کر جنگ و جدال کی آگ کو سلگاتا ہے، اور یہ بات صرف دنیا میں ختم نہیں ہوجاتی بلکہ قبر میں بھی عذاب کا باعث بن جاتی ہے جیسے کہ اس سے پہلے روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب البر (باب تحريم النميمة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(٢٥٨) بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَقْلِ الْحَدِيْثِ وَ كَلَامِ النَّاسِ اِلٰى وُلَاةِ الْاُمُوْرِ اِذَا لَمْ تَدْعُ اِلَيْهِ حَاجَةٌ كَخَوْفِ مَفْسَدَةٍ وَ نَحْوِهَا

لوگوں کی باتیں بلاضرورت حکام تک پہنچانے کی ممانعت تاہم بگاڑ یا کوئی نقصان وغیرہ کا خطرہ ہوتو پھر جائز ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة المائدة: ٢)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔''

تشریح: اثم: گناہ کو کہتے ہیں خواہ وہ حقوق سے متعلق ہو یا عبادات سے اور "عدوان" کے معنی حد سے تجاوز کرنا ہے، مراد اس سے ظلم ہے، ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کو چلا تو وہ اسلام سے نکل گیا، اسی وجہ سے سلف صالحین نے ظالم بادشاہوں کی ملازمت اور کوئی عہدہ قبول کرنے سے احتراز کیا ہے۔ (۱)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آواز دی جائے گی کہ کہاں ہے ظالم لوگ اور ان کے مددگار؟ یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے ظالموں کے دوات قلم کو بھی درست کیا ہے وہ بھی سب ایک لوہے کے تابوت میں جمع کر کے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ (۲)

---

(۱) تفسیر ابن کثیر
(۲) روح المعانی تحت آیت: فلن اکون ظهیرا للمجرمین

﴿وفی الباب الاحادیث السابقة فی الباب قبله﴾

''گذشتہ باب والی احادیث بھی اسی مضمون کے متعلق ہیں۔''

مجھ تک میرے صحابہ کی شکایت نہ پہنچائی جائے

(۱۵۳۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "لَایُبَلِّغُنِیْ اَحَدٌمِنْ اَصْحَابِیْ عَنْ اَحَدٍشَیْئاً، فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَیْكُمْ وَاَنَاسَلِیْمُ الصَّدْرِ﴾

(رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ میں سے کوئی شخص کسی کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچائے، اس لئے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں تمہارے درمیان سے اس حال میں نکلوں کہ میرا سینہ صاف ہو۔''

لغات: ❖ اصحابی: صاحب کی جمع ہے بمعنی ساتھی، دوست، نبی کریم ﷺ کے ساتھیوں کے ساتھ خاص ہے، صحب باب سمع سے مستعمل ہے۔

تشریح: لَا یُبَلِّغُنِیْ اَحَدٌمِنْ اَصْحَابِیْ: "مجھے میرے صحابہ کے متعلق کوئی بات نہ پہنچائے۔'' مطلب یہ ہے کہ ایسی بات جس کو ناپسند کرتا ہوں، ایسی بات جس کا نقصان ان کو پہنچے ایسی باتیں صحابی کی مجھ تک نہ پہنچائیں۔ نیز حدیث بالا سے یہ بھی

معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرنا چاہیئے، اس سے مسلمانوں کی اجتماعی سلامتی اور قوت مضبوط ہوگی۔ (۱)

نیز حدیث بالا سے علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے استدلال کیا ہے کہ بلا ضرورت لوگوں کی ناپسندیدہ باتیں حکام بالا تک نہ پہنچائی جائے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب رفع الحدیث من المجلس) وسنن الترمذی ابواب المناقب (باب فضل ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح النووی

(۲۵۹) بَابُ ذَمِّ ذِی الْوَجْهَیْنِ

دورخی شخص کی مذمت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَ کَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا﴾ (سورۃ النساء: ۱۰۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''وہ لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے، حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ راتوں کو ایسی باتوں میں مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے عملوں کا احاطہ کرنے والا ہے۔''

تشریح: اگرچہ آیت بالا کا نزول ایک خاص واقعہ کے ضمن میں ہوا ہے مگر مطلب عام ہے، لوگ اپنے جیسے لوگوں سے تو شرماتے ہیں اور خوف کھاتے ہیں، اصل اللہ سے شرمانا چاہئے اور خوف کھانا چاہئے، ایسا نہیں کرتے، حالانکہ اللہ ہر وقت ان کے ساتھ ہے اور ان کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔

اور یہ اللہ کی مرضی کے خلاف باتیں کرتے ہیں اور رات کی تنہائی میں وہ باتیں گھڑتے اور ناپسند مشورے میں طے کرتے ہیں جو اللہ جل شانہ کو بالکل پسند نہیں ہے، وہ ناپسند مشورہ یہ تھا کہ ایک آدمی طعمہ نامی نے چوری کی اور الزام ایک یہودی پر لگانا چاہا اور اس کی قوم نے مشورے میں طے کیا کہ یہ معاملہ آپ ﷺ کو بتا دیا جائے کہ چوری طعمہ نے نہیں، یہودی نے کی ہے، چونکہ طعمہ مسلمان ہے اس لئے آپ ﷺ اس کی بات کا اعتبار کریں گے اور یہودی چونکہ کافر ہے اس لئے اس کی بات نہیں سنی جائے گی، تو آیت بالا میں اللہ جل شانہ نے قوم طعمہ کے اس مشورے کو ناپسند ہونے کا فرمایا ہے۔ (۱)

---

(۱) تفسیر مظہری ۳/۲۶۸، تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن وغیرہ

لوگ معدن (کانوں) کی طرح ہیں

(۱۰۴۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ: خِیَارُهُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خِیَارُهُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا، وَتَجِدُوْنَ خِیَارَ النَّاسِ فِیْ هٰذَا الشَّأْنِ اَشَدَّهُمْ لَهٗ کَرَاهِیَةً، وَتَجِدُوْنَ شَرَّالنَّاسِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَأْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو (معدن) کانوں کی طرح پاؤ گے، ان میں سے جو لوگ جاہلیت میں بہترین تھے اسلام میں بھی بہتر ہیں جب کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں، اور حکمرانی کے معاملے میں تم ان لوگوں کو سب سے بہتر پاؤ گے جو اس کو سب سے زیادہ ناپسند کرتے ہوں گے، اور تم لوگوں میں سب سے بدتر دورخے (چہرے) شخص کو پاؤ گے جو اِن کے پاس ایک رخ (چہرہ) لے کر جائے اور اُن کے پاس دوسرے رخ (چہرہ) کے ساتھ۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الاسلام: سلم (س) سلامة وسلاما، من عیب او آفة: نجات پانا، بری ہونا۔ سلمه. وسلم علیه: السلام علیک کہنا سلم بالامر: راضی ہونا، الیه: فرمانبردار ہونا۔ اسلم: فرمانبردار ہونا۔ دین اسلام اختیار کرنا، بیع سلم کرنا العدو: دشمن کو چھوڑ دینا۔ امره الی اللّٰه: سپرد کردینا اور تم کہتے ہو "اسلمته و سلمته" جبکہ تم کسی کو چھوڑ دو اس وقت جبکہ کوئی شخص تکلیف پہنچانا چاہتا ہو۔ تسلم مسلمان بننا الشیء: قبضہ کرنا۔ منه: بیزار ہونا۔

تشریح: تَجِدُوْنَ النَّاسَ مَعَادِنَ: "تم لوگوں کو معدن کانوں کی طرح پاؤ گے"، مطلب یہ ہے کہ ان کی بھی کوئی اصل ہوگی جس کی طرف وہ منسوب ہوں گے جو ان کے لئے ذریعہ افتخار ہوگی۔

تَجِدُوْنَ خِیَارَالنَّاسِ فِیْ هٰذَا الشَّأْنِ اَشَدَّهُمْ لَهٗ کَرَاهِیَةً: یعنی بعض لوگ عہدے ومنصب کی خواہش نہیں رکھتے اور جب ایسے لوگوں کے پاس اختیار آجاتا ہے تو وہ خوب ذمہ داری کے ساتھ کام کرتے ہیں، کیونکہ حدیث میں آتا ہے جو عہدے طلب نہیں کرتے اور جب ان کو مل جاتا ہے تو فرشتہ ان کے ساتھ معاون ہوجاتا ہے۔ (۱)

حدیث بالا میں دورویہ والے لوگوں پر سخت وعید بیان کی جارہی ہے کہ وہ ہر فریق کو خوش رکھنے کی خاطر کبھی صحیح اور حق بات نہیں کہتا بلکہ منہ دیکھی بات کرتے ہیں کہ وہ زید کے پاس جاتے ہیں تو ان کی بات میں ہاں اور ان کی پسند کی باتیں کرتے ہیں اور جب بکر کے پاس جاتے ہیں تو ان کی ہاں میں ہاں اور ان کی پسند کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ (۲)

ایک روایت میں آتا ہے جو دنیا میں دو چہرے والے تھے قیامت کے دن ان کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری اوائل کتاب المناقب، و صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة (باب خیار الناس).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مشکوٰۃ (۲) مظاہر حق ۴/۴۶۰، دلیل الفالحین ۴/۳۷۹ (۳) رواہ ابوداؤد

جو باتیں دل کے خلاف ہوں وہ نفاق ہے

(۱۵٤۱) ﴿وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ نَاساً قَالُوْا لِجَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا: اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰى سَلَاطِيْنِنَا فَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخَلَافِ مَا نَتَكَلَّمُ اِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقاً عَلٰى عَهْدِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت محمد بن زید سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے ان کے دادا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا ہم اپنے حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں تو ان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان باتوں سے مختلف ہوتی ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر نکل کر کرتے ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم ایسے رویئے کو آپ ﷺ کے زمانے میں نفاق شمار کرتے تھے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ سلاطین: سلطان کی جمع: بمعنی بادشاہ، حجت، تم کہتے ہو ''له سلطان مبین'' اس کے لئے روشن حجت ہے، قبضہ قدرت ج سلاطین. سلطنه سلطنة: بادشاہ بنانا۔ تسلطن: بادشاہ بننا۔

تشریح: علماء حدیث بالا کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ حکمران کے سامنے ان کی تعریف کرنا اور پھر ان کے پیچھے ان کی مذمت کرنا یہ صحیح نہیں، اس لئے جو دل میں ہے وہ زبان بھی پر ہونا چاہئے، اس کو عملی نفاق اور بزدلی کہا جاتا ہے۔

ایک سچے مسلمان کا عمل تو یہ ہے کہ بادشاہ اگر نیک عادل ہے اس کے منہ کے سامنے بھی اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس کی پیٹھ پیچھے بھی اس کی تعریف کرتے ہیں اور اگر وہ بادشاہ بدکردار ہے تو اس کے سامنے بھی اس کو اس کی غلط باتوں، غلط کاموں سے روکتے ہیں اور اس کے پیٹھ پیچھے جب ضرورت پڑے تب بھی یہی رویہ اختیار کرتے ہیں۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الاحکام (باب ما یکره من ثناء السلطان).

راوی حدیث حضرت محمد بن زید کے مختصر حالات:

نام: محمد، والد کا نام زید، دادا کا نام عبد اللہ، پردادا کا نام عمر بن خطاب تھا، یہ خود تابعی ہیں، لوگوں نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے اور تابعین میں ان کا شمار کیا جاتا ہے۔

(۲٦٠) بَابُ تَحْرِيمِ الْكِذْبِ

جھوٹ کی حرمت کا بیان

جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (سورة الإسراء: ٢٥)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''جس چیز کا علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو۔''

تشریح: یہ آیت پہلے بھی باب ''تحریم الغیبۃ والامر بحفظ اللسان'' میں گذر چکی ہے۔ آیت کریمہ کا مطلب بقول علامہ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ ہے کہ جس چیز کا تم کو یقینی اور قطعی علم نہ ہو اس سے کسی کو متہم نہ کرو کہ تم نے ایسا کیا ہے۔ اور علامہ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان دیکھی چیز کو دیکھی ہوئی اور ان سنی کو سنی ہوئی اور غیر معلوم کو معلوم نہ قرار دو۔

علماء فرماتے ہیں ''تَقْفُ'' قفایقفو'' سے ہے، اس کا معنی ہوتے ہیں کسی کے نشان قدم پر چلنا اور اس کی اتباع کرنا۔

مَالَيْسَ لَكَ بِهِ عَلْمٌ: علم نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جس بات کا تم کو یقینی علم نہ ہو اور کوئی عقلی علم بھی نہ ہو اور نہ کوئی عقلی قطعی دلیل ہو، ایسی چیز کی پیروی اور اس بات پر عمل کراؤ۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری ۷/۲۷

آدمی جو بات کہتا ہے اس کو نگران فرشتہ محفوظ کر لیتا ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿مَايَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّالَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (سورة ق: ١٨)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ایک نگران فرشتہ تیار رہتا ہے۔''

تشریح: یہ آیت پہلے بھی کئی مرتبہ گذر چکی ہے، پوری وضاحت باب ''تحریم الغیبۃ و الامر بحفظ اللسان'' میں گذر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی جو کچھ بھی زبان سے بولتا ہے اس کو ایک نگران (فرشتہ) محفوظ کر لیتا ہے اور پھر قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا اور اس کی اچھی بات کا اجر اور بری بات پر سزا ملے گی۔

آیت بالا بہت ہی ڈرانے والی ہے کہ آدمی جب بھی کوئی بات زبان سے نکالے اس سے پہلے سوچ لے کہ لکھنے والا اس کو لکھ لے گا اور پھر اس پر ثواب یا عتاب ہوگا۔

سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے

(۱۰۴۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ، وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ، وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَصْدُقُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقاً، وَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الرَّجُلَ لَیَکْذِبُ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّاباً﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلا شبہ سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے، اور نیکی جنت کی طرف لے جانے والی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور بلا شبہ جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرنے والی ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور بلا شبہ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں (کذاب) جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ صدیق: جمع اصدقاء دوست، ہمنوا، صادق سچا، مخلص، دیانت دار، حقیقی۔ صدق یصدق (ن) صدقًا اور تفعیل سے تصدیق مصدر ہے۔

تشریح: حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقاً: "یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے"، جس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ اس کو وصف صدیقیت والا بنا دیا جاتا ہے پھر وہ اسی اونچے درجے والا شمار کیا جاتا ہے۔

دوسرا مطلب: یہ ہے کہ فرشتوں کے پاس موجود نامہ اعمال جس میں بندوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں اس آدمی کا نام صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔

تیسرا مطلب: یہ ہے کہ دنیا والے اس کو صدیق اور سچا کہنے لگتے ہیں، اس تیسرے مطلب کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے، [1] اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا. "جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال کئے، اللہ تعالیٰ ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔"

حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا: "اسی طرح اللہ جل شانہ کے نزدیک یہ کذاب شمار ہوتا ہے۔" یا فرشتے بھی اس کو اپنے دفتر میں جھوٹا لکھ دیتے ہیں، یا لوگوں کے نزدیک یہ جھوٹا شمار ہوتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر ایسا شخص لوگوں کی نظروں

سے گر جاتا ہے، پھر ہر شخص اس سے بغض اور نفرت کرنے لگتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الادب (باب قول الله تعالیٰ: یا آیها الذین اٰمنوا اتقوا الله و کونوا مع الصادقین)، و صحیح مسلم کتاب البر (باب قبح الکذب و حسن الصدق)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، تعلیق الصبیح
(۲) نفس مصدر

منافقوں کی نشانیاں

(۱۵۴۳) ﴿وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِیْهِ، كَانَ مُنَافِقاً خَالِصاً، وَمَنْ كَانَتْ فِیْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِیْهِ خَصْلَةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتّٰی یَدَعَهَا: اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَاحَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَاعَاهَدَغَدَرَ، وَاِذَاخَاصَمَ فَجَرَ"﴾

متفق علیه. وقدسبق بیانه مع حدیث ابی هریرة بنحوه فی "باب الوفاء بالعهد"

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار خصلتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہوگا اور جس کے اندر ان میں سے ایک خصلت ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے (وہ یہ ہیں:)، ① جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے، ② جب بات کرے تو جھوٹ بولے، ③ جب عہد کرے تو بدعہدی کرے، ④ جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔" (بخاری و مسلم)

یہ روایت وضاحت کے ساتھ "باب الوفاء بالعهد" میں گذر چکی ہے۔

لغات: ❖ حدّث: عن فلان: روایت کرنا، خبر دینا، بیان کرنا۔ حادثه گفتگو کرنا، الحدیث: جمع احادیث و حدثان: بمعنی خبر: کہا جاتا ہے "صاروا احادیث" یعنی وہ لوگ ختم ہوگئے ان کی بات ہی بات رہ گئی، وعلم الحدیث: نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال احوال بتانے والا علم، الحدّیث: بہت گفتگو کرنے والا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب الوفابالعهد" میں گذر چکی ہے، بقدر ضرورت اس کی وضاحت دوبارہ کی جارہی ہے، حدیث بالا میں نفاق کی علامات کو بیان کیا جارہا ہے، نفاق کے لغوی معنی یہ ہے کہ دل میں جو کچھ ہو اس کے خلاف ظاہر کرے اور شریعت میں نفاق کہتے ہیں دل میں تو کفر ہو لیکن اپنی زبان سے اسلام ظاہر کرے، ایسے شخص کو منافق کہا جاتا ہے۔

اَرْبَعٌ: منافق کی علامت چار ہیں۔ بعض روایات میں تین بیان کی گئی ہیں، چار سے تین کی نفی نہیں ہوتی یا پہلے آپ ﷺ نے تین بیان کی پھر چار بیان فرمائی۔

اِذَاحَدَّثَ کَذَبَ: کہ زبان خراب ہوتی ہے منافق کی کہ معمولی معمولی بات پر جنگ وجدال، جھوٹ، بہتان لگانا شروع ہوجاتا ہے۔

وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ: عہد کرے تو وعدہ خلافی کرے، کہ وعدہ کرتے ہوئے وعدہ خلافی کی نیت ہو، لیکن جس وعدہ کو پورا کرنے کی نیت ہو بعد میں کسی عذر کی وجہ سے وہ وعدہ پورا نہ ہوسکے تو یہ مذموم نہیں ہے، اگر یہ کہا جائے یہ چاروں باتیں تو مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں کیا وہ بھی منافق ہوتے ہیں؟ جواب اس کا یہ ہے کہ جس میں یہ عادت ہوتو وہ تو منافق ہی ہوتے ہیں اور جو کبھی کبھار کرے تو وہ منافق نہیں ہوگا، مسلمان اگر کرے گا تو کبھی کبھار ہی کرے گا۔

یا یہ کہا جائے کہ حدیث بالا میں مسلمانوں کو دھمکی اور تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہ کام نہ کرنا، اگر کروگے تو تمہارا شمار کہیں منافقین میں نہ ہوجائے۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الایمان (باب علامات المنافق)، و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب لا یدخل الجنة الا المؤمنون)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) میں گذر چکے ہیں۔

چھپ کر بات سننے پر وعید

(١٥٤٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَعْقِدَبَيْنَ شَعِيْرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلَى حَدِيْثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ، صُبَّ فِيْ اُذُنَيْهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَ مَنْ صَوَّرَصُوْرَةً، عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَنْفُخَ فِيْهَا الرُّوْحَ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ﴾. (رواه البخاری)

"تَحَلَّمَ" ای: قَالَ اِنَّهُ حُلِمَ فِيْ نَوْمِهِ وَرَاٰى كَذَا وَكَذَا وَهُوَ كَاذِبٌ وَ "الْآنُكُ" بِالْمَدِّ وضم النون و تخفیف الكاف: وَهُوَ الرَّصَاصُ الْمُذَابُ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا تو اسے قیامت کے دن مجبور کیا جائے گا کہ وہ جو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے اور یہ ہرگز نہیں کر سکے گا، اور جو شخص ایسے لوگوں کی بات سننے کے لئے ان کی طرف کان

لگائے جو اس کے لئے اس کو ناپسند کرتے ہوں تو قیامت والے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا، اور جو شخص کسی کی تصویر بنائے تو اسے عذاب دیا جائے گا اور اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے جب کہ وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔'' (بخاری)

تَحَلَّمَ: یہ کہنا کہ میں نے خواب میں اس طرح دیکھا ہے حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ **وَالآنُکُ**: مداور نون پر پیش اور کاف بغیر تشدید کے بمعنی پگھلا ہوا سیسہ۔

لغات: ❖ صورة: بمعنی شکل المصور: تصویر بنانے والا، مصور الکائنات: اللہ تعالیٰ۔ (صفت) الصورة بمعنی: نوع، چہرہ۔

تشریح: مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ: ''جو شخص ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہیں دیکھا۔''

حُلُمٌ: اگرچہ برے خواب کو کہتے ہیں مگر محدثین فرماتے ہیں مراد یہاں پر مطلقاً خواب ہے کہ اچھا ہو یا برا، جس شخص نے اپنی طرف سے جھوٹا خواب بیان کیا تو اب ایسے شخص کو قیامت کے دن دو جو کے دانوں میں گرہ لگانے کو کہا جائے گا ظاہر ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا اور اس کو برابر عذاب دیا جاتا رہے گا۔ (١)

اسی طرح وہ شخص جو لوگوں کی چھپ کر بات سنے اور وہ لوگ اس سے اس بات کو چھپانا چاہتے ہیں تو ایسے شخص کے کان میں بھی قیامت کے دن سیسہ ڈالا جائے گا کہ اس نے لوگوں کو دھوکہ دے کر ان کی بات کو سنا ہے۔ (٢)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخاری كتاب التعبير (باب من كذب فی حلمه)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (١١) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(١) دلیل الفالحین ۴/٣٨٢

(٢) دلیل الفالحین ۴/٣٨٢

سب سے بڑا جھوٹ جھوٹا خواب کا بیان کرنا ہے

(١٥٤٥) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''أَفْرَى الْفِرٰى اَنْ يُرِىَ الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَالَمْ تَرَيَا﴾ (رواه البخاری ومعناه يَقُوْلُ: رَاَيْتُ فِيْمَالَمْ يَرَهُ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ چیز دکھائے جو اس نے نہیں دیکھی ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ عينيه: تثنیہ ہے، عینٌ بمعنی آنکھ جمع عیون، نقد مال، سونا وغیرہ، آفتاب، چشمہ آب جاسوس، قسم، نوع، عُيينة:

بمعنی چھوٹی آنکھ۔

تشریح: حدیث بالا میں جھوٹا خواب بنانے کی مذمت بیان کی جارہی ہے اس کو بڑا جھوٹ اور بہتان فرمایا گیا ہے، علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ خواب یہ وحی کا ایک حصہ ہے اس کا تعلق بھی اللہ جل شانہ سے ہے، پس جھوٹا خواب گویا کہ اللہ جل شانہ پر بہتان باندھنا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التعبیر (باب من کذب فی حلمه)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وکذا مظاہر حق ۴/۳۴۲، دلیل الفالحین ۴/۳۸۲

آپ ﷺ کا ایک لمبا خواب

(١٠٤٦) ﴿وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ لِاَصْحَابِهٖ: "هَلْ رَاٰى اَحَدٌمِنْكُمْ مِنْ رُؤْيَا؟" فَيَقُصُّ عَلَيْهِ مَنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُصَّ، وَاِنَّهٗ قَالَ لَنَاذَاتَ غَدَاةٍ: "إِنَّهُ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ، وَاِنَّهُمَا قَالَالِيْ: اِنْطَلِقْ، وَاِنِّيْ انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا، وَاِنَّا اَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ، وَاِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ، وَاِذَا هُوَ يَهْوِىْ بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهٖ فَيَثْلَغُ رَاْسَهٗ فَيَتَدَ هْدَهُ الْحَجَرُ هَاهُنَا، فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَاخُذُهٗ، فَلَا يَرْجِعُ اِلَيْهِ حَتّٰى يَصِحَّ رَأْسُهٗ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ، فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَافَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلٰى!" قَالَ: "قُلْتُ لَهُمَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَاهٰذَانِ؟ قَالَا لِيْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ مُسْتَلْقٍ لِقَفَاهُ، وَاِذَا اٰخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِكَلُّوْبٍ مِنْ حَدِيْدٍ وَاِذَا هُوَيَأْتِيْ اَحَدَ شِقَّيْ وَجْهِهٖ فَيُشَرْشِرُ شِدْقَهٗ اِلٰى قَفَاهُ وَمَنْخِرَهٗ اِلٰى قَفَاهُ وَعَيْنَيْهِ اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يَتَحَوَّلُ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ فَيَفْعَلُ بِهٖ مِثْلَ مَافَعَلَ بِالْجَانِبِ الْاَوَّلِ، فَمَا يَفْرَغُ مِنْ ذٰلِكَ الْجَانِبِ حَتّٰى يَصِحَّ ذٰلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ، ثُمَّ يَعُوْدُعَلَيْهِ، فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَافَعَلَ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى" قَالَ: قُلْتُ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ! مَاهٰذَانِ؟" قَالَ: قَالَالِيْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى مِثْلِ التَّنُّوْرِ" فَاَحْسِبُ اَنَّهٗ قَالَ: "فَاِذَا فِيْهِ لَغَطٌ، وَاَصْوَاتٌ، فَاطَّلَعْنَا فِيْهِ فَاِذَا فِيْهِ رِجَالٌ وَ نِسَاءٌ عُرَاةٌ وَاِذَاهُمْ يَاْتِيْهِمْ لَهَبٌ مِنْ اَسْفَلَ مِنْهُمْ، فَاِذَا اَتَاهُمْ ذٰلِكَ اللَّهَبُ ضَوْضَوْا، قُلْتُ: مَاهٰؤُلَاءِ؟ قَالَالِيْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى نَهْرٍ" حَسِبْتُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ: "اَحْمَرُ مِثْلُ الدَّمِ وَاِذَا فِي النَّهْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ، وَاِذَا عَلٰى شَطِّ النَّهْرِ

رَجُلٌ قَدْ جمعَ عِنْدَهُ حِجَارَةً كَثِيرَةً، وَاِذَا ذٰلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَا يَسْبَحُ، ثُمَّ يَأْتِي ذٰلِكَ الَّذِي قَدْجَمعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ، فَيَفْغَرُ لَهُ فَاهُ، فَيُلْقِمُهُ حَجَراً، فَيَنْطَلِقُ فَيَسْبَحُ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِ، كُلَّمَا يَرْجِعُ اِلَيْهِ، فَغَرَلَهُ فَاهُ، فَأَلْقَمَهُ حَجَراً. قُلْتُ لَهُمَا: مَا هٰذَانِ؟ قَالَالِيْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا عَلٰى رَجُلٍ كَرِيْهِ الْمَرْآةِ أَوْكَاكْرَهِ مَا اَنْتَ رَاءٍ رَجُلًا مَرْأًى، فَاِذَا هُوَ عِنْدَهُ نَارٌ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا، قُلْتُ لَهُمَا: مَاهٰذَا؟ قَالَالِيْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا فَاَتَيْنَا عَلٰى رَوْضَةٍ مُعْتَمَّةٍ فِيْهَا مِنْ كُلِّ نَوْرِالرَّبِيْعِ، وَ اِذَابَيْنَ ظَهْرَيِ الرَّوْضَةِ رَجُلٌ طَوِيْلٌ لَا اَكَادُ اَرٰى رَاْسَهُ طُوْلًا فِي السَّمَاءِ وَاِذَا حَوْلَ الرَّجُلِ مِنْ اَكْثَرِ وُلْدَانٍ رَاَيْتُهُمْ قَطُّ، قُلْتُ: مَا هٰذَا؟ وَمَا هٰؤُلَاءِ؟ قَالَالِيْ: اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا، فَاَتَيْنَا اِلٰى دَوْحَةٍ عَظِيْمَةٍ لَمْ اَرَ دَوْحَةً قَطُّ اَعْظَمَ مِنْهَا وَلَا اَحْسَنَ! قَالَا لِيْ: اِرْقَ فِيْهَا فَارْتَقَيْنَا فِيْهَا اِلٰى مَدِيْنَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنٍ ذَهَبٍ وَلَبِنٍ فِضَّةٍ، فَاَتَيْنَا بَابَ الْمَدِيْنَةِ فَاسْتَفْتَحْنَا، فَفُتِحَ لَنَا، فَدَخَلْنَاهَا، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَاءٍ! وَشَطْرٌ مِنْهُمْ كَاَقْبَحِ مَا اَنْتَ رَاءٍ! قَالَا لَهُمْ: اِذْهَبُوْا فَقَعُوْا فِيْ ذٰلِكَ النَّهْرِ، وَإِذَا هُوَ نَهْرٌ مُعْتَرِضٌ يَجْرِيْ كَأَنَّ مَائَهُ الْمَحْضُ فِي الْبَيَاضِ، فَذَهَبُوْا فَقَعُوْا فِيْهِ. ثُمَّ رَجَعُوْا اِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوْءُ عَنْهُمْ، فَصَارُوْا فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ، قَالَ: قَالَالِيْ: هٰذِهٖ جَنَّةُ عَدْنٍ، وَ هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ، فَسَمَا بَصَرِيْ صُعُداً، فَاِذَا قَصْرٌ مِثْلُ الرَّبَابَةِ الْبَيْضَاءِ، قَالَالِيْ: هٰذَاكَ مَنْزِلُكَ؟ قُلْتُ لَهُمَا: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمَا، فَذَرَانِي فَاَدْخُلَهُ. قَالَا: اَمَّا الْآنَ فَلَا، وَاَنْتَ دَاخِلُهُ. قُلْتُ لَهُمَا: فَاِنِّيْ رَاَيْتُ مُنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَباً؟ فَمَا هٰذَا الَّذِيْ رَاَيْتُ؟ قَالَالِيْ: أَمَا إِنَّا سَنُخْبِرُكَ: اَمَّا الرَّجُلُ الْاَوَّلُ الَّذِيْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يُثْلَغُ رَاْسُهُ بِالْحَجَرِ، فَاِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفُضُهُ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يُشَرْشَرُ شِدْقُهُ إِلٰى قَفَاهُ، وَ مَنْخِرُهُ اِلٰى قَفَاهُ وَعَيْنُهُ اِلٰى قَفَاهُ فَاِنَّهُ الرَّجُلُ يَغْدُوْمِنْ بَيْتِهٖ فَيَكْذِبُ الْكَذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ، وَاَمَّا الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ الْعُرَاةُ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ مِثْلِ بِنَاءِ التَّنُّوْرِ فَاِنَّهُمُ الزُّنَاةُ وَ الزَّوَانِيُّ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الَّذِيْ اَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهْرِ، وَيُلْقَمُ الْحِجَارَةَ، فَاِنَّهُ آكِلُ الرِّبَا، وَاَمَّا الرَّجُلُ الْكَرِيْهُ الْمَرْآةِ الَّذِيْ عِنْدَ النَّارِ يَحُشُّهَا وَيَسْعٰى حَوْلَهَا، فَاِنَّهُ مَالِكٌ خَازِنُ جَهَنَّمَ، وَاَمَّا الرَّجُلُ الطَّوِيْلُ الَّذِيْ فِي الرَّوْضَةِ فَاِنَّهُ اِبْرَاهِيْمُ، وَاَمَّا الْوُلْدَانُ الَّذِيْنَ حَوْلَهُ فَكُلُّ مَوْلُوْدٍ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ

وَفِيْ رِوَايَةِ الْبَرْقَانِيِّ: "وُلِدَ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاَوْلَادُ

الْمُشْرِكِيْنَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَاَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَاَمَّا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَانُوْا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيْحٌ فَاِنَّهُمْ قَوْمٌ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحاً وَآخَرَ سَيِّئاً، تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ" (رواه البخاری.)

وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَهُ: "رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ اَتَيَانِيْ، فَاَخْرَجَانِيْ اِلَى اَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ" ثُمَّ ذَكَرَهُ وَ قَالَ: "فَانْطَلَقْنَا اِلَى نَقْبٍ مِثْلَ التَّنُّوْرِ، اَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَاَسْفَلُهُ وَاسِعٌ، يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَاراً، فَاِذَا ارْتَفَعَتْ اِرْتَفَعُوْا حَتّٰى كَادُوْا اَنْ يَخْرُجُوْا وَاِذَا خَمِدَتْ، رَجَعُوْا فِيْهَا، وَفِيْهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ. وَفِيْهَا: حَتّٰى اَتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ وَلَمْ يَشُكَّ فِيْهِ رَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى وَسْطِ النَّهْرِ، وَعَلَى شَطِّ النَّهْرِ رَجُلٌ، وَبَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَاَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِيْ فِي النَّهْرِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِيْ فِيْهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ جَعَلَ يَرْمِيْ فِيْ فِيْهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ" وَفِيْهَا: "فَصَعِدَ ابِى الشَّجَرَةَ، فَاَدْخَلَانِيْ دَاراً لَمْ اَرَقَطُّ اَحْسَنَ مِنْهَا، فِيْهَا رِجَالٌ شُيُوْخٌ وَشَبَابٌ، وَفِيْهَا: اَلَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يُحَدِّثُ بِالْكِذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ مَارَاَيْتَ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" وَفِيْهَا: "اَلَّذِيْ رَاَيْتَهُ يُشْدَخُ رَاْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ، وَلَمْ يَعْمَلْ فِيْهِ بِالنَّهَارِ فَيُفْعَلُ بِهِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالدَّارُ الْاُوْلٰى الَّتِيْ دَخَلْتَ دَارُعَامَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَاَمَّا هٰذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ وَاَنَا جِبْرِيْلُ وَهٰذَا مِيْكَائِيْلُ، فَارْفَعْ رَأْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ فَاِذَا فَوْقِيْ مِثْلُ السَّحَابِ، قَالَا: ذَاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ: دَعَانِيْ اَدْخُلُ مَنْزِلِيْ، قَالَا: اِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌلَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَهُ اَتَيْتَ مَنْزِلَكَ"﴾. (رواه البخاری)

قوله: "يُثْلَغ: راسه' هوبالثاء المثلثة والغين المعجمة، اى: يشدخه ويشقه. قوله: "يتدهده" اى: يتد حرج، و "الكلوب" بفتح الكاف، وضم اللام المشددة، وهو معروف. قوله "فيشرشر" اى: يُقْطَعُ، قوله:" ضَوْضَوْا" وهو بضا دين معجمتين، اى: صاحوا، قوله: "فيفغر" هو بالفاء والغين المعجمة، اى: يُفْتَحُ، قوله: "المرآة" هو بفتح الميم، اى: المنظر. قوله: "يحشها" هو بفتح الياء وضم الحاء المهملة والشين المعجمة، اى: يوقدها. قوله: "رَوْضَةٌ مُعْتَمَّةٌ" هو بضم الميم واسكان العين وفتح التاء وتشديد الميم. اى: وافية النبات طويلته، قوله: "دوحة" وهى بفتح الدال

واسکان الواو بالحاء المهملة وهی الشجرة الکبیرة. قوله: "المحض" هو بفتح المیم واسکان الحاء المهملة والضاد المعجمة: وهو اللَبَنُ. قوله: "فسما بصری" ای: ارتفع. "وصُعُدا": بضم الصاد والعین ای: مرتفعا "والربابة" بفتح الراء والباء الموحدة مکررة، وهی السحابة.

ترجمہ: ''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ اکثر اپنے صحابہ سے پوچھا کرتے تھے کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس آپ ﷺ کے سامنے کوئی شخص جو اللہ چاہتا بیان کرتا۔ اور ایک دوسرے دن صبح کے وقت آپ ﷺ نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ رات کو میرے پاس دو آنے والے آئے، ان دونوں نے مجھ سے کہا چلئے، میں ان کے ساتھ چل پڑا، ہمارا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو لیٹا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا آدمی اس کے اوپر پتھر لئے کھڑا ہے، وہ پتھر اس کے سر پر مارتا ہے اور اس کے سر کو پاش پاش کر دیتا ہے، پس وہ پتھر وہاں سے لڑھک کر دور جا گرتا ہے تو وہ پتھر کے پیچھے جاتا ہے اور اس کو پکڑ لاتا ہے، اس کے دوبارہ واپس آنے تک اس کا سر پہلے کی طرح صحیح ہو جاتا ہے، وہ پھر اس کی طرف لوٹتا ہے اور وہی کچھ کرتا ہے جو اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا۔

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کہ میں نے ان دو آدمیوں سے پوچھا سبحان اللہ! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا چلئے چلئے، پس ہم چل پڑے اور ایک ایسے آدمی کے پاس آئے جو گدی کے بل لیٹا ہوا تھا اور اس کے پاس ہی ایک دوسرا شخص لوہے کا ایک زنبور لئے ہوئے اس کے اوپر کھڑا تھا، وہ اس کے چہرے کی ایک طرف آتا ہے اور اس کے جبڑے کو اس کی گدی تک چیر دیتا ہے، اس کے نتھنے کو اور اس کی آنکھ کو بھی گدی تک چیر دیتا ہے، پھر وہ اس کے چہرے کی ایک دوسری جانب آتا ہے اور پھر وہی عمل کرتا ہے جو اس نے پہلی جانب میں کیا تھا، پس وہ اس ایک جانب سے فارغ نہیں ہو جاتا کہ دوسری جانب پہلے کی طرح صحیح ہو جاتی ہے، وہ پھر اس کی طرف آتا ہے اور وہی کچھ کرتا ہے جو پہلی مرتبہ میں کیا تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے (پھر) کہا سبحان اللہ! یہ دو آدمی کون ہیں؟ انہوں نے مجھے کہا کہ چلئے، پس ہم چلے تو ہم تنور جیسے گڑھے پر آئے (راوی کا کہنا ہے) کہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اس میں بہت شور تھا اور آوازیں تھیں، پس ہم نے اس میں جھانکا، تو اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں، اس کے نیچے سے آگ کا شعلہ اٹھتا ہے اور جب وہ ان کو لگتا ہے تو وہ چیخیں مارتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟

انہوں نے مجھ سے کہا کہ چلئے چلئے، پس ہم چلے اور ایک نہر پر آئے۔ راوی کا بیان ہے، میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے، وہ خون کی طرح سرخ تھی، اس میں ایک تیراک تیر رہا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی ہے جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے ہیں، یہ تیرنے والا جب تک تیرتا ہے تیرتا ہے، پھر اس شخص کے پاس آتا ہے جس نے اپنے پاس پتھر جمع کئے ہوئے ہیں، وہ اس کے سامنے آکر اپنا منہ کھولتا ہے اور وہ اس کے منہ میں پتھر کا لقمہ ڈال دیتا ہے، وہ پھر جا کر تیرنے لگتا ہے اور پھر اس کی طرف لوٹ آتا ہے، جب بھی اس کی طرف لوٹ کر آتا ہے، اس کے سامنے اپنا منہ کھولتا ہے اور وہ پتھر کا لقمہ اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے میں نے ان سے کہا، یہ دو شخص کون ہیں؟ انہوں نے مجھے کہا چلئے چلئے۔ ہم پھر چلے، پس ایک بہت ہی بد منظر آدمی کے پاس آئے، یا (فرمایا) سب سے زیادہ بدصورت آدمی کی طرف، جو تم نے دیکھا ہو اس کے پاس آئے، اس کے پاس آگ ہے، جسے وہ دہکاتا ہے اور اس کے گرد دوڑتا ہے۔ میں نے دونوں ساتھیوں سے پوچھا، یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے مجھے کہا چلئے چلئے۔ پس ہم چلے اور ایک ایسے باغ میں آئے جس میں کثرت سے درخت لگے ہوئے تھے اور اس میں بہار کے (موسم کی طرح) ہر قسم کے پھول تھے، اور اس باغ کے درمیان میں ایک لمبا تڑنگا آدمی تھا جس کی لمبائی کی وجہ سے اس کا سر آسمان میں دکھائی دیتا تھا۔ اس آدمی کے ارد گرد زیادہ بچے ہیں، ایسے بچے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ اور یہ بچے کون ہیں؟ انہوں نے کہا چلئے چلئے۔ پس ہم چلے اور ایک بہت بڑے درخت پر آئے اس سے زیادہ بڑا اور اس سے زیادہ اچھا درخت میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ دونوں ساتھیوں نے مجھے کہا اس پر چڑھیے، پس ہم اس پر چڑھے تو ایک ایسا شہر ہمیں نظر آیا جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا، پس ہم اس شہر کے دروازے پر آئے اور اسے کھولنے کا مطالبہ کیا، پس وہ دروازہ ہمارے لئے کھول دیا گیا اور ہم اس میں داخل ہو گئے۔ پس ہمیں بہت سے آدمی ملے، ان کا آدھا جسم تو اس خوبصورت ترین آدمی کی طرح ہے جو تم نے دیکھا ہو اور آدھا جسم اس بدترین آدمی کی طرح ہے جو تم نے دیکھا ہو، دونوں ساتھیوں نے ان آدمیوں سے کہا، جاؤ اور اس نہر میں کود جاؤ، وہاں عرضاً ایک نہر بہہ رہی تھی، اس کا پانی سفیدی میں گویا دودھ تھا، پس وہ لوگ گئے اور اس میں کود گئے، پھر وہ ہماری طرف واپس آئے تو ان کے آدھے جسم کی بدصورتی دور ہو چکی تھی اور بہترین صورت والے ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں نے مجھے کہا، یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کا مقام ہے، میری نگاہ جو اوپر اٹھی تو سفید بادلوں کی طرح کا ایک محل نظر آیا،

دونوں ساتھیوں نے مجھے کہا یہ ہے آپ کا مقام، میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا کرے، تم مجھے چھوڑ دو کہ میں اندر جاؤں۔ انہوں نے کہا لیکن ابھی نہیں۔ البتہ آپ (ﷺ) ہی اس میں داخل ہوں گے۔ (نہ کہ کوئی اور) میں نے ان سے عرض کیا۔ میں نے رات کو عجیب چیزیں دیکھی ہیں، میں نے جو کچھ دیکھا ہے یہ کیا ہے؟ دونوں نے کہا، گھبرائیں نہیں، ہم ابھی آپ کو بتلائے دیتے ہیں۔ وہ پہلا آدمی جس کے پاس سے آپ گزرے اور اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا، وہ شخص ہے جو قرآن حاصل کرے اور پھر اسے چھوڑ دے۔ (حفظ کر کے بھول جائے، یا قرآن کا علم حاصل کر کے بے عمل ہو جائے) اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جائے، اور وہ آدمی جس کے پاس سے آپ گزرے جس کے جبڑے کو اس کے نتھنے کو اور اس کی آنکھ کو اس کی گدی تک چیرا جا رہا تھا، یہ وہ شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا ہو اور جھوٹ بولتا ہو اور اس کا یہ جھوٹ دنیا کے کنارے تک پھیل جاتا ہے۔ اور وہ برہنہ مرد اور عورتیں جو تنور جیسے گڑھے میں تھیں، وہ بدکار مرد اور بدکار عورتیں تھیں۔ اور وہ آدمی، جس کے پاس آپ آئے وہ نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر کا لقمہ دیا جاتا تھا وہ سود خور شخص تھا۔ اور وہ نہایت بدمنظر آدمی جو آگ کے پاس تھا اسے دہکاتا تھا اور اس کے گرد دوڑتا تھا، وہ داروغہ جہنم مالک ہے اور وہ دراز قد آدمی جو باغ میں تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور وہ بچے جو ان کے اردگرد تھے یہ تمام وہ بچے تھے جو فطرت (صحیح دین) پر فوت ہوئے۔ اور برقانی کی روایت میں ہے، وہ بچے ہیں جو فطرت پر پیدا ہوئے۔

مسلمانوں میں سے ایک نے سوال کیا، یارسول اللہ! اور مشرکین کے بچے (بھی وہیں تھے؟) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مشرکین کے بچے بھی۔ اور وہ لوگ، جن کا آدھا جسم خوب صورت اور آدھا جسم بدصورت تھا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ملے جلے عمل کئے، کچھ عمل نیک کئے اور کچھ برے بھی، اللہ نے ان سے درگزر فرمایا۔

(بخاری)

اور بخاری کی ایک اور روایت میں ہے۔ میں نے رات کو دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے پاک سرزمین کی طرف لے گئے، پھر وہی واقعہ بیان فرمایا (جو ابھی گزرا) اور فرمایا، کہ ہم چلتے چلتے ایک گڑھے پر پہنچے جو تنور کی مثل تھا، اس کا بالائی حصہ تنگ اور نچلا حصہ کشادہ تھا، اس کے نیچے آگ فروزاں تھی، جب وہ آگ اوپر کو اٹھتی تو (اس میں موجود لوگ بھی) اوپر کو اٹھتے، حتیٰ کہ وہ باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب آگ بجھ جاتی تو وہ بھی اس میں واپس چلے جاتے۔ اور اس میں برہنہ مرد اور عورتیں تھیں۔ اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ہم

خون کی ایک نہر پر آئے۔ اس میں راوی نے شک نہیں کیا (جیسے پہلی روایت میں راوی کو شک تھا) اس میں ایک آدمی نہر کے درمیان میں کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک آدمی ہے، جس کے سامنے پتھر ہے، پس نہر میں کھڑا آدمی آگے بڑھتا ہے اور جب باہر نکلنا چاہتا ہے تو کنارے والا آدمی اس کے منہ میں پتھر پھینک دیتا ہے اور اس کو وہیں لوٹا دیتا ہے جہاں وہ تھا۔ پس یہ (برلب نہر آدمی) (اسی کام پر لگا ہے) جب بھی یہ باہر نکلنے کے لئے آتا ہے، وہ اس کے منہ میں پتھر پھینک دیتا ہے، پس وہ لوٹ جاتا ہے جیسے پہلے تھا۔

اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ دونوں مجھے لے کر درخت پر چڑھے اور مجھے ایسے گھر میں داخل کیا جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اس میں کچھ مرد تھے، بوڑھے اور جوان۔

اور اس روایت میں یہ بھی ہے، وہ شخص جس کو میں نے دیکھا، اس کا جبڑا چیرا جا رہا ہے، پس وہ بہت جھوٹا آدمی ہے جو جھوٹی بات زبان سے نکالتا ہے، وہ اس سے نقل کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ (دنیا کے) کناروں تک پہنچ جاتی ہے۔ پس اس کے ساتھ قیامت کے دن تک وہ معاملہ کیا جاتا رہے گا جو آپ نے دیکھا۔

اور اس روایت میں یہ بھی ہے وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کوٹا جا رہا تھا، وہ آدمی ہے جس کو اللہ نے قرآن کے علم سے نوازا، لیکن یہ قرآن کو چھوڑ کر رات کو سوتا رہا اور دن کو بھی اس پر عمل نہیں کیا، پس اس کے ساتھ بھی وہ سلوک قیامت کے دن تک کیا جاتا رہے گا۔ اور وہ پہلا گھر جس میں آپ داخل ہوئے، عام مؤمنوں کا گھر ہے اور لیکن یہ گھر، شہیدوں کا گھر ہے اور میں جبریل علیہ السلام ہوں اور یہ میکائیل علیہ السلام ہے، پس اپنا سر اٹھائیں، میں نے اپنا سر اٹھایا تو میرے اوپر بادل کی مثل ہے ان دونوں نے کہا یہ آپ ﷺ کا ٹھکانا ہے، میں نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے ٹھکانہ میں داخل ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا ابھی آپ کی عمر باقی ہے جس کی آپ نے تکمیل نہیں کی ہے، پس اگر آپ اس کی تکمیل کر لیں گے تو پھر اپنے ٹھکانہ میں تشریف لے آئیں گے۔" (بخاری)

لغات: ❖ يثلغ راسه: ثاء اور غین کے ساتھ بمعنی سر چیرتا تھا۔ يتدهده: بمعنی لڑھکتا ہے۔ كلوب: کاف پر زبر، لام مشدد پر پیش، اس کے معنی مشہور ہیں (یعنی آنکڑا جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے) يشرشر: بمعنی کاٹا جاتا ہے اس کے ٹکڑے کر رہا ہے۔ ضوضوا: دو ضادوں کے ساتھ "وہ چیختے ہیں۔" فيفغر: تاء اور غین کے ساتھ بمعنی: کھولتا ہے۔ المرآة: میم پر زبر، بمعنی: منظر۔ يحشها: یاء پر زبر حاء اور شین پر پیش بمعنی: جلانا اور بھڑکاتا ہے۔ روضه معتمة: میم پر پیش عین ساکن تاء پر زبر اور میم مشدد بمعنی لمبا اور زیادہ درختوں والا باغ۔ دوحة: دال پر زبر، واو ساکن اور پھر حاء بمعنی: بڑا درخت۔ المحض: میم پر زبر حاء ساکن پھر ضاد بمعنی دودھ۔ سمابصری: میری نگاہ اوپر اٹھی۔ صعدا: صاد اور عین پر پیش بمعنی بلند ہونے والا۔ الربابة: راء پر

زبر اور باء مکرر بمعنی: بادل۔

تشریح: وَعَادَ رَأْسُهٗ كَمَا كَانَ: "سر اسی طرح سے ہوجاتا جیسے کہ پہلے تھا"، یہ عذاب اس کو دیا جائے گا جس نے قرآن کو تو پڑھا تھا مگر پھر بعد میں اس نے نہ دن میں اس پر عمل کیا اور نہ رات کو تلاوت کی۔

عبادت گزار بندے عام طور پر قرآن کریم کی تلاوت رات کو ہی کرتے ہیں اس لئے اس کو رات کے ساتھ مخصوص کیا گیا اور زندگی کی زیادہ تر حرکت وعمل کا تعلق دن سے ہوتا ہے اس لئے قرآن پر عمل کرنے کا موقعہ دن میں زیادہ ہوتا ہے، اس لئے قرآن پر عمل کرنے کو دن کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے اس کو قرآن کی ایک عظیم نعمت عطاء فرمائی مگر اس نے اس کی ناقدری کی، کہ نہ عمل کیا، نہ تلاوت کی، نیز جس نے قرآن پر عمل کیا گویا کہ اس نے قرآن کی تلاوت بھی کی ہے اور جو صرف تلاوت کرے عمل نہ کرے، تو گویا کہ اس نے تلاوت ہی نہیں کی کیونکہ قرآن کا اصل مقصود عمل ہے۔ (۱)

حدیث بالا میں اور بھی بہت سی بدعملیوں کی سزائیں دکھلائی گئی ہیں مثلاً فرض نمازوں میں سستی کرنا، جھوٹ بولنا، بدکاری، سودخوری وغیرہ، یہ سب سزائیں آپ ﷺ کو دکھلائی گئی ہیں۔ اور نیک اعمال کا بدلہ جنت بھی دکھلایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے عذاب کے لئے جہنم اور نعمتوں کے لئے جنت بنائی ہے۔

حدیث بالا سے علامہ نووی کا استنباط

حدیث بالا سے علامہ نووی یہ چیزیں استنباط فرماتے ہیں کہ:

1. امام کے لئے مستحب ہے کہ نماز فجر کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو،
2. نیز یہ بھی مستحب ہے کہ وہ مقتدیوں سے ان کے خوابوں کے بارے میں دریافت کرے،
3. نیز یہ بھی مستحب ہے کہ خواب کی تعبیر بیان کرنے والا دن کے ابتدائی حصہ میں تعبیر بیان کرے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب التعبیر (باب تعبیر الرویا بعد صلاۃ الصبح)

نوٹ: راوی حدیث حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) (۲) شرح مسلم للنووی

(۲۶۱) بَابُ بَيَانِ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْكَذِبِ

جھوٹ کی بعض وہ صورتیں جو جائز ہیں اس کا بیان

اِعْلَمْ اَنَّ الْكَذِبَ وَاِنْ كَانَ اَصْلُهٗ مُحَرَّمًا، فَيَجُوْزُ فِیْ بَعْضِ الْاَحْوَالِ بِشُرُوْطٍ قَدْ اَوْضَحْتُهَا فِیْ

كِتَابِ "اَلْاَذْكَارِ" وَمُخْتَصَرُ ذٰلِكَ: اَنَّ الْكَلَامَ وَسِيْلَةٌ اِلَى الْمَقَاصِدِ، فَكُلُّ مَقْصُوْدٍ مَحْمُوْدٍ يُمْكِنُ تَحْصِيْلُهُ بِغَيْرِ الْكَذِبِ يَحْرُمُ الْكَذِبُ فِيْهِ، وَاِنْ لَمْ يُمْكِنْ تَحْصِيْلُهُ اِلَّا بِالْكَذِبِ جَازَ الْكَذِبُ، ثُمَّ اِنْ كَانَ تَحْصِيْلُ ذٰلِكَ الْمَقْصُوْدِ مُبَاحاً كَانَ الْكَذِبُ مُبَاحاً وَاِنْ كَانَ وَاجِباً كَانَ الْكَذِبُ وَاجِباً. فَاِذَا اخْتَفٰى مُسْلِمٌ مِنْ ظَالِمٍ يُرِيْدُ قَتْلَهُ، أَوْاَخْذَ مَالِهٖ وَاَخْفٰى مَالَهُ وَ سُئِلَ اِنْسَانٌ عَنْهُ وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهٖ وَكَذَا لَوْ كَانَ عِنْدَهُ وَدِيْعَةٌ وَاَرَادَ ظَالِمٌ اَخْذَهَا، وَجَبَ الْكَذِبُ بِاِخْفَائِهَا، وَالْاَحْوَطُ فِيْ هٰذَا كُلِّهٖ اَنْ يُوَرِّيَ، وَمَعْنَى التَّوْرِيَةِ: اَنْ يَقْصِدَ بِعِبَارَتِهٖ مَقْصُوْداً صَحِيْحاً لَيْسَ هُوَ كَاذِباً بِالنِّسْبَةِ اِلَيْهِ، وَاِنْ كَانَ كَاذِباً فِيْ ظَاهِرِ اللَّفْظِ وَبِالنِّسْبَةِ اِلٰى مَا يَفْهَمُهُ الْمُخَاطَبُ وَلَوْ تَرَكَ التَّوْرِيَةَ وَأَطْلَقَ عِبَارَةَ الْكَذِبِ فَلَيْسَ بِحَرَامٍ فِيْ هٰذَا الْحَالِ.

وَاسْتَدَلَّ الْعُلَمَاءُ لِجَوَازِ الْكَذِبِ فِيْ هٰذَا الْحَالِ بِحَدِيْثِ اُمِّ كُلْثُوْم رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا.

ترجمہ: ''اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ جھوٹ اصل میں تو یقیناً حرام ہے، تاہم بعض صورتوں میں چند شرطوں کے ساتھ جھوٹ بولنا جائز ہوجاتا ہے جن کو میں نے کتاب الاذکار (یعنی باب النھی عن الکذب) میں ذکر کردیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بات چیت مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، پس ہر وہ مقصود جو اچھا ہو اور اسے بغیر جھوٹ بولے حاصل کرنا ممکن ہے تو اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اور اگر جھوٹ بولنا جائز ہے پھر اس مقصود کا حاصل کرنا اگر مباح ہے تو جھوٹ بولنا بھی صرف مباح ہی ہوگا، اور اگر مقصود واجب ہے تو جھوٹ بولنا واجب ہوگا۔''

پس جب کوئی مسلمان کسی ظالم سے چھپ گیا جو اس کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ یا مال لینا چاہتا ہے اور اس نے مال کو چھپا دیا اور کسی انسان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کے چھپانے کے ساتھ جھوٹ بولنا واجب ہے۔

اسی طرح اگر اس کے پاس کوئی امانت ہے اور کوئی ظالم اسے لینے کا ارادہ کرے تو اسے چھپانا واجب ہے۔ اس قسم کے تمام معاملات میں زیادہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ توریہ اختیار کرے، توریہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ذومعنی بات کرے، جس کا ایک ظاہری مفہوم ہو اور ایک باطنی، اپنی گفتگو سے صحیح مقصود کی نیت کرے اور اس کی طرف نسبت کرنے میں وہ جھوٹا نہ ہو، اگرچہ ظاہری الفاظ میں اور اس چیز کی طرف نسبت کرنے میں جسے مخاطب سمجھے

وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر وہ توریہ کے بجائے صاف جھوٹ ہی بولے تب بھی اس قسم کی حالت میں جھوٹ بولنا حرام نہیں ہے، اس قسم کے حالات میں جھوٹ بولنے کے جائز ہونے میں علماء نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

تین جگہوں پر جھوٹ بولنے کی رخصت ہے

﴿ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ الله صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِیْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ، فَيَنْمِیْ خَيْراً اَوْ يَقُوْلُ خَيْراً﴾ (متفق عليه)

وَزَادَ مُسْلِمٌ فِی رِوَايَة: "قَالَتْ اُمُّ كُلْثُومٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا: وَلَمْ اَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِیْ شَیْءٍ مِمَّا يَقُوْلُ النَّاسُ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ تَعْنِیْ: اَلْحَرْبَ وَالْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيْثَ الرَّجُلِ اِمْرَأَتَهُ وَحَدِيْثَ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا.

ترجمہ: ''حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے پس وہ بھلائی کی بات پہنچاتا ہے یا بھلائی کی بات کہتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

مسلم کی ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو سوائے تین موقعوں کے لوگوں کی گفتگو سے متعلق رخصت دیتے ہوئے نہیں سنا، ① جنگ، ② لوگوں پر صلح کرانے میں، ③ مرد کا اپنی بیوی سے اور بیوی کا اپنے خاوند سے بات کرنے میں۔

لغات: ❖ زوجها: الزوج بمعنی شوہر، بیوی، ساتھی، جوڑا، کہا جاتا ہے "عندی زوجاً حمامُ" میرے پاس ایک جوڑا کبوتر ہے، جمع ازواج و زوجة جج ازاویج. الزوجة: بیوی جمع زوجات. الزواج: شادی بیاہ۔

تشریح: يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ: لوگوں کے درمیان صلح کرائے۔ علامہ قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب دو آدمیوں کے درمیان لڑائی ہوجائے تو تیسرا آدمی الگ الگ ان دونوں سے ایسی بات کرے جس سے ان میں صلح اور دوستی کے جذبات پیدا ہوجائیں اگرچہ وہ بات انہوں نے نہ کہی ہو مثلاً وہ ایک کے پاس جا کر یوں کہے کہ وہ تمہارے ساتھ تو بہت ہی خیر خواہ ہے، تمہارے بارے میں تو وہ بہت تعریف کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اَلْحَرْبُ: وہ میدان جنگ میں ایسی بات کرے جس سے مسلمانوں کی طاقت وقوت کا اظہار ہو اور اپنے لشکر کے لوگوں کا

حوصلہ بڑھتا ہو اور دشمنوں کی کمزوری کی بات ہو، مثلاً وہ اپنے لوگوں سے یہ کہتا ہے کہ ہمارے لشکر کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ دشمن کا لشکر اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

حَدِیْثُ الرَّجُلِ اِمْرَاَتَهٗ: اسی طرح میاں بیوی سے یا بیوی میاں سے اتنے زیادہ پیار و محبت کا اظہار کرے جو حقیقت کے اگرچہ خلاف ہو، اور اس سے مقصد یہ ہے کہ آپس میں محبت زیادہ ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: رواہ بخاری ومسلم.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۵۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق

(۲۶۲) بَابُ الْحَثِّ عَلَى التَّثَبُّتِ فِيْ مَا يَقُوْلُهٗ وَ يَحْكِيْهِ

اس بات کی ترغیب کہ آدمی جو کہے یا نقل کرے اس کی وہ تحقیق کر لے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (سورة الاسراء: ٣٦)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔

تشریح: یہ آیت کئی بار گذر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی بات کا آدمی کو یقین نہ ہو تو اس کے پیچھے نہیں لگنا چاہئے جب تک کہ اس کا اس کو صحیح علم حاصل نہ ہو جائے۔ مفسرین نے یہاں پر حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں جس چیز کا تم کو یقینی اور قطعی علم نہ ہو اس سے تم کسی کو الزام نہ ٹھہراؤ کہ تم نے ایسا کیا ہے، کسی کو کوئی بات کہنی ہے تو پہلے اس بات کی پوری تحقیق ضروری ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ''آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ بات بھی کافی ہے کہ سنی سنائی بات دوسرے کو کہہ دے۔'' (بغیر تحقیق)

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ (سورة ق: ١٨)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ہی ایک نگران فرشتہ تیار ہوتا ہے۔''

تشریح: یہ آیت کئی مرتبہ گذر چکی ہے اور ''باب تحريم الغيبة والامر بحفظ اللسان'' میں وضاحت بھی ہو چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی جو بات بھی زبان سے نکالے تو نکالنے سے پہلے سوچ لے کہ یہ صحیح بھی ہے یا نہیں، صحیح ہو تو نکالے ورنہ نہ نکالے، کیونکہ آیت بالا میں ہے کہ جب بھی کوئی بات زبان سے نکالی جاتی ہے تو فرشتہ لکھنے والا اس کو لکھ لیتا ہے اور پھر اس

آدمی کو اس کا حساب کتاب دینا ہوگا۔ اسی وجہ سے بعض اکابر کے بارے میں منقول ہے کہ جب بھی وہ کوئی بات کرتے اس کو لکھ لیتے اور پھر بعد میں سوچتے کہ اس میں ضروری بات کتنی تھی اور غیر ضروری کتنی۔

سنی سنائی بات دوسرے کو سنانا بھی گناہ ہے

(۱۰٤۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: "کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے وہ اس کو آگے بیان کردے۔"

لغات: ❖ یکفی: کفی یکفی (ض) کفایةً: کافی ہونا صفت: کافٍ. کفی الشیء فلاناً. کسی چیز پر قناعت کرنا اور دوسری چیز سے بے نیاز ہونا۔

تشریح: **حدیث کا مفہوم قرآن میں**

حدیث بالا کا مفہوم قرآن مجید کی آیات میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً:

﴿اِذَا جَاءَ هُمْ اَمْرٌمِنَ الْاَمْنِ اَوِالْخَوْفِ اَذَاعُوْابِهٖ وَلَوْرَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُوْلِی الْاَمْرِمِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ (۱)

ترجمہ: "ان لوگوں کو جب خبر پہنچی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو وہ اس کو مشہور کردیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو آپ ﷺ کے اور جو ان میں سے ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان پر اعتماد رکھتے، وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں۔"

آیت بالا کے بارے میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں:

اِنْکَارٌعَلٰی مَنْ یُبَادِرُاِلَی الْاُمُوْرِقَبْلَ تَحَقُّقِهَاوَیُفْشِیْهَاوَیَنْشُرُهَاوَقَدلَا یَکُوْنُ لَهَاصِحَّةٌ. (۲)

ترجمہ: "اس آیت میں ان لوگوں کے طرز عمل پر نکیر اور تردید ہے جو باتوں کو ثبوت سے پہلے ہی لے اڑتے ہیں اور جلدی سے لے کر ان کو پھیلانے لگتے ہیں، حالانکہ بسا اوقات وہ صحیح نہیں ہوتی۔"

اسی طرح دوسری جگہ پر ارشاد خداوندی ہے:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْاعَلٰی مَافَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ﴾ (۳)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو، کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچادو، پھراپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔''

بہر حال حدیث بالا میں ایک اصول اور ضابطہ بیان فرمایا جارہا ہے کہ جب تک بات کی تحقیق نہ کرلی جائے دوسرے کو نہ بیان کی جائے، اگراس اصول پر عمل کرلیا جائے تو خود بخود بہت سے جھگڑے اور غلط فہمیاں دور ہوجائیں گی۔

ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث بالا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب تک بات کی تحقیق نہ ہوجائے بات کو نہ پھیلایا جائے، نیز بغیر تحقیق کے دوسرے کو بات کہنے والا شخص بھی جھوٹا ہے۔ بہر حال جب تک کسی بات کی پوری تحقیق نہ ہوجائے تو خود اس پر عمل بھی نہ کرے اور نہ دوسرے کو بتائے، نہ اس بات کی تصدیق کرے، ورنہ یہ شخص جھوٹ کی طرف منسوب کردیا جائے گا۔ (۴)

تخریج حدیث: صحیح مسلم المقدمة (باب النهی عن الحديث بكل ما سمع).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ النساء (۲) تفسیر ابن کثیر (۳) سورۃ حجرات (۴) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱/۲۳۲، وتعلیق الصبیح ۱/۱۲۳

جو نبی کی طرف جھوٹی بات کو منسوب کرے وہ بھی دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے

(۱۵۴۸) ﴿وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يَرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص میری طرف منسوب کرکے کوئی بات کرے وہ جانتا بھی ہے کہ یہ جھوٹ ہے، پس وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔''

لغات: ❖ حدث: حدث يحدث تحديثا تفعيل سے، حدث عن فلان بمعنی حدیث بیان کرنا۔ حادثه گفتگو کرنا، حادث السيف تلوار کو جلادینا اور اسی سے ہے كنصل السيف، حودث بالصقال مانند تلوار کی پھل کے کہ صیقل کرنے سے جلا دیا گیا ہو۔

تشریح:

نبی پر جھوٹ بولنا حرام ہے

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ کی طرف غلط بات منسوب کرنا حرام ہے۔ (۱)

اگر بھول کر ہو تو گناہ نہیں۔ (۲)

فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنِ: لفظ ''کاذبین'' یہ تثنیہ کا لفظ بھی ہوسکتا ہے اور جمع کا بھی، تثنیہ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ بیان کرنے

والا دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے، (۱) آپ ﷺ پر جھوٹ گھڑنے والا، (۲) دوسرے کو بیان کرنے والا۔[۳]

اگر جمع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ ایک تو جھوٹ گھڑنے والا اور باقی بیان کرنے والے، ان میں سے ایک یہ بھی بن جائے گا۔ علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے بیان کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہئے۔[۴]

تخریج حدیث: اخرجه مسلم فی المقدمة (باب وجوب الرواية عن الثقات وترک الكذابين).

نوٹ: راوی حدیث حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تدریب الراوی ۱/۳۸۴

(۲) شرح مسلم للنووی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱/۸

(۳) معارف السنن ۱/۴۵، دلیل الفالحین ۴/۴۰۱

(۴) نزہۃ المتقین

ایک سوکن کا دوسری سوکن کو جلانے کے لئے جھوٹ بولنا

(۱۵۴۹) ﴿وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ الله! اِنَّ لِيْ ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِيْ غَيْرَ الَّذِيْ يُعْطِيْنِيْ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ﴾. (متفق عليه)

اَلْمُتَشَبِّعُ: هُوَالَّذِيْ يُظْهِرُالشِّبَعَ وَلَيْسَ بِشَبْعَانٍ، وَمَعْنَاهُ هُنَا اَنَّهُ يُظْهِرُاَنَّهُ حَصَلَ لَهُ فَضِيْلَةٌوَلَيْسَتْ حَاصِلَةً. "وَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ" اَيْ: ذِيْ زُوْرٍ، وَهُوَالَّذِيْ يُزَوِّرُعَلَى النَّاسِ، بِاَنْ يَتَزَيّٰ بِزِيِّ اَهْلِ الزُّهْدِاَوِالْعِلْمِ اَوِالثَّرْوَةِلِيَغْتَرَّبِهِ النَّاسُ وَلَيْسَ هُوَبِتِلْكَ الصِّفَةِ. وَقِيْلَ غَيْرُذٰلِكَ. وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ."

ترجمہ: "حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے کیا مجھے اس بات سے گناہ ہوگا کہ میں اس کے سامنے ظاہر کروں کہ مجھے خاوند کی طرف سے وہ کچھ ملتا ہے جو واقعتاً مجھے نہیں ملتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو چیز اس کو نہیں دی گئی اس کو جھوٹ موٹ کا اظہار کرنے والا جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔" (بخاری ومسلم)

اَلْمُتَشَبِّعُ: وہ شخص ہے جو سیر ہونے کا اظہار کرے حالانکہ وہ سیر نہیں ہوتا، یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا اظہار کرے کہ اسے خاص مقام حاصل ہے جب کہ وہ اس کو حاصل نہ ہو۔

ثَوْبَيْ زُوْرٍ: اصل میں "ثوبی ذی زور" ہے (مضاف محذوف ہے) اس سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کو جال میں

پھانسنے کے لئے خلاف واقعہ تاثر دیتا ہے کہ وہ زاہدوں والا یا علم والا یا مال دار والا لباس پہنتا ہے اور ان جیسی حالت بناتا ہے تا کہ لوگ اس کے دھوکہ میں آ جائیں، جب کہ وہ خوبیاں اس کے اندر موجود نہیں ہوں، بعض نے اس کے اور بھی معنی مراد لئے ہیں۔

لغات: ❖ المتشبع: تشبعتفعل سے جو بتکلف سیر ہونے کا اظہار کرے، مجرد میں یہ باب سمع سے ہے بمعنی سیر ہونا۔

تشریح: کلابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ: ”دو جھوٹ کے کپڑے پہننے والا ہو“ اس کا ایک مطلب تو مصنف نے بیان کر دیا ہے۔ بعض دوسرے محدثین نے اس کے کچھ اور بھی مطلب بیان کئے ہیں مثلاً: جھوٹ کے لباس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص کسی سے مانگا ہوا یا امانت کا لیا ہوا کپڑے کو پہنے اور ظاہر یہ کرے کہ یہ کپڑے خود اس کے ہیں، یا مطلب یہ ہے کہ عرب میں ایک شخص تھا جو محض اس لئے عمدہ اور نفیس کپڑے پہنتا تھا تا کہ لوگ اس کی عزت کریں، اور اگر وہ جھوٹی گواہی دے تو وہ اس کو جھوٹا نہ سمجھیں۔ (۱)

تو اس عورت کو ان لوگوں کے ساتھ تشبیہ دی جارہی ہے کہ حقیقت کچھ ہو اور وہ ظاہر کچھ اور کرے۔ اسی طرح سوکنیں بھی اپنی بابت ایک دوسرے کو غلط تاثر دینے کے لئے خلاف واقعہ باتیں نہ کریں کہ اس کے ذریعہ سے خاوند سے خصوصی قرب و محبت کا اظہار اور دعوی ہو، جب کہ ایسا نہ ہو، بلکہ اگر ایسا ہو بھی تو خاوند کی اس کوتاہی کی پردہ پوشی کریں تا کہ دوسری بیویوں کا آبگینہ جذبات پاش پاش نہ ہو۔

تخریج حدیث: صحیح بخاری، کتاب النکاح (باب التشبیع بمالم ینل)، و صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة (باب النهی عن التزویر فی اللباس).

نوٹ: راویہ حدیث حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۲۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ و تعلیق الصبیح و دلیل الفالحین ۴/۴۰۲

(۲۶۳) بَابُ بَیَانِ غِلَظِ تَحْرِیْمِ شَهَادَةِ الزُّوْرِ
جھوٹی گواہی دینے کی شدید حرمت کا بیان

جھوٹی بات کرنے سے بچو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ (سورة حج: ۳۰)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”اور تم جھوٹی باتوں سے بچو۔“

تشریح: "زور" کا معنی ہوتے ہیں: مڑ جانا، جھوٹی بات کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی حق سے منحرف اور مڑی ہوئی ہوتی ہے۔ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر ہے، یہ بات تین بار فرمائی اور پھر آیت: "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْاقَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِه" کی تلاوت فرمائی۔ حدیث میں اس کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے اور متعدد احادیث میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری وابن کثیر

جس چیز کی تحقیق نہ ہو اس چیز کے پیچھے مت پڑو

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ﴾

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔"

تشریح: آیت بالا کی وضاحت "باب تحریم الغیبة والامر بحفظ اللسان" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بغیر تحقیق کے نہ بات کی جائے اور نہ ہی بغیر تحقیق کے کسی پر الزام لگایا جائے۔ اگر کوئی بات کہنی ہے تو پہلے تحقیق کر لی جائے پھر بولا جائے۔

آدمی جو بھی بات کرتا ہے فرشتہ اس کو لکھ لیتا ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿مَايَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّالَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "انسان جو لفظ بھی بولتا ہے تو اس کے پاس ہی ایک نگران فرشتہ تیار ہوتا ہے۔"

تشریح: آیت بالا کی وضاحت "باب تحریم الغیبة والامر بحفظ اللسان" میں گزر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کو اپنی زبان کی حفاظت کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ آدمی اگر اچھی بات زبان سے کرتا ہے وہ بھی لکھ دی جاتی ہے اور اس کا بدلہ دیا جائے گا، اسی طرح اگر کوئی بری بات زبان سے نکالتا ہے تو اس کا بھی قیامت کے دن بدلہ دیا جائے گا، اور اسی زبان کی وجہ سے بہت سے لوگ جہنم میں جائیں گے، اس لئے احتیاط کے ساتھ آدمی کو بات کرنا چاہئے۔

تمہارا رب تمہارے گھات میں لگا ہوا ہے

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (سورۃ فجر: ١٤)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''تمہارا رب یقیناً گھات میں ہے۔''

تشریح: ''مرصاد'' اور ''مرصد'' عربی زبان میں انتظار کو کہتے ہیں جو کسی بلند مقام پر بیٹھ کر دور دور تک کے لوگوں کو دیکھ سکے اور ان لوگوں کے افعال و اعمال کی نگرانی کر سکے۔ آیت بالا کا مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ ہر انسان کے تمام اعمال اور حرکات کو دیکھ رہے ہیں اور عنقریب پھر سب کو ان کے کئے کی جزاء اور سزا دی جائے گی۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۸/۷۴۱

اللہ کے بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ﴾ (سورۃ فرقان: ٧٢)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔''

تشریح: شروع رکوع سے اللہ کے نیک بندوں کی حفاظت کا بیان ہے، ان میں یہ صفت نیک بندوں کی بیان کی جارہی ہے کہ وہ ایسی مجلسوں میں شرکت نہیں کرتے ہیں جس میں جھوٹ اور گناہ کی بات یا کام ہوتا ہے۔ آیت بالا کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ اور محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گانے بجانے کی مجلس ہیں۔ زہری اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مراد شراب پینے پلانے والوں کی محفلیں ہیں۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے لغو و باطل مجلس میں شرکت نہیں کرتے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ''یَشْھَدُوْنَ'' سے مراد گواہی ہے، مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جھوٹی گواہی کو اکبر الکبائر فرمایا ہے، علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ اس نے جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دی ہے تو اس کو چالیس کوڑوں کی سزا دینے کے ساتھ اس کا منہ کالا کر کے بازار میں پھرایا جائے اور اس کو رسوا کیا جائے اور اس کو عرصہ دراز تک جیل خانہ میں بھی بند کیا جائے۔ (۲)

(۱) تفسیر ابن کثیر (۲) تفسیر مظہری

سب سے بڑے چار گناہ ہیں

(۱۵۵۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ: "اَلاَ اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ؟ قُلْنَا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ. قَالَ: "اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ" وَکَانَ مُتَّکِئًا، فَجَلَسَ فَقَالَ: "اَلاَ وَ قَوْلَ الزُّوْرِ" فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا: لَیْتَہٗ سَکَتَ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کی بات نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا سنو اور جھوٹی بات پس آپ برابر یہ بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش آپ ﷺ خاموش ہوجائیں۔''

لغات: ❖عقوق: عق سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہیں قطع کرنا یعنی برا برتاؤ کرنا، نافرمانی کرنا۔

تشریح: بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ: ''بڑے گناہ'' علماء فرماتے ہیں کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں ① صغیرہ ② کبیرہ۔ ان کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں پر جہنم، غضب، لعنت، عذاب وغیرہ کی وعید فرمائی گئی ہو۔

ثلاثًا: آپ ﷺ کبھی کسی جملہ کو تین مرتبہ ارشاد فرماتے تھے۔ مقصد اس سے تاکید ہوتی تھی۔

اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ: شرک اور اس میں کفر بھی داخل ہے۔ شرک کو خصوصیت سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مرض عرب میں بہت زیادہ پھیلا ہوا تھا۔

وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ: عقوق عق سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہیں قطع کرنا یعنی برا برتاؤ کرنا، نافرمانی کرنا۔

شَھَادَۃُ الزُّوْرِ: زور غلط باتوں کو اس انداز میں پیش کرنا کہ سننے والا اس کو صحیح سمجھے، شہادت الزور کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی شہادت دی جائے تاکہ اس کے ذریعہ کسی کا ناحق مال یا جان تباہ و برباد ہوجائے، ظاہر ہے کہ شرک کے بعد بہت بڑا جرم ہے۔ اسی بات کو قرآن میں بھی بیان کیا گیا ہے:

① وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا.

② فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ.

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الشہادات (باب ماقیل فی الشھادۃالزور) و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب بیان الکبائرو اکبرھا).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبکرہ (نفیع بن الحارث) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(٢٦٤) بَابُ تَحْرِيمِ لَعْنِ اِنْسَانٍ بِعَيْنِهٖ اَوْ دَابَّةٍ

کسی متعین شخص یا جانور پر لعنت کرنے کے حرام ہونے کا بیان

مؤمن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے مترادف ہے

(١٥٥١) ﴿وَعَنْ اَبِىْ زَيْدٍ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ، كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ، عُذِّبَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِىْ مَالَا يَمْلِكُهٗ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوزید ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بیعت رضوان کے شرکاء میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ اسی طرح ہے جیسے اس نے کہا، جس شخص نے کسی چیز کے ساتھ اپنے آپ کو قتل کیا تو اس کو قیامت والے دن بھی اسی چیز کے ساتھ عذاب دیا جائے گا، اور آدمی پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے، اور مؤمن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے مثل ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قتل يقتل (ن) قتلاً الناس: قاتله قتالا وقيتالا ومقاتلة: جنگ کرنا، دشمنی کرنا۔

تشریح: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا: ''جو شخص جان بوجھ کر اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ اسی طرح ہے۔'' اس کی مثال ایسی ہوگی کہ اگر میں فلاں کام کروں تو میں یہودی، یا نصرانی ہوں، یا دین اسلام سے، یا پیغمبر اسلام سے بیزار ہوں، تو ظاہری مفہوم حدیث کا تو یہی ہے کہ اس طرح قسم کھانے سے اس نے حرام فعل کا ارتکاب کیا اور قسم توڑنے سے وہ یہودی و نصرانی ہوگیا، علماء فرماتے ہیں یہ بات بطور تہدید اور تنبیہ کے فرمائی گئی ہے یہ ایسا ہے جیسے کہ فرمایا گیا ہے۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ كَفَرَ، ''جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا۔''

اس قسم سے کافر تو نہیں ہوا مگر اس طرح کی قسم کھانا حرام تو ہوگا۔

اس طرح کی قسم پر کفارہ ہوگا یا نہیں؟

اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک کفارہ آئے گا، اور امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے

نزدیک اس پر کفارہ نہیں آئے گا، البتہ سخت گناہ گار ضرور ہوگا۔ (۱)

وَ لَيْسَ عَلٰى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيْ مَا لَا يَمْلِكُهُ آدمی پر اس نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے جس کا وہ مالک نہیں ہے۔ کوئی یہ قسم کھاتا ہے کہ فلاں آدمی صحتمند ہوگیا تو میں فلاں غلام کو آزاد کردوں گا، جب کہ وہ اس غلام کا مالک ہی نہیں ہے تو اب اس صورت میں اس نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔ اور اگر وہ اس طرح قسم کھائے کہ فلاں صحت مند ہوجائے تو فلاں غلام کو اگر میں نے خریدا یا میری ملکیت میں آجائے تو آزاد، تو اب صحت مندی کے بعد وہ غلام اس کی ملکیت میں آجائے گا تو وہ آزاد ہوجائے گا۔ (۲)

وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ: "مؤمن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے"، مطلب یہ ہے کہ کسی مؤمن پر لعنت کرنا یہ ایسا ہی جرم ہے جیسے کہ اس کو قتل کرنے کا جرم ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجنائز (باب ماجاء فی قاتل النفس)، وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه).

نوٹ: راوی حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱۳۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۳/۴۹۰

(۲) مرقاۃ

(۳) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۴/۴۰۵

سچا آدمی لعن طعن نہیں کرتا

(۱۵۵۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَنْبَغِیْ لِصِدِّيْقٍ اَنْ يَكُوْنَ لَعَّانًا﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی سچے آدمی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لعن طعن کرنے والا ہو۔" (مسلم)

لغات: ❖ کان: کان یکون کوناً وکیاناً وکینونة ـ الشیء: پیدا ہونا، واقع ہونا، پایا جانا، ہونا۔ کان افعال ناقصه میں سے ہے، مبتدا و خبر پر داخل ہوتا ہے، مبتداء کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اور خبر کو مبتداء کے لئے ثابت کرتا ہے اور مبتداء کو اسم کان کہا جاتا ہے۔

تشریح: لِصِدِّيْقٍ: یہ مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی بہت زیادہ سچا، یا صدیق اس شخص کو کہتے ہیں جس کے قول و فعل کے درمیان کوئی تضاد نہ ہو، صوفیاء کے نزدیک مقام صدیقیت یہ مقام نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ ہے، حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ

صدیق آدمی جو نبی کے بعد سب سے اعلیٰ درجہ پر فائز ہے، نبی کا کام تو یہ تھا کہ مخلوق کو اللہ کی رحمت سے بہرہ یاب کریں تو صدیق کا بھی یہی کام ہونا چاہئے، یہ نہ کرے کہ وہ کسی پر لعنت کرے (یعنی اللہ کی رحمت سے دور کرے)۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص لعنت کا مستحق بھی ہو تب بھی اس پر لعنت نہ کی جائے، کیونکہ وہ خدا کے نزدیک خود ہی ملعون ہے تو اس پر اب لعنت کرنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ (۱)

اَنْ يَكُوْنَ لَعَّاناً: لعانا، یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے، جس کے معنی ہوتے ہیں "بہت زیادہ لعنت کرنے والا"، مطلب یہ ہے کہ جو کبھی کبھار کسی پر لعنت کرے وہ حدیث بالا کی وعید میں داخل نہیں ہوگا، حدیث بالا کی وعید تو لعان پر ہے یعنی بہت کثرت سے لعنت کرنے والے پر ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البر (باب النهى عن لعن الدواب وغيرها)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عمر بن عامر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ وتعلیق الصبیح
(۲) مرقاۃ وتعلیق الصبیح وکذا مظاہر حق ۴/ ۴۵۸

لعنت کرنے والا قیامت کے دن شفاعت نہ کر سکے گا

(۱۵۵۳) ﴿وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: "لَا يَكُوْنُ اللَّعَّانُوْنَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لعن طعن کرنے والے قیامت کے دن نہ سفارشی ہوں گے اور نہ گواہ۔" (مسلم)

لغات: ❖ شهد: (س) شهودا. المجلس: حاضر ہونا۔ الشيء: معائنہ کرنا۔ اطلاع پانا۔

تشریح: محدثین فرماتے ہیں قیامت کے دن امت محمدیہ کے لوگ گذشتہ قوموں پر گواہ کی حیثیت سے پیش کئے جائیں گے، کہ جب وہ اپنے نبی پر انکار کریں گے کہ انہوں نے ہم کو اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا تو اس پر امت محمدیہ اللہ کے دربار میں گواہی دے گی کہ ان کے رسولوں اور پیغمبروں نے اپنی قوموں کو اللہ کے احکامات پہنچائے تھے، اسی کو قرآن کریم میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ (۱)

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ. "اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تا کہ تم اور لوگوں پر گواہ رہو۔"

اب حدیث بالا کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ بہت زیادہ لعنت کرنے والے ہوتے ہیں اور ان کی عادت ہی ہوتی ہے لعنت

کرنے کی، تو یہ لوگ قیامت کے دن گواہی اور شفاعت کی نعمت سے محروم کردیئے جائیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البر (باب النھی عن لعن الدواب وغیرھا)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابودرداء (عویمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۰۶ (۲) مظاہر حق ۴/۴۵۹ مرقاۃ

دوسرے کو بددعا نہ دو

(۱۵۵۴) ﴿وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَلَاعَنُوْابِلَعْنَةِ اللّٰهِ، وَلَابِغَضَبِهٖ، وَلَا بِالنَّارِ﴾. (رواہ ابوداؤد و الترمذی وقالا: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: "حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت اور اس کے غصہ اور جہنم کی آگ کے ساتھ لعن وطعن نہ کرو۔" ابوداؤد، ترمذی، ان دونوں نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

لغات: ❖ یلاعن. ملاعنة. لعن (ف) لعنا. فلاناً. لعنت کرنا۔ شرمندہ کرنا۔ گالی دینا۔ نیکی سے دور کرنا۔ دھتکارنا۔

تشریح: حدیث بالا میں ترغیب دی جارہی ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے حق میں بددعاء نہ کرے اور لعنت وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنا زیادہ سخت اور گناہ کی بات ہوگی، کوئی اپنے مسلمان بھائی کو ایسا نہ کہے کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہے، یا تجھ پر اللہ کا غصہ ہو، یا خدا کرے تم جہنم میں جاؤ، یا خدا کرے تم آگ میں جلو، اس طرح کہنا صرف ناجائز ہی نہیں بلکہ سخت گناہ بھی ہے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب فی اللعن)، وسنن الترمذی ابواب البر (باب ما جاء فی اللعنة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

مؤمن آدمی فضول گوئی نہیں کرتا

(۱۵۵۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَااللَّعَّانِ، وَلَاالْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِیِّ"﴾. (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا مؤمن طعنہ زنی کرنے والا اور لعنت کرنے اور فحش بکنے والا اور فضول گوئی اور زبان درازی کرنے والا نہیں ہوتا ہے۔“

لغات: ❖ الفحش. فحش (ک) فحشاً وفحاشةً. الامر. براہونا۔ الفاحش. قبیح۔ بدخلق۔ بہت بخیل۔ ہر وہ چیز جو حد سے بڑھ جائے۔ الفحش. قبیح قول یا فعل۔

تشریح: حدیث بالا میں مؤمن کامل کی صفات کو بیان کیا جارہا ہے کہ ایک مؤمن میں یہ یہ خوبیاں ہونی چاہئے کہ وہ طعنہ زنی نہ کرے، حسب نسب میں ہو یا غیبت یا بدگوئی کے ذریعہ سے، کسی بھی طرح سے وہ کسی دوسرے پر طعنہ زنی نہ کرے۔

وَلَا اللَّعَّانِ: ”لعنت کرنے والا نہ ہو“ کہ ہر ایک پر لعنت ہی کرتا رہتا ہو، مگر یہ کہ کبھی کبھار کرے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوگا۔

وَ لَا الْفَاحِشِ: اپنے قول وفعل سے بے حیائی کا ارتکاب کرنے والا نہ ہو۔ (۱)

وَلَا الْبَذِيِّ: زبان دراز قسم کا آدمی نہ ہو، بعض علماء نے اس میں فضول باتیں کرنے والے کو بھی داخل کیا ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه الترمذی فی ابواب البر (باب ماجاء فی اللعنة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۴/۲۰۶

لعنت کبھی لعنت کرنے والے ہی پر اترتی ہے

(۱۵۵۶) ﴿وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ”اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَیْئاً، صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ اِلَی السَّمَاءِ، فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ اِلَی الْاَرْضِ، فَتُغْلَقُ اَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ یَمِیْناً وَشِمَالاً، فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغاً رَجَعَتْ اِلَی الَّذِیْ لُعِنَ، فَاِنْ كَانَ اَهْلاً لِذٰلِکَ وَ اِلَّا رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِهَا﴾ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے لیکن اس کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو اس کے بھی دروازے اس پر بند کردیئے جاتے ہیں، پھر دائیں اور پھر بائیں جانب جاتی ہے، پھر جب کوئی گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہوتی ہے، پس اگر وہ چیز اس لعنت کا مستحق ہوتی ہے (تو اس پر اترتی ہے) ورنہ وہ لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔“ (ابوداؤد)

لغات: ❖ تأخذ اخذ (ن) اخذاً وتأخاذاً: لینا۔ وبہ: پکڑنا۔ یصعد: صعد (س) صعوداً و صعداً و صعداً: چڑھنا فی السلم: سیڑھی پر چڑھنا۔ متعدی چڑھانا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو وہ فوراً جس پر لعنت کی گئی ہے اس پر نہیں اترتی بلکہ وہ ادھر ادھر ہو کر باہر نکلنا چاہتی ہے، اور جب اس کو کسی بھی جگہ راستہ نہیں ملتا تو وہ آخر کار اس پر متوجہ ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ اس لعنت کا سزاوار ہو، اور اگر وہ اس لعنت کا مستحق نہیں ہوتا تو پھر وہ لعنت لوٹ کر اسی شخص پر واقع ہو جاتی ہے جس نے لعنت کی ہے، تو حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ جب تک یقینی طور سے معلوم نہ ہو کہ فلاں شخص لعنت کا واقعی مستوجب ہے اس پر لعنت نہ کی جائے۔

تخریج حدیث: سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب فی الطعن).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابودرداء (عویمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۷۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے لعنت کی ہوئی اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیا

(۱۵۵۷) ﴿وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ وَامْرَأَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى نَاقَةٍ فَضَجِرَتْ، فَلَعَنَتْهَا، فَسَمِعَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "خُذُوْا مَا عَلَيْهَا، وَدَعُوْهَا؛ فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ" قَالَ عِمْرَانُ: فَكَاَنِّيْ اَرَاهَا الْاٰنَ تَمْشِيْ فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا اَحَدٌ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کسی سفر پر تھے اور ایک انصاری عورت اونٹنی پر سوار تنگ دل ہو گئی، تو اس نے اس پر لعنت کی، تو آپ ﷺ نے اس سے سن لیا، فرمایا: اس اونٹنی پر جو سامان ہے وہ اتار لو، اور اسے چھوڑ دو، اس لئے کہ اس پر لعنت کی گئی ہے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پس گویا میں اب بھی اس اونٹنی کو دیکھ رہا ہوں وہ لوگوں کے درمیان چل رہی ہے، کوئی اس سے تعرض نہیں کر رہا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ أراها: رأى یری رأیا ورؤیة وإراءة ورئیانا: بصارت یا بصیرت سے دیکھنا۔ یری کی اصل یرأی ہے اور اصل کا استعمال نادر ہی ہوتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی حیوانات پر بھی لعنت نہ کرے، یہ بھی گناہ ہے اور اگر حیوان سے کچھ ضرر اور

نقصان پہنچے تو صبر سے کام لینا چاہئے اور اس کے معاملے میں احسان سے کام لینا چاہیے، چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے۔ (۱)

تخریج حدیث: صحیح مسلم کتاب البر (باب النهی عن لعن الدواب و غیرها).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

جس اونٹنی پر لعنت کی گئی آپ ﷺ نے اس کو اپنے ساتھ رکھنے سے منع فرما دیا

(۱۵۵۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ بَرْزَةَ نَضْلَةِ بْنِ عُبَیْدِ نِ الْاَسْلَمِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: بَیْنَمَا جَارِیَةٌ عَلٰی نَاقَةٍ عَلَیْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ اِذْبَصُرَتْ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَ تَضَایَقَ بِهِمُ الْجَبَلُ، فَقَالَتْ: حَلْ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْهَا. فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَیْهَا لَعْنَةٌ"﴾

رواه مسلم. قوله: "حل" بفتح الحاء المهملة، واسکان اللام، و هی کلمة لزجر الابل.

وَاعْلَمْ اَنَّ هٰذَا الْحَدِیْثَ قَدْ یُسْتَشْکَلُ مَعْنَاهُ وَ لَا اِشْکَالَ فِیْهِ، بَلِ الْمُرَادُ النَّهْیُ أَنْ تُصَاحِبَهُمْ تِلْکَ النَّاقَةُ، وَ لَیْسَ فِیْهِ نَهْیٌ عَنْ بَیْعِهَا وَ ذَبْحِهَا وَ رُکُوْبِهَا فِیْ غَیْرِ صُحْبَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، بَلْ کُلُّ ذٰلِکَ وَ مَا سِوَاهُ مِنَ التَّصَرُّفَاتِ جَائِزٌ، لَا مَنْعَ مِنْهُ اِلَّا مِنْ مُصَاحَبَتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، لِاَنَّ هٰذِهِ التَّصَرُّفَاتِ کُلَّهَا کَانَتْ جَائِزَةً، فَمُنِعَ بَعْضٌ مِنْهَا، فَبَقِیَ الْبَاقِیْ عَلٰی مَا کَانَ. والله اعلم.

ترجمہ: ''حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک نوجوان لڑکی ایک اونٹنی پر سوار تھی، اس پر لوگوں کا کچھ سامان تھا، اچانک اس نے نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھا اور لوگوں پر پہاڑ تنگ ہوگیا، اس لڑکی نے کہا "حل" (تیز چل) اے اللہ! اس پر لعنت فرما، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ اونٹنی ہمارے ساتھ نہ رہے جس پر لعنت ہو۔'' (مسلم)

حل: حاء پر زبر اور لام ساکن۔ یہ لفظ اونٹ کے ڈانٹنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ بات جاننا چاہیے کہ اس حدیث کے مفہوم میں اشکال پیش کیا جاتا ہے حالانکہ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، بلکہ مراد اس امر کی ممانعت ہے کہ یہ اونٹنی ان کے ساتھ نہ رہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی صحبت کے علاوہ اس کا بیچنا، ذبح کرنا اور اس پر سوار ہونا منع ہے، بلکہ یہ تمام کام اور اس کے سوا دیگر تصرفات بھی جائز ہیں، اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ صرف اس کا

ساتھ رہنا نبی کریم ﷺ کے صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ سارے تصرفات جائز ہیں۔ ان میں سے بعض (ایک) کی ممانعت کردی گئی پس باقی صورتیں جائز رہیں گی جیسا کہ پہلے تھیں۔ (واللہ اعلم)

لغات: ❖ قائما: قام يقوم قوماوقومة و قياماً و قامةً: کھڑا ہونا۔ ٹھہرنا۔ اقام يقيم إقامة. از افعال معنی قیام کرنا اور باب تفعیل سے تقویم معنی درست کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں بعض لوگوں کو یہ اشکال پیش آیا کہ اونٹنی کو ایسے ہی کیوں چھوڑ دیا گیا کہ نہ اس پر سواری کا کام لیا گیا اور نہ باربرداری کا، یہ تو ایسا ہوگیا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ جانور کو بتوں کے نام پر چھوڑتے تھے کہ اس پر پھر کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا۔

جواب: اس اونٹنی کو تو صرف آپ ﷺ نے اپنے ساتھ رکھنے پر منع فرمایا تھا، ورنہ بعد میں اس پر سواری کرنا، اس کا بیچنا اور ذبح کرنا، گوشت کھانا سب جائز تھا۔ اور جہاں پر بتوں کے نام پر جانور چھوڑنے کی بات ہے اس پر تو پھر کبھی بھی کوئی سواری نہیں کرتا تھا اور نہ اس کو بیچتے تھے اور نہ اس کا گوشت کھاتے تھے، سب کو حرام سمجھتے تھے۔

تخریج حدیث: صحيح مسلم كتاب البر (باب النهي عن لعن الدواب وغيرها).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو برزۃ نضلہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(٢٦٥) بَابُ جَوَازِ لَعْنِ بَعْضِ اَصْحَابِ الْمَعَاصِیْ غَیْرَ الْمُعَیَّنِیْنَ

معین نام لئے بغیر گناہ کرنے والوں پر لعنت کرنے کے جائز ہونے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾ (سورة هود: ١٨)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

تشریح: اللہ پر جھوٹ بولنا ظلم ہے۔ اس ظلم کی پاداش میں جو خوفناک عذاب کافروں اور منافقوں کو گھیرے ہوئے ہوگا آیت بالا میں اس کے ہیبت ناک ہونے کو بیان کیا جارہا ہے کہ ان پر لعنت دنیا میں بھی ہوگی۔ صحیح بخاری کی روایت میں اس آیت کی تفسیر اس طرح آتی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک مؤمن سے اس کے گناہوں کا اقرار واعتراف کروائیں گے کہ تجھے معلوم ہے کہ تو نے فلاں گناہ بھی کیا تھا، فلاں بھی کیا تھا؟ وہ مومن کہے گا کہ ہاں ٹھیک ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے ان گناہوں پر دنیا میں بھی پردہ ڈالے رکھا تھا، جا آج بھی انہیں معاف کرتا ہوں، مگر کافروں کو گواہوں کے سامنے پکارا جائے گا اور گواہ یہ گواہی دیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا (پھر ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا)۔ (۱)

(۱) بخاری شریف تفسیر سورۃ ہود

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورة الاعراف: ٤٤)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''پس ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

تشریح: آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جب جنت والے جنت میں پہنچ جائیں گے اور پھر جنت والے جہنم والوں کو پکاریں گے اور ان سے کہیں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس وعدہ کو سچا پایا، تم بتاؤ کہ تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو سچا پایا یا نہیں؟ اس پر اہل جہنم جواب میں کہیں گے ہاں، ہم نے واقعی سب باتیں اللہ اور اس کے رسول کی سچی پالی، پھر اس وقت میں اعلان ہوگا جو آیت بالا میں بیان کیا جارہا ہے کہ ایک فرشتہ جنت والوں کی خوشی کو بڑھانے اور جہنم والوں کی حسرت میں اضافہ کرنے کے لئے یہ اعلان کرے گا کہ اللہ جل شانہ کی لعنت ہو ظالموں پر۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت طاؤس رحمہ اللہ ہشام بن عبد المالک کے پاس گئے اور فرمایا: اللہ سے ڈرو اور ڈرو اعلان کے دن سے۔ اس پر ہشام نے پوچھا کہ اعلان کا دن کون سا ہے؟ تو حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے آیت بالا: فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ، پڑھی، اس کو سن کر ہشام بن عبد الملک بے ہوش ہوگئے، حضرت طاؤس رحمہ اللہ نے فرمایا یہ تو صرف دنیا کی بات ہے اور جب مشاہدہ ہوگا تو پھر کیا حال ہوگا۔ (۱)

(۱) روضۃ المتقین ۶۰/۴

﴿وَثَبَتَ فِى الصَّحِيْحِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَ الْمُسْتَوْصِلَةَ" وَاَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ آكِلَ الرِّبَا" وَاَنَّهُ لَعَنَ الْمُصَوِّرِيْنَ وَاَنَّهُ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ" اَىْ حُدُوْدَهَا وَاَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ" وَاَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ" "وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ" وَاَنَّهُ قَالَ: مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثاً اَوْ آوٰى مُحْدِثاً، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" وَاَنَّهُ قَالَ: "اَللّٰهُمَّ الْعَنْ رِعْلاً وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ؛ عَصَوُا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ" وَهٰذِهٖ ثَلَاثُ قَبَائِلَ مِنَ الْعَرَبِ. وَاَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" وَاَنَّهُ قَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ﴾

وَ جَمِيعُ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ فِي الصَّحِيحِ، بَعْضُهَا فِي صَحِيحَي الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ، وَ بَعْضُهَا فِي اَحَدِهِمَا، وَاِنَّمَا قَصَدْتُ الْاِخْتِصَارَ بِالْاِشَارَةِ اِلَيْهَا، وَسَاَذْكُرُ مُعْظَمَهَا فِي اَبْوَابِهَا مِنْ هٰذَا الْكِتَابِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

ترجمہ: ”اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (۱) ان عورتوں پر لعنت ہے جو دوسروں کے بال کو اپنے بالوں سے ملاتی ہیں، (۲) اور اس پر بھی جو کسی دوسری عورت سے بال ملوائے، (۳) اور آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سود خور پر لعنت فرمائے، (۴) اسی طرح آپ ﷺ نے تصویر کھینچنے والوں پر لعنت فرمائی، (۵) اور اسی طرح فرمایا: اللہ کی لعنت ہو جس نے زمین کی حدوں میں ردوبدل کیا، (۶) اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو انڈے کی چوری کرتا ہے، (۷) اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو والدین پر لعن وطعن کرے، (۸) اور اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو اللہ کے سوا کسی اور کے لئے جانور کو ذبح کرے، (۹) اور فرمایا: جو مدینے میں کوئی بدعت ایجاد کرے، یا کسی بدعتی کو پناہ دے پس اس پر بھی اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، (۱۰) اور فرمایا: اے اللہ! رعل، ذکوان اور عصیہ قبیلوں پر لعنت فرما، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، یہ تینوں عرب کے قبیلے ہیں اور، (۱۱) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے، انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا، (۱۲) اور آپ ﷺ نے ان مردوں پر بھی لعنت کی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔“

یہ تمام الفاظ احادیث صحیحہ میں ہیں، ان میں سے بعض تو صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں میں ہیں، اور بعض ان میں سے کسی ایک میں ہیں، میں نے ان کی طرف اشارہ کرنے میں اختصار سے کام لیا ہے۔ اور احادیث کا اکثر حصہ اس کتاب کے مختلف ابواب میں ذکر کروں گا ان شاء اللہ۔

(٢٦٦) بَابُ تَحْرِيمِ سَبِّ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ

مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے

مؤمنوں اور مؤمنات کو تکلیف پہنچانا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّ

اِثْماً مُّبِيناً﴾ (سورة احزاب: ۵۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔''

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو بغیر کسی وجہ شرعی کے ایذا دینا حرام ہے یہ آیت بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کے ارشادات سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ [۱] جس میں سے معروف و مشہور ایک حدیث یہ بھی ہے:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ وَالْمُؤمِنُ مَنْ اَمِنَهُ النَّاس عَلٰى دِمَائِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ. [۲]

''مسلمان تو صرف وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے سب محفوظ ہوں کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور مؤمن تو صرف وہی ہے جس سے لوگ اپنے خون اور مال کے معاملہ میں محفوظ اور مامون ہوں۔''

---

(۱) قرطبی ۷/۲۴۰

(۲) ترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۷/ ۲۳۸ کو دیکھیں۔

مسلمان کو گالی دینا فسق اور قتل کرنا کفر ہے

(۱۵۵۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰه تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفْرٌ''﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا گناہ اور (اس کو جان بوجھ کر) قتل کرنا کفر ہے۔''

لغات: ❖ سباب: سبه (ن) سباً و سببيى: سخت گالی دینا، مقعد میں نیزہ مارنا (سباً) الحبل: رسی کو کاٹنا، سابه مسابة و سباباً گالی دینا۔

تشریح: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کی اللہ کے نزدیک اتنی عظمت اور حرمت ہے کہ اس کو برا بھلا کہنے کو اللہ نے گناہ فرمایا ہے۔

مسلمان کو قتل کرنا کفر ہے اس کا مطلب

وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ: مسلمان کو قتل کرنا کفر ہے۔ یہاں پر کفر سے مجازی معنی مراد ہے، اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی نے کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو گیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ اور حرمت میں قتل کرنا کفر

کرنے کے مشابہ ہے، اس جملہ سے قتل کرنے کے گناہ کو واضح کرنا مقصود ہے، یا بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا انتہائی سنگین جرم ہے اور یہ قتل کرنے والا اپنے اسلام کے کامل ہونے کی نفی کرتا ہے گویا کہ کفر سے مراد یہاں پر کمال اسلام کی نفی ہے اس کی مثال جیسے کہ دوسری روایت میں ہے کہ ''المسلم من سلم المسلمون الخ'' کہ کامل مسلمان وہ ہے جس سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ یا کفر سے اگر حقیقی معنی مراد ہوں کہ قتل کرنے والا حقیقتاً کافر ہوجاتا ہے، یہ اس صورت پر محمول ہوگا جب کہ وہ مسلمان کے قتل کرنے کو حلال اور مباح سمجھ کر محض اس کے اسلام کی وجہ سے قتل کرے تو اس صورت میں قتل کرنے والا حقیقتاً کافر بن جائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الادب (باب ما ینهی من السباب واللعن) وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم سباب المسلم فسوق) واحمد ۲/۳٦٤٧، والترمذی والنسائی وابن ماجه وابن حبان ٥٩٣٩، والحمیدی ١٠٤ وهکذا فی البیهقی ٨/٢٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، نزہۃ المتقین، وروضۃ المتقین ۴/۶۱

کسی مسلمان کو فسق یا کفر کی تہمت لگانا حرام ہے

(١٥٦٠) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ''لَا یَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفِسْقِ اَوِ الْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْهِ، اِنْ لَمْ یَکُنْ صَاحِبُهٗ کَذٰلِکَ''﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فسق یا کفر کی تہمت نہ لگائے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ ہوا تو یہ تہمت لگانے والے کی ہی طرف لوٹ آتی ہے۔''

لغات: ❖ کفر (ن) کَفَراً و کُفُراً۔ الشیء: چھپانا، کہا جاتا ہے کفر درعه بثوبه: اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا (کُفْرًا و کُفُراً و کُفُوْراً و کُفراناً) ایمان کی ضد۔ بالخالق: نفی کرنا (کفراً و کفوراً و کفراناً) بِنِعَمِ اللّٰهِ ناشکری کرنا بکذا: بیزار ہونا۔ کافر مکافرة۔ فلاناً حقه: انکار کرنا۔ اکفر: طاعت اور ایمان کے بعد گناہ اور کفر اختیار کرنا۔ الرَّجُلَ: کافر کہنا، کفر کی طرف منسوب کرنا، کافر بنانا، کفر کرنے پر مجبور کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو نہ تو فاسق کہا جائے اور نہ ہی اس کو کافر کہا جائے کیونکہ اگر کسی نے کسی

مسلمان کو فاسق کہا اور حقیقتاً وہ فاسق بھی نہیں تو اب کہنے والا خود فاسق ہوجائے گا، نیز اسی طرح اگر کسی مسلمان نے کسی کو کافر کہا اور وہ حقیقتاً کافر نہیں ہے بلکہ مؤمن ہے تو اب کہنے والا خود کافر ہوجائے گا۔ یہ حقیقتاً ایسا نہیں ہوجاتا بلکہ کہنے کی حرمت اور اس کے جرم کو بیان کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الادب (باب ماينهي عن السباب واللعن)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر (جندب بن جنادہ) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ومفہوم روضۃ المتقین ۴/۶۲ و ۶۳

جو گالی دینے میں ابتدا کرے گا اس کو دوسرے کے گالی دینے کا بھی گناہ ملے گا

(۱۵۶۱) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُتَسابَّانِ مَا قَالاَ، فَعَلَی الْبَادِیْ مِنْهُمَا حَتّٰی یَعْتَدِیَ الْمَظْلُوْمُ" ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں گالی دینے والے دو شخص جو کچھ ایک دوسرے کو کہیں گے اس کا گناہ ابتداء کرنے والے کو ہوگا یہاں تک کہ مظلوم زیادتی کرے۔" (مسلم)

لغات: ❖ اَلْمَظْلُوْم: (اسم مفعول) ظلم (س) ظَلْماً واَظْلَمَ اللَّیْلُ: رات کا تاریک ہونا، اظلم الله الليل: رات کو تاریک کرنا۔ اظلم الرجل: تاریکی میں داخل ہونا، مظلوم ہونا۔ ظلم (ض) ظُلْماً و ظَلْماً و مَظْلِمَةً: بے موقع رکھنا۔ ہ: ظلم کرنا۔ حقہ: گھٹانا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر دو شخص آپس میں گالم گلوچ کرنے لگیں اور خوب ایک دوسرے کو سخت گالی اور بدکلامی کرنے لگیں تو اب اس کا گناہ اس کو ہوگا جس نے ابتداء گالم گلوچ شروع کی، اسی وجہ سے یہ ظالم بھی کہلائے گا اور دوسرا شخص مظلوم۔

لیکن حدیث کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ دوسرا شخص جو مظلوم تھا اس نے گالی گلوچ میں زیادتی کردی اور حد سے تجاوز کرگیا اور ابتداء کرنے والے نے جو ایذا دی تھی دوسرے نے اس کی نسبت زیادہ ایذا پہنچادی تو اب ابتداء کرنے والے سے زیادہ دوسرے کو گناہ ہوگا۔ (۱) اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ آدمی بدلہ لینے کے بجائے معاف کردے اور صبر اور عفو سے کام لے یہ بہتر ہے۔ (۲)

جیسے قرآن میں ہے "ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور" جو صبر کرے اور معاف کردے یہ اولو العزم

کاموں میں سے ہے، اسی طرح سے حدیث میں آتا ہے جو معاف کرتا ہے اللہ اس کی عزت کو بڑھا دیتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب البر (باب النهى عن السباب) والبخارى فى الادب المفرد ٤٢٣، وابن حبان ٥٧٢٩ و هكذا فى البيهقى ١٠/٢٣٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ وہکذا فی مظاہر حق ۴/۷۵۴ ونزہۃ المتقین
(۲) نزہۃ المتقین
(۳) دلیل الفالحین ۴/۴۱۴

کسی کو یہ مت کہو کہ اللہ تجھے رسوا کرے

(١٥٦٢) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ قَالَ: "اِضْرِبُوْهُ" قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ: فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ، وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ، وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: أَخْزَاكَ اللّٰهُ، قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا هٰذَا، لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شرابی آدمی لایا گیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اسے مارو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پس ہم میں سے کوئی اسے اپنے ہاتھ سے، کوئی اپنے جوتے سے اور کوئی اپنے کپڑے سے مارتا تھا۔ جب وہ پٹائی ہونے کے بعد جانے لگا تو لوگوں میں سے کسی نے کہا اللہ تجھے رسوا کرے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح مت کہو، اس کے خلاف شیطان کی مددمت کرو۔'' (بخاری)

لغات: ❖ بنعله: نعل (ف) نعلاً ۔ القوم: جوتے دینا (نَعَلَ وَنَعَّلَ وَ اَنْعَلَ) الدابة: نعل لگانا۔ نعل (س) نعلاً: جوتا پہننا۔ تنعل وانتعل: جوتا پہننا۔ الثوب. روندنا، اور کہا جاتا ہے "انتعل الارض" اس نے پیدل سفر کیا۔ النعل (مصدر) جوتا، ہر وہ چیز جس سے قدم کو بچایا جائے۔

تشریح:

شرابی کو اسی کوڑے مارے جائیں گے

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن وسنت کے حکم اور اجماع امت کے مطابق شراب حرام ہے اور جو شخص شراب پیئے گا اس کو حد جاری ہوگی اور حد اسی (۸۰) کوڑے ہیں اور اِسی اَسی کوڑے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تمام صحابہ کا اتفاق بھی ہوگیا تھا جیسے روایت میں آتا ہے: عن السائب بن يزيد قال: كان يوتى بالشارب على عهد

رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ومدة ابى بكر وصدراً من خلافة عمر، فنقوم عليه بأيدينا ونعالنا وارديتنا، حتى كان آخر أمر عمر رضى الله تعالىٰ عنه، فجلد أربعين حتى إذا عتوا، وفسقوا جلد ثمانين.[۱]

"حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں اور حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت کے ابتدائی دور میں جب کوئی شراب پینے والا لایا جاتا تو ہم اٹھ کر اپنے ہاتھوں اور اپنے جوتوں اور اپنی چادروں سے کوڑے بنا کر اس کی پٹائی کرتے یہانتک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے آخری دور میں چالیس کوڑے مارنے کی سزا دینے لگے لیکن جب شراب پینے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور سرکشی بڑھ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی (۸۰) کوڑوں کی سزا متعین کردی۔

لَا تُعِينُوْا عَلَيْهِ الشَّيطَانَ: اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ اس جملہ کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آدمی کو بد دعا دے تو اب اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل اور رسوا کردے گا تو اس پر شیطان کا تسلط ہوجائے گا اور اس بد دعا کی وجہ سے وہ گناہوں پر اصرار کرے گا، یہ اصرار کرنا اللہ کے غضب کا سبب ہوگا اس لئے کسی کو بد دعا دینا گویا کہ اس کے لئے شیطان کے بہکانے میں مددگار ہونا ہے۔[۲]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الحدود (باب مايكره من لعن شارب الخمر) واحمد ۷۹۹۱/۳ وابن حبان ۵۷۳ وهكذافى البيهقى ۳۱۲/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) بخاری

(۲) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۳/ ۶۳۷، روضۃ المتقین ۴/ ۶۴

کوئی کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائے اگرچہ وہ اس کا غلام ہی کیوں نہ ہو

(۱۵۶۳) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ بِالزِّنٰى يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ كَمَا قَالَ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے غلام یا باندی پر بدکاری کی تہمت لگائے گا تو قیامت کے دن اس کے لگانے والے پر حد قائم کی جائے گی مگر یہ کہ وہ غلام یا باندی ایسا ہی ہو جیسا اس نے کہا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قذف: قذف (ض) قذفا: قے کرنا۔ الملاح: چپو سے کشتی چلانا قذف بقوله: بغیر سمجھے بوجھے بک دینا ـقذفه بكذا: تہمت لگانا، کہا جاتا ہے "هم بين حاذف وقاذف" وہ لوگ ڈھیلا پھینکنے والے اور لاٹھی مارنے والے کے

درمیان ہیں۔ الرجل: تہمت لگانا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جو آقا دنیا میں اپنے غلام یا باندی پر زنا کی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں تا کہ ان پر حد جاری ہوجائے اور ان پر وہ حد بھی لگوادیتے ہیں تو یہ مالک اپنے محکومین پر دنیا میں یہ ظلم تو کر لیتے ہیں مگر قیامت کے دن جب اللہ کا انصاف بے لاگ ہوگا تو ایسے آقا جنہوں نے اپنے غلاموں پر ظلم کیا ہوگا تو اب قیامت کے دن ان کو سزا دی جائے گی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الحدود (باب قذف العبد) و صحيح مسلم كتاب الايمان (باب التغليظ على من قذف مملوكه بالزنى) واحمد ۹۵۷۲/۳ وهكذا فى الترمذى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۲٦۷) بَابُ تَحْرِيْمِ سَبِّ الْاَمْوَاتِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَ مَصْلَحَةٍ شَرْعِيَّةٍ

مُردوں کو ناحق اور کسی شرعی مصلحت کے بغیر گالی دینا حرام ہے

"وَهُوَ التَّحْذِيْرُ مِنَ الْاِقْتِدَاءِ بِهٖ فِيْ بِدْعَتِهٖ وَ فِسْقِهٖ وَ نَحْوِ ذٰلِكَ، وَفِيْهِ الْاٰيَةُ وَالْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهٗ."

ترجمہ: "مصلحت شرعی کا مقصد یہ ہے کہ کسی بدعتی اور فاسق وغیرہ کی بدعت اور فسق وغیرہ میں اقتداء کرنے سے لوگوں کو بچانا اور اس میں وہی آیات اور احادیث ہیں جو ماقبل کے باب میں گذر چکی ہیں۔"

تشریح: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے، اصل میں ایک حدیث میں آتا ہے کہ اپنے مرنے والوں کو برا مت کہو تو اس سے یہ صورت خارج ہے کہ اگر مرنے والے نے کوئی بدعت جاری کی ہو یا کوئی گناہ کیا ہو تو اس صورت میں اس مردے کو کچھ نہ کہیں گے تو لوگ اس بدعت کو اور اس گناہ کو اچھا سمجھنے لگیں گے تو اس پر علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اس صورت میں لوگوں پر یہ بات ظاہر کردینا چاہئے کہ وہ فلاں بدعت اور فلاں گناہ میں مبتلا تھا تا کہ لوگ اس بدعت اور گناہ سے بچ سکیں۔

مُردوں کو برا بھلا مت کہو

(۱۵٦٤) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ، فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَاقَدَّمُوْا"﴾ (رواه البخارى)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مردوں کو برا بھلا مت کہو اس لئے کہ انہوں نے جو عمل آگے بھیجا ہے وہ اس کو پہنچ گئے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ اَلْاَمْوَاتُ: جمع ہے المیت کی۔ مات یموت موتاً: مرنا، ماتت الریح: ہوا کا رک جانا، مات یموت مواتاً و موتانا۔ المکان: ویران ہونا جمع (اموات، موتی و میتون)

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے جانے کے بعد مردے کو برا بھلا نہیں کہنا چاہئے کیونکہ اگر اس نے اچھے اعمال کئے ہیں تو اب اس کا بدلہ اس کو اچھا مل جائے گا اور اگر برے اعمال کئے ہیں تو اب اس کو اس کی سزا مل جائے گی، زندوں کو اس کے بارے میں برا کہنے کی ضرورت نہیں، خاص کر کے کسی کا نام لے کر برا کہا جائے یہ مسلمان کے لئے تو بالکل جائز نہیں یہ تو صرف ان لوگوں پر جائز ہوگا جن کا کفر پر مرنا یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہو مثلاً ابوجہل، ابولہب وغیرہ۔ [1] مگر عنوان والی صورت اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجنائز (باب ماینهی عن سب الاموات) و کتاب الرقاق (باب سکرات الموت) واحمد ۹/ ۲۵۵۲۵ والنسائی و الدارمی ۲۰۱۱ و کذافی البیهقی ۷۵/٤۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۴۱۶

---

(۲٦۸) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِیْذَاءِ

کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچانے کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَاناً وَّاِثْمًا مُّبِیْناً''﴾ (سورہ احزاب: ۵۸)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے، جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔''

تشریح: تمام صحابہ کو ایذا دینا گویا کہ نبی کو ایذا دینا ہے

یہ آیت اس سے پہلے ''کتاب المامورات باب التحذیر من ایذاء الصالحین'' میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت بالا اگر چہ مفسرین کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی کہ جن لوگوں نے ان پر تہمت لگائی

تھی، انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا کام کیا ہے۔

اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ آیت بالا کا نزول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہوا کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گالی دی اس نے گویا آپ ﷺ کو تکلیف پہنچائی۔ (۱)

جمہور مفسرین کے نزدیک تمام ہی صحابہ اس میں داخل ہیں جیسے کہ ایک روایت میں فرمایا گیا کہ ڈرو، ڈرو میرے صحابہ کے معاملے میں اللہ سے، کہ میرے بعد ان کو ملامت کا نشانہ مت بناؤ اور جو شخص ان سے محبت رکھے گا وہ میری محبت کے ساتھ ان سے محبت رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھے گا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ناراض کیا اور جس نے اللہ کو ناراض کیا اس کو اللہ عنقریب عذاب میں ڈالیں گے۔ (۲)

(۱) تفسیر مظہری ۹/۴۳۱
(۲) رواہ الترمذی

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں

(۱۵٦۵) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَاقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ، وَالْمُهَاجِرُمَنْ هَجَرَ مَانَهَى اللّٰهُ عَنْهُ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔“ (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ هجر: هجره (ن) هجراًوهجراناً قطع تعلق کرنا، چھوڑنا هجرالشیء: ترک کرنا، اعراض کرنا زوجه: بغیر طلاق دیئے ہوئے الگ ہونا۔ هاجر مهاجرة۔ من البلد و عنه: ہجرت کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کی تشریح "باب تحریم الظلم" میں گذر چکی ہے۔ حدیث بالا میں کامل مسلمان کی علامت بیان کی جارہی ہے کہ کامل مسلمان وہ ہوتا ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔

اسی طرح اصلی مہاجر تو وہ ہے جو اللہ کے لئے اپنے وطن اور اقارب و رشتہ داروں کو چھوڑ کر ایسی جگہ پر ہجرت کر جائے جہاں پر وہ آسانی سے اپنے رب کی عبادت کر سکے۔ اور وہ شخص بھی مہاجر ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق نافرمانی والے کاموں کو

چھوڑ دے کیونکہ اصل معنی ہجرت کے چھوڑنے کے اور ترک کرنے کے آتے ہیں تو وطن کو چھوڑ دے یا گناہوں کو چھوڑ دے، دونوں کو ہجرت کرنے والا کہا جائے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الايمان (باب المسلم من سلم المسلمون) وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان تفاضل الاسلام)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے آدمی جنت کے قریب ہوجاتا ہے

(١٥٦٦) ﴿وَ عَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ، وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهٖ مَنِيَّتُهٗ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَ لْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِیْ يُحِبُّ أَنْ يُؤْتٰی اِلَيْهِ"﴾ (رواه مسلم)

وَهُوَ بَعْضُ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ سَبَقَ فِیْ بَابِ اِطَاعَةِ وُلَاةِ الْاُمُوْرِ.

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ وہ جہنم سے دور اور جنت میں داخل کردیا جائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“ (مسلم)

اور یہ ایک لمبی حدیث کا حصہ ہے جو پہلے ”باب اطاعة ولاة الامور“ میں گذر چکی ہے۔

لغات: ❖ يُزَحْزَحَ: بمعنی: دور ہونا، ہٹنا، زحزحه ۔ عن مكانه: دور کرنا، ہٹانا۔ الزحزح: دوری، کہا جاتا ہے ”هوبزحزح منه“ وہ اس سے دوری پر ہے۔

تشریح: حدیث بالا ”باب وجوب إطاعة ولاة الامر فی غیرمعصیة“ میں گذر چکی ہے۔ بہر حال حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ موت کا کوئی پتہ نہیں کہ کب آجائے تو اس لئے انسان کو کسی وقت میں بھی ایمان کے تقاضوں اور عمل صالح سے غافل نہیں ہونا چاہئے تاکہ جب بھی اس کی موت آئے تو ایمان کی حالت میں آئے، یہی بات قرآن کی اس آیت میں بھی بیان کی گئی ہے۔ ”ولاتموتن الاوانتم مسلمون.“ (۱) ”کہ تمہاری موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔“

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الامارة (باب الامر بالوفاء ببيعة الخلفاء)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۴۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ آل عمران آیت ۱۰۲

(٢٦٩) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّبَاغُضِ وَالتَّقَاطُعِ وَ التَّدَابُرِ
باہم بغض رکھنے، قطع تعلقی اور بے رخی کی ممانعت کا بیان

تمام مسلمان بھائی ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (سورة حجرات: ١٠)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔''

تشریح: اس سے پہلے یہ آیت "باب النصيحة" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت بالا میں تمام مسلمانوں کو بھائی کے ساتھ تعبیر کیا جارہا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ "اخوة" یہ أخ کی جمع ہے اور اخ عربی زبان میں حقیقی اور سگے بھائی کو کہتے ہیں تو اب مطلب یہ ہوا کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جیسے کہ وہ تمہارے سگے بھائی ہیں کہ نہ ان کو دھوکہ دیا جائے اور نہ بغض رکھا جائے بلکہ ہر موقع پر ان سے ہمدردی کا معاملہ کیا جائے، متعدد احادیث میں بھائی بھائی بن کر رہنے کی ترغیب بھی ارشاد فرمائی گئی ہے۔ (۱)

(۱) اس مقام پر صاحب قرطبی نے کئی احادیث نقل کی ہیں دیکھیں ۳۲۳/۸
مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۹/ ۷۶ کو دیکھیں۔

مسلمان آپس میں نرم اور کفار پر سخت ہوتے ہیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ (سورة مائده: ٥٤)

ترجمہ: اور اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت ہوں گے کفار پر۔''

تشریح: یہ آیت پہلے "باب علامات حب الله تعالىٰ العبد" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ آیت بالا میں مسلمانوں کی ایک اہم صفت کو بیان کیا جارہا ہے کہ مسلمان آپس میں نرم، اگر کسی معاملہ میں اختلاف ہوجائے تو جھگڑا چھوڑ دیتے ہیں اگرچہ وہ اس میں حق بجانب بھی ہوں۔ اور کفار کے مقابلے میں نرمی نہیں کرتے بلکہ سخت ہوتے ہیں جیسے کہ دوسری

آیت میں بھی اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا کہ: اشداء علی الکفار رحماء بینھم. "کہ مسلمان کفار پر تو سخت ہوتے ہیں اور آپس میں مہربان ہوتے ہیں۔" (۱)

(۱) مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۲/۴۰۶ کو دیکھیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

(سورۃ فتح: ۲۹)

ترجمہ: اور اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔"

تشریح: یہ آیت پہلے باب "فضل الحب فی اللہ والحث علیہ" میں گذر چکی ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں اللہ جل شانہ نے انبیاء علیہم السلام کا ذکر جب قرآن میں فرمایا تو ان کو ان کے نام کے ساتھ مخاطب کیا مثلاً: یا موسی، یا عیسی، یا نوح، یا زکریا وغیرہ، مگر جہاں پر نبی کریم ﷺ کا ذکر فرمایا وہاں پر نام لینے کے بجائے اوصاف اور القاب کا ذکر فرمایا مثلاً کبھی "یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول، یا ایھا المدثر" وغیرہ۔ صرف پورے قرآن مجید میں چار مقام پر نام لیا گیا ہے، اس میں علماء نے کئی مصلحتیں لکھی ہیں، ان میں سے آیت بالا بھی ہے جہاں پر نام لیا گیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں یہ آیت صلح حدیبیہ کے وقت نازل ہوئی ہے، جب کہ کفار کا اصرار یہ تھا کہ "محمد رسول اللہ" کو مٹا کر "محمد بن عبد اللہ" لکھا جائے جس کو آپ ﷺ نے قبول فرمایا، وہاں پر تو آپ ﷺ کا نام مٹا دیا گیا مگر قیامت تک کے لئے اللہ نے قرآن میں آپ ﷺ کا نام لکھ دیا۔ (۱)

اور آگے صحابہ کی صفات کو بیان فرمایا کہ آپس میں تو یہ بہت ہی زیادہ نرم ہیں، جب بھی کسی معاملہ میں اختلاف کی صورت پیش آتی ہے تو اس سے درگزر کر جاتے ہیں، بخلاف کفار کے کہ ان پر بہت سخت ہیں ان کے ساتھ کوئی نرمی کا معاملہ نہیں کرتے۔ (۲)

(۱) معارف القرآن

(۲) مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۹/۵۵ کو دیکھیں۔

ایک دوسرے سے بغض حسد وغیرہ نہ کرو

(۱۵۶۷) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَبَاغَضُوْا

وَلاَ تَحَاسَدُوا، وَلاَ تَدَابَرُوا، وَلاَتَقَاطَعُوا، وَكُونُوا عِبَادَاللّٰهِ إِخْوَاناً، وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثٍ" (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ باہم حسد کرو اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ، نہ باہمی تعلقات منقطع نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے۔"

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ عباد: عبد کی جمع ہے بمعنی: آدمی، غلام جمع عَبِيْدٌ، عِبَادٌ وعَبَدَةٌ وعَبْدُوْن واَعْبُدٌ وعُبْدَان وعِبْدَانٌ وعِبَّدان واَعْبَادٌ ومَعْبَدَة وعِبِدَآءُ وعِبِدَّى وعُبُدٌ وعَبُدٌ ومَعْبُوْدَآء (جمع الجمع) اَعَابِدُ ومَعَابِدُ واَعْبِدَةٌ.

تشریح: حدیث بالا میں کئی چیزوں سے روکا گیا ہے۔ لاَ تَبَاغَضُوا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، شریعت میں ایک دوسرے سے محبت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، بغض کی نہیں اس لئے بغض رکھنے سے منع کیا جارہا ہے، ایسی چیز جو بغض پیدا کرے اس سے بھی بچنا چاہئے۔[1]

وَلاَ تَحَاسَدُوا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ حسد کہتے ہیں کسی پر کسی نعمت کو دیکھ کر تمنا کرنے لگے کہ یہ نعمت اس سے تو ختم ہوجائے خواہ میرے پاس بھی آئے یا نہ آئے، یہ حرام ہے، اس سے بھی روکا گیا ہے۔

وَلاَ تَدَابَرُوا: ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کی برائی نہیں کرو۔

وَلاَ تَقَاطَعُوا: ایک دوسرے سے قطع تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔ دنیاوی امور کی وجہ سے قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے اگر ضرورت بھی پڑے تو تین دن کی اجازت ہے اس سے زائد کی نہیں، ہاں اگر کسی دینی امر کی وجہ سے ہو تو اس میں زیادہ دنوں کی بھی گنجائش ہے۔

وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَاناً: تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر رہو۔ اگر بھائی بن کر رہیں گے تو یہ تمام باتیں جن سے منع فرمایا گیا ہے مثلاً بغض رکھنا، حسد کرنا، غیبت کرنا، قطع تعلق کرنا، یہ کوئی بات بھی نہیں پائی جائے گی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الادب (باب ماينهى عن التحاسد) وصحيح مسلم كتاب البر (باب النهى عن التحاسد) و امام مالک فی مؤطاه ۱۶۸۳ وأحمد ۴/۱۲۰۷۴ والترمذی، وابوداؤد وابن حبان ۵۶۶۰، والحمیدی ۱۱۸۳ و کذا فی مصنف عبد الرزاق ۲۰۲۲۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۱۹

پیر اور جمعرات کے دن سب کی مغفرت ہو جاتی ہے سوائے قطع تعلق کرنے والے کے

(۱۵۶۸) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ، فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا، اِلَّا رَجُلاً کَانَتْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اَخِیْهِ شَحْنَاءُ، فَیُقَالُ: اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا! اَنْظِرُوْا هٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا“ ﴾
(رواہ مسلم)

وَ فِیْ روایة له: ”تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ خَمِیْسٍ وَّاثْنَیْنِ“ وذکر نحوه.

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ پس ہر اس بندے کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو، سوائے اس آدمی کے کہ اس کے اور اس کے (مسلمان) بھائی کے درمیان دشمنی ہو، پس کہا جاتا ہے ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ صلح کر لیں، ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ صلح کر لیں۔“ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ہر جمعرات اور پیر کے دن اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور آگے اسی طرح روایت بیان کی۔

لغات: ❖ شحناء، مشاحنة: بغض وعداوت، لڑائی جھگڑا۔ اَبْوَابُ: جمع باب بمعنی دروازہ۔ اَلْاَعْمَال: (مصدر) العمل: ارادۃً فعل کرنا۔ والعاملیة: وہ جس پر عامل والی ہو جمع اعمال۔ العامل: کام کرنے والا، وہ شخص جو کسی کے امور مالی وغیرہ کا متولی ہو۔

تشریح: تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ: جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اس جملہ کا مطلب ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن جنت کے درجات اور اس کے طبقات کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت کثرت سے نازل ہوتی ہے جو بندوں کی مغفرت کا ذریعہ ہوتی ہے۔ [1]

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ یہ جملہ کنایہ ہے بندوں کی مغفرت اور گناہوں سے درگزر کئے جانے سے اور انہیں دنوں میں ثواب کی کثرت اور بلندیٔ درجات سے نوازا جاتا ہے۔

حَتّٰی یَصْطَلِحَا: یہاں تک کہ دونوں آپس میں صلح کر لیں۔ مطلب یہ ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن ہر ایک کی مغفرت باہمی صلح وصفائی اور عداوت کے ختم ہونے پر موقوف رہتی ہے، اس میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ ان میں سے ہر ایک

دوسرے سے نفرت اور عداوت رکھتا ہو یا ان میں سے ایک تو عداوت رکھتا ہے اور دوسرا نہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح مسلم کتاب البر (باب ما ینهی عن الفحشاء والتهاجر) ومالک فی مؤطه ۱٦۸٦، واحمد فی مسنده ۸۳٦۹ والترمذی وابن ماجه والدارمی ۱۷۵۱، وابن حبان ۳٦٤٤، ومصنف عبد الرزاق ۷۹۱۵ وکذا ابن خزیمة ۲۱۲۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، شرح مشکوۃ

(۲۷۰) بَابُ تَحْرِيمِ الْحَسَدِ

حسد کے حرام ہونے کا بیان

"وَهُوَتَمَنِّی زَوَالِ النِّعْمَةِ عَنْ صَاحِبِهَا: سَوَاءٌ كَانَتْ نِعْمَةَ دِيْنٍ اَوْدُنْيَا."

ترجمہ: "اور حسد یہ ہے کہ کسی صاحب نعمت سے اس کی نعمت کے زوال کی آرزو کرنا چاہے وہ نعمت دینی ہو یا دنیوی۔"

یہودی ہمیشہ سے مسلمانوں سے حسد کرتے آئے ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿أَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (سورۃ نساء: ٥٤)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "یا یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے۔"

تشریح: "أم" یہاں پر جمہور مفسرین کے نزدیک بل (بمعنی بلکہ) کے معنی میں ہے۔ "فضل" سے مراد جمہور کے نزدیک نبوت ہے۔ آیت بالا کے بارے میں علامہ قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں عام عرب مراد ہیں کہ یہودیوں کو عربوں سے جلن تھی کہ اللہ نے ان کے اندر نبی کریم ﷺ کو کیوں پیدا فرمایا؟ اور بعض علماء فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام مراد ہیں کہ ان سے یہودی لوگ جلتے تھے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ آیت عام ہے جو بھی مسلمانوں سے جلے کہ ان کو اللہ کی طرف سے یہ انعام کیوں ملا کہ ان میں آخری نبی آئے اور ان کو قرآن جیسی مبارک کتاب کیوں ملی؟۔ (۱)

"وَفِيْهِ حَدِيْثُ اَنَسٍ اَلسَّابِقِ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ."

ترجمہ: "اس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث بھی ہے جو ماقبل باب میں گذری۔" (دوسری حدیث حسب ذیل ہے)

(۱) تفسیر مظہری ۳/۱۳۷

حسد نیکیوں کو اس طرح کھالیتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو

(۱۵۶۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اَوْ قَالَ: اَلْعُشْبَ"﴾ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا حسد سے بچو اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ یا یہ ارشاد فرمایا خشک گھاس کو (آگ) کھا جاتی ہے۔'' (ابوداؤد)

لغات: ❖ اَلْحَطَبَ: احتطب: لکڑی چننا، صفت (حاطب) کہا جاتا ہے ''هو حاطب ليل'' وہ گفتگو میں رطب و یابس ملانے والا ہے، حطبة: لکڑی لانا (ن) حطب۔ به و عليه: چغلی کھانا تہمت لگانا۔

تشریح: حسد کا نیکیوں کے کھانے کا مطلب

حدیث بالا کے بارے میں مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تجربہ بھی شاہد ہے کہ جس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکتی ہے وہ اسی کے درپے رہتا ہے کہ جس کی خوشحالی پر اس کو حسد ہے کسی طرح اس کو کوئی نقصان پہنچائے، اس کو بے آبرو کرے، پھر اگر کچھ بس نہیں چلتا تو اس کی غیبت ہی کر کے دل کی آگ بجھانا چاہتا ہے اور جیسا کہ آپ ﷺ کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوا ہے اس کا کم از کم نقصان یہ تو ضرور ہی ہوگا کہ قیامت میں اس غیبت کرنے والے حاسد کی نیکیاں جس سے حسد کیا تھا اس کو دلا دی جائیں گی، نیکیوں کو حسد کے کھا جانے کی یہ آسان سی توجیہ ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب الحسد)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) معارف الحدیث ۲/۲۱۷

(۲۷۱) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّجَسُّسِ وَالتَّسَمُّعِ لِكَلَامِ مَنْ يَكْرَهُ اِسْتِمَاعَهٗ

ٹوہ لگانے اور دوسرے کے ناپسند کرنے کے باوجود اس کی بات سننے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ (سورۃ حجرات: ۱۲)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور سراغ نہ لگایا کرو۔''

صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ''تجسسوا'' کو دو طرح سے پڑھ سکتے ہیں (۱) لا تجسسوا جیم کے ساتھ اور دوسرا تحسسوا حاء کے ساتھ۔ معنی کے لحاظ سے دونوں کے معنی قریب قریب ایک ہی ہیں۔ مگر امام لغت امام اخفش نے دونوں میں کچھ فرق بیان فرمایا ہے تجسسوا (جیم کے ساتھ) ایسی چیز کو تلاش کرنا جس کو لوگوں نے چھپایا ہوا ہو اور تحسسوا (حاء کے ساتھ) اس کے معنی ہوتے ہیں مطلقا تلاش کے۔ مطلب آیت کریمہ کا یہ ہوا کہ جو چیز ظاہر ہو اس کو لے لو اور کسی مسلمان کا جو عیب ظاہر نہ ہو اس کی جستجو اور تلاش کرنا یہ صحیح نہیں۔ (۱)

(۱) معارف القرآن وقرطبی ۳۳۲،۳۳۳/۸

مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۸۶/۹ کو دیکھیں۔

مسلمان مردوں اور عورتوں پر الزام تراشی کرنا حرام ہے

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَاناً وَّ اِثْماً مُّبِیْناً﴾ (سورۃ احزاب: ۵۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو وہ بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔''

تشریح: اس سے پہلے یہ آیت ''باب التحذیر من ایذاء الصالحین'' میں گذر چکی ہے۔ کسی مؤمن یا مؤمنہ کو بدنام کرنے کے لئے ان پر بہتان باندھنا اور ان کی تنقیص وتوہین کرنا حرام ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ روافض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو سب وشتم کرتے ہیں اور ان کی طرف توہین آمیز باتیں منسوب کرتے ہیں اس لئے وہ بھی حدیث بالا کی وعید میں داخل ہوں گے۔ مفسر کبیر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روافض منکوس القلوب ہیں، (الٹے دل کے مالک ہیں) اچھے لوگوں کی تو مذمت کرتے ہیں اور برے لوگوں کی تعریف کرتے ہیں۔ (۱)

(۱) تفسیر ابن کثیر

بدگمانی سے بچو

(۱۵۷۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ، وَلاَ تَحَسَّسُوْا، وَلاَ تَجَسَّسُوا، وَلاَ تنافسُوْا، وَلاَ

تَحَاسَدُوْا، وَلاَ تَبَاغَضُوْا، وَ لاَ تَدَابَرُوْا، وَ كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَاناً كَمَا اَمَرَكُمْ. اَلْمُسْلِمُ اَخُوا الْمُسْلِمِ، لاَيَظْلِمُهٗ، وَلاَيَخْذُلُهٗ، وَلاَيَحْقِرُهٗ، اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا. اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا" وَ يُشِيْرُ اِلٰى صَدْرِهٖ: "بِحَسْبِ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ اَنْ يَحْقِرَاَخَاهُ الْمُسْلِمَ، كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ: دَمُهٗ وَعِرْضُهٗ، وَ مَالُهٗ، اِنَّ اللّٰهَ لاَ يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ وَلاَ اِلٰى صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُاِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ"

وَفِيْ رِوَايَة: "لاَتَحَاسَدُوْا، وَلاَ تَبَاغَضُوْا، وَلاَتَجَسَّسُوْا، وَلاَتَحَسَّسُوْا، وَلاَ تَنَاجَشُوْا، وَكُوْنُوْاعِبَادَاللّٰهِ اِخْوَاناً."

وَفِيْ رِوَايَة: "لاَ تَقَاطَعُوْا، وَلاَتَدَابَرُوْا، وَلاَ تَبَاغَضُوْا، وَلاَ تَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْاعِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَاناً."

وَفِيْ رِوَايَة: "لاَ تَهَاجَرُوْا، وَلاَ يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ." رواه مسلم بِكُلِّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ، وَرَوَى الْبُخَارِيُّ اَكْثَرَهَا.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور عیبوں کے ٹوہ لگانے سے بچو اور نہ جاسوسی کرو اور نہ ایک دوسرے کا حق غصب کرنے کی حرص اور اس کے لئے کوشش کرو، نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ باہم بغض رکھو، نہ ایک دوسرے کو پیٹھ دکھاؤ اور اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی بن جاؤ جیسے اس نے تمہیں حکم دیا ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اس کو حقیر سمجھتا ہے، تقویٰ تو یہاں ہے، تقویٰ تو یہاں ہے اور اپنے سینے کی طرف اشارہ فرمایا، (اور فرمایا) آدمی کے برے ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اس کا خون، اس کی عزت اور اس کا مال حرام ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہاری صورتوں کو وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، باہم بغض نہ رکھو، جاسوسی نہ کرو، عیبوں کی ٹوہ مت لگاؤ، محض دھوکہ دینے کے لئے بولی بڑھا کر مت لگاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ قطع رحمی نہ کرو، بے تعلق نہ رہو، اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔

ایک دوسری روایت میں ہے: باہم میل جول ترک نہ کرو، اور نہ بعض اپنے بعض کے سودے پر بولی دے۔

امام مسلم نے ان تمام روایات کو جمع کیا ہے، اور امام بخاری نے ان کا اکثر حصہ بیان کیا ہے۔''

لغات: وَلاتَحَاسَدُوْا: حسد (ن، ض) حسداً وحسادۃ وحسدت. فلانانعمتہ و علی نعمتہ: زوال نعمت کی تمنا کرنایادوسرے سے نعمت کے زوال اوراپنے لئے حصول کی تمنا کرنا۔ صفت (حاسد) جمع حساد وحسدۃ وحسد. تحاسدا: ایک دوسرے کے زوال نعمت کی تمنا کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں کئی چیزوں سے روکا گیا ہے اور ان تمام چیزوں کا تعلق معاشرے سے ہے، اگر ان چیزوں سے اجتناب کیا جائے تو معاشرے میں پھیلی ہوئی بہت سی برائیوں سے نجات مل جائے گی۔

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ: تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی کسی کے بارے میں بدگمانی قائم کرلیتا ہے اور وہ یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ وہ شخص تو ایسا ایسا ہے اور وہ حقیقت میں ایسانہیں ہے تو اب اس شخص کے فیصلہ کوجھوٹ ہی کہا جائے گا۔

اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ: بڑا جھوٹ اس اعتبار سے فرمایا کہ برائی کو زیادہ کر کے بیان کرتا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ اگر زبان سے بیان نہ کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔

وَلاَ تَحَسَّسُوْا، وَلاَ تَجَسَّسُوْا: عیبوں پرٹوہ مت لگاؤ اور جاسوسی نہ کروان دونوں میں فرق ہے۔

تحسسوا (حاء کے ساتھ) کہتے ہیں کہ اچھی خبروں کو ہوشیاری اور نرمی کے ساتھ دریافت کرنا اور تجسسوا (جیم کے ساتھ) کا معنی ہوتے ہیں ان خبروں کوقوت حاسہ کے ذریعہ دریافت کرنا۔

یا مطلب یہ ہے کہ "تحسسوا" (حاء کے ساتھ) کسی شخص کی برائیوں اور عیوب کو تلاش کرنا۔ تجسسوا (جیم کے ساتھ) ان عیوبوں کو سننا۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تحسسوا (حاء کے ساتھ) اپنے طور پر یا کسی کی مدد سے دوسرے لوگوں کے عیوب اور ان کے پوشیدہ ذاتی احوال کو تلاش کرنا۔ تجسسوا (جیم کے ساتھ) کسی کی مدد کے بغیر خود ہی اپنے طور پرٹوہ لگانا۔ (۱)

وَلاَ تَنَاجَشُوْا: اصل معنی اس کے یہ ہیں کہ شکار کو برانگیختہ کرنا۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کے مقابلہ پر اپنی عظمت و وقعت اور بڑائی کی خواہش کرنا۔ بعض کہتے ہیں کہ کسی کو دھوکا دینے کے لئے بکنے والی چیز کو بڑھا چڑھا کر اس کی تعریف کرنا تاکہ دوسرا آدمی زیادہ قیمت میں اس کوخرید لے۔

وَلاَ تَحَاسَدُوْا: نہ ایک دوسرے سے حسد کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا مت کرو کہ وہ نعمت اس کے پاس سے ختم ہوجائے۔

وَلاَ تَبَاغَضُوْا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اسباب پیدا کرنے سے اجتناب کرو جو آپس میں نفرت کا باعث ہوتے ہیں، یا مطلب یہ ہے کہ شرعی احکام ومسائل میں خواہشات نفسانی کی بناء پر آپس میں اختلاف وانتشار نہ پیدا کرو۔ یا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان عداوت ودشمنی پیدا نہ کرو کہ چغل خوری نہ کرو، اس سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

وَلَا تَدَابَرُوْا: پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی مت کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک میں خوبی تلاش کرو اور برائی مت تلاش کرو، اور برائی کو مت بیان کرو۔

وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا: اللہ کے بندو! تم آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تم سب اللہ کے بندے ہو اور اللہ کی عبادت میں سب برابر ہو، اس لئے ایک دوسرے سے حسد، بغض اور غیبت وغیرہ کر کے اپنے رشتہ اخوت میں انتشار مت ڈالو۔

لَا يَظْلِمُهٗ: نہ اس پر ظلم کرے۔ کہ مسلمان تو ایک دوسرے کی ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کا معاملہ کرتا ہے، ظلم نہیں کرتا۔

وَلَا يَحْقِرُهٗ: اس کو ذلیل نہیں سمجھتا۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان بھائی کے عیب کو اتنا لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرتا کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو جائے۔

اَلتَّقْوٰى هٰهُنَا: تقویٰ یہاں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تقویٰ کا مرکز یہ سینہ یعنی دل ہے، اس جملہ کا ماقبل سے بھی تعلق ہوسکتا ہے کہ جس مسلمان کو ذلیل وحقیر سمجھا جا رہا ہے ممکن ہے کہ وہ تقویٰ والا ہو۔ جو سینہ میں ہوتا ہے نظر نہیں آتا اس لئے کسی بھی مسلمان کو حقیر اور ذلیل نہیں سمجھنا چاہئے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ: مطلب اس جملہ کا یہ ہے کہ اللہ جل شانہ انسان کی ظاہری چیزوں کو نہیں دیکھتا بلکہ باطنی طور طریقوں کو دیکھتا ہے کہ اس شخص میں اخلاص اور للّٰہیت کتنی ہے۔ (۲)

اسی وجہ سے ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تمام اچھے اعمال کی جان یہی اخلاص نیت ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب النكاح، وكتاب الوصايا، و كتاب الاكراه، وكتاب المظالم، وصحيح مسلم كتاب البر (باب تحريم ظلم المسلم و خذله) ابوداؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۲۲

(۲) دلیل الفالحین ۴/۴۲۴

(۳) معارف الحدیث

عیبوں کے ٹوہ لگانے سے لوگوں میں فساد برپا ہو جائے گا

(۱۵۷۱) ﴿ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّكَ اِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ اَفْسَدْتَّهُمْ، اَوْ كِدْتَّ اَنْ تُفْسِدَهُمْ." ﴾ (حديث صحيح

رواہ أبو داؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم مسلمانوں کے عیبوں کو تلاش کرنے میں لگے رہو گے تو تم ان کے اندر بگاڑ پیدا کردو گے یا قریب ہے کہ تم ان کے اندر فساد پیدا کرو۔ یہ حدیث صحیح ہے، اسے ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔''

لغات: ❖ تُفْسِدُ: فسد (ن ض) وفسد (ک) فساداً و فسوداً: خراب ہونا، بگڑ جانا، صفت (فسید) جمع فسدیٰ و (فاسدٌ) أفسدہ و فسّدہ: خراب کرنا، بگاڑنا۔ فاسد۔القوم: قوم کے ساتھ بدسلوکی کرنا۔ تفاسد۔ القوم: قطع رحمی کرنا، آپس میں مخالف ہونا۔ الفساد (مصدر) کھیل کود، ظلماً مال لینا۔

تشریح: حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کے عیوب کی تلاش اور اس کی کمزوریوں کی تلاش میں لگا رہے گا، پھر دوسرے لوگ بھی اسی طرح کا انداز اختیار کریں گے اس سے معاشرے میں فساد برپا ہوگا کیونکہ ہر آدمی میں کچھ نہ کچھ عیب تو ضرور ہی ہوتے ہیں (۱) ہر آدمی کا دوسرے سے اعتماد ختم ہوجائے گا اس لئے شریعت مطہرہ نے اس کو منع اور حرام قرار دیا ہے۔

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب النھی عن التجسس) و اسنادہ حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/۴۷

نبی ﷺ نے لوگوں میں عیب تلاش کرنے سے منع فرمایا ہے

(۱۵۷۲) ﴿ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ اُتِیَ بِرَجُلٍ فَقِیْلَ لَهُ: هٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْیَتُهُ خَمْراً، فَقَالَ: "اِنَّا قَدْنُهِیْنَا عَنِ التَّجَسُّسِ، وَ لٰکِنْ اِنْ یَظْهَرْلَنَا شَیْءٌ نَأْخُذْ بِهٖ" ﴾ (حدیث حسن صحیح، رواہ أبو داؤد باسناد علی شرط البخاری و مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ فلاں آدمی ہے جس کی داڑھی سے شراب کے قطرے ٹپک رہے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں ٹوہ لگا کر عیب تلاش کرنے کو منع کیا گیا ہے، البتہ اگر کوئی کمزوری ہمارے سامنے آئے گی تو ہم اس پر اس کی گرفت کریں گے۔ یہ حدیث حسن ہے، اسے ابوداؤد نے بخاری و مسلم کی شرط کے ساتھ روایت کیا ہے۔''

لغات: ❖ التَّجَسُّس: جسه: (ن) جساً واجتسه: معلوم کرنے کے لئے ہاتھ سے چھونا۔ الارض: روندنا ہ بعینہ: گھورنا، تیز نظر ڈالنا۔ جس وتجسس واجتس. الاخبار والامور: تفتیش کرنا۔ الجسیس: جمع اجسة و (الجاسوس: جمع جواسیس والجساس) جاسوس، برائی کی نیت سے خبروں کی تفتیش کرنے والا۔

تشریح: جو بات گذشتہ حدیث میں گزری ہے کہ کسی کے عیوب کی ٹوہ میں نہ رہا جائے، اس بات پر حدیث بالا میں صحابہ کرام کا عملی نمونہ بیان کیا جارہا ہے کہ اس کی داڑھی سے اگرچہ شراب ٹپک رہی ہے ممکن ہے کہ اس نے پی نہ ہو جیسے داڑھی پر اس نے یا کسی دوسرے نے ڈال دی ہو۔ نیز حدیث بالا سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ محض شبہ سے حد یا تعزیر قائم نہیں کی جائے گی، حد کے لئے قطعی ثبوت کا ہونا ضروری ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب النھی عن التجسس) و اسنادہ حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

(۲۷۲) بَابُ النَّھْیِ عَنْ سُوْءِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِیْنَ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَۃٍ

بلاضرورت مسلمانوں سے بدگمانی کرنے کی ممانعت کا بیان

بعض بدگمانی گناہ ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْراً مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾

(سورۃ حجرات: ۱۲)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔“

تشریح: علامہ قرطبی نے فرمایا اس آیت میں ظن سے مراد تہمت ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی شخص پر بغیر کسی دلیل قوی کے کوئی الزام لگانا گناہ ہے۔ (۱) امام جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ظن کی چار قسمیں ہیں: (۱) حرام، (۲) واجب، (۳) مستحب، (۴) مباح اور جائز۔

❶ ظن حرام: وہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ بدگمانی کی جائے مثلاً یہ خیال رکھے کہ اللہ مجھے تو ضرور بالضرور عذاب ہی دے گا یا مجھ کو مصیبت میں ہی رکھے گا وغیرہ۔

❷ ظن واجب: اور ایسے کام کہ ان کے کسی جانب پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو وہاں پر ظن پر عمل کرنا واجب ہے، مثلاً گواہی میں گواہوں پر فیصلہ کرنا واجب ہے اگر چہ یہ احتمال موجود ہے کہ ان گواہوں نے جھوٹ بولا ہے، اسی طرح قبلہ معلوم نہ ہو تو وہاں پر بھی ظن غالب پر عمل کرنا واجب ہے۔

❸ ظن مستحب: یہ ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ نیک گمان رکھے کہ اس پر ثواب ملتا ہے۔

❹ ظن مباح: اس کی مثال نماز کی رکعتوں میں شک کے ساتھ دی جاتی ہے کہ شک ہے کہ تین رکعت ہوئیں یا چار۔ تو اب ظن غالب پر عمل کرنا مباح ہے یعنی چار رکعت گمان ہے اگر وہ ظن غالب کو چھوڑ کر امر یقینی یعنی تین رکعت پر عمل کرے تو تب بھی جائز ہے۔ (۲)

(۱) تفسیر قرطبی ۳۳۱/۸ (۲) بحوالہ معارف القرآن ۱۲۰/۸، ۱۱۹۔ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۸۳/۹ کو دیکھیں

بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے

(۱۵۷۳) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ، فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ" ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اَلظَّنَّ: ظن: گمان اور شک ویقین کے معنی میں بھی مستعمل ہے ج ظنون جج اظانین. ظن (ن) ظناً: جاننا اور یقین کرنا، ظَنَّهٗ وَ اَظَنَّهٗ وَ اِظَّنَّهٗ وَ اِظْطَنَّهٗ، بکذا: تہمت لگانا اظنه الشیء: وہم میں ڈالنا۔ اظن فیه الناس: تہمت کے لئے پیش کرنا۔

تشریح: حدیث بالا پہلے "باب النهی عن التجسس و التسمع لکلام من یکره استماعه" میں گذر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدگمانی جھوٹ کی ایک بدترین قسم ہے عام حالات میں ہر مسلمان کے لئے اچھا گمان اور خیال رکھنے کا شریعت میں حکم ہے، اِلّا یہ کہ جب کسی کے بارے میں واضح قطعی ثبوت ہو۔ (۱) تو اب بدگمانی قائم کرنے میں کوئی گناہ اور مواخذہ نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری و صحیح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین

(۲۷۳) بَابُ تَحْرِيْمِ اِحْتِقَارِ الْمُسْلِمِيْنَ

مسلمانوں کو حقیر جاننے کی حرمت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَايَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ، عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَانِسَآءٌ مِّنْ نِسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ، وَلَاتَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ، بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (سورۃ حجرات: ۱۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! نہ مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔''

تشریح: آیت بالا میں تین کاموں سے منع کیا جارہا ہے

پہلا کام: لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ: مردوں کو مردوں پر ہنسنا منع ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کی تحقیر و توہین کے لئے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرنا جس سے لوگ ہنسنے لگیں اس کو استہزاء کہا جاتا ہے یہ زبان کے علاوہ ہاتھ، پاؤں وغیرہ سے اس کی نقل اتارنے یا اشارہ کرنے سے بھی ہوتا ہے یہ سب حرام ہے، اسی طرح کسی شخص کے سامنے کسی کا تذکرہ اس طرح کرنا کہ جس سے لوگ ہنس پڑیں یہ بھی حرام ہے۔ (۱)

اہتمام کی وجہ سے مردوں کو بھی استہزاء سے منع فرمایا گیا اگرچہ اس میں عورتیں بھی داخل ہیں مگر عورتوں کو بھی الگ بیان فرمایا گیا اور علت دونوں کی یہ بیان کی گئی ہے کہ جس کا مذاق اڑایا جارہا ہے ممکن ہے کہ وہ اللہ کی نظر میں بہتر ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں کسی کتے کے ساتھ بھی استہزاء کروں تو مجھے خوف ہوتا ہے کہ میں خود کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ (۲)

دوسرا کام: وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: کسی میں عیب نکالنا یا عیب پر طعنہ زنی کرنا۔ ''انفسکم'' فرمایا، مطلب یہ ہے کہ تم اپنے ہی عیب نہ نکالو۔ کیونکہ عیب سے تو کوئی شخص خالی نہیں اگر تم کسی میں عیب نکالو گے تو وہ تمہارے اندر سے عیب نکالے گا، اور دوسری بات یہ ہے کہ اپنے بھائی کی تذلیل کرنا گویا اس تذلیل میں اپنی ہی تذلیل وتحقیر پوشیدہ ہے۔ (۳)

تیسرا کام: وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ: کہ کسی کو برے لقب سے نہ پکارو۔ جس سے وہ ناراض ہوتا ہو اگرچہ وہ عیب اس میں موجود ہی کیوں نہ ہو مثلاً لنگڑے کو لنگڑا کہنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں آیت بالا کا مطلب یہ ہے کہ کسی

شخص نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا اور پھر اس نے توبہ کر لی، اس کے بعد اس کو اسی برے عمل کے نام سے پکارا جائے، مثلاً چور یا زانی، شرابی کہہ کر پکارا جائے اگر چہ اس نے یہ کام کئے تھے مگر توبہ کر لی۔ (۴)

(۱) تفسیر قرطبی ۸/۳۲۴
(۲) حوالۂ سابقہ ۸/۳۲۵
(۳) تفسیر قرطبی و معارف القرآن: ۸/۱۱۶
(۴) تفسیر قرطبی و معارف القرآن ۸/۱۱۷ اور مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۹/۷۹ دیکھیں

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (سورة همزه: ۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ’’بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو غیبت کرنے والا عیب ٹٹولنے والا ہو۔‘‘

تشریح: اس آیت میں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں ایک ہمزہ اور دوسرا لمز ہ۔

هُمَزَةٌ: بعض کہتے ہیں دونوں کا ترجمہ ایک ہی ہے اور بعض اس میں فرق کرتے ہیں کہ ھمزہ کہتے ہیں کسی کے پیٹھ پیچھے اس کے عیوب کا ذکر کیا جائے جس کو غیبت کہتے ہیں۔

لُمَزَةٌ: کسی کے آمنے سامنے اس کو طعنہ دینا یا اس کو برا بھلا کہنا، یہ دونوں ہی عمل حرام ہیں۔ ان دونوں کی مذمت قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہے، غیبت کرنے کو قرآن میں اپنے مردے بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے، یہ پیٹھ پیچھے الزام تراشی کرنا ہوتا ہے کہ اس کی اس کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ مجھ پر کیا الزام لگایا جارہا ہے۔

لُمَزَةٌ: میں اس کے سامنے ہی اس کی توہین وتذلیل کی جاتی ہے، اس میں ایذا زیادہ ہوتی ہے اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ اس میں عذاب بھی زیادہ سخت ہوگا۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۸/۸۱۵، وکذا تفسیر مظہری قرطبی ۱۰/۱۸۲۔ اور مزید وضاحت روح البیان ۱۰/۵۰۷ میں دیکھیں

آدمی کے بُرا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دوسرے کو حقیر سمجھے

(۱۵۷۴) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ’’بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّاَنْ يَحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ‘‘﴾ رواه مسلم و قد سبق قريبابطوله.

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے برا

ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (مسلم) اور یہ روایت پوری تفصیل سے قریب ہی گذری ہے۔''

لغات: ❖ یَحْقِر: حقر (ض) حقراً وحقرية. ہ: چھوٹا و ذلیل سمجھنا حقر الشیء والرجل: ذلیل ہونا، بے قدر ہونا۔ حقر (س) حقراً وحقر (ک) حقارة: ذلیل ہونا، صفت (حقیر و حیقر و حیقُر) حقره: ذلیل کرنا۔

تشریح: حدیث بالا بھی ''باب النهی عن التجسس والتسمع من یکره استماعه'' میں گذر چکی ہے۔ مطلب حدیث بالا کا یہ ہے کہ کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا بدترین گناہ ہے، تحقیر کرنے والا خود ہی برائیوں میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ یہ آج کسی مسلمان بھائی کے عیب کو اچھال کر اس کو لوگوں کی نگاہ میں ذلیل کررہا ہے، پھر کل لوگ اس کی برائیوں کو اچھالیں گے اور ذلیل کریں گے۔ یہ بات واضح رہے کہ جو شخص بھی ایمان والا اور خدا اور اس کے رسول کو ماننے والا ہے وہ قابل احترام ہے کیونکہ اللہ جل شانہ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ولله العزة و لرسوله وللمؤمنين [1] ''کہ عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے ہے۔''

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ المنافقون

تکبر کس کو کہتے ہیں؟

(۱۵۷۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ.'' فَقَالَ رَجُلٌ: اِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَناً، وَنَعْلُهٗ حَسَنَةً، فَقَالَ: ''اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ''﴾

(رواه مسلم)

ومعنى: بطر الحق: دفعه، ''وغمطهم'' احتقارهم، وقد سبق بيانه اوضح من هذا فِيْ باب الكبر.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا، تو ایک آدمی نے عرض کیا ایک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ تکبر ہے؟) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ خوب صورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں، تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنے کا

نام ہے۔'' (مسلم)

بَطَرُالْحَقِّ: بمعنی حق کا نہ ماننا۔ غَمْطُهُمْ: بمعنی لوگوں کو حقیر سمجھنا، اس کا بیان اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ''باب الکبر'' میں گذر چکا ہے۔

لغات: ❖ نَعْلَهٗ: نعل (ف) نعلاً۔ القوم: جوتے دینا (نَعَلَ و نَعَّلَ و اَنْعَلَ) الدابة: نعل لگانا۔ نعل (س) نعلاً: جوتا پہننا۔ تنعل و انتعل: جوتا پہننا۔ الثوب روندنا، اور کہا جاتا ہے ''انتعل الارض'' اس نے پیدل سفر کیا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے ''باب تحریم الکبر والاعجاب'' میں گذر چکی ہے۔ مطلب حدیث پاک کا یہ ہے:

مِثْقَالُ ذَرَّةٍ: ایک رائی کے دانہ کے برابر۔ یہ کنایہ ہوتا ہے بہت معمولی چیز کے لئے کہ معمولی سا بھی تکبر اللہ کو پسند نہیں کیونکہ تکبر یہ اللہ کی صفت ہے، بندوں کے لئے مناسب نہیں کہ وہ تکبر کریں۔

فَقَالَ رَجُلٌ: رجل سے کون مراد ہے؟ بعض نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا ہے، بعض نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور بعض نے ربیعہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا ہے۔

يُحِبُّ اَنْ يَكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا: مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ نے کسی کو وسعت دی ہے اور وہ عمدہ کپڑے اور جوتے استعمال کرتا ہے تو یہ تکبر میں شمار نہیں ہے، متکبر تو اس کو کہتے ہیں کہ جس کے دل میں ہو کہ میں بڑا ہوں اور دوسرے لوگ میرے سامنے ذلیل و حقیر ہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب تحريم الكبر وبيانه)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے

(۱۵۷۶) ﴿وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ رَجُلٌ: وَاللّٰهِ لَايَغْفِرُاللّٰهُ لِفُلَانٍ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ ذَاالَّذِيْ يَتَأَلّٰى عَلَيَّ اَنْ لَااَغْفِرَلِفُلَانٍ! اِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ، وَاَحْبَطْتُ عَمَلَكَ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک آدمی نے کہا اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کی مغفرت نہیں کرے گا۔ تو اللہ جل شانہ نے فرمایا تو کون ہے؟ جو مجھ پر اس کی قسم کھا رہا ہے کہ میں فلاں شخص کو معاف نہیں کروں گا، بے شک میں نے اس کی مغفرت کردی اور تیرے عمل میں نے برباد کردیئے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ اَحْبَطْتُ: حبط (س) حبطاً وحبوطاً: عمله: بے کار ہونا، خراب ہونا، برباد ہونا (احبط) ماء البئر: ہمیشہ کے لئے کم ہوجانا۔ احبط۔ عمله: بے کار وباطل کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو عبادت کرنے میں لگنے کے لئے اپنے آپ کو بڑا اور دوسرے کو حقیر نہیں جاننا چاہئے اور پھر زبان سے بھی اس کا اظہار کرنا کہ تم تو ایسے ہو، تم کو تو اللہ معاف نہیں کریں گے، یہ اللہ کی شان غفاریت کے خلاف ہے، اللہ کو کسی کی عبادت کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ کی ذات تو بے پروا ہے اس لئے یہاں پر وہ آدمی جس نے اپنی عبادت پر گھمنڈ کیا تھا اس کی تو مغفرت نہیں کی اور جو گناہ گار تھا اس کی مغفرت فرمادی۔ حدیث بالا سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ومغفرت بہت وسیع ہے، نیز یہ بھی کہ دوسرے کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح مسلم کتاب البر (باب النهی عن تقنیط الانسان من رحمة الله)

نوٹ: راوی حدیث حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۳۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

---

(۲۷٤) بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِظْهَارِ الشَّمَاتَةِ بِالْمُسْلِمِ

مسلمان کی تکلیف پر خوش ہونے کی ممانعت کا بیان

تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (سورة حجرات: ۱۰)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "بے شک مؤمن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

تشریح: یہ آیت پہلے بھی گذر چکی ہے۔ خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان میں آپس میں رشتہ ایمان کا رشتہ ہے جو تمام رشتوں سے مضبوط رشتہ ہے، اس رشتہ کو برقرار رکھنے کے لئے ترغیب دی جارہی ہے کہ بھائی بن کر رہو اور ایک دوسرے کے دست و بازو، ہمدرد وغم گسار اور مونس وخیر خواہ بن کر رہو اور اگر کبھی غلط فہمی آپس میں پیدا ہوجائے تو اس کو دور کر کے آپس میں دوبارہ جوڑا جائے کیونکہ ان میں رشتہ بھائی کا ہے۔

بے حیائی کی اشاعت کرنا حرام ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى

الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃِ﴾ (سورۃ نور: ۱۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔''

تشریح: یہ آیت اس سے پہلے "باب ستر عورات المسلمین" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ آیت کریمہ کا یہ ہے: لفظ فاحشہ کے معنی تو بے حیائی کے ہوتے ہیں اور قرآن نے بدکاری کو بھی فاحشہ کہا ہے، آیت بالا میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان کا واقعہ ہے جو منافقین نے مشہور کر دیا تھا تو اس جھوٹی خبر کی اشاعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے آیت بالا میں بے حیائی سے تعبیر فرمایا ہے اور اس بے حیائی پر دنیا اور آخرت میں عذاب الیم کی وعید فرمائی جا رہی ہے۔ (۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں بے حیائی کی اشاعت کتنا بڑا جرم ہے کہ اس پر صرف آخرت کا ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی عذاب کی دھمکی دی جا رہی ہے۔

(۱) تفسیر قرطبی ۲۰۶/۶

کسی مسلمان کی تکلیف پر خوشی کا اظہار مت کرو

(۱۵۷۷) ﴿وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "لَا تُظْھِرِ الشَّمَاتَۃَ لِأَخِیْکَ: فَیَرْحَمُہُ اللّٰہُ وَیَبْتَلِیْکَ"﴾ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: ''حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف پر خوشی کا اظہار نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اس پر تو رحم فرما دے اور تمہیں آزمائش میں ڈال دے۔'' (ترمذی)، اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔

لغات: ❖ الشماتۃ: کسی کو مصیبت یا تکلیف میں دیکھ کر خوش ہونا، شمت یہ باب سمع سے مستعمل ہے۔ شماتۃ: دشمن کی خوشی۔ یبتلیک: ابتلاء بمعنی آزمائش میں ڈالنا، گرفتار مصیبت ہونا، کرم وسمع سے بھی مستعمل ہے۔

تشریح: مسلمان کی ستر پوشی کرنے کا حکم

متعدد احادیث میں مسلمان کی ستر پوشی کی اہمیت وترغیب وارد ہوئی ہے اور پردہ دری پر سخت سے سخت وعید وارد ہوئی ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، جو

شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی پردہ دری فرماتے ہیں حتیٰ کہ گھر بیٹھے اس کو رسوا کر دیتے ہیں۔ (۱)

اسی وجہ سے حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ کسی مسلمان کی تکلیف پر خوشی کا اظہار مت کرو، یہ مؤمن کی شان نہیں، عین ممکن ہے کہ اللہ اس کو اس کی سزا دنیا میں ہی اس طرح دے کہ اس مصیبت زدہ کو تو مصیبت سے نجات دیدے اور خوشی منانے والے کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔

تخریج حدیث: رواہ سنن الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ (باب لا تظہر الشماتۃ لاخیک إلخ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت واثلۃ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸۴۷) میں گذر چکے ہیں

(۱) ابن ماجہ

﴿ وَفِی الْبَابِ حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ السَّابِقُ فِیْ بَابِ التَّجَسُّسِ: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ." الحدیث﴾

ترجمہ: "اور اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث بھی ہے جو اس سے پہلے "باب التجسس" میں گذر چکی ہے کہ ہر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر اس کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔"

(۲۷۵) بَابُ تَحْرِيْمِ الطَّعْنِ فِي الْاَنْسَابِ الثَّابِتَةِ فِيْ ظَاهِرِ الشَّرْعِ

شرعی لحاظ سے ثابت نسب میں لعن وطعن کرنا حرام ہے

مسلمان مرد یا عورت پر الزام لگانا گناہ ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَاناً وَّ إِثْماً مُّبِيْناً﴾ (سورۃ احزاب: ۵۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔"

تشریح: اس سے پہلے یہ آیت "باب التحذیر من ایذاء الصالحین" میں گذر چکی ہے۔

خلاصہ آیت کریمہ کا یہ ہے کہ مؤمن مرد اور عورت جو بے قصور ہوں اور کسی جرم کا ان سے ارتکاب بھی نہ ہوا ہو تو ایسے لوگوں پر الزام لگانا اس کو بہتان اور اثم کے ساتھ تعبیر کیا جارہا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں "بھتاناً" اور "اثماً" دونوں میں دو زبر

ہیں جس کو تنوین کہا جاتا ہے اور یہ تنوین یہاں پر گناہ کی برائی کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ یہ بہت بڑے گناہ ہیں۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ آیت بالا کا سبب نزول خاص ہے مگر الفاظ عام ہیں اس لئے ہر وہ شخص جو کسی مسلمان مرد یا عورت کو بے وجہ تکلیف اور اذیت پہنچائے وہ اس آیت کی وعید میں داخل ہوگا۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری ۹/۴۳۰

کفر تک پہنچانے والی چیزیں

(۱۵۷۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ هُمَابِهِمْ کُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِی النَّسَبِ، وَالنِّیَاحَةُ عَلَی الْمَیِّتِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان کے کفر کا باعث ہیں، (۱) نسب میں طعن کرنا، (۲) مرنے والوں پر نوحہ کرنا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ کُفْرٌ: کفر (ن) کَفْراً و کُفُراً. الشیء: چھپانا، کہا جاتا ہے کفر درعه بثوبه: اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا۔ (کَفْراً و کُفْراً و کُفُوراً و کُفْرَاناً): ایمان کی ضد بالخالق: نفی کرنا (کفراً و کفوراً و کفراناً): ناشکری کرنا۔

تشریح: نسب میں طعن کرنا اور مرنے والے پر نوحہ کرنا، ان حرام کام کو کوئی حلال سمجھ کر کرتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا اور اگر کوئی بشری کمزوری کی وجہ سے کرے تب تو کافر تو نہیں مگر گناہ گار تو ضرور ہوگا۔

اَلطَّعْنُ فِی النَّسَبِ: نسب میں طعن کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو بطور حقارت اور توہین کے یہ کہا جائے کہ تمہارا باپ تو فلاں کام کرتا ہے اور تمہاری ماں تو ایسی ویسی ہے، اسی طرح کسی کو طعنہ دینا کہ تم تو دھوبی، لوہار، موچی وغیرہ کی اولاد ہو۔

وَالنِّیَاحَةُ عَلَی الْمَیِّتِ: مرنے والے پر نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اپنے منہ کو پیٹا جائے اور گریبان کو پھاڑا جائے اور واویلا کیا جائے اور اگر میت پر حدود کے اندر غم کیا جائے تو اس کی اجازت ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منع کئے جانے کی بہت سی وجوہات ہیں، ان میں سے بہتر یہ ہے کہ نوحہ کفار کے اعمال اور زمانہ جاہلیت کی رسم میں سے ہے اس لئے یہ ناجائز ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح مسلم کتاب الایمان (باب اطلاق اسم الکفر علی الطعن الخ) واحمد ۲/۷۵۶۳، والبخاری فی الادب المفرد ۳۹۵ وهکذافی البیهقی ۴/۶۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲۷۶) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْغَشِّ وَالْخِدَاعِ
کھوٹ اور دھوکہ دہی کی ممانعت کا بیان

مسلمان پر الزام لگانا گناہ عظیم ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَاناً وَّإِثْماً مُّبِيْناً﴾ (سورۃ احزاب: ۵۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو تو وہ (بڑے ہی) بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔''

تشریح: اس سے پہلے یہ آیت ''باب التحذیر من ایذاء الصالحین'' میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ شریعت نے آپس میں محبت والفت کی تعلیم دی ہے، یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب کہ ایک دوسرے کے قصور کو معاف کر دیا جائے چہ جائے کہ کسی نے قصور بھی نہ کیا ہو اور اس پر الزام لگایا جائے تو اس سے محبت کے بجائے نفرت جنم لے گی جو شریعت کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے اسی وجہ سے اس کو گناہ عظیم فرمایا جا رہا ہے۔

جو مسلمان پر ہتھیار اٹھائے وہ مسلمانوں میں سے نہیں

(۱۵۷۹) ﴿وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا''﴾ (رواہ مسلم)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّعَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ، فَاَدْخَلَ يَدَهُ فِيْهَا، فَنَالَتْ اَصَابِعُهُ بَلَلاً، فَقَالَ: ''مَاهٰذَايَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟'' قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ''أَفَلاَ جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّنَافَلَيْسَ مِنَّا.''

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں اور جو ہمیں دھوکہ وفریب دے وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔'' (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ کا غلہ کے ایک ڈھیر پر سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس میں اس میں داخل کیا تو آپ ﷺ کی انگلیوں نے تری محسوس کی آپ ﷺ نے پوچھا اے غلے والے! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بارش ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو تو نے اس غلے کو اوپر کیوں نہیں کر دیا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں، جس نے ہم سے دھوکہ کیا پس وہ ہم میں سے نہیں۔

لغات: ❖ السِّلاَحُ: ہتھیار (مذکر ومؤنث) جمع اسلحة وسلح وسلحان، سلحه: ہتھیار پہنانا ه السيف و بالسيف: کسی کو تلوار باندھنا (و اسلحه) ہتھیار بند بنانا، تسلح: ہتھیار بند ہونا۔

تشریح: 'مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلاَحَ: جو ہمارے اوپر ہتھیار اٹھائے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ ہتھیار اٹھانے سے مراد مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنا ہے[1] بغیر کسی وجہ سے کسی کو مارنا بھی اس میں داخل ہوگا۔

مَنْ غَشَّنَافَلَيْسَ مِنَّا: جو ہمیں دھوکہ دے وہ بھی ہم میں سے نہیں۔ دھوکہ اور فریب دینے کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً:

1. سودے میں کوئی عیب ہو مگر اس کو ظاہر کئے بغیر فروخت کر دینا۔
2. اچھے مال میں گھٹیا مال ملا کر اچھے داموں میں اس کو فروخت کرنا۔
3. سودے میں کسی ایسی چیز کی ملاوٹ کر دینا کہ اس کا وزن زیادہ ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔

نیز حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکام کو بازاروں کی نگرانی کرتے رہنا چاہئے اور ملاوٹ کرنے والوں کو سزا دینا یہ بھی حکام کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔[2]

فَلَيْسَ مِنَّا: مسلمانوں کے یہ طریقے نہیں ہیں۔ ان کا یہ کردار مسلمانوں کے ساتھ ہمدردانہ نہیں بلکہ دشمنانہ ہے، اس میں تنبیہ ہے کہ مسلمان کو ہر قسم کی دھوکہ دہی سے اجتناب کرنا چاہئے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب من حمل علينا السلاح) و (باب من غشنافليس منا) و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۳۳

(۲) نزہۃ المتقین

دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے بولی لگانا حرام ہے

(۱۵۸۰) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لاَ تَنَاجَشُوْا"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا خریدنے کی نیت کے بغیر بولی میں اضافہ مت کرو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تَنَاجُش: نجش (ن) نجشاًالشيء: کھود کرید کرنا، نکالنا، بکھیرنے کے بعد جمع کرنا الحدیث: بات پھیلانا، تناجش ۔ القوم فی البیع وغیرہ: دوسرے سے بڑھ کر بولی دینا۔

تشریح: تَنَاجُش: کہتے ہیں چیز کے فروخت کرنے والا کسی آدمی کو مقرر کرے کہ وہ قیمت بڑھا کر بولی لگائے اس سے خریدنے والا دھوکہ میں آجاتا ہے کہ ہاں یہ چیز اچھی ہے اور اتنی قیمت میں ہے حالانکہ وہ چیز اتنی قیمت کی نہیں ہوتی، یہ بھی ایک دھوکہ کی صورت ہے اس لئے شریعت نے اس کو بھی حرام قرار دیا ہے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب البيوع وكتاب الشروط و صحيح مسلم كتاب البيوع وكتاب البر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں
(۱) روضۃ المتقین ۴/۸۳

دوسرے کو دھوکہ دینے کی نیت سے بولی لگانا ناجائز ہے

(۱۵۸۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّجَشِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دھوکہ دینے کی نیت سے قیمت بڑھانے سے منع فرمایا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ نَهٰى: نهاه ينهاه نهيا. عن كذا: ڈانٹنا، منع کرنا صفت مذکر ناہ صفت مونث ناهية اور جس سے منع کریں اس کو منهى عنه کہتے ہیں اور النهية، النهى (مصدر) عندالنحاة: کسی سے ترک فعل کو طلب کرنا اور اس کا حرف کلمہ لا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی نرخ بڑھانا جب کہ خود خریدنے کی نیت نہ ہو بلکہ دوسرے کو دھوکے میں مبتلا کرنا مقصود ہو، اس سے منع فرمایا جارہا ہے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب البيوع (باب النجش) وصحيح مسلم كتاب البيوع (باب النهى عن النجش) والنسائى وابن ماجه ومالک فى مؤطئه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۳۴

جس کو سودا خریدنے میں دھوکہ ہونے کا ڈر ہو تو وہ کہہ دے

(۱۵۸۲) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوْعِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ بَايَعْتَ فَقُلْ لاَ خِلاَبَةَ"﴾ (متفق عليه)

"الخلابة" بخاء معجمة مكسورة و باء موحدة: وهى الخديعة.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے ذکر کیا کہ وہ خرید وفروخت میں دھوکہ کھا جاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جس سے تو سودا کرے تو یہ کہہ دیا کر کہ دھوکہ نہیں ہونا چاہئے۔" (بخاری ومسلم)

"الخلابۃ" خاء کے نیچے زیر اور باء پر زبر بمعنی: دھوکہ وفریب۔

لغات: ❖ الخلاَبَةَ: (خای معجمہ مکسورہ اور باء کے ساتھ) خلبه (ن ض) خلباً ـ الفتي: جوان کے دل کو چھین لینا اور فتنہ میں مبتلا کرنا۔ خلباًو خلابة: نرم کلامی سے فریفتہ کرنا صفت (خالب وخلوب و خلاب وخلبوت)

تشریح: ذَكَرَ رَجُلٌ: ایک آدمی نے ذکر کیا۔ اس آدمی سے مراد منقذ بن عمرو ہیں جن کے سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے ذہن میں کچھ کمزوری آگئی تھی۔

فَقُلْ: لاَخِلاَبَةَ: کہہ دیا کرو کہ دھوکہ نہ دو۔ اس جملہ کا مطلب علامہ تورپشتی رحمہ اللہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کو یہ فرمایا کہ تم خرید وفروخت کرتے وقت یہ کہہ دیا کرو کہ مجھے ان معاملات سے زیادہ واقفیت نہیں ہے اس لئے مجھ کو دھوکہ نہ دینا، اس کے بعد سے کوئی ان کو دھوکہ نہیں دیتا تھا۔

یہ بات واضح رہے یہ اس زمانہ کی بات ہے جو زمانہ دینداری، امانت داری وپرہیز گاری کا اعلیٰ نمونہ پیش کر رہا تھا، ہر ایک کے دل میں دوسرے کی ہمدردی کا جذبہ تھا مگر آج کل اگر معلوم ہو جائے کہ فلاں آدمی اس معاملے میں واقف کار نہیں تو اس کو اور زیادہ دھوکہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب البيوع (باب مايكره من الخداع) وصحيح مسلم كتاب البيوع (باب من يخدع فى البيع) ومالك فى موطئه، واحمد ۵۲۷۱/۲ و ابوداؤد والنسائى وابن حبان ۵۰۵۱، ۵۰۵۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔

جو کسی کی بیوی یا غلام کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں

(۱۵۸۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَبَّبَ زَوْجَ امْرِیءٍ أَوْمَمْلُوْكَهُ، فَلَیْسَ مِنَّا"﴾ (رواه أبوداؤد)

"خبب" بخاء معجمة ثم باء موحدة مكررة ای: افسده و خدعه.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی کی بیوی یا اس کے غلام کو دھوکہ دے تو وہ ہم میں سے نہیں۔'' (ابوداؤد)

خبب: خاء پھر دو باء بمعنی: دھوکہ دیا اور خراب کیا۔

لغات: ❖ خبب: (خاء معجمۃ اور باء کے تکرار کے ساتھ) خب (س) خباً و خباً: خار ہونا، خببہ: دھوکا دینا، خراب کرنا، کہا جاتا ہے "خبب علی فلان صدیقه": اس نے فلاں کے دوست کو بگاڑ دیا۔ الخب: (مصدر) دغا باز، فریبی، فساد، ریت کی دھاری۔

تشریح: ## بیوی کو دھوکہ دینے کا مطلب

مَنْ خَبَّبَ زَوْجَ امْرِیءٍ: کسی کی بیوی کو دھوکہ دے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی کی بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف اکسائے، اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً اول: اس کی عورت کے سامنے اس کے شوہر کی برائی کی جائے۔ دوم: یا شوہر کے علاوہ کسی اور آدمی کی اتنی خوبیوں کو بیان کیا جائے کہ اس کو اپنے شوہر میں خامیاں نظر آنے لگ جائے اور اپنے شوہر کی نفرت اس کے دل میں آنے لگے۔ سوم: یا یہ کہ کسی کی بیوی کو یہ کہا جائے کہ تمہارے شوہر کے پاس مال بہت ہے اور وہ تم پر کم ظاہر کرتا ہے، تم اس سے زیادہ مال کا مطالبہ کرو، وغیرہ وغیرہ۔[1]

غلام اور نوکر کو دھوکہ دینے کا مطلب

أَوْمَمْلُوْكَهُ: نوکروں کو دھوکہ دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غلام کو کہا جائے کہ تم اپنے مالک کا گھر چھوڑ کر چلے جاؤ۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب صورتیں انتہائی نازیبا ہیں، ایسے کرنے والوں کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے لوگ مسلمانوں کی جماعت میں سے نہیں ہیں۔

تخریج حدیث: رواه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب من خبب مملوکه علی مولاه) واحمد ۹۱۶۸/۳، وابوداؤدوابن حبان ۵۶۸ و کذا البیهقی ۱۳/۸ واسناده صحیح علی شرط مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ و کذا مظاہر حق ۳۸۶/۳ (۲) مرقاۃ و کذا مظاہر حق ۳۸۶/۳

(٢٧٧) بَابُ تَحْرِيمِ الْغَدْرِ

بدعہدی کے حرام ہونے کا بیان

عہد کو پورا کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ (سورة مائده: ١)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان پورے کرو۔“

تشریح: یہ آیت اس سے پہلے ”باب الوفاء بالعهد وإنجاز الوعد“ میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ آیت کریمہ کا یہ ہے: کہ آیت میں مسلمانوں کو خطاب کیا جارہا ہے مضمون کی اہمیت کے پیش نظر کہ عہد پورا کرنا عین ایمان کا تقاضا ہے۔

اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ: عقود یہ عقد کی جمع ہے بمعنی باندھنا اور جو معاہدہ دو شخصوں میں بند ہو جائے تو اس کو بھی عقد کہا جاتا ہے جس کو اردو میں معاہدہ کہا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ عام ہے اس میں اللہ اور بندے کے درمیان جو ایمان و اطاعت کا عہد ہے وہ بھی داخل ہے۔ اسی طرح اللہ نے جو حلال اور حرام کے متعلق حکم دیا ہے اس کو پورا کرنا یا لوگ جو آپس میں معاہدے کرتے ہیں وہ بھی مراد ہیں مثلاً نکاح، خرید و فروخت کا معاہدہ وغیرہ۔

مفسرین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قرآن کا لفظ عام ہے اس میں ہر قسم کے معاہدے خواہ وہ اللہ اور بندے کے درمیان کے ہوں یا لوگوں کے آپس کے ہوں سب ہی داخل ہیں اور سب کو پورا کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ (١)

(١) تفسیر قرطبی بالاختصار ٣/٣٢، مزید وضاحت کے لئے روح البیان ١/٣٣٦ کو دیکھیں۔

وعدے پورے کرو

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا﴾ (سورة اسراء: ٣٤)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”اور وعدے پورے کرو کیونکہ وعدے کی باز پرس ہونے والی ہے۔“

تشریح: یہ آیت اس سے پہلے ”باب الوفاء بالعهد وإنجاز الوعد“ میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ آیت پاک کا یہ ہے کہ جو بھی وعدے ہیں خواہ وہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان کے ہیں یا انسانوں کے آپس کے ہیں ان سب وعدوں کو پورا کرو، نقض عہد کی صورت میں باز پرس ہوگی۔ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں معاملات کی جتنی قسمیں ہیں سب اس لفظ

کے حکم میں شامل ہیں ابتداءً اس معاہدے کی تین قسمیں ہیں:

❶ وہ معاہدے جو انسان اللہ سے کرتا ہے ایمان، طاعات، حلال وحرام کی پابندی کا عہد۔
❷ جو انسان خود اپنے نفس کے ساتھ کرتا ہے کہ نذر مان لی یا قسم کھا کر کسی چیز کو اپنے اوپر لازم کرلیا وغیرہ۔
❸ جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے۔ (۱)

---

(۱) مفردات القرآن، مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۵/۱۵۵ کو دیکھیں۔

جس میں یہ چار خصلتیں ہوں گی وہ منافق ہوگا

(۱۵۸٤) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْروِبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ، كَانَ مُنَافِقاًخَالِصاً، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ، كَانَ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ"﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا چار خصلتیں ہیں جن میں وہ ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے: ① جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے، ② جب بات کرے تو جھوٹ بولے، ③ جب کوئی عہد کرے تو بے وفائی کرے، ④ اور جب کسی سے جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ خاصم: خصمه (ض) خصماً: جھگڑے میں غالب آنا، خاصمه و خصاماً و مخاصمة: جھگڑا کرنا۔ اسم (الخصومة) ہے، تخاصم و اختصم۔القوم: ایک دوسرے سے جھگڑنا۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "باب الوفاء بالعهد" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث بالا میں منافقوں کی عادات اور خصلتوں کا ذکر ہے، اور تنبیہ ہے مسلمانوں کو کہ وہ ان عادات سے دور رہیں اور اپنے دامن کو اس سے داغ دار نہ کریں، نیز اعلی وعمدہ اخلاق قوی ایمان کے ہونے کا ذریعہ ہے، جتنا ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی اخلاق اعلی ہوگا، جتنا ایمان کمزور اتنا ہی ان اخلاق میں کمزوری آجائے گی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری وصحيح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں
(۱) نزھۃ المتقین

قیامت کے دن عہد توڑنے والے کے لئے جھنڈا ہوگا

(۱۵۸۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَاَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالُوْا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ: هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانٍ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت والے دن ہر عہد توڑنے والے کے لئے ایک جھنڈا ہوگا، کہا جائے گا کہ یہ فلاں کی بدعہدی (کی علامت) ہے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ غادر: الغادر بمعنی خیانت کرنے والا جمع غادرون وغدرۃ وغدار مؤنث غادرۃ جمع غادرات وغوادر، الغدور بہت غدر کرنے والا۔ یاغدارِ: مبنی علی الکسرۃ: عورت کی گالی میں مستعمل ہے۔

تشریح: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: عہد توڑنے والے کے لئے ایک جھنڈا ہوگا۔

غَادِرٌ: سے مراد عہد کرنے کے بعد اس کو توڑنا۔ خلاصہ حدیث پاک کا یہ ہے کہ قیامت کے دن دھوکہ باز کے لئے ایک جھنڈا گاڑا جائے گا تا کہ اس کی ذلت اور رسوائی ہوجائے اور اس کے معاملے کی برائی سب کے سامنے ظاہر ہو سکے اور اس کا مجمع عام میں دھوکہ باز ہونا معلوم ہوجائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح بخاری كتاب الجهاد (باب اثم الغادر) و صحيح مسلم كتاب الجهاد (باب تحريم الغدر) واحمد ۲/ ۳۹۰۰ وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں۔ اور راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔ اور راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزھۃ المتقین

حاکم وقت کے عہد کو توڑنا سب سے بڑا عہد توڑنے والا شمار ہوتا ہے

(۱۵۸۶) ﴿وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

قَالَ: ”لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ، أَلاَ وَ لاَغَادِرَ أَعْظَمُ غَدْراً مِنْ أَمِيْرِ عَامَّةٍ“﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا ہر عہد توڑنے والے کے لئے قیامت کے دن اس کی سرین کے پاس ایک جھنڈا ہوگا، اسے اس کی بدعہدی کے تناسب سے بلند کیا جائے گا، سنو! عام لوگوں کے امیر وحاکم کے عہد کو توڑنے والے سے بڑا عہد توڑنے والا کوئی نہیں۔“

لغات: ❖ استه: الاست معنی جڑ، بنیاد، سرین۔ الغدر: بے وفائی، ناراضگی، دھوکہ دینا، غدر الرجلَ وبه (ض، ن) غدْرًا. بے وفائی کرنا۔

تشریح: اَعْظَمُ غَدْرًامِنْ اَمِیْرِ عَامَّة: سب سے بڑا عہد کو توڑنے والا امیر عام کے عہد کو توڑنے والا ہے۔

اَمِیْرُ عَامَّة: اس سے مراد خلیفہ وقت اور حاکم وقت ہے، اس کے عہد کے توڑنے سے مراد اس کے خلاف بغاوت اور خروج کرنا ہے، یہ ضروری ہے کہ ان میں غلط باتیں دیکھ کر ان کی اصلاح کی پوری کوشش کی جائے مگر ان کے خلاف بغاوت کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ اس بغاوت سے بدامنی اور ملک میں فساد پیدا ہوگا جس سے اصلاح ممکن نہ ہوسکے گی۔

بعض محدثین فرماتے ہیں کہ عرب کا رواج تھا کہ بدعہدی کرنے والوں کے لئے بازاروں میں جھنڈے گاڑ دیئے جاتے تھے تاکہ لوگوں کے درمیان وہ بدنام اور ذلیل ہوجائیں، اسی رواج کے مطابق بدعہدی کرنے والوں کو آخرت میں اسی طرح کی سزا دی جائے گی تاکہ دنیا میں لوگ بدعہدی کرنے سے باز آجائیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الجهاد (باب تحريم الغدر) واحمد ۱۱۳۰۳/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) میں گذر چکے ہیں

تین اشخاص سے اللہ قیامت کے دن خود جھگڑا کریں گے

(۱۵۸۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ثَلاثَةٌ اَنَاخَصْمُهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَی بِیْ ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّافَاَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اِسْتَأْجَرَ أَجِیْرًا فَاسْتَوْفٰی مِنْهُ، وَلَمْ یُعْطِهِ أَجْرَهُ“﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی ہیں جن سے قیامت والے دن میں خود جھگڑوں گا: (۱) وہ آدمی جس نے میرے نام سے عہد کیا پھر اسے توڑ دیا، (۲) وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی، (۳) وہ آدمی جس نے اجرت پر

ایک مزدور رکھا پس اس سے اپنا کام تو پورا لیا لیکن اسے اس کی مزدوری نہ دی۔'' (بخاری)

لغات: ❖ ثمنة: ثمن (ک) ثمانية. الشيء: قیمتی ہونا، ثمّن. الشيء: قیمت کا اندازہ کرنا، اثمنت المال زیداًولزید: قیمت دینا، الثمن: بیع شدہ چیز کا بدلہ، قیمت جمع اثمان واثمنة و اثمن. الثمين بمعنی قیمتی۔ المثمن: وہ چیز جس کی قیمت کا اندازہ کیا گیا ہو۔

تشریح: ثَلاَثَةٌلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: تین آدمیوں سے اللہ جل شانہ قیامت کے دن بات نہ فرمائیں گے۔ اس حدیث میں ان تین قسم کے لوگوں کی نشان دہی کی گئی ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہوں گے اور ان کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔

پہلا شخص: ان میں سے پہلا شخص وہ ہے جو اللہ کے نام سے کوئی معاہدہ اور عہد کرے اور پھر اس کو توڑ دے، انسان کی شرافت وانسانیت کا تقاضہ یہ ہے کہ جو معاہدہ اور عہد کرے اس کو پورا کرے، اس معاہدے کو توڑنا انسانی شرافت کے خلاف ہے چہ جائے کہ وہ معاہدہ اور عہد جو اللہ کے نام سے کیا جائے تو اس کی تکمیل کتنی ضروری ہوگی اور اس کا توڑنا بجا طور پر اللہ کے غضب کا مستحق ہونا ہے۔ [1]

دوسرا شخص: ان میں سے دوسرا شخص وہ ہے جو کسی آزاد آدمی کو بیچ ڈالے، انسانیت کی اس سے زیادہ توہین اور کیا ہوگی کہ اس کو بازاری مال بنا دیا جائے۔ ''فاکل ثمنہ'' اس کی قیمت بھی کھالے۔ یہ جملہ مزید تنبیہ کے لئے ہے، مطلب یہ ہے کہ آزاد آدمی کو فروخت کرنا ہی حرام ہے، مزید یہ کہ اس کی قیمت بھی کھا جائے۔ [2]

تیسرا شخص: ان میں سے تیسرا شخص وہ ہے کہ کسی مزدور سے کام لے کر اس کی مزدوری ادا نہ کرے، آدمی کی محنت ہی اس کا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے، یہ کتنے ظلم کی بات ہوگی کہ ایک غریب مزدور نے اپنا خون پسینہ ایک کر کے کام کیا پھر اس کی مزدوری نہ دی جائے۔ [3]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب البيوع (باب اثم من باع حراً) واحمد ۸۷۰۰/۳ وابن ماجه وابن حبان ۷۳۳۹ وكذافي البيهقي ۱۴/۶ واسناده مختلف.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) مرقاۃ ۱۳۶/۶ (۲) مرقاۃ ۱۳۶/۶ (۳) مظاہر حق ۱۷۵/۳

(۲۷۸) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ وَنَحْوِهَا

عطیہ وغیرہ دینے کے بعد احسان جتلانے کی ممانعت کا بیان

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَتُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى﴾ (سورة البقرة: ٢٦٤)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور ایذاء پہنچا کر برباد نہ کرو۔''

تشریح: آیت بالا میں ایمان والوں کو کہا جارہا ہے کہ جب تم صدقات وخیرات دو تو پھر احسان نہ جتلاؤ اور تکلیف دہ باتیں نہ کرو کیونکہ اس طرح کرنا تو منافقین کی عادت تھی اور اس طرح وہ لوگ کرتے ہیں جو ریاکاری کے لئے صدقات کرتے ہیں اور مسلمان تو ہر عمل اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں اس لئے مسلمان احسان نہیں جتلاتے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو صدقہ دینے کے بعد احسان جتلائے اور والدین کی نافرمانی کرے تو یہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ احسان جتلانے سے بچو کہ اس سے شکر واحسان بھی ختم ہوجاتا ہے اور اجر بھی ختم ہوجاتا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے آیت بالا ''لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی'' تلاوت فرمائی۔ (۲)

---

(۱) رواہ نسائی ودارمی
(۲) تفسیر قرطبی ۲/۳۱۱
مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۱/۴۷۲ کو دیکھیں۔

صدقہ کرنے کا صحیح اور مسنون طریقہ

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَایُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًی''﴾

(سورۃ البقرۃ: ۲۶۲)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ ایذا پہنچاتے ہیں۔''

تشریح: مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آیت بالا میں صدقہ کرنے کا صحیح اور مسنون طریقہ بتایا جارہا ہے کہ جو لوگ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں تو اس خرچ کرنے میں اخلاص ضروری ہے اور اس کے ساتھ یہ کہ خرچ کرنے کے بعد احسان نہ جتلایا جائے اور جس کو دیا گیا ہے اس کو کوئی ایذا بھی نہ پہنچائی جائے اور جو اس طرح خرچ نہ کریں تو ان کا یہ خرچ کرنا برباد ہوجائے گا، اس پر کوئی نیکی نہیں ملے گی بلکہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بن جائے گا۔ (۱)

علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ جب تم کسی کو کچھ دو اور پھر تم کو محسوس ہو کہ اس کو تمہارا سلام کرنا بھی گراں گزرتا ہے تو پھر تم ان کو سلام بھی نہ کرو۔ (۲)

(۱) معارف القرآن آیت: ۲۶۲
(۲) تفسیر معالم التنزیل
مزید وضاحت تفسیر قرطبی ۲/ ۳۰۶، ۳۰۹ میں دیکھیں۔

تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں فرمائیں گے

(۱۵۸۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ، وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ، وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ"، قَالَ: فَقَرَأَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ اَبُوْذَرٍّ: خَابُوْا وَ خَسِرُوْا مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: "اَلْمُسْبِلُ، وَالْمَنَّانُ. وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَہٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ"﴾ (رواہ مسلم)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: "اَلْمُسْبِلُ اِزَارَہٗ" یَعْنِیْ: اَلْمُسْبِلُ إِزَارَہٗ وَثَوْبَہٗ اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ لِلْخُیَلَاءِ.

ترجمہ: ”حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمیوں سے قیامت کے دن اللہ جل شانہ بات نہیں فرمائیں گے، نہ (رحمت کی نگاہ سے) دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا وہ نامراد ہوئے اور گھاٹے میں رہے یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ① ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، ② احسان کر کے احسان جتلانے والا، ③ اور اپنا سامان جھوٹی قسم کے ذریعے سے بیچنے والا۔“ (مسلم)

اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے اپنی ازار کو نیچے لٹکانے والا، یعنی اپنی شلوار، پاجامے اور کپڑے کو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

لغات: ❖ المسبل: اسبل. الستر: پردہ لٹکانا سبل. المال: اللہ کی راہ میں خرچ کرنا الشیء: مباح کرنا الستر: پردہ لٹکانا، السماء: برسنا، الطریق: بہت آمد و رفت والا ہونا۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی تین قسم کے آدمیوں کو وعید سنائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں فرمائیں گے، یہ علامت ہوگی غصہ کی، یا ان سے بطور ناخوشی کے باتیں نہیں فرمائیں گے۔ (۱)

پہلا آدمی: اَلْمُسْبِلُ: ٹخنے سے نیچے پائجامہ لٹکانے والا۔ علماء فرماتے ہیں مراد صرف پائجامہ یا تہبند نہیں بلکہ اس میں قمیص وغیرہ بھی داخل ہے۔ یہ لٹکانا خواہ تکبر کی نیت سے ہو یا بغیر تکبر کے، ہر دو صورت میں ممنوع ہے۔ اگر کوئی عذر ہو یا غفلت کی وجہ سے ہو جائے تو اب موجب عتاب نہیں جیسے کہ ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کبھی بے خیالی میں ازار ٹخنہ سے نیچے آجاتا ہے تو کیا اس میں بھی پکڑ ہوگی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ اس سے مستثنیٰ ہو۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ عذر اور غفلت میں گنجائش ہے (۳) مگر عورتوں کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنا لباس ٹخنے کے نیچے استعمال کریں کہ ٹخنہ بھی ستر میں داخل ہے۔

دوسرا آدمی: اَلْمَنَّانُ: احسان کے بعد احسان جتلانے والا۔ علماء فرماتے ہیں کہ احسان کرنا ضرورت مند کو آرام پہنچانا ہوتا ہے اور پھر احسان جتلانا یہ موجب اذیت ہوتی ہے تو یہ متضاد کاموں کو جمع کرنا خلاف عقل بھی ہے اور خلاف شرع بھی۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عام طور پر احسان جتلانا دو آدمیوں کی طرف سے ہوتا ہے، ایک بخیل آدمی کہ جو کچھ دیتا ہے تو اپنے آپ کو بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھ کر احسان جتلاتا ہے، دوسرا جہالت اور نعمت اسی سے غفلت کا ثمرہ ہے۔

تیسرا آدمی: اَلْمُنفِقُ سِلْعَتَهٗ: اپنا سامان جھوٹی قسم کے ذریعہ بیچنے والا۔ علماء فرماتے ہیں جو جھوٹی قسم کھا کر سامان فروخت کر رہا ہے تو گویا کہ اس کے دل میں جتنی اہمیت دنیاوی سامان کی ہے اتنی اللہ کے نام کی نہیں، اس لئے یہ دنیا کے حاصل کرنے کے لئے اپنی آخرت کو تباہ کر رہا ہے۔ حالانکہ مسلمان ہونے کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ آخرت کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کو ذریعہ بناتا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب غلظ تحريم اسبال الازار والمن)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر (جندب بن جنادہ) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۳۹ (۲) ابوداؤد ۲/۵۶۴ (۳) نفع المسلم ۱/۲۹۶

(۲۷۹) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِفْتِخَارِ وَالْبَغْيِ

فخر اور سرکشی (زیادتی) کی ممانعت کا بیان

اپنی پاکیزگی بیان نہ کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ (سورة نجم: ۳۲)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''تم اپنی پاکیزگی بیان نہ کرو، وہی پرہیزگاروں کو اچھی طرح جانتا ہے۔''

تشریح: آیت بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ کوئی شخص اپنے نفس کی پاکی کا دعوی نہ کرے کیونکہ اللہ جل شانہ ہی زیادہ جانتے ہیں کون کیسا ہے، اور فضیلت کا دار مدار تقویٰ پر ہے اور تقویٰ اندرونی کیفیت کا نام ہے، ظاہری اعمال کا نہیں اور تقویٰ بھی اللہ کے نزدیک وہ مفید ہوتا ہے جو موت تک باقی رہے اور یہ سب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اسی وجہ سے ایک شخص نے جب نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک دوسرے آدمی کی تعریف کی تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اور فرمایا کہ تمہیں اگر اس کی تعریف کرنا ہی ہے تو اس طرح کہو کہ میرے علم میں وہ شخص نیک اور متقی ہے۔ (۱)

وَلاَ أُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ اَحداً: یعنی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اللہ کے نزدیک بھی ایسا ہی پاک وصاف ہے جیسا کہ میں سمجھ رہا ہوں۔ (میرے گمان میں تو وہ ایسا ہے، اللہ کے نزدیک معلوم نہیں کہ اس کا کیا مرتبہ ہے؟) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ سے زیادہ اس امت میں کوئی پاکیزہ نہیں ہے۔ (۲)

(۱) معارف القرآن ۲۱۳/۸

(۲) قرطبی ۱۱۱/۹۔ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۲۴۴/۹ کو دیکھیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ، وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (سورہ شوریٰ: ٤٢)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''یہ راستہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو خود دوسروں پر ظلم کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔''

تشریح: وَيَبْغُوْنَ: قاموس میں ہے کہ اس کے معنی تکبر کرنا، غلبہ حاصل کرنا، ظلم کرنا، حق سے تجاوز کرنا آتا ہے۔ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں دوسروں پر ظلم کرتے ہیں خواہ ابتداء ظلم کریں یا انتقام لیتے وقت ظلم کریں۔ (۱) اور اللہ کی زمین میں فساد کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو صرف آخرت میں مواخذہ اور عذاب نہیں ہوگا بلکہ اللہ جل شانہ دنیا میں بھی ایسے لوگوں کا مواخذہ فرمائیں گے۔ (۲)

(۱) فوائد عثمانی، تفسیر قرطبی ۴۱/۸ (۲) تفسیر مظہری ۳۳۲/۱۰

عاجزی اختیار کرنے اور زیادتی نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے

(١٥٨٩) ﴿وَعَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰى لاَ يَبْغِىَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ، وَلاَ يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى

اَحَدٍ"﴾ (رواہ مسلم)

قَالَ اَھْلُ اللُّغَةِ: اَلْبَغْیُ: اَلتَّعَدِّیْ وَالْاِسْتِطَالَةُ.

ترجمہ: ''حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف اس بات کی وحی فرمائی کہ تم عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اور نہ کوئی کسی دوسرے کے مقابلے میں فخر کرے۔'' (مسلم)

اہل لغت نے فرمایا ''بغی'' کا مطلب ظلم و زیادتی اور دست درازی کرنا ہے۔

لغات: ❖ البغی: بمعنی ظلم، جنایت، گناہ، بہت بارش، فساد۔ کہا جاتا ہے ''بری جرحه علی بغی'' یعنی اس کا زخم مندمل تو ہوا لیکن اندر فاسد مادہ باقی رہ گیا ہے۔

تشریح: تَوَاضَعُوْا: عاجزی اختیار کرو۔ ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! تواضع اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والے کو پسند کرتا ہے۔ (۱)

نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں تواضع کی علامت کو بیان فرمایا گیا ہے جو تین ہیں:

۱. ملاقات ہونے والوں سے سلام میں پہل کرے۔
۲. مجلس میں اعلیٰ مقام کے بغیر بھی وہ راضی رہے۔
۳. شہرت اور ریاء سے دور بھاگے۔ (۲)

لَا یَبْغِیَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ: کسی پر زیادتی اور ظلم نہ کرے۔ دوسرے پر زیادتی وہی شخص کرتا ہے جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے اور جس میں تواضع ہوتی ہے وہ لوگوں پر نہیں بلکہ لوگ اس پر زیادتی کرتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنة (باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الجنة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶۰۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) کنز العمال ۳/۱۱۳

(۲) کنز العمال ۳/۱۰۷

آدمی یہ کہتا ہے کہ لوگ تباہ ہوں گے تو وہ سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہوتا ہے

(۱۵۹۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''اِذَاقَالَ الرَّجُلُ: هَلَکَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَکُهُمْ''﴾ (رواہ مسلم)

اَلرِّوَایَۃُ الْمَشْھُوْرَۃُ: "اَھْلَکُھُمْ" بِرَفْعِ الْکَافِ، وَرُوِیَ بِنَصْبِھَا، وَھٰذَا النَّھْیُ لِمَنْ قَالَ ذٰلِکَ عَجَباً بِنَفْسِہٖ، وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ، وَارْتِفَاعًا عَلَیْھِمْ، فَھٰذَا ھُوَالْحَرَامُ، وَأَمَّامَنْ قَالَہٗ لما یَرٰی فِی النَّاسِ مِنْ نَقْصٍ فِیْ اَمْرِ دِیْنِھِمْ، وَقَالَہٗ تَحَزُّنًا عَلَیْھِمْ، وَعَلَی الدِّیْنِ، فَلَا بَأْسَ بِہٖ. ھٰکَذَا فَسَّرَہُ الْعُلَمَاءُ وَفَصَّلُوْہُ، وَمِمَّنْ قَالَہٗ مِنَ الْاَئِمَّۃِ الْاَعْلَامِ: مَالِکُ بْنِ اَنَسٍ، وَالْخَطَّابِیُّ وَ الْحُمَیْدِیُّ وَآخَرُوْنَ، وَقَدْأَوْضَحْتُہٗ فِیْ کتابِ "الْاَذْکَارِ."

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی آدمی یہ کہے کہ لوگ تباہ ہوں گے تو وہ ان میں سب سے زیادہ تباہ ہونے والا ہوتا ہے۔“ (مسلم)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں مشہور روایت "اھلکھم" ہے، کاف پر پیش کے ساتھ (اسم تفضیل) اور یہ کاف کے زبر کے ساتھ بھی مروی ہے (مگر اسم تفضیل ہونا زیادہ اچھا افضل ہے)

یہ ممانعت اس کے لئے ہے جو یہ ظلم خود پسندی کی بناء پر کرتا ہے اور لوگوں کو حقیر قرار دیتا ہے اور اپنے آپ کو ان سب سے اچھا سمجھتا ہے یہ صورت حرام ہے اور اگر کوئی شخص یہ اس لئے کہے وہ دیکھتا ہے کہ لوگوں میں دین داری کم ہوگئی ہے اور اس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے دینی غیرت کی وجہ سے یہ الفاظ اس کی زبان پر آجائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ علماء نے اسی طرح اس کی وضاحت اور تفصیل بیان کی ہے اور جن ائمہ اعلام نے یہ تفسیر کی ہے ان میں امام مالک بن انس، امام خطابی، امام حمیدی رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ شامل ہیں، میں نے اسے کتاب الاذکار میں واضح کیا ہے۔

لغات: ❖ ھلک: ھلک (ض، ف، س) ھلاکاً وھُلکاً وھُلوکاً وتھلوکاً ومھلکا و تھلکۃ: فنا ہونا، مرنا، نیست نابود ہونا (عموماً اس کا استعمال بری موت کے لئے ہوتا ہے) الیہ و علیہ: لالچی ہونا، بہت خواہش مند ہونا۔ ھلّکہ و اھلکہ: فنا کرنا، نیست نابود کرنا، اگر کوئی شخص کسی بڑے کام کو کرے تو اس سے ھلکت و اھلکت کہا جاتا ہے۔

تشریح: هَلَکَ النَّاسُ: لوگ تباہ ہوگئے۔ اس کا مطلب مصنف یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کے کہنے کا اگر مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر یہ کہتا ہے کہ لوگ تو برباد ہوگئے ہیں اور میں صرف کامیاب ہوں تو یہ جملہ کہنا ناجائز ہوگا اور اگر لوگوں کو برائی اور گناہوں میں دیکھ کر اس کو افسوس ہوجاتا ہے، اس وقت میں یہ دینی غیرت کی وجہ سے یہ جملہ کہتا ہے اس کے لئے اس صورت میں یہ جملہ کہنا جائز ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب البر والصلة (باب النهی عن قول هلک الناس) ومالک فی موطئه، وأحمد فی مسنده، وابوداؤدوابن حبان ۷۵۶۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں
(۱) مفہوم دلیل الفالحین ۴/۴۴۱

(۲۸۰) بَابُ تَحْرِيْمِ الْهِجْرَانِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا لِبِدْعَةٍ فِي الْمَهْجُوْرِ، اَوْ تَظَاهُرٍ بِفِسْقٍ، اَوْنَحْوِ ذٰلِكَ

تین دن سے زیادہ مسلمانوں کے آپس میں بول چال بند رکھنے کے حرام ہونے کا بیان البتہ بدعتی شخص سے یا علانیہ فسق و فجور کے ارتکاب کرنے والے سے قطع تعلق کرنے کی اجازت کا بیان

مسلمان بھائی بھائی ہیں لڑائی میں صلح کرا دو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (سورة حجرات: ۱۰)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں سو ملاپ کرادو اپنے دو بھائیوں میں۔''

تشریح: یہ آیت پہلے بھی کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس کو علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے صلح اور جنگ ہر حال میں ملحوظ رہے کہ دو بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی مصالحت ہے، دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے، جب دو بھائی آپس میں ٹکرا جائیں تو یوں ہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو بلکہ اصلاح کی پوری کوشش کرو اوران میں آپس میں صلح کروادو۔ (۱)

(۱) فوائد تفسیر عثمانی سورۃ حجرات حاشیہ ۴

گناہ اور ظلم میں تعاون کرنا ناجائز ہے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورة مائدة: ۲)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

تشریح: مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ایک بہت اہم اصول بیان کیا گیا ہے جو مسلمان کے لئے قدم قدم پر راہنمائی کرتا ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لئے چلا تو وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ (۱)

اسی وجہ سے سلف صالحین نے ظالم بادشاہوں کی ملازمت اوران کا کوئی عہدہ قبول کرنے سے ہمیشہ اجتناب کیا ہے کہ اس صورت میں بھی ان کے ظلم کی امداد اور اعانت ہوجائے گی، اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن آواز دی جائے گی کہ کہاں ہیں ظالم لوگ اوران کے مددگار؟ یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے ظالموں کے دوات قلم کو درست کیا ہے وہ بھی سب لوہے کے ایک تابوت میں بند کر کے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ (۲)

(۱) طبرانی بحوالہ تفسیر ابن کثیر
(۲) صاحب روح المعانی نے "فلن اکون ظهيراً للمجرمين" کی تفسیر میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۲/۳۳۹ کو ملاحظہ فرمائیں۔

قطع تعلق کرنے اور ایک دوسرے سے بغض رکھنے کو منع فرمایا گیا ہے

(۱۵۹۱) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَقَاطَعُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَحَاسَدُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَاناً، وَلَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا: تم ایک دوسرے سے تعلقات منقطع مت کرو، نہ ایک دوسرے سے منہ موڑو، نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، نہ آپس میں حسد کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ هجر: هجره (ن) هجرا وهجرانا: قطع تعلق کرنا، چھوڑنا هجر الشیء: ترک کرنا، اعراض کرنا زوجه: بغیر طلاق دیئے ہوئے الگ ہونا۔ هاجر مهاجرة ۔ من البلد و عنه: ہجرت کرنا۔

تشریح: لَا تَقَاطَعُوْا: آپس میں قطع تعلق مت کرو۔ آپس میں قطع تعلق رکھنا اسلامی بھائی چارہ کے خلاف ہے اس لئے شریعت نے اس کو منع کیا ہے۔

وَلَا تَدَابَرُوْا: ایک دوسرے سے منہ نہ موڑو۔ اس کا ایک مطلب بعض محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ لفظ کنایہ ہوتا ہے پیٹھ پیچھے برائی کرنے سے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کی برائی مت کرو۔

وَلَا تَبَاغَضُوْا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی ایسے اسباب کو اختیار نہ کرے جس سے بغض و نفرت پیدا ہوسکتی ہے۔

وَلَا تَحَاسَدُوْا: آپس میں حسد نہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر اس کے زوال کی آرزو نہ کرو۔ اگر وہ نعمت اچھی ہے تو اس کے ساتھ اپنے لئے بھی اللہ سے دعا کرلو کہ اے اللہ! جس طرح تو نے اس کو یہ نعمت مرحمت فرمائی ہے تو مجھ کو بھی اپنے فضل سے عطا فرمادے۔

وَكُوْنُوْا عِبَادَاللّٰهِ اِخْوَانًا: آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث میں مذکور تمام باتیں اخوت کے منافی ہیں جب کہ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اخوت اسلامیہ کو برقرار رکھیں۔

وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ: مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھے۔ مطلب یہ ہے کہ تین دن سے کم میں ملنا جلنا چھوڑنا حرام نہیں ہے اس سے زائد ملنا جلنا چھوڑنا حرام ہوگا، اگر کسی سے ناراضگی ہو تو تین دن کے بعد دوستی کرلینا چاہیئے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الادب (باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر) و صحيح مسلم كتاب البر (باب النهى عن التحاسد)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے

(۱۵۹۲) ﴿وَعَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ: يَلْتَقِيَانِ، فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِىْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زیادہ تعلق منقطع رکھے، دونوں کا آمنا سامنا ہو تو یہ اس سے اور وہ اس سے منہ پھیر لے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ السلام: سلم (س) سلامة وسلاماً. من عيب او آفة: نجات پانا، بری ہونا۔ سلمه. وسلم عليه: السلام

علیک کہنا۔ سلم بالامر: راضی ہونا۔ الیہ: فرمانبردار ہونا۔ اسلم: فرمانبردار ہونا۔ دین اسلام اختیار کرنا، بیع سلم کرنا العدو: دشمن کو چھوڑ دینا امرہ الی اللہ: سپرد کردینا اور تم کہتے ہو "اسلمتہ وسلمتہ" جبکہ تم کسی کو چھوڑ دو اس وقت جبکہ کوئی شخص تکلیف پہنچانا چاہتا ہو۔ تسلم مسلمان بننا الشیء: قبضہ کرنا۔ مِنۂ: بیزار ہونا۔

تشریح: اسلام ایک عادلانہ مذہب ہے

لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ: جائز نہیں کہ کوئی اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ دین اسلام ایک فطری مذہب ہے، اس میں انسانی فطرت کی بہت زیادہ رعایت رکھی گئی ہے، اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ جب کسی کی کسی سے لڑائی ہوتی ہے تو اس کی طبیعت میں تین دن تک انقباض رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ آپس میں بولنا پسند نہیں کرتے، اسی وجہ سے شریعت نے انسانی طبیعت کا لحاظ رکھتے ہوئے اجازت دی ہے کہ تین دن تک تو بات چیت بند کی جاسکتی ہے مگر اس سے زائد نہیں، اس سے زائد بات چیت کا بند رکھنا اب اس میں خواہش نفس شامل ہوجائے گی۔

دینی معاملہ میں تین دن سے زیادہ بات چیت بند کی جاسکتی ہے

اس میں علماء فرماتے ہیں کہ اگر کسی سے تعلق رکھنے میں دین کا نقصان ہو تو اب تین دن سے زائد بھی اس سے بات چیت بند کی جاسکتی ہے جیسے کہ غزوہ تبوک میں تین صحابہ جو نہ جاسکے تو ان سے پچاس دن بات چیت بند کی گئی تھی۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مدت تک حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بات چیت بند رکھی تھی۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک مدت تک بات چیت نہیں فرمائی، مگر اس میں شرط ہے کہ اس میں نیت صادق ہو اور اس میں نفسانی خواہش اور کوئی دنیاوی غرض شامل نہ ہو۔

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح بخاری کتاب الادب (باب الھجرۃ) وکتاب الاستیذان وصحیح مسلم کتاب البر (باب تحریم الھجرفوق ثلاث) ومالک فی موطئہ، واحمد فی مسندہ، وابوداؤدوالترمذی وابن حبان ٥٦٦٩ وکذافی البیھقی ١٠/ ٦٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوایوب انصاری (خالد) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۳۳) میں گذر چکے ہیں۔

ہر پیر اور جمعرات کے دن اللہ کے دربار میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں

(۱۵۹۳) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ فِیْ کُلِّ اِثْنَیْنِ وَخَمِیْسٍ، فَیَغْفِرُ اللّٰہُ لِکُلِّ امْرِیءٍ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّا امْرَأً کَانَتْ

بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ، فَيَقُوْلُ: اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر پیر اور جمعرات کو اللہ کے دربار میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے گناہ معاف فرمادیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، سوائے اس شخص کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی اور کینہ ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ صلح کرلیں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ یشرک: شرکت (س) شَرْکًا وشِرْکًا وشَرِکَةً وشِرْکَةً: شریک ہونا، شرکہ۔ فی امرہ: کام میں شریک بنانا، اشرک باللہ: شریک ٹھہرانا، شرک کرنا صفت (مشرک ومشرکی) اوراسم (الشرک) شارکہ وتشارکا: باہم شریک ہونا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی سبب شرعی کے آپس میں دشمنی رکھنا مغفرت الٰہی سے محرومی کا باعث ہے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ اگر میں فلاں آدمی سے تعلق رکھوں گا تو اس کی وجہ سے میرا دینی نقصان ہوگا تو ایسے شخص سے کنارہ کشی اختیار کرنا جائز ہے مگر اس صورت میں یہ جائز نہیں کہ اس کی غیبت کی جائے، یا اس پر عیب لگائے جائیں، یا اس سے کینہ وعداوت کو ظاہر کیا جائے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب البر والصلة (باب النهي عن الشحناء والتهاجر)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۵۷۶

شیطان اس بات سے مایوس ہے کہ جزیرہ عرب میں اب اس کی عبادت کی جائے

(۱۵۹۴) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ فِيْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ، وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ"﴾ (رواه مسلم)

"اَلتَّحْرِيْشُ" اَلْإِفْسَادُ وَتَغْيِيْرُ قُلُوْبِهِمْ وَتَقَاطُعُهُمْ.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان بے شک اس بات سے تو مایوس ہوگیا ہے کہ جزیرہ عرب میں نمازی اس کی عبادت کریں گے، البتہ وہ ان کے درمیان فساد ڈالنے اور قطع تعلق کروانے میں کامیاب رہے گا۔''

"اَلتَّحْرِيْشُ" بمعنی فساد ڈالنا، دلوں کو بدلنا اور آپس میں تعلق قطع کر لینا۔

لغات: ❖ الشیطان: شطنه (ن) شطناً: مخالفت کرنا، دور کرنا، رسی سے باندھنا، شطن فی الارض: داخل ہونا الرجل: حق وغیرہ سے دور ہونا اشطنه: دور کرنا، شیطن و شیطنة و تشیطن: شیطانی فعل کرنا، الشاطن: خبیث، حق سے دور ہونے والا، جمع شیاطین بمعنی: دیو سرکش و نافرمان (آدمی ہو یا جن یا جانور) اور اسی سے ہے شیاطین العوب "عرب کے سرکش و نافرمان لوگ، سانپ۔

تشریح: حدیث بالا معجزات نبوت میں سے ہے کہ آپ ﷺ نے آئندہ پیش آنے والی بات کی جس طرح خبر دی وہ اسی طرح واقع ہوئی، یہاں روایت میں إن الشیطان قدأیس ہے، ایک دوسری روایت میں "إن الشیطان قد یئس" اور مسند احمد میں "قد یئس الشیطان" کے الفاظ آتے ہیں۔ (۱)

وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيْشِ بَيْنَهُمْ: لیکن وہ آپس میں بگاڑ اور قطع تعلق پیدا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان ہر وقت اس بات کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ مسلمانوں میں جھگڑے اور لڑائیاں، بغض و عداوت برپا کرے، اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا رہے۔ (۲)

يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّوْنَ: مصلین سے مراد مؤمنین ہے، نماز سب سے اہمیت کے ساتھ مسلمان ادا کرتے ہیں اس لئے اس کو مصلین کے ساتھ یہاں پر تعبیر کر دیا گیا حالانکہ مراد مسلمین ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب صفة القيامةوالنارو (باب تحريش الشيطان) واحمد فى مسنده والترمذى وابن حبان وغيرهما.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) نزہۃ المتقین، روضۃ المتقین ۴/۹۴، دلیل الفالحین ۴/۴۴۵

(۲) رواہ ابن حبان

(۳) نزہۃ المتقین، وروضۃ المتقین ۴/۹۴

تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھنے والا مرنے کے بعد جہنم میں جائے گا

(۱۵۹۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ"﴾

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ بِاِسْنَادٍ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے

لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے تعلق توڑے رکھے، پس جو شخص تین دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھے گا اور اسی حالت میں اسے موت آجائے گی تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

اس روایت کو ابوداؤد نے بخاری ومسلم کی شرط پر روایت کیا ہے۔

لغات: ❖ یحل: حل (ن، ض) حلولاً ـعلیه امر الله: واجب ہونا۔ حل (ض) حلا ـالشیء: حلال ہونا۔ الدین: ادائیگی کا وقت پہنچنا الیمین: قسم پوری ہونا الرجل: احرام سے نکلنا۔

تشریح: فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ: اسی حالت میں موت آگئی تو وہ جہنم میں جائے گا۔ جہنم میں اس کا دخول بطور سزا وعتاب کے ہوگا اور یہ دخول جہنم ہمیشہ کے لئے نہیں ہوگا، بلکہ سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا کیونکہ ہمیشہ جہنم میں رہنا اہل سنت والجماعت کے نزدیک صرف کافروں اور مشرکوں کے لئے مخصوص ہے۔

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب فیمن یھجر اخاہ المسلم) واسنادہ صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

ایک سال تک قطع تعلق رکھنے کا قتل کرنے کے برابر گناہ ہے

(۱۵۹۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ خِرَاشٍ حَدْرَدِبْنِ اَبِیْ حَدْرَدٍالْاَسْلَمِیِّ، وَیُقَالُ: اَلسُّلَمِیُّ، اَلصَّحَابِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ هَجَرَاَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ"﴾ (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت ابوخراش حدرد بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض کے نزدیک سُلمی، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص اپنے بھائی سے ایک سال تک تعلق توڑے رکھے گا تو اس کا یہ عمل اس کے خون بہانے کے برابر ہے۔'' (اسے ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ سفک: سفک (ض) سفکاً. الماء اوالدم: پانی یا خون بہانا الکلام: بہت بولنا، انسفک: گرنا، بہانا، السفوک والسفاک: بہت خون گرانے والا، السفیک: گرایا ہوا، بہایا ہوا۔

تشریح: مَنْ هَجَرَاَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهٖ: جس نے اپنے بھائی سے ایک سال تک تعلق توڑے رکھا تو اس کا یہ عمل اس کے قتل کرنے کے برابر ہے۔ مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جس طرح کسی کو قتل کرنا اذیت اور تکلیف کا باعث ہوتا

ہےتو اسی طرح جس سے پہلے تعلق ہو پھر اس سے تعلق کو بلا کسی عذر کے ختم کردینا بھی اذیت میں معنوی قتل کی طرح ہے۔ (۱)

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے حدیث بالا کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ حدیث مبالغہ پر محمول ہے کہ تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھنا تو حرام ہے اور مزید یہ کہ اگر ایک سال ہوجائے تو گویا کہ اس نے اس کو قتل ہی کردیا، جس طرح قتل کرنے کا گناہ ہے اسی طرح ایک سال تک بلا عذر کے قطع تعلق رکھنا بھی گناہ کا باعث ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ ابو داؤد کتاب الادب (باب من هجر اخاه سنة)

راوی حدیث حضرت ابوخراش حدرد بن ابی حدرد الاسلمی کے مختصر حالات:

نام: حدرد، کنیت ابوخراش، بعض کے نزدیک ان کا پورا نام سلامۃ بن عمیر بن ابی سلامۃ بن سعد بن سارب بن الحارث بن عیسی بن ہوازن بن اسلم بن حارثہ ہے۔

اَلْاَسْلَمِیُّ: بعض کہتے ہیں یہ اسلمی ہے جو قبیلۂ اسلم کی طرف منسوب ہے مگر حدیث بالا میں سلمی بھی آیا ہے، یہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (کذا فی دلیل الفالحین)

---

(۱) نزہۃ المتقین (۲) شرح طیبی بحوالہ روضۃ المتقین ۴/۹۵

تین دن کے بعد اب جو سلام کا جواب نہ دے اس کو گناہ ہے

(۱۵۹۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَایَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلَاثٌ فَلْیَلْقَهٗ، فَلْیُسَلِّمْ عَلَیْهِ، فَاِنْ رَدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ، فَقَدِ اشْتَرَکَا فِی الْاَجْرِ، وَاِنْ لَمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ، وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ"﴾ رواه ابو داؤد باسناد حسن. قَالَ ابو داؤد: اِذَا کَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَلَیْسَ مِنْ هٰذَا فِیْ شَیْءٍ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی مؤمن کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی مؤمن سے تین دن سے زیادہ تعلق منقطع کرے، پس اگر اسی حالت میں تین دن گزر جائیں تو چاہئے کہ اس سے ملاقات کرکے اسے سلام کرے، پس اگر اس کے سلام کا جواب دے دیا تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور اگر اس نے سلام کا جواب نہ دیا تو وہ گناہگار ہوگا اور سلام کرنے والا ترک تعلق کے گناہ سے نکل جائے گا۔''

اس روایت کو ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے، امام ابوداؤد نے فرمایا اگر ترک تعلق اللہ کے لئے ہو تو پھر اس میں کوئی گناہ نہیں۔

لغات: ❖ هجر: هجره (ن) هجراوهجراناً: قطع تعلق کرنا، چھوڑنا۔ هجرالشیء: ترک کرنا، اعراض کرنا۔ زوجه: بغیر طلاق دیئے ہوئے الگ ہونا۔ هاجر مهاجرة۔ من البلد و عنه: ہجرت کرنا۔

تشریح: وَاِنْ لَمْ یَرُدَّعَلَیْهِ فَقَدْبَاءَ بِالْاِثْمِ: اس نے سلام کا جواب نہ دیا تو اس کا بھی گناہ اس کو ہوگا۔ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ دو آدمیوں میں لڑائی تھی تو پھر ایک نے لڑائی ختم کرتے ہوئے دوسرے کو سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب نہیں دیا تو اب ترک ملاقات کا گناہ دوسرے پر ہوگا۔ یا مطلب یہ ہے کہ سلام کا جواب نہ دینا، اس کا گناہ بھی اس پر ہوگا۔ (۱)

اور اگر قطع تعلق کسی عذر کی بناء پر ہو کہ وہ کھلم کھلا گناہ کا ارتکاب کرتا ہے یا وہ بدعت کو رواج دیتا ہے، سمجھانے کے باوجود وہ باز نہیں آتا تو اب ایسے شخص سے قطع تعلق کرنا ہی بہتر ہے تاکہ وہ باز آجائے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب فیمن یهجر اخاه المسلم) و له شاهد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) مظاہر حق ۴/ ۵۸۱ (۲) نزہۃ المتقین

(۲۸۱) بَابُ النَّهْیِ عَنْ تَنَاجِیْ اِثْنَیْنِ دُوْنَ الثَّالِثِ بِغَیْرِ اِذْنِهٖ اِلَّالِحَاجَةٍ، وَهُوَاَنْ یَتَحَدَّثَا سِرًّا بِحَیْثُ لَا یَسْمَعُهُمَا، وَفِیْ مَعْنَاهُ مَا اِذَا تَحَدَّثَ اِثْنَانِ بِلِسَانٍ لَایَفْهَمُهٗ

دو آدمیوں کا تیسرے آدمی کی اجازت کے بغیر سرگوشی کرنا منع ہے مگر ضرورت کے پیش نظر اسی طرح وہ دونوں گفتگو کریں کہ تیسرا آدمی ان کی بات سن نہ سکے، یہ ناجائز ہے اور اسی مفہوم میں یہ بھی ہے کہ وہ آدمی ایسی زبان میں گفتگو کریں کہ تیسرا آدمی وہ زبان نہ سمجھ سکے

بری سرگوشیاں شیطانی عمل ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطَانِ﴾ (سورۂ مجادلة: ۱۰)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''(بری) سرگوشیاں شیطانی کام ہیں۔''

تشریح: ## شان نزول

آیت اِنَّمَا النَّجْوَی مِنَ الشَّیْطَانِ: حضرت ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ منافق آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے اور یہ سرگوشیاں مسلمانوں کو شاق گزرتی تھیں، اس پر آیت بالا کا نزول ہوا۔ مفسرین نے آیت کریمہ کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو غصہ اور غمگین کرنے کے لئے جو کانا پوسی ہو تو یہ اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے اور ایسی سرگوشی کو شیطانی عمل فرمایا گیا ہے کیونکہ شیطان ہی ان کو اس طرح کی سرگوشی کرنے پر آمادہ کرتا ہے[1] اور اگر سرگوشی اچھے کام کے لئے ہو تو وہ اللہ کے نزدیک محمود ہے جیسے کہ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے:

لَاخَیْرَفِیْ کَثِیْرٍمِنْ نَجْوَاھُمْ اِلَّامَنْ اَمَرَبِصَدَقَةٍ اَوْمَعْرُوْفٍ اَوْاِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ.[2]

''اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں، ہاں بھلائی ان سرگوشیوں میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کروانے کے لئے ہو۔

(۱) تفسیر مظہری ۱۱/۲۶۴ وتفسیر قرطبی ۹/۲۹۵
(۲) سورۃ النساء آیت ۱۱۴

آپس میں سرگوشی کرنا کسی کو چھوڑ کر یہ ناجائز ہے

(۱۵۹۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَاکَانُوْاثَلَاثَةً فَلَا یَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ"﴾ (متفق علیه)

وَرَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَزَادَ: قَالَ اَبُوْصَالِحٍ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: فَاَرْبَعَةٌ؟ قَالَ: لَا یَضُرُّکَ" وَرَوَاهُ مَالِکٌ فِیْ "الْمُوَطَّا" عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ: کُنْتُ اَنَاوَابْنُ عُمَرَعِنْدَدَارِخَالِدِبْنِ عُقْبَةَالَّتِیْ فِی السُّوْقِ، فَجَاءَ رَجُلٌ یُرِیْدُاَنْ یُنَاجِیَهُ، وَلَیْسَ مَعَ ابْنِ عُمَرَ اَحَدٌ غَیْرِیْ، فَدَعَا ابْنُ عُمَرَرَجُلًا آخَرَحَتّٰی کُنَّا اَرْبَعَةً، فَقَالَ لِیْ وَلِلرَّجُلِ الثَّالِثِ الَّذِیْ دَعَا: اِسْتَأْخِرَا شَیْئًا، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "لَایَتَنَاجٰی اِثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ."

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تین آدمی ہوں تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔'' (بخاری ومسلم)

اسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں ابوصالح (راوی) نے یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ اگر چار آدمی ہوں؟ تو انہوں نے جواب دیا اس میں تمہارے لئے کوئی حرج نہیں اور اسے امام مالک نے موطا میں حضرت عبد اللہ ابن دینار سے روایت کیا، انہوں نے کہا، میں اور حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خالد بن عقبہ کے اس مکان کے پاس تھے جو بازار میں ہے، پس ایک آدمی آیا جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سرگوشی کرنا چاہتا تھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ میرے سوا کوئی بھی نہ تھا، پس حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک اور آدمی کو بلایا یہاں تک کہ ہم چار ہوئے تو انہوں نے مجھ سے اور اس تیسرے آدمی سے جس کو انہوں نے بلایا تھا فرمایا تھوڑا پیچھے ہٹ جاؤ اس لئے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک کو چھوڑ کر دو آدمی باہم سرگوشی نہ کریں۔

لغات: ❖ دون: بمعنی: نیچے، کہا جاتا ہے "ھو دونہ" وہ اس سے مرتبہ میں کم ہے، آگے، کہا جاتا ہے "مشی دونہ" وہ اس کے آگے چلا، وبمعنی غیر، کہا جاتا ہے "من دون ان یفعل" بغیر کرنے کے، الدون: گھٹیا، حقیر کم مرتبہ جیسے: شیء دون، گھٹیا چیز اور کبھی شریف کے معنی میں آتا ہے اور کہا جاتا ہے "حال القوم دون فلان" یعنی قوم فلاں کے اور اس کے مطلوب کے درمیان حائل ہوگئی۔

تشریح: حدیث بالا میں مجلس کے آداب کو ذکر کیا گیا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک چوتھے آدمی کو بھی بلایا تاکہ دو، دو ہوجائیں اس سے معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ آدمیوں کی موجودگی میں دو آدمی آپس میں سرگوشی کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر چار آدمی ہوں اور پھر تین آدمی آپس میں سرگوشی کریں چوتھے کو چھوڑ کر، تو یہ ممنوع ہوگا، اس کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ آدمی جس کو چھوڑا ہے وہ غم اور شک میں مبتلا ہوجائے گا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ میرے خلاف منصوبہ بنا رہے ہوں۔ یہ بحث تو صحیح اور جائز سرگوشی کے بارے میں تھی اور اگر شر میں سرگوشی ہو تو بالکل ہی ناجائز ہے خواہ کتنے ہی آدمی کریں جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ [1]

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْآ اِذَاتَنَا جَيْتُمْ فَلَاتَتَنَا جَوْابِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ. [2]

"اے مسلمانو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ، اور عداوت اور آپ ﷺ کی نافرمانی کی سرگوشی مت کرو۔"

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاستيذان (باب لا يتناجى اثنان دون الثالث) و صحيح مسلم كتاب السلام (باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث) و سنن ابى داؤد كتاب الادب (باب التناجى) مؤطامالک كتاب الكلام (باب ماجاء فى مناجاة اثنين) واحمد ٢/٤٥٦٤، والحميدى ٦٤٦ وابن حبان ٥٧٠ و كذا ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین (۲) سورۃ مجادلۃ

تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمیوں کا سرگوشی کرنا تیسرے آدمی کو غمگین کر دیتا ہے

(۱۵۹۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً، فَلَا يَتَنَاجٰى اِثْنَانِ دُوْنَ الْآخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ، مِنْ أَجْلِ أَنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ"﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم تین آدمی ہو تو تیسرے کو چھوڑ کر دو آدمی سرگوشی نہ کریں یہاں تک کہ تم لوگوں میں مل گھل جاؤ اس لئے کہ ایسا کرنا اس (تیسرے آدمی) کو غمگین کر دے گا۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ تختلطوا: خلط (ض) خلطاً و خلّط ـ الشيء بالشيء: ملانا، کہا جاتا ہے "خلّط المريض": بیمار نے مضر چیزیں کھائیں و "خلط في الكلام": اس نے بکواس کی، خلط في الشيء: خراب و فاسد کرنا، خالطه ومخالطة وخلاطاً: ملنا، میل ملاپ کرنا، ساتھ رہنا۔ الداء فلاناً: بیماری لاحق ہونا۔

تشریح: فَلَا يَتَنَاجٰى اِثْنَانِ دُوْنَ الْآخَرِ: دو آدمی سرگوشی نہ کریں تیسرے کو چھوڑ کر۔

علماء فرماتے ہیں کہ دو آدمیوں کا تیسرے آدمی کو چھوڑ کر سرگوشی کرنا حرام ہے، حرام ہونے کی وجہ تیسرے آدمی کو غم و ایذا میں مبتلا کرنا ہے کہ وہ تیسرا آدمی پریشان ہوتا ہے کہ یہ لوگ میرے خلاف منصوبہ بنا رہے ہیں اور مسلمانوں کو ایذا اور تکلیف میں مبتلا کرنا حرام ہے جیسے کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔ (۱)

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا. (۲)

''جو لوگ مؤمن مردوں اور عورتوں کو ایذا بغیر کسی وجہ کے پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بڑا بہتان اٹھایا اور یہ کھلا گناہ ہے۔''

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاستيذان (باب اذا كانوا اكثر من ثلاثة فلا بأس) وصحيح مسلم كتاب السلام (باب تحريم مناجاة الاثنين دون الثالث) وأحمد ۲/۳۵٦۰ والترمذى وابن ماجه والدارمى ۲٦۵۷ وابن ابى شيبة ۵۸۱/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳٦) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین،

(۲) سورۃ الاحزاب آیت ۵۸

(٢٨٢) بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَعْذِيْبِ الْعَبْدِ وَالدَّابَّةِ وَالْمَرْأَةِ وَالْوَلَدِ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ أَوْزَائِدٍ عَلٰى قَدْرِ الْأَدَبِ

بغیر شرعی عذر کے یا ادب سے زائد غلام، جانور، بیوی اور اولاد کو سزا دینے کی ممانعت کا بیان

مخلوق خدا کے ساتھ حسن سلوک کرنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِى الْقُرْبٰى، وَالْيَتَامٰى، وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى، وَالْجَارِ الْجُنُبِ، وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَمَامَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا"﴾ (سورہ نساء: ٣٦)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔''

تشریح: یہ آیت اس سے پہلے "باب حق الجار والوصية به" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ آیت کریمہ کا یہ ہے۔ اس آیت میں کئی لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے مثلاً والدین، قرآن مجید میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی متعدد جگہ پر ترغیب دی گئی ہے اور انسانوں میں سے سب سے زیادہ حقوق ان ہی کے بیان کئے گئے ہیں۔ اسی طرح رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ امداد اور ہمدردی کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ: پہلو کے ساتھی۔ اس سے مراد رفیق سفر، کام میں شریک لوگ، اور تحصیل علم کے ساتھی، تعلیم صناعت اور کاروباری سلسلہ کے احباب اس میں داخل ہیں، ان سب کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ [1]

وَمَامَلَكَتْ أَيْمَانُكُم: غلام، باندی اور آج کل گھر، دوکان، کارخانوں، ملوں کے ملازم اور نوکر چاکر بھی اسی کے تحت آجاتے ہیں کہ ان سب کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا: اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔ غرور اور تکبر اللہ جل شانہ کو سخت ناپسند ہے، ایک روایت میں آتا ہے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت

میں داخل نہیں ہوگا۔ (۲)

آیت بالا میں بطور خاص کبر کی مذمت اس لئے کی گئی ہے کہ جن جن لوگوں سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے اس پر وہی لوگ عمل کر سکتے ہیں جن کے دل میں کبر نہ ہو، ورنہ متکبر اور مغرور آدمی تو کسی کے ساتھ بھی حسن سلوک نہیں کرتا۔ (۳)

(۱) فتح القدیر للشوکانی
(۲) رواہ مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر و بیانہ
(۳) مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۲/۲۰۵ ملاحظہ فرمائیں

ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا

(۱۶۰۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عُذِّبَتْ اِمْرَأَةٌ فِیْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰی مَاتَتْ، فَدَخَلَتْ فِیْهَا النَّارَ، لَا هِیَ اَطْعَمَتْهَا، وَسَقَتْهَا، إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَاهِیَ تَرَکَتْهَا تَأْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ"﴾ (متفق علیه)

"خَشَاشُ الْاَرْضِ" بفتح الخاء الْمُعْجَمَةِ، وَبِالشِّیْنِ الْمُعْجَمَةِالْمُکَرَّرَةِ: وَهِیَ هَوَامُّهَاوَ حَشَرَاتُهَا.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا جس نے اس کو باندھا تھا یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ پس وہ اس کی وجہ سے جہنم میں گئی، نہ اس کو اس نے کھلایا جب کہ اس نے اسے قید کر رکھا تھا اور نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ خود زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔" (بخاری و مسلم)

خشاش الارض: خاء پر زبر اور شین دو مرتبہ ہے بمعنی زمین کے موذی جانور اور کیڑے مکوڑے۔

لغات: ❖ الخشاش: کیڑے مکوڑے، پہاڑی سانپ، ایک قسم کی لکڑی جس کو اونٹ کی ناک میں ڈالتے ہیں، واحد (خشاشة) غضب، کہا جاتا ہے "حرک خشاشه": یعنی وہ غضبناک ہوا۔

تشریح: علامہ نواب محمد قطب الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے ساتھ بدسلوکی اور بے رحمی کا معاملہ کرنا بھی خدا کے عذاب کو دعوت دیتا ہے۔ (۱) جانوروں کو باندھنا اور پھر اس کو کھانے پینے کو نہ دینا بھی حرام ہے، جانوروں کو پالا ہے تو پھر اس کے کھانے پینے کا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔ (۲) ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ واقعہ بنی اسرائیل کے زمانے کا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى اواخر كتاب الانبياء وصحيح مسلم كتاب السلام (باب تحريم قتل الهرة) واحمد ۳/۱۰۰۰۶ والدارمى ۲۸۱٤ وابن حبان ٥٤٦ وابن ماجه وكذافى البيهقى ٥/٦١٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۲٦۷

(۲) نزہۃ المتقین

(۳) فتح الباری

جاندار چیز کو نشانہ بنانا موجب لعنت ہے

(١٦٠١) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ مَرَّبِفِتْيَانٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْنَصَبُوْاطَيْراً وَهُمْ يَرْمُوْنَهُ، وَقَدْ جَعَلُوْا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِنْ نَبْلِهِمْ، فَلَمَّارَأَوْا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوْا، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَنْ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا، اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا﴾

(متفق عليه)

"الغرض" بفتح الغين المعجمة، والراء وهو الهدف، والشيء الذى يُرْمٰى اِلَيْهِ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب کہ ان کا گزر قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے ہوا جو ایک پرندے کو نشانہ بنا کر مار رہے تھے اور پرندے کے مالک سے یہ طے ہوا تھا کہ خطا ہو جانے والا تیر اس پرندے کے مالک کا ہے، پس جب انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تو منتشر ہو گئے۔ پس حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ کام کس نے کیا ہے؟ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے ایسا کام کیا ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار چیز کو نشانہ بنائے۔''

(بخاری ومسلم)

الغرض: غین اور راء پر زبر کے ساتھ، ہدف اور وہ چیز جس کی طرف تیر پھینکے جائیں۔

لغات: ❖ الغرض (غین کے فتح اور راء کے ساتھ) بمعنی نشانہ پر ٹھیک مارنا، الاناء برتن بھرنا، اغترض ـ الشیء: کسی چیز کو اپنی غرض بنانا اُغترضَ فلان: جوان مرنا۔

تشریح: جانور اور پرندے باندھ کر نشانہ لگا کر مارنا جائز نہیں ہے اور یہ ممانعت متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے مثلاً مذکورہ بالا حدیث لعن من اتخذ شیئا فیه الروح غرضا [1] ''کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جانور کو

باندھ کرنشانہ لگائے۔" اسی طرح ایک دوسری روایت میں ارشاد نبوی ہے:

لَا تَتَّخِذُ شَيْئاً فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضاً (۲) "کہ کسی جاندار چیز کو نشانہ نہ بناؤ۔"

لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا الخ: حدیث بالا میں ایسے عمل کرنے والے پر لعنت فرمائی جارہی ہے، محدثین فرماتے ہیں کہ احادیث میں لعنت کے الفاظ سے کنایہ کبیرہ گناہ کی طرف ہوتا ہے کہ یہ عمل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب الذبائح (باب مایکره من المثلة) وصحیح مسلم کتاب الصید (باب النهی عن صبر البهائم) واحمد ۲/۴۶۲۲ ومصنف عبدالرزاق ۸۴۲۸ وابن حبان ۵۶۱۷ والدارمی ۲/۸۳ وکذا فی البیهقی ۹/۸۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) رواہ البخاری ومسلم (۲) رواہ مسلم

جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا

(۱۶۰۲) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ﴾ (متفق علیه)

وَمَعْنَاهُ: تُحْبَسَ لِلْقَتْلِ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر نشانہ لگانے سے منع فرمایا ہے۔" (بخاری ومسلم)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قتل کرنے کے لئے اسے قید کیا جائے۔

لغات: ❖ نَهٰى: نهاه ينهاه نهيا. عن كذا: ڈانٹنا، منع کرنا صفت مذکر "ناہ" صفت مونث "ناهية" اور جس سے منع کریں اس کو منهی عنه کہتے ہیں اور النهية، النهی (مصدر) عندالنحاة: کسی سے ترک فعل کو طلب کرنا اور اس کا حرف کلمہ لا ہے۔

تشریح: جانوروں کو باندھ کر ان کو نیزوں سے نشانہ بنانا حرام ہے اور موجب لعنت ہے، اگر کسی جانور کو مارنا ہے تو شریعت نے اس کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اس جانور کو پکڑ کر اس کے گلے پر تیزی سے چھری پھیری جائے تاکہ اس کو کم سے کم تکلیف ہو اور اس طرح سے وہ جانور حلال بھی ہوجائے گا اور اگر نیزوں سے تختہ مشق بنا کر اس کو مارا گیا تو اس صورت میں وہ جانور حرام ہوجائے گا اور اس کا گوشت بھی نہیں کھاسکیں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الذبائح (باب مایکره من المثلة) وصحیح مسلم کتاب

الصید (باب النھی عن صبر البھائم) و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں

غلام کو ناحق مارنے کا بدلہ اس کو آزاد کرنا ہے

(۱۶۰۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ عَلِیٍّ سُوَیْدِبْنِ مُقَرِّنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: لَقَدْرَأَیْتُنِیْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مِنْ بَنِیْ مُقَرِّنٍ، مَالَنَاخَادِمٌ اِلَّا وَاحِدَةٌ لَطَمَهَا اَصْغَرُنَا، فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُعْتِقَهَا﴾ (رواہ مسلم)

وَفِیْ روایة: "سابع اخوة لی."

ترجمہ: "حضرت ابوعلی سوید بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں مقرن کے سات بیٹوں میں سے ساتواں تھا۔ ہماری ایک ہی کنیز تھی، اسے ہمارے سب سے چھوٹے بھائی نے طمانچہ مارا تو ہمیں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ہم اسے آزاد کردیں۔" (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ میں اپنے بھائیوں کا ساتواں تھا۔

لغات: ❖ نعتقھا: عتق (ض) عتقاً وعِتقاًوعَتاقاًوعَتاقة. العبدآزاد ہونا صفت (عتیق وعاتق) عتق (ن) عتقاً وعتقاًوعتق (ک) عتاقة: پرانا ہونا، اعتق العبد: غلام آزاد کرنا الفرس: تیز دوڑانا۔ ماله: درست کرنا۔ العتیق: پرانا، آزاد کردہ غلام، کریم، عمدہ جمع عُتقاء وعُتق، امة عتیق: آزاد کردہ لونڈی۔

تشریح: سَابِعُ سَبْعَةٍ: سات میں سے ساتواں تھا۔ صاحب نزہۃ المتقین فرماتے ہیں یہ ساتوں بھائی صحابی اور سب ہی مہاجر ہیں۔ (۱) علماء فرماتے ہیں کہ غلام کو بلا وجہ مارنا پیٹنا اور اس پر بلا وجہ زیادتی کرنا سخت گناہ ہے۔ اس کا کفارہ شریعت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ وہ اس کو آزاد کردے یا پھر کسی اور طریقے سے اس کو راضی کرلے ورنہ وہ عنداللہ زیادتی کرنے والا شمار ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الایمان (باب صحبة المما لیک الخ) وابوداؤد وکذافی الترمذی.

راوی حدیث حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: سوید، کنیت ابوعلی، والد کا نام مقرن ہے، پورا نام اس طرح ہے سوید بن مقرن بن عائذ بن منجا بن ہجیر بن نصر الخ، ان کی والدہ کا نام مزینہ بنت ملک بن وبرہ تھا، کوفہ میں رہائش اختیار کی تھی۔

مرویات کی تعداد: بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چھ یا بعض کے نزدیک تین روایات نقل کی ہیں، جن میں سے ایک

مسلم میں ہے۔ ان کے بیٹے معاویہ اور بلال بن یساف وغیرہ ان سے روایت نقل کرتے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین ودلیل الفالحین ۴/۴۵۳

جو اپنے غلام کو ناحق مارے گا قیامت میں جہنم کی آگ اس کو چھوئے گی

(١٦٠٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِالْبُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًالِّیْ بِالسَّوْطِ، فَسَمِعْتُ صَوْتًامِنْ خَلْفِیْ: "اِعْلَمْ اَبَامَسْعُوْدٍ" فَلَمْ اَفْھَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ فَلَمَّا دَنَامِنِّیْ اِذَاھُوَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَاھُوَیَقُوْلُ: "اِعْلَمْ اَبَامَسْعُوْدٍاِنَّ اللّٰہَ اَقْدَرُ عَلَیْکَ مِنْکَ عَلٰی ھٰذَا الْغُلَامِ." فَقُلْتُ: لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْکًا بَعْدَہٗ اَبداً"﴾

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: فَسَقَطَ السَّوْطُ مِنْ یَدِیْ مِنْ ھَیْبَتِہٖ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ: فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھُوَحُرٌّلِوَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی، فَقَالَ: "أَمَالَوْلَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْکَ النَّارُاَوْلَمَسَّتْکَ النَّارُ." رواہ مسلم بِھٰذِہِ الرِّوَایَاتِ.

ترجمہ: ''حضرت ابومسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی خبردار اے ابومسعود! مگر میں غصے کی حالت میں ہونے کی وجہ سے آواز کو سمجھ نہ سکا۔ پس جب آواز قریب ہوئی تو دیکھا کہ وہ تو جناب رسول اللہ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ ارشاد فرما رہے ہیں خبردار اے ابومسعود! اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے کہیں زیادہ قادر ہے جتنا کہ تو اس غلام پر ہے۔ تو میں نے کہا اس کے بعد میں کبھی کسی غلام کو نہیں ماروں گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی ہیبت سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر گیا۔ ایک اور روایت میں ہے پس میں نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم اس کو آزاد نہ کرتے تو آگ تجھے اپنی لپیٹ میں لے لیتی، یا یہ فرمایا کہ تجھے جہنم کی آگ ضرور چھوتی، یہ تمام روایات مسلم نے بیان کی ہیں۔''

لغات: ❖ حر: حر (س) حراراً. العبد: آزاد ہونا (حریۃ) شریف الاصل ہونا (حرۃ) پیاسا ہونا۔ حرر۔ العبد: آزاد کرنا الولد والشیء: خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف کرنا۔ تحرر۔ العبد: آزاد ہونا، الحریۃ بمعنی آزادی۔

تشریح: حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ غلام کو بلا کسی وجہ کے مارنے سے آدمی گناہ گار ہوجاتا ہے، اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کردیا جائے جیسے کہ حدیث بالا میں حضرت ابومسعود بدری نے کیا اور اس طرح کرنا علماء فرماتے ہیں کہ

مستحب کے درجہ میں ہے واجب نہیں ہے، اگر کوئی ایسا نہ کرے گناہ گار نہیں ہوگا۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حدیث بالا میں غلاموں کے ساتھ نرمی کرنے اور ان کے ساتھ محبت و درگزر کا معاملہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب صحبة المماليک) و كذا في الترمذي.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومسعود البدری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۱۰) میں گذر چکے ہیں

(۱) شرح مسلم للنووی رحمہ اللہ تعالیٰ

غلام کو مارنے کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کردے

(۱۶۰۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَّهُ حَدًّا لَّمْ يَأْتِهِ، أَوْ لَطَمَهُ، فَإِنَّ كَفَّارَتَهُ اَنْ يُعْتِقَهُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے غلام پر کسی ایسے جرم کی حد لگائی جو اس نے کیا ہی نہیں، یا اس کو طمانچہ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ لطمه: لطمه (ض) لطماً: تھپڑ مارنا۔ ہ بکذا: چپکانا، لطّمه: بمعنی زور سے تھپڑ مارنا لطّم الكتاب: خط پر مہر لگانا۔ لاطمه، لطاماً و ملاطمة: تھپڑ مارنا، ایک دوسرے کو تھپڑ مارنا۔

تشریح: أَوْلَطَمَهُ: غلام کے منہ پر طمانچہ مارے۔ طمانچہ مارنا ویسے ہی شریعت میں ممنوع ہے۔ حدیث بالا میں بطور خاص غلام کو منہ پر مارنے سے منع کیا جارہا ہے اور اس کا تاوان یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اس غلام کو آزاد کردے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس صورت میں آزاد کرنا واجب نہیں ہے صرف مستحب ہے، تاہم آزاد کرنا ثواب میں بغیر کسی سبب کے آزاد کرنے کے برابر تو نہیں ہے مگر اس کے بلاوجہ مارنے کا کفارہ ضرور ہوجائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب صحبة المماليک و كفارة من لطم عبده) و كذا في ابي داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/۱۰۴، دلیل الفالحین ۴/۴۵۴

اللہ قیامت میں ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو ناحق سزا دیتے ہیں

(١٦٠٦) ﴿وَعَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهُ مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى اُنَاسٍ مِنَ الْاَنْبَاطِ، وَقَدْ اُقِيْمُوْا فِي الشَّمْسِ، وَصُبَّ عَلٰى رُؤُوْسِهِمُ الزَّيْتُ! فَقَالَ: مَاهٰذَا؟ قِيْلَ: يُعَذَّبُوْنَ فِي الْخَرَاجِ، وَفِي رِوَايَةٍ: حُبِسُوْا فِي الْجِزْيَةِ. فَقَالَ هِشَامٌ: اَشْهَدُ، لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا" فَدَخَلَ عَلَى الْاَمِيْرِ، فَحَدَّثَهُ فَاَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوْا﴾ (رواہ مسلم)

"اَلْاَنْبَاطُ" اَلْفَلَّاحُوْنَ مِنَ الْعَجَمِ.

ترجمہ: ''حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا ملک شام میں کچھ عجمی کاشتکار لوگوں پر گزر ہوا جنہیں دھوپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور ان کے سروں پر زیتون کا تیل لگایا گیا تھا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ان کو بتلایا گیا کہ ان لوگوں کو خراج کی وجہ سے سزا دی جارہی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہیں جزیے کی وجہ سے قید کیا گیا ہے۔ تو حضرت ہشام نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔ پھر حضرت ہشام ان لوگوں کے گورنر کے پاس گئے اور انہیں یہ حدیث سنائی تو گورنر نے ان کے بارے میں حکم دیا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔'' (مسلم)

الانباط: اس سے مراد عجم کے کاشت کار (کھیتی باڑی کرنے والے) ہیں۔

لغات: ❖ الانباط: النبط: ایک عجمی قوم جو عراقین کے درمیان آباد رہتی تھی، پھر اس لفظ کا استعمال عوام الناس کے لئے ہونے لگا اور اسی سے ہے جو کہا جاتا ہے "کلمة نبطيةٌ" یعنی عام کلمہ، واحد نبطی ونباطی ونباط جمع انباط ونبیط.

تنبط: نبطیوں کے مشابہ ہونا یا نبطیوں کی طرف منسوب ہونا، انتبط الکلام: اجتہاد سے نکالنا۔

تشریح: مَرَّ بِالشَّامِ عَلٰى اُنَاسٍ مِنَ الْاَنْبَاطِ: ان کا ملک شام میں کچھ کاشتکار لوگوں پر گزر ہوا۔ بعض دوسری روایات میں شام کے بجائے حمص کا ذکر ہے، حمص بھی ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے۔ (١)

يُعَذَّبُوْنَ فِي الْخَرَاجِ: خراج کے بارے میں عذاب دیا جارہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خراج پر بھی عذاب ہوگا۔

خراج، عشر اور جزیہ کس کو کہتے ہیں

غیر مسلموں کی زمین کے پیداوار سے جو لیا جاتا ہے اس کو خراج کہتے ہیں اور مسلمانوں کی زمینوں سے جو لیا جاتا ہے اس کو عشر کہتے ہیں۔

جِزْیَۃُ: کہتے ہیں وہ سالانہ رقم جو اسلامی مملکت میں رہنے والے ذمیوں سے ان کی جان و مال اور آبرو کے تحفظ کے بدلے میں لی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چلچلاتی دھوپ میں اور سروں پر تیل ڈال کر کھڑا کرنا اہل جہنم کی سزا ہوگی، ایسی سزا دنیا میں کوئی کسی کو دے تو اس کو اللہ پسند نہیں فرماتے، ایسی سزا دینے والوں کو اللہ قیامت کے دن سزا دے گا۔ یہ حدیث سن کر گورنر نے ان ذمیوں کی سزا موقوف کردی۔ [۲]

بعض علماء فرماتے ہیں یہ وعید اس کے لئے ہے جو بغیر وجہ کے سزا دے۔ [۳] نیز حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالموں کو ظلم سے ڈرانا اور خبردار کرنا چاہئے تاکہ وہ ظلم سے باز آجائیں۔ [۴]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب البر (باب الوعيدالشديد لمن عذب الناس بغير حق) وأحمد ٥/١٥٨٤٦، وابوداؤد وابن حبان ٥٦١٢ وكذافي البيهقي ٥/٢٠٥۔

راوی حدیث حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حالات:

نام: ہشام، والد کا نام حکیم، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حکیم کی پھوپھی تھیں، یہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ (استیعاب ۲/۶۱۱) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو چند سورتیں بھی یاد کروائی تھیں، ان کی خصوصی امتیازی عادت امر بالمعروف نہی عن المنکر تھی۔ ہر جگہ یہ اس فریضہ کو ادا کرتے تھے۔ (استیعاب واصابۃ)

حضرت عمر کو ان پر سب سے زیادہ اعتماد تھا، جب کوئی واقعہ پیش آتا اور اس کو حضرت ہشام ناپسند فرماتے تو حضرت عمر فرماتے کہ جب تک ہشام اور میں زندہ ہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ (استیعاب ۲/۶۱۹)

وفات: حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں ان کا انتقال ہوا، بعض کہتے ہیں اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے مگر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

مرویات: ان سے چند روایات منقول ہیں، ان میں سے ایک مسلم شریف میں ہے۔ (تہذیب الکمال ۴۰۹)

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) استیعاب ۲/۶۱۱ (۲) اصابۃ (۳) مسند احمد ۳/۴۰۴، ۴۰۳، ۴۰۴ (۴) تہذیب الکمال ۴۰۹

---

(۱) مسلم وابوداؤد
(۲) دلیل الطالبین ۲/۳۷۶
(۳) روضۃ المتقین ۴/۱۰۵
(۴) نزہۃ المتقین

جانوروں کو چہرے کے علاوہ دوسری جگہ سے داغا جائے

(١٦٠٧) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: رَأٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَاراً مَوْسُوْمَ الْوَجْهِ، فَاَنْكَرَ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ: "وَاللّٰهِ لاَ اَسِمُهُ اِلَّا اَقْصٰى شَيْءٍ مِنَ الْوَجْهِ" وَأَمَرَ بِحِمَارِهِ، فَكُوِيَ فِيْ جَاعِرَتَيْهِ، فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ كَوَى الْجَاعِرَتَيْنِ﴾ (رواہ مسلم)

"اَلْجَاعِرَتَيْنِ" نَاحِيَتَا الْوَرِكَيْنِ حَوْلَ الدُّبُرِ.

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کا چہرہ داغا ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے اس پر سخت ناگواری کا اظہار فرمایا۔ پس حضرت (عبد اللہ) ابن عباس نے فرمایا اللہ کی قسم میں اس کو نہیں داغوں گا مگر کسی ایسی حصے کو جو چہرے سے سب سے زیادہ دور ہو، پھر آپ نے اپنے گدھے کی بابت حکم دیا تو اس کے سرینوں کے کناروں کو داغا گیا۔ پس یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کولہوں کے کنارے کو داغا۔'' (مسلم)

اَلْجَاعِرَتَان: مقعد کے اردگرد سرینوں کے کنارے۔

لغات: ❖ حماراً: الحمار بمعنی گدھا، اس کی دو قسمیں ہیں، اہلی اور جنگلی: اسی وجہ سے جنگلی کو حمار وحش و حمار الوحش والحمار الوحشی کہتے ہیں جمع حمیروا حمرۃ وحُمُرو حمورو حمرا ت، مؤنث حمارۃ جمع حمائر، حمارۃ القدم: پشت قدم، اذن الحمار وقثاء الحمار: دو پودوں کے نام، حمار الزرد: ایک قسم کا جنگلی سفید گدھا جس پر سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ الحمّارۃ: گدھے والے، واحد: حمار جیسے جمال وبغال: دوغلا گھوڑا۔

تشریح: علماء حدیث کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ کسی جانور کی علامت اور امتیاز کے لئے اگر اس کو داغا جائے تو چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ پر نشان اور داغا جائے کیونکہ چہرے کو اللہ جل شانہ نے تمام اعضاء سے افضل اور اشرف قرار دیا ہے۔ نیز ایک حدیث میں چہرے پر مارنے کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے تو اب چہرے پر داغنا کیسے جائز ہوگا؟ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب اللباس (باب النهى عن ضرب الحيوان فى وجهه وسمة فيه) ومصنف عبدالرزاق ٨٤٤٩ وابن حبان ٥٦٢٣ وكذافى البيهقى ٣٦/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/۱۰۶

چہرہ داغنے پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے

(۱۶۰۸) ﴿وَعَنْه رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِىْ وَجْهِهٖ، فَقَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِىْ وَسَمَهٗ"﴾ (رواہ مسلم)

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَيْضاً: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِى الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِى الْوَجْهِ.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر ایک گدھے کا گزر ہوا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اسے داغا ہے۔'' (مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے چہرے پر مارنے اور چہرے کو داغنے سے منع فرمایا ہے۔

لغات: ❖ وسم: الوسم (مصدر) علامت، داغ، نشان ایک درخت ہے جس کے پتوں کو بطور خضاب استعمال کرتے ہیں، جمع: وسوم. اتسم: اپنی علامت بنانا۔

تشریح: حدیث بالا میں چہرے پر داغنے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرے پر داغنا یہ حرام ہے اور اللہ کے عذاب میں گرفتار ہونا ہے، نیز معلوم ہوا کہ اگر کسی کو سزا دینا یا مارنا بھی ضروری ہو تو چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ پر مارنا چاہئے۔ (۱) نیز حدیث بالا سے آپ ﷺ کی شفقت و محبت جو جانوروں سے تھی اس کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب اللباس (باب النهى عن ضرب الحيوان فى وجهه ووسمةفيه) واحمد ١٤٤٦٦/٥ وابوداؤدوالترمذى ومصنف عبد الرزاق ٨٤٥٥ وابن حبان ٢٠٢٦ وكذا فى البيهقى ٢٥٥/٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۴/۴۵ (۲) روضۃ المتقین ۴/۱۰۶

---

(۲۸۳) بَابُ تَحْرِيْمِ التَّعْذِيْبِ بِالنَّارِ فِىْ كُلِّ حَيَوَانٍ حَتَّى النَّمْلَةِ وَ نَحْوِهَا

ہر جاندار چیز یہاں تک کہ چیونٹی وغیرہ کو بھی آگ سے جلانے کی سزا دینا منع ہے

آگ کا عذاب صرف اللہ ہی دے گا کسی اور کے لئے جائز نہیں

(۱۶۰۹) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِیْ بَعْثٍ فَقَالَ: "اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا" لِرَجُلَیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ سَمَّاهُمَا "فَاَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ." ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ اَرَدْنَا الْخُرُوْجَ: "اِنِّیْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ اَنْ تُحْرِقُوْا فُلَانًا وَفُلَانًا، وَاِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ، فَاِنْ وَجَدْتُمُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا" (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر میں روانہ فرمایا تو فرمایا اگر تم فلاں فلاں کو پاؤ، قریش کے دو آدمیوں کا نام لیا تو ان کو آگ میں جلا دو۔ جب ہم آپ کے پاس سے نکلنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ تم فلاں فلاں شخص کو جلا دینا لیکن آگ کا عذاب تو صرف اللہ ہی دے گا اس لئے اگر تم ان کو پاؤ تو قتل کر دینا۔'' (بخاری)

لغات: ❖ احرقوا: حرقه (ن) حرقاً. بالنار: جلانا. الشیء: بعض کو بعض سے رگڑنا۔ حرّقه واحرقه. بالنار: جلانا حرّق المرعی الابل: پیاس لگانا، تحرق واحترق جلنا۔ الحریق: آگ کی بھڑک، آگ کا شعلہ، جلا ہوا، سردی یا گرمی سے جلی ہوئی نباتات ج حرقیٰ. الحروق و الحرّوق: چقماق کا سوختہ۔

تشریح: اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا لِرَجُلَیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ: اگر تم فلاں فلاں کو پاؤ قریش کے دو آدمیوں کو۔ ایک دوسری روایت میں ان دو آدمیوں کے نام کا بھی ذکر ہے وہ: (۱) هبار بن الاسود، (۲) نافع بن قیس ہیں۔ (۱)

وَاِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِهَا اِلَّا اللّٰهُ: آگ کا عذاب تو صرف اللہ ہی دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ کا عذاب کسی کو نہیں دینا چاہئے، یہ عذاب تو اللہ کافروں اور مشرکوں کو جہنم میں دے گا اور جن واقعات میں آتا ہے کہ صحابہ نے آگ سے جلایا، یہ حکم علماء فرماتے ہیں منسوخ ہو چکا، اب کسی کو آگ میں جلانے کی سزا دینا حرام ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب لایعذب بعذاب الله) و احمد ۳/۸۰۷۴ والترمذی والدارمی ۲۴۶۱ وابن حبان ۵۶۱۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) صحیح ابن حبان

(۲) روضۃ المتقین ۴/۱۰۸

آپ ﷺ جانوروں اور پرندوں پر بھی شفیق تھے

(۱۶۱۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَاَیْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ، فَاَخَذْنَا فَرْخَیْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ

تَفْرِشُ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَنْ فَجَعَ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا! رُدُّوْا وَلَدَھَا اِلَیْھَا." وَرَاٰی قَرْیَۃَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاھَا، فَقَالَ: "مَنْ حَرَّقَ ھٰذِہٖ؟" قُلْنَا: نَحْنُ. قَالَ: "اِنَّہٗ لَایَنْبَغِیْ اَنْ یُعَذِّبَ بِالنَّارِ اِلَّا رَبُّ النَّارِ"﴾ (رواہ أبو داؤد باسناد صحیح)

قولہ: "قَرْیَۃُ نَمْلٍ" مَعْنَاہُ: مَوْضِعُ النَّمْلِ مَعَ النَّمْلِ.

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ اپنے بشری تقاضے کے لئے تشریف لے گئے، ہم نے ایک سرخ پرندہ دیکھا، اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے، ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا تو وہ پرندہ (ماں) ان کے گرد منڈلانے لگی، اتنے میں جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اس پرندے کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے رنج پہنچایا ہے؟ اسے اس کے بچے لوٹا دو۔ اور آپ ﷺ نے چیونٹیوں کی ایک بستی دیکھی جس کو ہم نے جلا دیا تھا تو آپ ﷺ نے پوچھا یہ بستی کس نے جلائی ہے؟ ہم نے جواب دیا: ہم نے، آپ ﷺ نے فرمایا آگ کا عذاب دینا تو آگ کے رب کو ہی سزاوار ہے۔'' (ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے)

قریۂ نمل: اس کا مطلب یہ ہے کہ چیونٹیوں کی ایسی جگہ جس میں چیونٹیاں موجود ہوں۔

لغات: ❖ نملة: النمل والنمل: چیونٹی، واحد: نملة ونُملة (مذکر ومؤنث) جمع نمال. النمل: پہلو کی پھنسیاں۔ النَمِل: بہت چیونٹیوں کی جگہ، کہا جاتا ہے: طعام منمول. کھانا جس میں چیونٹیاں پڑ گئی ہوں۔ قرية نمل: چیونٹیوں کے رہنے کی جگہ۔

تشریح: فَرَأَیْنَا حُمَّرَۃً: حمرہ ایک پرندہ ہے جو سرخ رنگ کی چڑیا کی طرح ہوتا ہے۔ (۱)

مطلب یہ ہے کہ پرندوں کے بچوں کو پکڑ کر پرندوں کو تکلیف دینا اور اسی طرح حشرات الارض کے بل وغیرہ میں جب کہ ان میں وہ کیڑے مکوڑے موجود ہوں جلانا ناجائز ہوگا۔ ہاں اگر ان بلوں میں کیڑے مکوڑے نہ ہوں تو اب جلایا جاسکتا ہے۔ (۲)

رَأٰی قَرْیَۃَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاھَا: آپ ﷺ نے چیونٹیوں کی ایک بستی کو دیکھا جس کو ہم نے آگ لگا دی تھی۔ جیسے کہ پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ آگ لگا کر سزا دینا صحیح نہیں ہے۔ چیونٹیوں کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اگر چیونٹیاں تکلیف پہنچانے میں ابتداء کریں تو ان کو مارنا جائز ہوگا اگر انہوں نے تکلیف نہیں دی تو اب مارنا جائز نہیں ہوگا۔ اسی طرح جس چیونٹی نے تکلیف دی ہے صرف اس کو مارنا جائز ہوگا، اس کی وجہ سے تمام ہی چیونٹیوں کو مارنے کی ممانعت ہوگی۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب کراهية حرق العدو بالنار) و الحاكم ٤/٧٥٩٩

والبخاری فی الادب المفرد ۳۸۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۱۰۸ ونزہۃ المتقین (۲) نزہۃ المتقین (۳) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۳/۵۸۹

(۲۸۴) بَابُ تَحْرِيمِ مَطَلِ الْغَنِيِّ بِحَقٍّ طَلَبَهُ صَاحِبُهُ

حقدار کا اپنے حق کا مطالبہ کرنے پر مالدار کی طرف سے ٹال مٹول کرنا حرام ہے

اہل حق کو ان کے حق دے دیا کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا﴾ (سورة نساء: ۵۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو۔''

تشریح: یہ آیت اس سے پہلے ''باب الامر باداء بالأمانة'' میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ آیت کریمہ کا یہ ہے۔

شان نزول

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ: علماء فرماتے ہیں یہ آیت بیت اللہ کے اندر نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب آپ ﷺ بیت اللہ سے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ آیت تھی، اس سے پہلے ہم نے یہ آیت کبھی آپ ﷺ سے نہیں سنی تھی۔ آیت بالا میں ترغیب ہے کہ ہر شخص جو کسی امانت کا امین ہے اس کو چاہئے کہ وہ اپنی امانت پوری پوری ادا کرے۔

اس مضمون کی تاکید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے ''لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ'' جس میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں ہے۔

اس حدیث کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوگا کہ آپ ﷺ نے کوئی خطبہ دیا ہو اور اس میں حدیث بالا نہ پڑھی ہو۔ اور جس کے پاس امانت ہو اور وہ اس میں خیانت کرے تو احادیث میں اس کو منافق کہا گیا ہے۔ (۱)

(۱) تفسیر قرطبی ۲۵۵ تا ۲۵۷ میں کافی وضاحت ہے، قابل دید ہے، اسی طرح روح البیان ۲/۲۲۶ کو ملاحظہ فرمائیں

امانت جو دی گئی ہے اس کو ادا کر دینا چاہئے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ﴾ (سورة بقرة: ٢٨٣)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''ہاں اگر آپس میں ایک دوسرے سے مطمئن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کر دے۔''

تشریح: مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہاں پر امانت سے مراد قرض ہے کہ اگر ایک دوسرے پر اعتماد ہو تو اب بغیر گروی رکھے بھی ادھار کا معاملہ کر سکتے ہیں، ورنہ ادھار میں گروی رکھنا چاہئے تاکہ بعد میں کوئی بات غلط نہ ہو جائے۔[1]

اور آیت بالا میں قرض کو امانت سے اس لئے تعبیر کیا جا رہا ہے کہ اس میں تحریر اور گروی رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور قرض دار کو امین سمجھ لیا گیا ہے (اس وجہ سے قرض کو امانت فرمایا گیا ہے)

فَاِنْ اَمِنَ: عام قرات میں اسی طرح ہے، قرآن میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے مگر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں فان ائتمن ہے مگر ''امن'' اور ''ائتمن'' دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔

(۱) تفسیر قرطبی، ۲/۴۱۵۔ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۱/۴۴۳ کو ملاحظہ فرمائیں۔

مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے

(١٦١١) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَطَلُ الْغَنِىِّ ظُلْمٌ وَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِىْءٍ فَلْيَتْبَعْ"﴾ (متفق عليه)

مَعْنَى: "اُتْبِعَ": اُحِيْلَ.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کو کسی مالدار کے سپرد کیا جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کے پیچھے لگ جائے۔'' (بخاری و مسلم)

اتبع: بمعنی سپرد کر دیا جائے۔

لغات: ❖ ظلم (س) ظلماً و اظلم ـ اللیل: رات کا تاریک ہونا، اظلم الله اللیل: رات کو تاریک کرنا۔ اظلم الرجل: تاریکی میں داخل ہونا، مظلوم ہونا۔ ظلم (ض) ظلماو ظلماً و مظلمة: بے موقع رکھنا۔ ظلم کرنا ہ حقہ: گھٹانا۔

تشریح: مَطَلُ الْغَنِىِّ ظُلْمٌ: مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اس جملہ کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص

نے کوئی چیز خریدی اور اس کی قیمت اس نے ادا نہیں کی حالانکہ وہ ادا کرسکتا ہے اس کے باوجود وہ آج کل، آج کل کرتا ہے تو ایسا کرنے والا ظالم ہے اور کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے بلکہ اس عمل کی وجہ سے اس کی گواہی بھی معتبر نہیں ہوگی۔ (۱)

وَاِذَا اُتبِعَ اَحَدُکُمْ: جب کسی مالدار کے سپرد کیا جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کے پیچھے لگ جائے۔ اس جملہ کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ کسی شخص کا کسی پر قرضہ ہو اور وہ قرض دار قرض کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے تو اب وہ کسی مالدار سے یہ کہے کہ تم میرا یہ قرضہ ادا کردو اور مالدار کہتا ہے کہ صحیح ہے تو اب قرض خواہ اس سے پیسہ وصول کرے جس کے حوالے اس نے کیا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى اوائل كتاب الحوالة وصحيح مسلم كتاب البيوع (باب تحريم مطل الغنى) ومالك فى مؤطئه، وابو داؤد والنسائى وابن حبان ۵۰۵۳ وكذافى البيهقى ۶/۷۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں

(۱) مظاہر حق ۳/۱۳۱ (۲) روضۃ المتقین ۴/۱۱۱ ونزہۃ المتقین

(۲۸۵) بَابُ كَرَاهَةِ عَوْدِ الْاِنْسَانِ فِىْ هِبَةٍ لَمْ يُسَلِّمْهَا اِلَى الْمَوْهُوْبِ لَهُ وَهِىَ هِبَةٌ وَهَبَهَا لِوَلَدِهٖ وَسَلَّمَهَا اَوْلَمْ يُسَلِّمْهَا، وَكَرَاهَةِ شِرَائِهٖ شَيْئًا تَصَدَّقَ بِهٖ مِنَ الَّذِىْ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ، اَوْاَخْرَجَهُ عَنْ زَكَاةٍ، اَوْكَفَّارَةٍ وَنَحْوِهَا، وَلَا بَأْسَ بِشِرَائِهٖ مِنْ شَخْصٍ آخَرَ قَدِانْتَقَلَ اِلَيْهِ

اس ہدیہ کے واپس لینے کی کراہیت جو سپرد نہ کیا ہو اور وہ ہدیہ بھی جو اپنی اولاد کو دیا ہو۔ سپرد کیا ہو یا نہ کیا ہو اور صدقے کی چیز ایسے شخص سے خریدنے کی کراہیت جسے صدقہ دیا ہو یا اسے بطور زکوٰۃ اور کفارہ وغیرہ کے نکالا ہو، البتہ کسی دوسرے شخص سے جس کی طرف وہ چیز منتقل ہوئی ہو تو اس کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے

ہدیہ دے کر واپس لینا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے اس کو چاٹ لے

(۱۶۱۲) ﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

"الَّذِیْ یَعُوْدُفِیْ هِبَتِهٖ كَالْكَلْبِ یَرْجِعُ فِیْ قَیْئِهٖ"﴾ (متفق علیه)

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "مَثَلُ الَّذِیْ یَرْجِعُ فِیْ صَدَقَتِهٖ، كَمَثَلِ الْكَلْبِ یَقِیْءُ، ثُمَّ یَعُوْدُ فِیْ قَیْئِهٖ فَیَأْكُلُهٗ." وَفِیْ رِوَایَةٍ: "اَلْعَائِدُ فِیْ هِبَتِهٖ كَالْعَائِدِ فِیْ قَیْئِهٖ."

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے ہدیے کو واپس لیتا ہے وہ اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اپنی قے کو چاٹتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے اس شخص کی مثال جو اپنا صدقہ واپس لیتا ہے اس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے، پھر اپنی قے کو لوٹتا ہے یا اسے چاٹ لیتا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے اپنے ہدیہ کو واپس لینے والا اپنی قے کو لوٹانے والے کی طرح ہے۔

لغات: ❖ الکلب: بمعنی: کتا۔ کلب (ض) کلباً۔الرجل: کتوں کے بھونکنے کے لئے انہیں کی طرح آواز نکالنا الکلب کتے کا لاگو ہونا۔ کلب (س) کلباً۔الکلب: دیوانہ ہونا الرجل: پاگل کتے کے کاٹنے سے دیوانگی والا ہونا، دیوانہ کتے کا کاٹنا، دیوانہ کتے کے کاٹنے سے چیخنا، غضبناک ہونا۔ کلّب۔الکلب: کتے کو سدھانا۔

تشریح: صدقہ دے کر واپس لے لینا اس کو ابن ملک نے تو حرام قرار دیا ہے مگر جمہور علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔

كَمَثَلِ الْكَلْبِ یَقِیْءُ کتے کی قے کی طرح ہے کہ وہ قے کر کے اس کو چاٹ لے۔ اس جملہ میں صدقہ واپس لینے والے کی قباحت کو واضح کیا جارہا ہے کہ جو صدقہ واپس لیتا ہے وہ مثل کتے کے ہے اور جس چیز کا صدقہ دیا تھا اس کو قے کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے، اس عمل سے آدمی کو سخت کراہت محسوس ہوتی ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے زیادہ سے زیادہ کراہت تنزیہی ثابت ہوسکتی ہے نہ کہ تحریمی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الهبة، و صحیح مسلم کتاب البیوع (باب تحریم الرجوع فی الصدقةوالهبة) واحمد ۲۰۲۹، وابوداؤدوالترمذی و النسائی وابن ماجه ومصنف عبدالرزاق ١٦٥٣٦، والحمیدی ٥١٦، وابن حبان ٥١٢١ وکذافی البیهقی ١٨٠/٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تعلیق الصبیح ۲/ ۳۶۷، عمدة القاری ۴/ ۴۳۸

اپنے ہدیہ کو خریدنا بھی منع ہے

(۱۶۱۳) ﴿وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: حَمَلْتُ عَلٰی فَرَسٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

فَاضَاعَهُ الَّذِیْ كَانَ عِنْدَهُ، فَاَرَدْتُ اَنْ اَشْتَرِیَهُ، وَظَنَنْتُ اَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ، فَسَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ''لَاتَشْتَرِهِ، وَلَا تَعُدْفِیْ صَدَقَتِکَ وَاِنْ اَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ، فَاِنَّ الْعَائِدَفِیْ صَدَقَتِهٖ كَالْعَائِدِفِیْ قَيْئِهٖ'' (متفق علیه)

قوله: ''حَمَلْتُ عَلٰى فَرَسٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.'' مَعْنَاهُ: تَصَدَّقْتُ بِهٖ عَلٰى بَعْضِ الْمُجَاهِدِيْنَ.

ترجمہ: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے ایک گھوڑا دے دیا، پس جس کے پاس وہ تھا اس نے اسے ضائع کردیا۔ پھر میں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور میرا خیال تھا کہ وہ اسے معمولی سی قیمت میں بیچ دے گا۔تو میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا (ہدیہ دیئے ہوئے گھوڑے کو) مت خریدو اور اپنا صدقہ واپس نہ لو۔ اگرچہ وہ تمہیں ایک درہم میں ہی دیدے۔ اس لئے کہ اپنا صدقہ واپس لینے والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے کو چاٹتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

''حملت علی فرس فِیْ سبیل الله'': میں نے اسے کسی مجاہد کوبطور صدقہ کے دیدیا۔

لغات: ❖ ظننت: اَلظَّنّ: الظن: گمان اور شک ویقین کے معنی میں بھی مستعمل ہے جمع ظنون جمع الجمع اظانین. ظن (ن) ظناً: جاننا اوریقین کرنا، ظَنَّهُ وَاَظَنَّهُ وَاظَّنَّهُ وَاِظْطَنَّهُ، بکذا: تہمت لگانا، اظنه الشیء: وہم میں ڈالنا۔ اظن فیه الناس: تہمت کے لئے پیش کرنا۔

تشریح: وَظَنَنْتُ اَنَّهُ يَبِيْعُهُ بِرُخْصٍ میرا خیال تھا کہ وہ اس کوکم قیمت پرفروخت کردے گا۔

محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کم قیمت میں حاصل ہونے کا خیال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کواس لئے آیا ہوگا کہ وہ گھوڑا کمزور اور دبلا ہوگیا تھا۔ ظاہر حالت کی وجہ سے اب اس کی اصل قیمت نہیں ملے گی۔ یا یہ خیال اس لئے بھی آنا ممکن ہے کہ میں نے اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا تھا اس لئے وہ اب میرے ساتھ بھی رعایت اور مروت کا معاملہ کرے گا۔

لَاتَعُدْفِیْ صَدَقَتِکَ: اپنے صدقہ کو واپس مت لو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنا دیا ہوا صدقہ خریدنا جائز نہیں ہے اور اس کو بعض علماء نے تو حرام کہا ہے مگر اکثر علماء نے اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے کیونکہ اس میں جب صدقہ دینے والے ہی کوفروخت کرتا ہے جس نے احسان کا معاملہ کیا تھا تو اب وہ اس کو سستے داموں میں فروخت کرے گا تو صدقہ دینے والا اس صورت میں بقدر رعایت مال جو اس صدقہ کا ہی حصہ تھا واپس لینے والوں میں شمار ہوگا اور صدقہ دے کر واپس لینے کی شریعت میں بڑی وعید وارد ہوئی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الزکوٰة (باب هل یشتری صدقته) وصحیح مسلم کتاب

الهبات (باب كراهة شراء الانسان ما تصدق به الخ) ومالک فی مؤطنه ٦٢٤۔ واحمد فی مسنده والنسائی وابن ماجه وابن حبان ٥١٢٥ و الحمیدی ١٦ وكذا فی البیهقی ١٥١/٤۔

نوٹ: راوی حدیث امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱) میں گذر چکے ہیں۔

(٢٨٦) بَابُ تَاكِيْدِ تَحْرِيْمِ مَالِ الْيَتِيْمِ

یتیم کے مال کو (ناجائز کھانے) کی حرمت کا بیان

یتیم کا ناحق مال کھانے کی وعید

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْماً اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْراً﴾ (سورة النساء: ١٠)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”بلا شبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔“

تشریح: آیت بالا میں یتیموں کے مال میں ناجائز تصرف کرنے والے کو جہنم کی آگ کے کھانے سے تعبیر کیا جا رہا ہے، عام مفسرین نے یتیم کے مال کو جہنم کے ساتھ تشبیہ کو بطور کنایہ کے محمول کیا ہے کہ یتیموں کا مال ناحق کھانا ایسا ہے جیسے کوئی پیٹ میں آگ بھرے۔

مگر محققین مفسرین کے نزدیک یہ بطور کنایہ کے نہیں بلکہ حقیقت پر محمول ہے اگر چہ اس کی صورت ابھی آگ کی معلوم نہیں دے رہی ہے جیسے کہ کوئی شخص دیا سلائی کو یہ کہے کہ یہ آگ ہے۔ ظاہر یہ آگ معلوم نہیں دیتی مگر معمولی سے رگڑ کھانے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ اس دیا سلائی کو جس نے آگ کہا ہے اس نے صحیح کہا ہے۔ ایک دوسری روایت میں اس مطلب کی تائید بھی ہوتی ہے کہ یتیم کا ناحق مال کھانے والا قیامت کے دن اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ پیٹ کے اندر سے آگ کی لپٹیں اس کے منہ، ناک، کانوں اور آنکھوں سے نکل رہی ہوں گی۔ اسی طرح علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بعض اقوام کو اس طرح اٹھایا جائے گا کہ ان کے منہ آگ سے بھڑک رہے ہوں گے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا: ”الذين يأكلون اموال اليتامٰى ظلما“ (۱)

(۱) مفہوم ابن کثیر ۱/۴۵۶ و مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۲/۱۷۰ کو ملاحظہ فرمائیں۔

یتیم بچوں کے مال کو ضائع نہ کرو

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ﴾ (سورۃ انعام: ۱۵۲)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ، مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہو۔''

تشریح: مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آیت بالا میں یتیم نابالغ بچوں کے ولی اور پرورش کرنے والوں کو خطاب ہے کہ وہ یتیموں کے مال کو ناجائز طور پر کھانے اور لینے کے لئے پاس بھی نہ جائیں، ہاں ان کے مال کی حفاظت کرنا، ان کے مال کو سمجھ بوجھ کر تجارت یا کاروبار میں لگا کر بڑھانا جس میں نقصان کا خطرہ عادۃً نہ ہو، یہ کرنا تو مستحسن اور ضروری ہے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۳/ ۴۸۷ و تفسیر قرطبی ۴/ ۱۳۴ و مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۳/ ۱۱۸ کو ملاحظہ فرمائیں۔

یتیم بچے تمہارے بھائی ہیں

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَیَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتَامٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَیْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۰)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جو لوگ آپ سے یتیم بچوں کا حکم پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان کی مصلحت کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے اور تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو، وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ مصلحت کے ضائع کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں۔''

تشریح:

شان نزول

وَیَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتَامٰی: جب آیت وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ''یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو مستحسن ہو۔'' اِنَّ الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا ''جو لوگ یتیموں کے مال کو ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔'' نازل ہوئی تو اس حکم سے بہت سے مسلمان ڈر گئے یہاں تک کہ انہوں نے یتیموں کے مال کو الگ کر دیا، ان یتیموں کا کھانا بھی الگ ہی پکایا جاتا اور اگر کچھ بچ جاتا تو اس کو کھاتے بھی نہیں، وہ خراب ہو جاتا، اس کے بعد بعض صحابہ نے آپ سے پوچھا تو اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ (۱)

مطلب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ بغرض اصلاح و بہتری ان یتیموں کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے کی اجازت ہے مگر اس ملانے میں نیت ان کے مال کی حفاظت ہو، نہ کہ ان کے مال کو ضائع کرنا۔ اور کون کس نیت کے ساتھ ان کے مال کو

استعمال کرتا ہے اللہ جل شانہ خوب جانتے ہیں، ہر ایک کو اس کی نیت کے اعتبار سے بدلہ دیں گے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری وغیرہ، وتفسیر قرطبی ۲/۶۲ ومزید وضاحت کے لئے روح البیان ۱/۳۴۳ کو ملاحظہ فرمائیں۔

سات بڑے کبیرہ گناہ

(١٦١٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ!" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّابِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ"﴾ (متفق علیه)

"اَلْمُوْبِقَاتُ" اَلْمُهْلِكَاتُ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، (۲) جادو کرنا، (۳) ناحق کسی کی جان کو قتل کرنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، (۴) سود کھانا، (۵) یتیم کا مال کھانا، (۶) کافروں سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا، (۷) بھولی بھالی پاک دامن، ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قذف: قذف (ض) قذفا: قے کرنا الملاح: چپو سے کشتی چلانا۔ قذف بقوله: بغیر سمجھے بوجھے بک دینا قذفه بكذا: تہمت لگانا، کہا جاتا ہے "هم بين حاذف و قاذف" وہ لوگ ڈھیلا پھینکنے والے اور لاٹھی مارنے والے کے درمیان ہیں۔ الرجل: تہمت لگانا۔

تشریح: حدیث بالا میں کبیرہ گناہوں میں سے سات کو بیان کیا جا رہا ہے:

❶ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ یہ سب سے بڑا گناہ ہے، اس میں کفر بھی داخل ہے، یہی گناہ ایسا ہے کہ مشرک ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں جائے گا کبھی وہاں سے نہیں نکل سکے گا۔ بخلاف دوسرے گناہوں کے کہ جس کو اللہ چاہے گا معاف فرمادے گا، یا وہ جہنم میں سزا پانے کے بعد پھر جنت میں آجائیں گے۔

❷ اَلسِّحْرُ: جادو کرنا۔ امام مالک رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک جادوگر جادو کرنے سے کافر ہوجاتا ہے۔ (۲) مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جادوگر فاسق ہوتا ہے اور جادو سیکھنا حرام ہے، اگر اس سیکھنے میں غیر اللہ کی عبادت کرنی پڑے یا خدا کی طرح کسی اور کی تعظیم کرنی پڑے اور پھر وہ اس کو مباح سمجھے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک

بھی وہ کافر ہوجائے گا۔ (۳)

❸ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ: ناحق کسی جان کو قتل کرنا۔ تین جگہ پر قتل کیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ نہیں:، (۱) قصاصاً کسی نے کسی کو جان بوجھ کر قتل کردیا تو اس کے بدلے میں اس کو بھی قتل کیا جائے گا، (۲) اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجائے، (۳) شادی شدہ زنا کرے۔

❹ وَاَکْلُ الرِّبَا: سود کھانا۔ قرآن میں سود لینے کو اللہ سے جنگ کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے اور احادیث میں بہت ہی کثرت سے اس کی مذمت کو بیان کیا گیا ہے بلکہ سود لینے والے کو اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے والا بتایا گیا ہے۔

❺ وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ: یتیم کا مال کھانا۔ یتیم جس کے باپ کا انتقال نابالغی کی حالت میں ہوجائے شریعت نے اس پر شفقت کا حکم دیا ہے تو اب کوئی شخص ایسے بچہ پر شفقت اور محبت کرنے کے بجائے اس یتیم کے مال کو ہضم کرجائے تو شریعت نے اس کو بھی حرام گناہ بتایا ہے۔

❻ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ: کافروں سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔ لڑائی کے وقت بھاگنا یہ تو حرام ہے، اگر کافروں کی تعداد مسلمانوں سے دگنی ہے تو اب بھاگنے کی اجازت ہے جیسے قرآن میں آتا ہے: اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا." (۱)

امام شافعی رحمہ اللہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک جو شخص تین کافروں کے مقابلے میں بھاگ جائے وہ بھاگنے والا نہیں ہے اور جو شخص دو کے مقابلے میں بھاگے یہ بھاگنے والا شمار ہوگا۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں مسلمان جب بارہ ہزار ہوں تو اب بھاگنا جائز نہیں ہے خواہ کفار کتنے ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ بارہ ہزار قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے، شکست کی اور ہی کوئی وجہ ہوگی۔

❼ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ: بھولی بھالی، پاک دامن، ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔ المحصنات: یہ محصن سے ہے بمعنی پاک دامن، جس کو اللہ نے پاک دامن بنایا اور اس نے اپنی شرمگاہ کو زنا سے محفوظ رکھا۔

اَلْمُؤْمِنَاتِ: علماء فرماتے ہیں اس قید سے کافر عورتیں نکل گئیں۔ کافر عورتوں پر تہمت لگانا کبیرہ گناہ نہیں ہوگا، اگر ذمیہ ہو تو تہمت لگانے سے حد واجب نہیں ہوگی۔ مؤمنہ باندی کو تہمت لگانے سے بھی حد نہیں تعزیر واجب ہوگی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الوصايا (باب قوله تعالىٰ: ان الذين يأكلون اموال اليتامى) وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان اكبر الكبائر) وابوداؤدوالنسائی وابن حبان ٥٥٦١ وكذافى البيهقى ٢٤٩/٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روح البیان ۱۸۵/۵ (۲) موطا امام مالک ص: ۳۴۲ (۳) شرح فقہ اکبر ص: ۱۷۸

(۲۸۷) بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الرِّبَا

سود کی حرمت کا بیان

اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَالايَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَايَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا، وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَافَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَاسَلَفَ وَأَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ، يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِى الصَّدَقَاتِ" اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: "يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَابَقِىَ مِنَ الرِّبَا"﴾.

(سورة البقرة: ۲۷۵ تا ۲۷۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان نے خبطی بنا دیا ہو لپٹ کر، یہ سزا اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، پھر جس شخص کو اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ ہو چکا ہے، تو اس کا معاملہ اس کے خدا کے حوالے رہا اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں رہیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں...... اے ایمان والو! جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو۔''

تشریح: درمیانی آیت اور اس کا ترجمہ: ﴿وَاللّٰهُ لَايُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ آتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَرَبِّهِمْ وَلَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ [1]

''اللہ پسند نہیں کرتا کسی کفر کرنے والے کو، کسی گناہ کے کام کرنے والے کو، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، نماز کی پابندی کی، زکوۃ ادا کی ان کے لئے ثواب ہوگا ان کے پروردگار کے نزدیک، ان پر کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔'' آیت بالا میں سود کی حرمت کو بیان کیا جارہا ہے۔

ربوا کے لغوی معنی

الربو فى اللغة: الزيادة [2] لغوی معنی زیادتی کے ہیں۔

ربوا کی اصطلاحی تعریف

هُوَالْقَرْضُ الْمَشْرُوْطُ فِيْهِ الْاَجَلُ وَزِيَادَةُ مَالٍ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ. (۳) یعنی وہ قرض ہے جس میں کسی میعاد کے لئے اس شرط پر قرض دیا جائے کہ قرض دار اس کو اصل مال سے زائد کچھ رقم ادا کرے گا۔ قرآن واحادیث میں متعدد مقامات میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

سود کی حرمت کی عقلی وجوہات

اس کے علاوہ عقلی طور سے بھی بے شمار اس میں نقصان ہیں مثلاً: (۱) سب لوگ صرف بڑے سرمایہ داروں کے دست نگر بن جاتے ہیں، اب ان کے ہاتھ میں ہے جن کو جتنا چاہے نفع دیں یا نہ دیں، (۲) تمام چیزوں کا نرخ بڑے سرمایہ داروں کے ہاتھ میں ہوتا ہے، جتنا چاہیں قیمت بڑھادیں یا مال کی فروخت بند کردیں، (۳) انسان کے اندر سے سخاوت کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے، اپنے پاس سے کسی کو نفع پہنچانا تو کیا دوسرے کو اپنی کوشش اور اپنے سرمایہ سے اپنے برابر آتا نہیں دیکھ سکتا، (۴) مصیبت زدہ پر رحم کھانے کے بجائے اس کی مصیبت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی فکر میں رہتا ہے، (۵) سودخوری کے نتیجہ میں مال کی حرص اتنی بڑھ جاتی ہے کہ پھر اچھے اور برے کی پہچان نہیں رہتی۔ (۳)

يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ: شیطان سے مراد جن اور "یتخبطه" سے مراد سخت۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ شیطان نے ان کو خبطی بنا دیا ہوگا (یعنی پاگل ومجنون) قرآن نے یہ نہیں کہا کہ پاگل ہوں گے بلکہ یہ کہا کہ شیطان نے لپٹ کر اس کو خبطی بنا دیا ہوگا۔ پاگل تو بسا اوقات خاموش بھی رہتا ہے مگر جو خبطی ہوجائے تو وہ بکواس اور مجنونانہ حرکتیں بھی کرتا رہتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا: آیت بالا میں سود کھانے والے کے دو جرم کو بیان کیا جارہا ہے (۴) سود کے حرام مال کو کھانا۔ سود کو حلال سمجھنا اور یہ کہنا کہ یہ بیع شراء کی طرح ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ: اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کو آخرت کے ساتھ متعلق کیا ہے کہ آخرت کے لحاظ سے سود ہے، مال مٹ جاتا ہے اور صدقہ سے مال بڑھتا ہے یا دنیوی لحاظ سے بھی سود سے مال ختم ہوجاتا ہے اور صدقات کرنے سے اللہ تعالیٰ برکت دیتے ہیں جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے: ان الربٰو وان کثر فان عاقبته تصیر الی قل. "سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہوجائے مگر انجام کار نتیجہ اس کی کمی کا ہوتا ہے۔"

---

(۱) سورۃ بقرۃ ۲۷۶ (۲) احکام قرآن لابن عربی ۲/۱۰۱

(۳) تفسیر قرطبی ۲/۳۴۸

(۴) احکام القرآن للجصاص مزید وضاحت مسئلہ سود میں دیکھیں معارف القرآن ۱/۶۷۷

﴿یٰٓا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا﴾

شانِ نزول

مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب حرمت ربا کی آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے سود کے معاملہ کو ترک کر دیا، اسی دوران بنوثقیف کے کچھ لوگوں نے سودی مطالبہ قبیلہ بنی مخزوم والوں سے کیا اور بنومخزوم مسلمان ہوگئے تھے جب کہ بنو ثقیف کے لوگ مسلمان نہیں تھے تو بنومخزوم والوں نے ان کا مطالبہ نہیں مانا مگر انہوں نے مسلمانوں سے مصالحت کر لی، بنو مخزوم کے لوگوں نے کہا حرام ہونے کے بعد ہم اپنی کمائی کو سود میں خرچ نہیں کریں گے، اس واقعہ پر آیت بالا کا نزول ہوا۔

جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد سود کے تمام بقایا معاملات ختم ہوگئے، پچھلا سود بھی وصول نہ کیا جائے صرف اپنی اصلی رقم وصول کی جائے۔ (۱)

وَاَمَّا الْاَحَادِیْثُ فَکَثِیْرَۃٌ فِی الصَّحِیْحِ مَشْھُوْرَۃٌ، مِنْھَا حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ السَّابِقُ فِی الْبَابِ قَبْلَہ.

''اس سے متعلق صحیح میں بکثرت حدیثیں ہیں اور مشہور ہیں، ان میں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث بھی ہے جو ماقبل کے باب میں گذر چکی ہے۔''

---

(۱) معارف القرآن ۱/۶۵۴ وتفسیر مظہری ۲/۱۰۵ وتفسیر قرطبی ۲/۳۶۳ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۱/۴۳۱ کو ملاحظہ فرمائیں

سود کے کھانے اور کھلانے والے دونوں پر لعنت ہے

(۱۶۱۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: ''لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آکِلَ الرِّبَا وَمُوْکِلَہٗ''﴾ (رواہ مسلم)

زَادَ التِّرْمِذِیُّ وَغَیْرُہٗ: ''وَشَاھِدَیْہِ وَکَاتِبَہٗ.''

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے اور کھلانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔'' (مسلم) ترمذی وغیرہ نے یہ زیادہ روایت کی ہے کہ سودی لین دین کے دونوں گواہوں اور اس کے کاتب پر بھی (لعنت) ہے۔

لغات: ❖ لعن: لعن (ف) لعنا. فلاناً: لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے بعید کرنا، دھتکارنا، لعن نفسہ: علی لعنۃ اللہ کہنا، اپنے اوپر لعنت کرنا۔ لعّنہ تلعیناً: عذاب دینا۔ لاعنہ لعاناً و ملاعنۃً: ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ التعن: اپنے اوپر لعنت کرنا و تلاعن: بعض کا بعض پر لعنت کرنا۔ اللعنۃ: لعن کا اسم مرۃ: لعنت، عذاب جمع لعان: لعنات. اللعان و

اللعانیة: اسم ہیں لعنت سے۔

تشریح: آکِلَ الرِّبَاوَمُوْکِلَه': کھانے اور کھلانے والے سے مراد لینے اور دینے والے ہیں۔

سود کی تعریف

لغت میں سود زیادتی اور بڑھوتری کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ایسی زیادتی جو کسی مالی معاوضہ کے بغیر حاصل ہو۔

شَاھِدَیْهِ وَ کَاتِبَهٗ: گواہوں اور لکھنے والے پر بھی لعنت ہے، سود کی حرمت اور شدت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سود لینے اور دینے والے کے علاوہ اس کے گواہوں اور معاہدہ لکھنے والوں پر بھی لعنت فرمائی جارہی ہے۔ حالانکہ گواہوں اور لکھنے والوں کا سود میں کوئی حصہ نہیں ہوتا مگر یہ بھی حرام ہے کہ یہ بھی ان کے ساتھ تعاون کی صورت ہے۔ [1]

خلاصہ یہ ہوا کہ سودی معاملات میں معمولی قسم کا تعاون بھی کبیرہ گناہ، لعنت کا موجب اور غضب الٰہی کا باعث ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ سود ایک ایسی معاشرتی لعنت ہے جس کی وجہ سے اقتصادی نظام تباہ ہوکر رہ جاتا ہے اور اس سے امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے، اسی وجہ سے قرآن مجید میں سخت الفاظ کے ساتھ اس کی مذمت کی گئی ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ: "اگر تم اس (سود چھوڑنے کے حکم) پر عمل نہ کرو تو پھر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔"

ایک سوال اور اس کا جواب

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض ناکارہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ سود کے بغیر آج کے وقت میں کام ہی نہیں ہوسکتا۔ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ بارہ سو برس تک سود نہیں لیا گیا، تجربہ بتاتا ہے کہ وہ دور بڑا سکون والا تھا بخلاف تیرھویں صدی کے، اس میں مسلمانوں نے سود لینا شروع کردیا، اس صدی کا تجربہ بھی بتاتا ہے کہ اس میں پریشانی ومصائب میں اضافہ ہی ہوا ہے [2] اب بھی مسلمان سود لینا چھوڑ دے تو پھر سکون واطمینان نصیب ہوجائے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب المساقاة (باب لعن اکل الربا) وسنن الترمذی ابواب البیوع (باب ماجاء فی اکل الربا) واحمد ۳۷۲۵/۲ وابوداؤد والترمذی وابن ماجه والدارمی ۲۵۳۵ وابن حبان ۵۰۲۵ و کذا فی البیهقی ۲۷۵/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۲۶۷

(۲) المصالح العقلیۃ ۳۱۳

(۲۸۸) بَابُ تَحْرِيْمِ الرِّيَاءِ

ریاکاری کی حرمت کا بیان

اللہ کی عبادت اخلاص سے کریں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾ (سورة البينة: ٥)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''ان کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی، خالص کر کے اس کے واسطے بندگی ابراہیم کی راہ پر۔''

تشریح: یہ آیت اس سے پہلے "باب الاخلاص واحضار النية" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ آیت کریمہ کا یہ ہے کہ اہل کتاب کو ان کی آسمانی کتابوں میں بھی یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، یہی حکم قرآن مجید میں بھی دیا جارہا ہے مگر اب وہ عناد کی وجہ سے اس حکم کا بھی انکار کرتے ہیں۔

حُنَفَاءَ: تمام باطل مذاہب سے اعراض کر کے یکسو ہوجانا۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام باطل ادیان کو چھوڑ کر اللہ کی طرف یکسو ہوگئے تھے۔ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں تورات وانجیل میں اہل کتاب کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ توحید کا عقیدہ رکھتے ہوئے عبادت اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی کریں۔ (۲)

---

(۱) تفسیر قرطبی ۱۰/۴۴۴

(۲) تفسیر مظہری ۱۲/۴۹۵ ومزید وضاحت کے لئے روح البیان ۱۰/۴۸۷ کو ملاحظہ فرمائیں۔

اپنے صدقہ کو برباد نہ کرو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى، كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَآءَ النَّاسِ﴾

(سورة البقرة: ٢٦٤)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے ایمان والو! تم احسان جتلا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے۔''

تشریح: یہ آیت بھی اس سے پہلے "باب النهى عن المن بالعطية ونحوها" میں گذر چکی ہے۔ آیت بالا میں ترغیب

دی جارہی ہے کہ اگر صدقہ دے تو اس طرح دے کہ وہ اللہ کے یہاں قبول ہو جائے، ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے نزدیک قبول ہونے کے بعد رد کر دیا جائے۔ صدقہ رد ہوتا ہے دو وجہ سے، اول: صدقہ دے کر احسان جتائیں، دوم: جس کو صدقہ دیں اس کو عملاً ذلیل و خوار سمجھیں یعنی ایسا کوئی برتاؤ کریں جس سے صدقہ لینے والا اپنی حقارت و ذلت محسوس کرے یا اس کو کسی قسم کی ایذا پہنچائے۔

كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ: یعنی جس طرح جو لوگوں کو دکھلانے کے لئے مال کو خرچ کرے تو یہ بھی اللہ کے نزدیک مردود ہے کیونکہ یہ مسلمان کی شان نہیں بلکہ منافق کی خصوصیت ہے۔[۱] اسی طرح احسان جتلانے اور ایذا دینے والے کا صدقہ بھی مردود ہو جاتا ہے۔[۲]

(۱) تفسیر مظہری ۲/۵۴ و تفسیر قرطبی ۲/۳۱۳

(۲) مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۱/۴۲۲ کو ملاحظہ فرمائیں۔

منافقوں کی نماز کا ذکر

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (سورة نساء: ١٤٢)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر۔“

تشریح: اس آیت سے پہلے منافقین کی نماز کا ذکر ہے کہ جب منافقین نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو ناگواری اور بوجھ سمجھ کر۔ اب آیت بالا میں فرمایا جا رہا ہے کہ ان منافقین کا نماز سے مقصد نماز نہیں ہوتا کہ اللہ اس نماز سے راضی ہو جائیں بلکہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ بس لوگ دیکھ لیں اور ایسا وقت کم ہی ہوتا ہے کہ جب لوگ دیکھیں، اس لئے فرمایا جا رہا ہے: وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا. مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں ”يَذْكُرُوْنَ“ سے مراد نماز ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص لوگوں کے سامنے تو اچھی نماز پڑھے اور جب لوگ نہ ہوں تو نماز کو خراب کر کے پڑھے تو اس شخص نے نماز کو حقیر سمجھا ہے اور اس نماز سے اس نے اپنے آپ کی استہانت کی ہے۔[۱]

(۱) حاشیہ تفسیر مظہری مترجم ۳/۳۱۳ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۱/ ۳۰۸ کو ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ جل شانہ شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہیں

(١٦١٦) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ، تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ" ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں دوسرے شریکوں کے مقابلے میں شرک سے زیادہ بے نیاز ہوں، جو کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ میرے علاوہ اور کو بھی شریک کرے تو میں اس کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔''

(مسلم)

لغات: ❖ الشرک: شرک واشرک کا اسم، شریک، حصہ، اور اسی سے ہے ''بیع شرک من دارہ'' اس کے گھر کا ایک حصہ بیچا گیا ج: اشراک. الشرکۃ (مصدر) شریک کا حصہ دو یا دو سے زائد حصوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہو، اشترک القوم بکذا: باہم شریک ہونا۔ اشرک باللہ: شریک ٹھہرانا، شرک کرنا۔

تشریح: مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ: جو کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ دوسرے کو شریک کرے اس میں دوسرے کے دکھلانے کے لئے کام کرنے کو شرک کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ ریا اور دکھلاوے کو علماء شرک اصغر اور شرک خفی کہتے ہیں، اس میں مرتکب پر جنت حرام نہیں ہوتی، وہ سزا بھگت کر بالآخر جنت میں چلا جائے گا۔

اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو بھی شریک کرے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے دکھلاوے کے لئے بھی وہ کام کرے تاکہ اس عمل کے ذریعہ سے وہ کوئی دنیوی منفعت کو حاصل کرے، یا لوگوں کی نگاہ میں وہ بڑا نیک اور متقی کہلایا جائے۔

تَرَكْتُهٗ وَ شِرْكَهٗ: تو میں اس کو اس کے شرک سمیت چھوڑ دیتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اس عمل کے ثواب کو ختم کر دیتا ہوں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الزهد (باب من اشرک فی عمله غير الله) و احمد ۳/۸۰۰۶ وابن ماجه وابن حبان ۳۹۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

جہنم میں سب سے پہلے جانے والے تین آدمی

(۱۶۱۷) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ، فَاُتِيَ بِهٖ، فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ، فَعَرَفَهَا. قَالَ:

فَمَاعَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتّٰى اُسْتُشْهِدْتُ. قَالَ: كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُقَالَ: جَرِیْءٌ! فَقَدْقِيْلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ، فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهِ، فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَاعَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ، وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ! وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِیءٌ! فَقَدْقِيْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهِ، فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ. وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَاَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ، فَعَرَفَهَا. قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَاتَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ اَنْ يُنْفَقَ فِيهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيهَالَكَ. قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ: هُوَجَوَادٌ! فَقَدْقِيْلَ، ثُمَّ أُمِرَبِهِ، فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ، ثُمَّ اُلْقِيَ فِي النَّارِ"﴾ رواه مسلم

"جَرِیْءٌ" بِفَتْحِ الْجِيمِ وَكَسْرِ الرَّاءِ وَبِالْمَدِّ، اَیْ: شُجَاعٌ حَاذِقٌ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جن لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا ان میں سے ایک آدمی وہ بھی ہوگا جوشہید ہوگیا تھا، پس اس کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے، وہ پہچان لے گا، پھر اللہ جل جلالہ فرمائیں گے تو نے اس کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا، تو نے اس لئے لڑائی کی تھی کہ تجھے بہادر کہا جائے، پس تجھے بہادر کہا جاچکا، پس اس کے لئے فیصلہ ہوگا کہ اس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے علم حاصل کیا اور پھر دوسروں کو بھی سکھایا، قرآن پڑھا۔ اس کو بھی لایا جائے گا، اللہ جل شانہ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے، وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا، اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو نے اس کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لئے قرآن پڑھا۔ اللہ جل شانہ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا، تو نے علم اس لئے حاصل کیا تھا تا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے حاصل کیا تھا تا کہ لوگ تجھے قاری کہیں، پس بے شک تجھے کہا جا چکا اور اس کے لئے بھی فیصلہ ہوگا کہ اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

تیسرا وہ شخص ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمائی تھی اور اس کو مختلف قسم کے مالوں سے نوازا تھا، اس

کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے، وہ اس کو پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے اس کی وجہ سے کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا میں نے کوئی ایسا راستہ جس میں خرچ کئے جانے کو تو پسند کرتا تھا نہیں چھوڑا مگر اس میں تیری رضا کے لئے خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا، تو نے تو یہ اس لئے کیا کہ کہا جائے کو وہ بڑا سخی ہے، پس بے شک یہ کہہ لیا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا، اس کو بھی گھسیٹ کر منہ کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔"

جریء: جیم پر زبر، راء کے نیچے زیر اور اسے مد کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے بمعنی بہت بہادر، ہشیار۔

لغات: ❖ فسحب: السحب معنی گھسیٹنا، سحبه (س) سحبًا: زمین پر گھسیٹنا۔الرجل: بہت کھانا پینا، مذیله: وہ متکبرانہ چال چلتا ہوا آیا تسحب۔علیه: ناز کرنا۔

تشریح: ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس روایت کو سنانے کے بعد آپ ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا اے ابوہریرہ! یہ تینوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں وہ ہوں گے جن سے قیامت کے دن دوزخ کی آگ دہکائی جائے گی۔ (۱)

ترمذی میں جہاں یہ حدیث آتی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (آپ ﷺ کے بعد) اس حدیث کو بیان کرنے کا ارادہ فرمایا تو بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آنے پر دوبارہ بیان کرنا چاہا تو دوبارہ بے ہوش ہو گئے، پھر ہوش آیا اور پھر تیسری بار بیان کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس بار بھی بے ہوشی طاری ہوگئی، پھر جب ہوش آیا تو پھر یہ روایت بیان کی۔ (۲)

اسی طرح جب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حدیث پہنچی تو فرمایا کہ جب ان تین شخصوں کے ساتھ ایسا ہوگا تو ان کے علاوہ دوسرے اشخاص کے متعلق جن کی نیتیں اچھی نہ ہوں گی اچھا معاملہ ہونے کی کیا امید کی جائے۔ یہ فرما کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر روئے کہ دیکھنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ آج تو ان کی روح ہی نکل جائے گی۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ قیامت کے دن فاسق عالم بت پرستوں سے پہلے پکڑے جائیں گے کیونکہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ جس طرح ان تین چیزوں میں اخلاص للّٰہیت ضروری ہے تو اسی طرح ہر عمل میں اخلاص ضروری ہے، اگر اخلاص نہ ہو تو بڑا سے بڑا عمل بھی آدمی کو جنت میں نہیں بلکہ جہنم میں لے جانے کا سبب بن جائے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الامارة (باب من ائل للرياء والسمعة استحق النار) والنسائی والترمذی وابن حبان ۴۰۸ وكذا فی البيهقی ۱۶۸/۹.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گزر چکے ہیں

(۱) رواہ مسلم (۲) رواہ الترمذی

غلط بات میں ہاں میں ہاں ملانا بھی نفاق ہے

(۱۶۱۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ نَاسًا قَالُوْ لَهُ: اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰی سَلَاطِیْنِنَافَنَقُوْلُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَانَتَکَلَّمُ اِذَاخَرَجْنَامِنْ عِنْدِهِمْ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا: کُنَّا نَعُدُّ هٰذَا نِفَاقًا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے پاس جاتے ہیں پھر ہم ان سے اس کی الٹ باتیں کرتے ہیں جو ہم ان کے پاس سے باہر آکر کرتے ہیں؟ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہم اس رویے کو آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں نفاق میں سے شمار کرتے تھے۔“

لغات: ❖ سلاطین: سلطان کی جمع: بمعنی بادشاہ، حجت، تم کہتے ہو ”له سلطان مبین“ اس کے لئے روشن حجت ہے، قبضہ قدرت ج سلاطین. سلطنه سلطنة: بادشاہ بنانا۔ تسلطن: بادشاہ بننا۔

تشریح: حدیث بالا پہلے ”باب ذم ذی الوجهین“ میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اس لئے ذکر فرمایا کہ حکمرانوں کی خوشامد اور چاپلوسی کرنے میں جھوٹ بولنا منافقت میں شمار ہوگا جو بڑا گناہ ہے کیونکہ اس عمل کی وجہ سے حکمران کو صحیح حالات معلوم نہیں ہوں گے اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ حکمران کے سامنے صحیح صحیح باتیں کی جائیں تاکہ وہ رعایا کی صحیح خدمت کرسکیں اور وہ دھوکے میں نہ رہیں۔

تخریج حدیث: اخرجه البخاری فی صحیحه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں

جو بڑا بننے کے لئے کوئی عمل کرے تو اللہ اس کے عیوب لوگوں کے سامنے ظاہر فرما دیتے ہیں

(۱۶۱۹) ﴿وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ، وَمَنْ يُرَائِىْ يُرَائِى اللّٰهُ بِهٖ"﴾ متفق عليه. ورواه مسلم اَيْضًامِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا "سَمَّعَ" بتشديد الميم، وَمَعْنَاهُ: أَظْهَرَعَمَلَهٗ لِلنَّاسِ رِيَاءً "سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ" اَیْ: فَضَحَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعْنٰى: "مَنْ رَاءَ ى" اَیْ: مَنْ أَظْهَرَ لِلنَّاسِ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَعْظُمَ عِنْدَهُمْ "رَاءَى اللّٰهُ بِهٖ" اَیْ: اَظْهَرَسَرِيْرَتَهٗ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ﴾

ترجمہ: ''حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا جوشخص دکھلاوے کے لئے کوئی عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت والے دن رسوا کردے گا۔ اور جوکوئی نیک عمل لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لئے کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کے چھپے عیبوں کولوگوں کے سامنے ظاہر کردے گا۔ (بخاری ومسلم)

اور مسلم میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔ سمع: میم کی تشدید کے ساتھ، اس کے معنی ہیں اپنے عمل کو دکھلاوے کے لئے لوگوں کے سامنے ظاہر کرتا ہے۔ سمع الله به: اس کا مطلب یہ ہے اسے قیامت والے دن رسوا کرے گا۔''

مَنْ رَائَي: اس کے معنی ہیں کہ اپنے نیک عمل کولوگوں کے سامنے ظاہر کرتا ہے تا کہ ان کی نگاہ میں وہ بڑا بن جائے۔

رَاءَ ی اللّٰهُ بِهٖ: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پوشیدہ عیبوں کوسب کے سامنے ظاہر کردے گا

لغات: ❖ سمّع: باب تفعیل سے بمعنی ریاکاری یا اپنے اعمال کولوگوں کے سامنے ظاہر کرنا۔ یراء ی یه مُرَاءَ اةً مصدر سے معنی دکھانا اپنے اعمال کوظاہر کرنا یہ باب فتح وغیرہ سے دیکھنے کے معنی میں ہے۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب خود علامہ نووی رحمہ اللہ نے بیان کردیا ہے۔ بہرحال حدیث میں اخلاص کو لازم پکڑنے کا ذکر ہے کہ جو دکھلاوے کے لئے کام کرے گا کہ میں لوگوں کی نگاہ میں نیک اور متقی شمار ہوجاؤں تو وہ اس عمل کے ذریعہ سے لوگوں میں نیک اور عزت والا بننے کے بجائے ذلیل ہوجائے گا اور قیامت کے دن بھی اس کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے برخلاف جوشخص اخلاص کے ساتھ عمل کرتا ہے اگرچہ اس کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہوتا اس کے باوجود اللہ اس کی لوگوں کے دلوں میں محبت ڈال کررہتے ہیں اور قیامت کے دن بھی یہ اللہ کا مقرب شمار ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الرقاق (باب الرياء والسمعة) وصحيح مسلم كتاب الزهد (باب تحريم الرياء) واحمد ١٨٨٣١/٦ وابن ماجه و الحميدى ٧٧٨ وابن حبان ٤٠٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۳۴) میں گذر چکے ہیں۔

علم کو دنیوی غرض کے لئے حاصل کرنے والے جنت کی خوشبو بھی نہیں پاسکیں گے

(۱۶۲۰) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَایَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا، لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" یَعْنِیْ: رِیْحَهَا﴾

رواه ابوداؤد باسناد صحیح. وَالْاَحَادِیْثُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَةٌ مَشْهُوْرَةٌ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے اس علم کو جس کے ذریعے سے اللہ کی رضا مندی حاصل کی جاتی ہے اس لئے سیکھتا ہے کہ اس سے دنیاوی غرض حاصل کرے تو وہ قیامت والے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔"

عرف: بمعنی خوشبو۔ ابوداؤد نے فرمایا اس کی سند صحیح ہے اور اس باب میں بہت کثرت سے احادیث مشہور ہیں۔

لغات: ❖ عرضا: العرض (ض) عرضاً: الشیء بفلان: پیش کرنا الشیء علیه: دکھلانا۔ اعرض عنه: روگردانی کرنا، الشیء: چوڑا کرنا۔ المسألة: لمبا چوڑا سوال کرنا۔ عارضه معارضة عراضاً: پھر جانا، یکسو ہونا۔

تشریح: حدیث بالا "کتاب العلم" میں گذر چکی ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے دوبارہ اس لئے ذکر فرمایا کہ اخلاص کو لازم پکڑا جائے۔ حدیث بالا میں دنیوی غرض کے لئے علم دین کو حاصل کرنے پر وعید ارشاد فرمائی جارہی ہے۔ اس بارے میں احادیث میں بہت کثرت سے نبی ﷺ کے ارشادات وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا علم اس لئے حاصل کرو کہ علماء پر فخر کرو یا جہلاء سے حجت کرو اور مجلس میں اونچی جگہ بیٹھو جو کوئی اس لئے علم حاصل کرتا ہے اس کے لئے جہنم ہے جہنم۔ (۱)

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو کوئی حدیث اس لئے حاصل کرتا ہے کہ جہلاء سے بحث کرے، علماء پر فخر کرے، مخلوق کو اپنی طرف متوجہ کرے تو وہ جہنم میں جائے گا۔ یزید بن قودر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ زمانہ قریب ہے جب لوگ علم حاصل کریں گے اور اس پر اسی طرح رشک اور فخر کریں گے جس طرح فساق و فجار خوب صورت عورت پر کرتے ہیں۔ (۲)

جنت کی خوشبو نہ پانے کا مطلب

لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ: قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جملہ کنایہ ہے

کہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، یا مطلب یہ ہے کہ جنت میں تو بالاخر چلا جائے گا مگر وہاں پر جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ یا مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں ایسا ہوگا کہ خوشبو نہیں ملے گی مگر پھر بعد میں خوشبو مل جائے گی۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب العلم (باب فی طلب العلم بغیر الله)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ علامہ ابن عبدالبر

(۲) فضائل علم وعلماء ص: ۱۳۶ (ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن)

(۳) نزہۃ المتقین

(۲۸۹) بَابُ مَایُتَوَهَّمُ اَنَّهٗ رِیَاءٌ وَلَیْسَ بِرِیَاءٍ

ایسی چیزوں کا بیان جس کے بارے میں ریاء کا وہم ہو مگر حقیقت میں وہ ریاء نہ ہو

جو مؤمن نیک عمل کرتا ہے اس کو جلد خوش خبری ملے گی

(۱۶۲۱) ﴿عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَأَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ، وَیَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَیْهِ؟ قَالَ: "تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ"﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے کہا گیا یا رسول اللہ! اس بارے میں کیا حکم ہے کہ کوئی آدمی نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس عمل پر اس کی تعریف کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ مؤمن کے لئے جلدی ملنے والی خوشخبری ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ عاجل: عجل (س) عجلاً و عجلةً: جلدی کرنا، کہا جاتا ہے "عجل به الیه" اس نے ایک کام سے دوسرے کی طرف جلدی کی الامر: دیر سمجھ کر دوسرا کام لینا۔ عجّل: جلدی کرناہ: سبقت کرنا، برانگیختہ کرنا، اعجله: سبقت کرنا، برانگیختہ کرنا، اعجل الشیء: جلدی کھانا۔ عاجله معاجلةً۔ بذنبه: جلدی مواخذہ کرنا اور سزا دینا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب محدثین یہ بیان کرتے ہیں کہ انسان اپنی نیت کو صحیح رکھے اور اللہ کے لئے عمل کرتا رہے، اس کے بعد اگر پھر لوگ اس کے کسی عمل کی تعریف کرتے ہیں تو اب اس کے لئے خطرے کی بات نہیں بلکہ یہ اس کے لئے خوشخبری ہے کہ آخرت میں جو اللہ اس کو عزت دینے والا ہے اس کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی دے رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

لوگوں کا تعریف کرنا اخلاص کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ تو عند اللہ قبولیت کی علامت ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی ہے۔ (۱)

اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ جب اللہ جل شانہ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اللہ جبرئیل امین کو فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی کرو۔ پھر حضرت جبرئیل یہ اعلان آسمانوں کے فرشتوں میں کرتے ہیں کہ فلاں بندے سے اللہ محبت فرماتے ہیں، میں بھی کرتا ہوں، تم بھی کرو۔ اس کے بعد آسمانوں کے فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر یہ محبت زمین پر بھی اتار دی جاتی ہے اور پھر انسان بھی اس کی تعریف کرنے لگتے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب البر (باب اذا اعتنى على الصالح) واحمد ٢١٤٥٧/٨ وابن ماجه وابن حبان ٥٧٦٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین
(۲) بخاری بحوالہ روضۃ المتقین ۴/ ۱۲۷

(٢٩٠) بَابُ تَحرِيمِ النَّظَرِ اِلَى الْمَرْأَةِ الْاَجْنَبِيَّةِ وَالْاَمْرَدِ الْحَسَنِ لِغَيْرِ حَاجَةٍ شَرْعِيَّةٍ

اجنبی عورت اور بے ریش خوب صورت بچے کی طرف بغیر کسی شرعی ضرورت کے دیکھنا حرام ہے

اے ایمان والو! اپنی نگاہیں پست رکھو

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ (سورة نور: ٣٠)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ’’آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔‘‘

تشریح: علماء فرماتے ہیں ’’یغضوا‘‘ اس کے معنی ہیں پست کرنا، کم کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ نگاہ کو ایسی چیزوں سے پھیر لینا جن کی طرف شرعاً دیکھنا ممنوع ہے۔ (۱)

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ کسی عورت پر قصداً نظر ڈالنا حرام ہوگا۔ اسی طرح کسی مرد کے ستر کی طرف دیکھنا بھی ناجائز ہوگا، اسی طرح بے ریش لڑکے کی طرف دیکھنا بھی ناجائز ہے۔ اسی میں علماء نے داخل فرمایا ہے کہ کسی کے گھر میں جھانکنا اور

تمام وہ کام جس میں نگاہ کا استعمال کرنے کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہے ان کو دیکھنا ناجائز ہوگا۔ (۲)

اور جو شخص اپنی نگاہوں کی حفاظت نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں ایمان کی لذت نصیب نہیں فرمائیں گے۔ ابن کثیر نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

اَلنَّظَرُ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ، مَسْمُوْمٌ، مَنْ تَرَكَهَا مَخَافَتِيْ اَبْدَلْتُهُ اِيْمَانًا يَجِدُ حَلَاوَتَهُ فِيْ قَلْبِهِ. (۳)

''نظر ایک زہریلا، شیطانی تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص باوجود دل کی خواہش کے اپنی نظر کو پھیر لے تو میں اس کے بدلے میں ایسا پکا ایمان دونگا جس کی لذت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔''

(۱) تفسیر ابن کثیر (۲) معارف القرآن ۶/ ۳۹۹ و تفسیر قرطبی ۶/ ۲۲۳

(۳) تفسیر ابن کثیر۔ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۶/ ۱۴۰ کو ملاحظہ فرمائیں

کان، آنکھ اور دل کے بارے میں خصوصیت سے سوال ہوگا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا﴾ (سورۃ اسراء: ۳۶)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کی پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔''

تشریح: یہ آیت اس سے پہلے ''كتاب الامور المنهى عنها، باب تحريم سماع الغيبة'' میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ آیت کریمہ کا یہ ہے کہ انسانی جسم میں تین اعضاء کان، آنکھ اور دل ان کے بارے میں قیامت کے دن خصوصیت سے سوال ہوگا کہ کان سے کیا سنا؟ کیا ایسی باتیں بھی سنی جن سے شریعت نے منع فرمایا ہے؟۔ آنکھ کے ذریعہ کیا کیا دیکھا؟ کیا آنکھ سے اللہ نے جن چیزوں سے منع فرمایا تھا اس کو بھی دیکھا؟ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو آدمی اجنبی عورتوں کی خوب صورتی پر شہوت کی نظر ڈالے گا تو اس کی آنکھوں میں قیامت کے دن سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ ایک فارسی کا شاعر کہتا ہے:

چشم بند گوش بند لب ببند   گر نہ بینی نور حق بر من بخند

یعنی ''آنکھوں کو بند رکھو، کان کو بند رکھو، منہ کو بند رکھو، پھر بھی اللہ تعالیٰ کا نور نظر نہ آئے تو مجھ پر ہنس لینا۔'' اسی طرح دل کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس سے کیا کیا سوچا؟ کیا کیا منصوبے بنائے؟ یہی دل تو ہے جس کے بارے میں حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ یہ ٹھیک ہوجائے تو سارے اعضاء صحیح کام کرتے ہیں اور اگر یہ دل خراب ہوجائے تو پھر سارے اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔ (۱)

(۱) مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۵/ ۱۵۷ کو ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ آنکھ کی خیانت کو بھی جانتا ہے

وَقَالَ اللّٰہُ تعَالٰی: ﴿یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَاتُخْفِی الصُّدُوْرُ﴾ (سورۃ غافر: ۱۹)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''وہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔''

تشریح: اس سے پہلے یہ آیت ''کتاب المامورات، باب المراقبۃ'' میں گذر چکی ہے۔ علماء فرماتے ہیں آنکھ کی خیانت سے مراد یہ ہے کوئی شخص لوگوں سے چھپ کر ایسی چیز پر نظر ڈالے جو اس کے لئے ناجائز ہو اور ساتھ والے کو معلوم بھی نہ ہو مگر اللہ جل شانہ فرما رہے ہیں کہ لوگوں کو تو معلوم نہیں ہوگا مگر اللہ تعالیٰ تو جان لیتے اور دیکھ لیتے ہیں۔ (۱)

نیز آیت بالا میں اللہ جل شانہ کے علم کامل کا بھی بیان ہے کہ اس کو تمام چیزوں کا علم ہے چھوٹی ہو یا بڑی، سب پر اس کا علم محیط ہے یہاں تک کہ سینوں میں خیالات آ رہے ہیں ابھی سوچنے والے نے اس کا اظہار اپنی زبان سے بھی نہیں کیا مگر اللہ نے جان لیا کہ اس کے دل میں کیا خیال آ رہے ہیں بلکہ اللہ کا علم تو اس کے آگے کا بھی ہے کہ ابھی خیالات آئے بھی نہیں اللہ جل شانہ کے علم میں آ گیا کہ کیا خیالات آنے والے ہیں۔

(۱) قرطبی ۸/۳۰۳ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۸/۱۷۰ کو ملاحظہ فرمائیں۔

تمہارا رب گھات میں ہے

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (سورۃ فجر: ۱۴)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک تمہارا رب گھات میں ہے۔''

تشریح: اس سے پہلے یہ آیت گذر چکی ہے۔ مطلب آیت پاک کا یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے بندوں کے تمام اعمال و افعال سے واقف ہیں خواہ وہ اچھے اعمال کریں یا برے۔ اللہ کو ان کے تمام اعمال کا علم ہے، کوئی چیز بھی اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ جس طرح کمین گاہ میں بیٹھنے والے سے سامنے گزرنے والا پوشیدہ نہیں ہوتا اسی طرح گویا کہ اللہ سے کوئی پوشیدہ نہیں ہوسکتا، قیامت کے دن ہر ایک کو اس کے اچھے یا برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ (۱)

(۱) مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۱۰/۴۲۷ کو ملاحظہ فرمائیں۔

انسان کے کان، آنکھ، زبان اور پاؤں وغیرہ بھی زنا کرتے ہیں

(۱۶۲۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''کُتِبَ

عَلَى ابْنِ آدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا، مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَامُحَالَةَ: اَلْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَ الْيَدُزِنَا هَا الْبَطْشُ، وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا، وَالْقَلْبُ يَهْوِى وَيَتَمَنّٰى، وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ أَوْ يُكَذِّبُهُ'' (متفق عليه)

وهذالفظ مسلم، ورواية البخارى مُخْتَصَرَةٌ

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ابن آدم کے لئے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے وہ اس کو ہر حال میں پانے والا ہے، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا (حرام آواز) سننا ہے، زبان کا زنا (ناجائز) بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا (ناجائز چیزوں کو) پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا (غلط کام کی طرف) جانا ہے اور دل خواہش کرتا ہے اور آرزو کرتا ہے اور پھر شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔
(بخاری ومسلم)

یہ الفاظ مسلم کے ہیں اور بخاری کی روایت مختصر ہے۔''

لغات: ❖ زناء: زنى (ض) زناء وزنىً وزناءً زنا کرنا صفت (زانٍ) جمع زناة، صفت مؤنث (زانية، جمع زوانٍ. زنىٰ. ٥. زنا کی نسبت کرنا یا زانی کہنا۔ ازنى ازناء: زنا کرنے پر اکسانا، الزوانية: زنا کرنے والا (تاء مبالغہ کے لئے ہے) الزنّاء ة: بہت زنا کرنے والی۔

تشریح: حدیث بالا میں زنا اور اس کے اسباب سے بھی کنارہ کش رہنے کی تاکید کی جارہی ہے جیسے کہ قرآن مجید میں بھی ارشاد خداوندی ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى الخ (۱) ''تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔''

نیز حدیث بالا میں العینان زناهما وغیرہ میں دیکھنے، سننے، چلنے کو بھی زنا سے تعبیر کیا گیا ہے، بقول علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پر سبب کو مجازاً مسبب کے طور سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ ان سب چیزوں سے بھی اپنے آپ کو بچا کر رکھا جائے، یہی چیزیں زنا کروادیتی ہیں کہ پھر شرمگاہ ان چیزوں کی تصدیق کر دیتی ہے تو جو آدمی اسباب زنا سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھے گا تو وہ کبھی بھی زنا نہیں کر سکے گا۔ (۲)

علامہ نووی اور علامہ سیوطی رحمہم اللہ نے حدیث بالا کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ دیکھنا، سننا، چلنا یہ تمام زنا مجازی کی اقسام ہیں، پھر کبھی شرمگاہ کی تصدیق سے یہ زنا حقیقی بن جاتا ہے اور اگر شرمگاہ کی تصدیق نہ ہوئی تو یہ گناہ مجازی ہی رہتا ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاستيذان (باب زنى الجوارح) وصحيح مسلم كتاب القدر (باب قدرعلى ابن آدم حظه من الزنى) واحمد فى مسنده وابن حبان ٤٤٢٠ وكذافى البيهقى ٨٩/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ اسراء (۲) نزہۃ المتقین (۳) روضۃ المتقین ۴/۱۲۹، دلیل الفالحین ۴/۴۷۵

راستے کے حقوق

(١٦٢٣) ﴿وَعَنْ اَبِی سَعِیدِ نِ الْخُدْرِی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوسَ فِی الطُّرُقَاتِ!'' قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَابُدٌّ: نَتَحَدَّثُ فِیهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ، فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّهُ'' قَالُوْا: وَمَاحَقُّ الطَّرِیْقِ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ''غَضُّ الْبَصَرِ، وَکَفُّ الْاَذٰی، وَرَدُّالسَّلَامِ، وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ''﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا راستوں پر بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لئے تو وہاں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، ہم وہاں گفتگو کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم کو بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے تو پھر راستے کے حق کو بھی ادا کیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ کے رسول! راستے کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نگاہ کا پست رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے روکنا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ السلام: سلم (س) سلامة وسلاماً ۔ من عیب اوآفة: نجات پانا، بری ہونا۔ سلمه ۔ وسلم علیه: السلام علیک کہنا۔ سلم بالامر: راضی ہونا، الیه: فرمانبردار ہونا۔ اسلم: فرمانبردار ہونا۔ دین اسلام اختیار کرنا، بیع سلم کرنا ۔العدو: دشمن کو چھوڑ دینا۔ امرہ الی اللہ: سپرد کردینا اور تم کہتے ہو ''اسلمته وسلمته'' جبکہ تم کسی کو چھوڑ دو اس وقت جبکہ کوئی شخص تکلیف پہنچانا چاہتا ہو۔ تسلم مسلمان بننا۔ الشیء: قبضہ کرنا۔ منہ: بیزار ہونا۔

تشریح: حدیث بالا ''کتاب المامورات باب الامربالمعروف والنهی عن المنکر'' میں بھی گذر چکی ہے۔ خلاصہ حدیث بالا کا یہ ہے کہ اس میں ایک طرف تو راستوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا جا رہا ہے اور اگر بیٹھنا ضروری ہو تو اب اس کے حقوق کے ادا کرنے کے ساتھ بیٹھا جائے اور راستے کے حدیث بالا میں پانچ حقوق بیان کئے گئے ہیں۔

راستے کے پانچ حقوق

1. نگاہوں کو پست رکھنا کہ کسی غیر محرم پر نظر نہ پڑ جائے،
2. راستوں میں جو چیز تکلیف دینے والی ہو اس کو ہٹا دینا، ایک طرف کر دینا،

۳ سلام کرے یا سلام کرنے والوں کا جواب دے دینا،
۴ نیکی کا حکم کرنا،
۵ برائیوں سے لوگوں کو روکنا۔

یہ مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ بھلائی کو پھیلانے والا ہو، نیکی کی طرف دعوت دینے میں ہمیشہ کوشاں رہے اور برائیوں سے لوگوں کو روکتا رہے، اس سے ایک بہترین معاشرہ وجود میں آجائے گا۔ (۱)

بعض لوگوں نے ان آداب کو ان اشعار میں جمع کیا ہے:

آدَابُ مَنْ يَجْلِسُ فِي الطَّرِيْقِ	مِنْ قَوْلِ طٰهٰ خُذْهُ بِالطَّرِيْقِ
اَفْشِ السَّلَامَ وَاَحْسِنِ الْكَلَامَ عَنْ	مَظْلُوْمِ اللَّهْفَانِ عث رَفِيْقِيْ
وَمُرْ بِعُرُفٍ وَانْهَ عَنْ نُكْرٍ وَكُفَّ	اَذَى وَغُضَّ الطَّرْفَ يَاصَدِيْقِيْ
وَشَمِّتِ الْعَاطِسَ اَنْ يَحْمَدَ أَعِنْ	فِي الْحَمْلِ وَ اَكْثِرْ ذِكْرَ ذِي التَّوْفِيْقِ
وَرُدِّ تَسْلِيْماً وَأهْدِ حَائِراً	وَالْزِمْ تُقَى الدَّيَانِ بِالتَّحْقِيْقِ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب المظالم (باب افنيةالدور و الجلوس على الصعدات) وصحيح مسلم كتاب اللباس (باب النهى عن الجلوس فى الطرقات)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین
(۲) دلیل الفالحین ۴/ ۴۷۸

راستے کے مزید چند حقوق

(١٦٢٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ زَيْدِ بْنِ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كُنَّاقُعُوْداً بِالْاَفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ فِيْهَا، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ: "مَالَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ؟ اِجْتَنِبُوْا مَجَالِسَ الصُّعُدَاتِ." فَقُلْنَا: اِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَيْرِمَا بَأْسَ: قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ، وَ نَتَحَدَّثُ. قَالَ: "إِمَّالَافَادُّوْاحَقَّهَا: غَضُّ الْبَصَرِ، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَحُسْنُ الْكَلَامِ"﴾ (رواه مسلم)

"الصُّعُدَاتُ" بِضَمِّ الصَّادِوَالْعَيْنِ اَیْ: اَلطُّرُقَاتُ.

ترجمہ: "حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم گھر سے باہر ڈیوڑھیوں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہوگئے اور ارشاد فرمایا تمہیں کیا ہے کہ تم نے

راستے میں بیٹھکیں بنا رکھی ہیں؟ راستوں میں بیٹھکیں بنانے سے اجتناب کرو۔ ہم نے عرض کیا ہم تو یہاں ایسے کام کے لئے بیٹھے ہیں جس میں (شرعا) کوئی حرج نہیں ہے، ہم یہاں بیٹھے ہوئے آپس میں مذاکرہ کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم راستوں پر بیٹھنا نہیں چھوڑ سکتے تو پھر راستے کا حق بھی ادا کیا کرو، نگاہ کا نیچی رکھنا، سلام کا جواب دینا اور اچھی گفتگو کرنا۔'' (مسلم)

الصعدات: صاد اور عین دونوں پر پیش ہے بمعنی راستے۔

لغات: ❖غض: غض (ن) غضا وغضاضاً وغضاضاً وغضاضةً۔ طرفه و من طرفه او صوته: ومن صوته: نگاہ یا آواز پست کرنا، روکنا، ''غض بصره'' یعنی جس چیز کا دیکھنا جائز نہیں اس سے منع کیا ''غض طرفه لفلان'' فلاں کی وجہ سے مکروہ بات برداشت کر لی۔

تشریح: حدیث بالا میں راستوں میں بیٹھنے سے منع کیا جا رہا ہے، تاہم اس بیٹھنے کے بغیر چارہ نہ ہو تو اب نگاہوں کو نیچی رکھے اور گزرنے والوں کے سلام کا جواب دے اور اچھی اور دینی باتیں کرے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں راستوں میں بیٹھنے کو مکروہ فرمایا جا رہا ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی جا رہی ہے کہ راستوں میں بیٹھنے سے آدمی گناہ کرتا رہتا ہے کہ سامنے سے کبھی عورتیں گزرتی ہیں، کبھی ان کی طرف نگاہ اٹھ جاتی ہے یا ان کے بارے میں آدمی سوچنے لگتا ہے۔ (۱)

اسی طرح گزرنے والے کو اس کی طرف سے تکلیف پہنچ جاتی ہے یا سلام کرنے میں یا جواب دینے میں سستی ہو جاتی ہے وغیرہ، ان وجوہات کی وجہ سے راستوں میں بیٹھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب السلام (باب من حق الجلوس على الطريق ردالسلام)

راوی حدیث حضرت ابوطلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: زید، ابوطلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام سہل بن الاسود تھا، والدہ کا نام عبادہ تھا۔ زمانہ جاہلیت میں عام اہل عرب کی طرح بت پرست اور شراب پینے والے تھے۔ (بخاری ۲/۶۶۴)

اسلام: تقریباً ۲۰ سال کی عمر میں اسلام میں داخل ہو گئے اور واقعہ یہ ہوا کہ انہوں نے حضرت ام سلیم کو نکاح کا پیغام دیا، انہوں نے مسلمان ہونے کی شرط لگائی جس کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دل میں اسلام کی حقیقت آ گئی اور مسلمان ہو گئے۔

غزوات: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ غزوات میں شریک ہوئے اور ہر معرکہ میں خوب بہادری دکھلائی اور یہی صحابی ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قبر کھودی تھی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی جگہ خالی دیکھنا برداشت نہ ہوا اس لئے شام چلے گئے اور پھر پریشانی ہوتی تو آ کر قبر مبارک کی زیارت کرتے اور حضرت عمر نے امارت کے معاملے کو طے کرنے کے لئے چھ آدمیوں کا جو انتخاب فرمایا تھا ان میں حضرت ابوطلحہ بھی تھے۔

وفات: ان کے سن وفات میں اختلاف ہے، بعض نے ۳۱ھ اور بعض نے ۳۲ھ بتائی ہے اور بعض نے ۵۱ھ بتائی ہے جو صحت کے زیادہ قریب ہے۔

مرویات: ان سے ۹۲ روایات مروی ہیں۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) تہذیب التہذیب، (۲) الاصابہ، (۳) تذکرۃ الحفاظ، (۴) بخاری کتاب المغازی وغیرہ۔

(۱) شرح مسلم للنووی (۲) روضۃ المتقین ۴/۱۳۰

پہلی نظر معاف ہے

(١٦٢٥) ﴿وَعَنْ جَرِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفَجْأَةِ فَقَالَ: "اِصْرِفْ بَصَرَكَ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی نگاہ کو فوراً پھیر لو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ بصُر (ک) بصر (س) بصراً وبصارۃ ہ وبہ: جاننا، دیکھنا، بصر (ن) بصرًا۔ الشيء: کاٹنا ابصرہ: دیکھنا، بینا بننا، تبصر: الشيء: غور سے دیکھنا۔ في الشيء: سوچنا غور کرنا۔

تشریح: علماء حدیث بالا کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب کسی اجنبی عورت پر نظر پڑے تو فوراً پھیر لینا واجب ہے، پہلی نظر جو بے ارادہ پڑی تھی وہ معاف ہے اور پہلی ہی نظر کو جما کر رکھے یہ جائز نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ. (۱)

''آپ مؤمنوں سے کہہ دیں، کہ اپنی نظر پست کریں۔''

ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ: يَاعَلِيُّ! لَاتُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ. (۲)

ترجمہ: ''آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے علی نظر پڑنے کے بعد دوبارہ نظر نہ ڈالو کیونکہ تمہارے لئے پہلی نظر معاف ہے مگر دوسری نظر معاف نہیں ہے۔''

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب النکاح، و احمد ۷/۱۹۱۸۱ و الترمذی والدارمی ۲٦٤٣ وابن حبان ٥٥٧١ والحاکم ٣٤٩٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱۷۳) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ نور آیت ۳۰ بحوالہ مرقاۃ

(۲) احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی

عورتوں کو نابینا مردوں سے بھی پردہ کرنا چاہئے

(١٦٢٦) ﴿وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنهَاقَالَتْ: کُنتُ عِندَرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِندَهُ مَيْمُوْنَةُ، فَاَقْبَلَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ، وَذٰلِکَ بَعْدَاَنْ اُمِرْنَابِالْحِجَابِ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِحْتَجِبَامِنْهُ" فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَيْسَ هُوَ اَعْمٰی: لَايُبْصِرُنَا، وَلَايَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَفَعَمْيَا وَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَاتُبْصِرَانِهِ!؟"﴾ (رواہ ابوداؤدو الترمذی وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

ترجمہ: ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس تھی اور آپ ﷺ کے پاس حضرت میمونہ بھی بیٹھی ہوئی تھیں، اتنے میں آپ ﷺ کے پاس حضرت ابن ام مکتوم (نابینا صحابی) آگئے اور یہ ہمیں پردے کا حکم دیئے جانے کے بعد کا واقعہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا وہ نابینا نہیں ہیں، نہ وہ ہمیں دیکھتے ہیں اور نہ ہمیں پہچانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو؟ کیا تم بھی انہیں نہیں دیکھتیں؟'' (ابوداؤد، ترمذی، صاحب ترمذی نے فرمایا یہ روایت حسن صحیح ہے۔)

لغات: ❖ الحجاب (مصدر) جمع حجب: پردہ، ہر وہ چیز جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو، تعویذ، حجاب الشمس: آفتاب کی روشنی، حجاب القلب: پردہ جو دل اور پیٹ کے درمیان حائل ہے۔ الحجابة: دربانی۔

تشریح: کیا عورتوں کا مردوں سے پردہ ہے؟

حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مردوں کو عورت کا دیکھنا حرام ہے اسی طرح عورتوں کو مردوں کا دیکھنا بھی حرام ہے مگر علماء فرماتے ہیں کہ عورت بغیر جنسی خواہش کے مرد کو دیکھ سکتی ہے جیسے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے واقعہ میں آتا ہے کہ جب حبشی نیزہ بازی کرتے تھے تو حضرت عائشہ ان کو نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر دیکھ رہی تھیں اور یہ واقعہ ۹ھ کا ہے جب کہ حضرت عائشہ کی عمر ۱۶ سال کی تھی اور پردے کا بھی حکم نازل ہو چکا تھا۔

علماء حدیث بالا کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تقویٰ اور ورع پر محمول ہے کہ دیکھنا اگرچہ جائز ہے مگر نہ دیکھنا ہی تقویٰ ہے۔[1] البتہ اگر جنسی خواہش کے ساتھ دیکھے اس صورت میں عورت کو بھی مرد کا دیکھنا حرام ہوگا۔ آج کل ویسے ہی خواہش کا زمانہ ہے اس لئے اس مسئلہ میں اب عورت کو بھی مرد کا دیکھنا جائز نہیں ہوگا۔[2]

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب اللباس (باب فی قولہ تعالیٰ وقل للمؤمنات یغضضن من

بصارهن) وسنن الترمذی ابواب الادب (باب ماجاء فی احتجاب النساء) واحمد ۳٦٥۹۹/۱۰ وابن حبان ٥٥٧٥۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام سلمہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۲) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ودلیل الفالحین ۴/۷۹
(۲) مظاہر حق

نہ مرد مرد کے ستر کو دیکھے اور نہ ہی عورت عورت کے ستر کو

(۱٦۲۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَایَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْأَۃِ، وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَلَاتُفْضِی الْمَرْأَۃُ اِلَی الْمَرْأَۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ مرد مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ عورت عورت کے ستر کو دیکھے اور نہ مرد مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ ینظر: نظر (ن، س) نظرًا ومنظراً ومنظرۃ وتنظاراً ونظراناً ۔ ہ الیہ: دیکھنا، غور سے دیکھنا (نظر (ن) نظراً) فی الامر: سوچنا، فکر کرنا، اندازہ کرنا الشیء: انتظار کرنا۔

تشریح: لَایَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ: مرد مرد کے ستر کو نہ دیکھے۔

مرد کا ستر کیا ہے؟

مرد کا ستر زیر ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے، اتنا حصہ بلاضرورت کے دیکھنا جائز نہیں ہے، نہ مرد کے لئے اور نہ ہی کوئی محرم عورت کے لئے، ہاں اگر اس کی بیوی یا لونڈی ہو تو ان کے لئے جائز ہے۔

وَلَاالْمَرْأَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْأَۃِ: اور نہ عورت عورت کے ستر کو دیکھے۔

عورت کا ستر عورت کے حق میں

عورت کا ستر عورت کے حق میں زیر ناف سے زانوں تک کا ہے لہٰذا بلا مجبوری کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسری عورت کے اس حصہ کو دیکھے، جب کہ عورت کا ستر اجنبی مرد کے حق میں پورا جسم ہے۔

عورت کا ستر اس کے محرم کے حق میں

عورت کا ستر اس کے محرم رشتہ داروں کے لئے اس کی پیٹھ، پیٹ، زیر ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ ہے اور محرم مرد عورت کے سر، چہرہ، بازو وغیرہ کو دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ جنسی خیال نہ آئے۔ علامہ نووی نے اس قسم میں بے ریش بچہ کی طرف دیکھنا خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں کو حرام لکھا ہے۔ (۱)

وَلَایَفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ: نہ مرد مرد کے ساتھ (برہنہ) ایک ساتھ کپڑے میں لیٹے۔ اس حدیث میں علماء برہنہ کی شرط لگاتے ہیں یعنی جب کہ دونوں مرد ننگے ہوتو اب ایک کپڑے میں لیٹنا جائز نہیں، اگر کپڑا ان کے جسم میں ہوتو اب جائز ہوگا اسی طرح برہنہ عورتیں ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور ایک ساتھ لیٹنا یہ حرام ہوگا کیونکہ یہ عمل بہت ہی بے حیائی اور بے شرمی کا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الحيض (باب تحريم النظر الى العورات) و احمد ١١٦٠١/٤، وابوداؤد والترمذى وابن ماجه وابن حبان ٥٥٧٤ وكذا فى البيهقى ٩٨/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی

(۱) مظاہر حق ۲۶۴/۳

(۲۹۱) بَابُ تَحْرِیْمِ الْخَلْوَۃِ بِالْاَجْنَبِیَّۃِ

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنا حرام ہے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاِذَا سَاَلْتُمُوْ ھُنَّ مَتَاعاً فَاسْاَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ (سورة احزاب: ٥٣)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔''

تشریح: مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آیت بالا میں حکم اگرچہ ازواج مطہرات کو ہے مگر یہ حکم ساری امت کے لئے عام ہے۔

شان نزول

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْ ھُنَّ مَتَاعاً فَاسْاَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک و بد ہر طرح کے لوگ آتے جاتے ہیں اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیدیں تو بہتر معلوم ہوتا ہے، اس پر یہ آیت حجاب نازل ہوئی۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں یہ بات قابل غور ہے کہ پردے کے احکام عورتوں اور مردوں کو دیئے گئے ہیں ان میں عورتیں تو ازواج مطہرات ہیں جن کے دلوں کو صاف پاک رکھنے کا حق تعالیٰ نے خود ذمہ لے لیا ہے اور دوسری طرف جن مردوں کو خطاب ہیں وہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں ان کا آپس میں پردہ کروا دیا گیا تو آج کون ہے جو اپنے نفس کو صحابہ کرام کے نفوس سے اور عورتوں کے نفوس کو ازواج مطہرات کے نفوس سے زیادہ پاک ہونے کا دعویٰ کر سکے اور یہ سمجھے کہ ہمارے ملنے جلنے سے کوئی خرابی نہیں آئے گی؟ (۲)

(۱) معارف القرآن ۴/۲۰۰
(۲) تفسیر قرطبی ۷/۲۲۷ ومزید وضاحت کے لئے روح البیان ۷/۲۱۵ کو ملاحظہ فرمائیں۔

حمو تو موت ہے

(۱۶۲۸) ﴿وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ!" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: "اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ"﴾
(متفق علیه)

"اَلْحَمْوُ" قَرِيْبُ الزَّوْجِ كَاَخِيْهِ، وَابْنِ اَخِيْهِ وَابْنِ عَمِّهِ.

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ تو ایک انصاری آدمی نے عرض کیا شوہر کے قریبی رشتے دار (دیور) کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ارشاد فرمایا شوہر کا قرابت دار (دیور) تو موت ہے۔'' (بخاری ومسلم)

"الحمو" بمعنی شوہر کے قریبی رشتے دار مثلاً اس کا بھائی، اس کا بھتیجا اور اس کا چچازاد بھائی وغیرہ۔

لغات: ❖ الموت: مات یموت موتاً: مرنا، ماتت الریح: ہوا کا رک جانا، مات یموت مواتاً وموتانا. المکان ویران ہونا جمع (اموات، موتی ومیتون)

تشریح: حمو سے کون مراد ہیں؟

اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ: حمو تو موت ہے۔ اس جملہ کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح موت انسان کی ظاہری اور دنیوی زندگی کو ہلاک کر دیتی ہے اسی طرح "حمو" اور اجنبی آدمی کا اختلاط عورت کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس جملہ کو خصوصاً اس لئے ذکر کیا گیا کہ عام طور پر لوگ "حمو" سے اختلاط کو برا نہیں سمجھتے اس لئے ان کا عموماً عورتوں کے پاس آنا جانا اور مردوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں موت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب عام طور پر خطرناک چیز سے خوف دلانے

کے لئے موت کا لفظ استعمال کرتے ہیں مثلاً اسد الموت۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ شیر کے قریب جانا موت کو دعوت دینا ہے۔ اسی طرح "حمو" کے قریب جانا بھی تباہی اور بربادی کو دعوت دینا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب النکاح (باب لا یخلون رجل بامرأة) وصحیح مسلم کتاب السلام (باب تحریم الخلوة بالاجنبیة) واحمد ٦/٥٠٨٨ والترمذی والدارمی٢٦٤٢ وابن حبان ٥٠٨٨ وكذا فی البیهقی ٧/٩٠۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲۰) پر گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، تعلیق الصبیح

اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنا حرام ہے

(١٦٢٩) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَخْلُوَنَّ اَحَدُكُمْ بِامْرَأَةٍ إِلَّامَعَ ذِىْ مَحْرَمٍ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص (اجنبی) عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر محرم کے ساتھ۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ لایخلون: بمعنی خالی یا تنہائی اختیار کرنا۔ خلی یخلو (ن) خلوة بمعنی خالی ہونا، فارغ ہونا۔ باب تفعیل سے خلّی تخلیة بمعنی چھوڑنا، خلی سبیله، ازاد کردینا، رہا کرنا۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے کتاب "آداب السفرباب تحریم سفر المرأةوحد ها" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ حدیث پاک کا یہ ہے کہ کوئی شخص عورت کے ساتھ اکیلے میں ملاقات نہ کرے اس طرح خلوت میں ملنا علماء نے حرام لکھا ہے کیونکہ یہ برائی پر آمادہ کرنے اور بے حیائی میں مبتلا کرنے کا ذریعہ اور سبب بن سکتا ہے۔ (۱)

ذِىْ مَحْرَمٍ: محرم ہو۔ علماء فرماتے ہیں محرم سے وہ محرم مراد ہیں جن سے نکاح کرنا ابدی طور پر ناجائز اور حرام ہو مثلاً بھائی، بیٹا، داماد وغیرہ۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب النکاح (باب لایخلون رجل بامرأة) وصحیح مسلم کتاب الحج (باب سفر المرأة مع محرم)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) پر گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین

مجاہدین کی عورتیں بھی قابل قدر ہیں

(۱۶۳۰) ﴿وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ، مَامِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ أَهْلِهِ، فَيَخُوْنُهُ فِيْهِمْ اِلَّاوُقِفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَأْخُذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَاشَاءَ حَتّٰى يَرْضٰى“ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ”مَاظَنُّكُمْ؟“﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجاہدین کی عورتوں کی عزت، پیچھے رہ جانے والوں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے ان کی اپنی ماؤں کی عزت پیچھے رہ جانے والوں میں سے، جو شخص مجاہدین میں سے کسی کے گھر والوں کا نگران بنے اور پھر وہ خیانت کرے تو قیامت کے دن وہ مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور وہ اس کی نیکیوں میں سے جتنی نیکیاں چاہے لے لے گا۔ یہاں تک کہ وہ راضی ہوجائے پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ (کیا وہ اس کی نیکیوں کو چھوڑے گا)“

لغات: ❖ حرمة: عزت ابرو، تقدیس، حرمة الرجل: بیوی، حریم معنی گھر کی عورتیں۔ حرم باب ضرب وفتح معنی ہے محروم کرنا، ومحروم رکھنا۔

تشریح: حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ مجاہدین کے جہاد پر چلے جانے کے بعد ان کے پیچھے ان کے گھر والوں کی حفاظت کرنے کی جہاں پر بہت زیادہ فضیلت ہے تو دوسری طرف ان کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کرنا بہت بڑا گناہ بھی ہے۔

مَاظَنُّكُمْ: تمہارا کیا گمان اور خیال ہے؟ اس کے علماء نے تین مطالب بیان فرمائے ہیں:

پہلا مطلب: تمہارا کیا گمان ہے کہ وہ مجاہد خیانت کرنے والے کی نیکیوں کو چھوڑ دے گا؟ بلکہ اس کی تمام ہی نیکیاں لے لے گا۔ (۱)

دوسرا مطلب: تمہارا کیا خیال ہے کہ مجاہد کو جو اس خیانت پر بدلہ ملے گا اس میں کیا کوئی شک ہے؟ جب شک نہیں تو مجاہدین کے گھر والوں کے ساتھ خیانت کرنے سے اجتناب کرو۔

تیسرا مطلب: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجاہدین کو بلند مقام عطا فرمایا ہے تمہارا کیا گمان ہے صرف یہی مقام ملے گا؟ بلکہ اس مقام کے علاوہ اور بھی بہت سے درجات ان مجاہدین کے لئے ہوں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الامارة (باب حرمة نساء المجاهدين) واحمد ٢٣٠٦٦/٩

وابوداؤد والنسائی وابن حبان ٤٦٣٥ والحمیدی ۹۰۷ وکذا فی البیھقی ۹/۱۷۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۸۴) پر گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۸۲
(۲) مرقاۃ و ہکذا مظاہر حق ۳/۷۳۰

(۲۹۲) بَابُ تَحْرِیْمِ تَشَبُّہِ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالنِّسَاءِ بِالرِّجَالِ فِیْ لِبَاسٍ وَحَرَکَۃٍ وَغَیْرِ ذٰلِکَ

مردوں کا عورتوں کے، عورتوں کا مردوں کے ساتھ لباس اور حرکات وسکنات میں مشابہت اختیار کرنا حرام ہے

مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے

(۱٦۳۱) ﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَاقَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُخَنَّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ﴾

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں والا حلیہ اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردانہ انداز اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ (بخاری)

لغات: ❖ لعن: لعن (ف) لعناً فلاناً: لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے دور کرنا۔ دھتکارنا، لعن نفسہ: علی لعنۃ اللہ. کہنا اپنے اوپر لعنت کرنا۔ لعنہ تلعیناً: عذاب دینا۔

تشریح: اَلْمُخَنَّثِیْنَ: مخنَّث یا مخنِّث. یہ ایسے مرد کو کہتے ہیں جو عورتوں کا سا لباس پہنے، بات چیت میں عورتوں کا لب و

لہجہ اختیار کرے، اسی طرح جملہ حرکات وسکنات میں عورتوں کا انداز اپنائے۔ (۱) ایسے مرد کو ہمارے عرف میں ہیجڑہ یا زنانہ کہا جاتا ہے۔ اس مخنث کی دو قسمیں ہے ایک تو پیدائشی طور پر ان میں عورتوں کی سی نرمی و لچک ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان میں یہ بات پیدائشی طور پر تو نہیں ہوتی مگر وہ قصداً اپنے آپ کو ایسا بناتے ہیں۔

اس دوسری قسم کے مخنث پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ برخلاف پہلی قسم کے کہ وہ تو معذور ہیں۔ اسی طرح ایسی عورتیں جو مردانہ لباس اور مردانہ وضع قطع اختیار کریں اور رہن سہن اور لباس میں مردوں کی مشابہت اختیار کریں ان پر بھی لعنت ہے، یہ دونوں عمل حرام ہوں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب اللباس (باب المتشبهين بالنساء) وكتاب الحدود (باب نفي اهل المعاصي والمخنثين) واحمد۱/۲۲۹۱ وابو داؤد والترمذی وابن ماجه وابن حبان۵۷۰ وكذا في البيهقي ۸/۲۲٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) پر گذر چکے ہے۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۸۲

(۲) مرقاۃ، شرح مشکوٰۃ

عورتوں کا بھی مردوں کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے

(۱٦۳۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ﴾ (رواه أبو داؤد باسناد صحيح)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اس آدمی پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا سا لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہے۔'' (اس حدیث کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ یلبس: لبس (س) لبساً. الثوب: کپڑا پہننا فلانا: مدت تک کسی کی معاشرت و مصاحبت سے فائدہ اٹھانا فلانا علی ما فیہ: برداشت کرنا، قبول کرنا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں جس طرح مردوں کو عورتوں والے لباس پہننا حرام ہے مثلاً: ریشمی لباس ہو یا ایسا رنگ کا جو شریعت میں عورتوں کے لئے مخصوص ہے۔ تو اسی طرح عورتوں کا مردانہ وضع قطع اختیار کرنا اور مردوں والے لباس پہننا بھی حرام ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے کی لباس میں نقل کرنے کی ممانعت ہے، اس کو موجب لعنت اور کبیرہ گناہ بتایا گیا

ہے۔ نیز علماء فرماتے ہیں جو عورت علم و عقل اور حکمت و دانائی میں مردوں کی مشابہت اختیار کرے اس کا یہ فعل مذموم نہیں ہوگا جیسے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا گیا ہے۔ ''کہ حضرت عائشہ کی عقل مردوں کی عقل کی طرح تھی۔''(۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤدکتاب اللباس (باب لباس النساء) و احمد ۸۳۱۶/۳ والحاکم ٧٤١٥/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۲۳۳/۴

بعض عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود برہنہ ہوتی ہیں

(١٦٣٣) ﴿وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِلَمْ اَرَهُمَا: قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِيَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِلَايَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَايَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَاِنَّ رِيْحَهَالَيُوْجَدُمِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَ كَذَا﴾ (رواہ مسلم)

مَعْنَى: "كَاسِيَاتٍ" اَىْ: مِنْ نِعْمَةِاللّٰهِ "عَارِيَاتٌ" مِنْ شُكْرِهَا. وَقِيْلَ: مَعْنَاهُ: تَسْتُرُبَعْضَ بَدَنِهَا، وَ تَكْشِفُ بَعْضَهُ اِظْهَارًالِجَمَالِهَاوَنَحْوِهٖ، وَقِيْلَ تَلْبَسُ ثَوْبًارَقِيْقًايَصِفُ لَوْنَ بَدَنِهَا، وَمَعْنَى "مَائِلَاتٌ" قِيْلَ: عَنْ طَاعَةِاللّٰهِ تَعَالٰی، وَمَايَلْزَمُهُنَّ حِفْظُهُ، "مُمِيْلَاتٌ" اَىْ: يُعَلِّمْنَ غَيْرَهُنَّ فِعْلَهُنَّ الْمَذْمُوْمَ، وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَمْشِيْنَ مُتَبَخْتِرَاتٍ، مُمِيْلَاتٍ لِاَكْتَافِهِنَّ، وَقِيْلَ: مَائِلَاتٌ يَمْتَشِطْنَ الْمِشْطَةَ الْمَيْلَاءَ: وَهِىَ مِشْطَةُ الْبَغَايَا. وَ "مُمِيْلَاتٌ": يُمَشِّطْنَ غَيْرَهُنَّ تِلْكَ الْمِشْطَةَ. "رُؤُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ" اَىْ: يُكَبِّرْنَهَا وَيُعَظِّمْنَهَا بِلَفِّ عِمَامَةٍ اَوْعِصَابَةٍ اَوْنَحْوِهٖ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ ایک قسم ان لوگوں کی جن کے پاس گائے کے دموں کی مانند کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے اور دوسری قسم وہ عورتیں جو لباس پہنتی ہوں گی مگر برہنہ ہوں گی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے جھکی ہوئی

کوہانوں کی طرح ہوں گے، ایسی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ اس کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی جو اتنے اتنے فاصلے سے آئے گی۔" (مسلم)

کَاسِیَاتٌ: بمعنی اللہ کی نعمت کالباس پہنے ہوں گی۔ اَلْعَارِیَاتُ: بمعنی اللہ نعمت کے شکر سے عاری ہوں گی اپنے حسن و جمال وغیرہ کو ظاہر کرنے کی نیت سے اپنے بدن کے کچھ حصے کو ڈھانپا ہوا ہوگا اور کچھ کو کھولا ہوا اور بعض نے کہا کہ وہ ایسا باریک لباس پہنیں گی جو ان کے بدن کے رنگ کو واضح کردے گا۔ مَائِلَاتٌ: بعض کے نزدیک اللہ کی فرمان برداری اور ان چیزوں سے جن کا اہتمام ان کے لئے ضروری ہے اعراض کرنے والی ہوں گی۔ مُمِیْلَاتٌ: وہ عورتیں جو اپنے برے کام اپنے علاوہ دوسروں کو بھی سکھائیں گی۔ بعض نے کہا مائلات کا معنی اٹھکیلیاں کرتی ہوئی چلیں گی اور ممیلات اپنے کندھوں کو مٹکاتے ہوئے چلیں گی۔ بعض نے کہا کہ مائلات اپنے بالوں کو اس طرح سنواریں گی جس سے وہ زیادہ پرکشش ہوجائیں اور ایسا سولہ سنگھار بدکار عورتوں کا ہوتا ہے۔ مُمِیْلَاتٌ: دوسروں کے بالوں کو بھی اس طرح سنوارے گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہانوں کی طرح ہوں گے کہ انہوں نے اپنے سروں کو کسی صافے یا کپڑے وغیرہ سے لپیٹ کر ان کو اونچا اور بڑا کیا ہوگا۔

لغات: ❖ سیاط: واسواط. یہ جمع ہے سوط کی معنی کوڑا، ساط یسوط (ن) معنی پیچھے سے ہنکانا۔ کاذناب: یہ ذَنَبٌ کی جمع ہے، بمعنی دم، تابع۔ اور ذنب (بسکون الذال) بمعنی گناہ جمع اس کی ذنوب آتی ہے۔

تشریح: حدیث بالا کی تشریح علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمادی ہے۔ یہ حدیث علامت نبوت اور نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے ہے، اس میں آنے والی عورتوں کے بارے میں خبر دی گئی ہے جو بالکل سچی ثابت ہوئی ہے۔ (۱)

حدیث بالا سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں مثلاً:

1. لوگوں کو مارنا اور تکلیف دینا بلا کسی جرم کے ناجائز ہے۔
2. عورتوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ پردے کا مکمل اہتمام کریں اور دنیادار عورتوں کی طرح بے پردہ نہ پھریں۔
3. عورتوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کو ناراض نہ کریں ورنہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہوگا۔ (۲)

لَایَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ: ایسی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جملہ کا یہ مطلب نہیں کہ یہ عورتیں کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوں سکیں گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ نیک عورتوں کے ساتھ یہ جنت میں داخل نہیں ہوں گی بعد میں داخل ہوجائیں گی۔

وَلَایَجِدْنَ رِیْحَهَا: جنت کی بو بھی نہیں پائیں گی۔ بطور زجر اور تنبیہ کے یہ فرمایا گیا ہے، یا ابتداءً ان کو جنت کی خوشبو نہیں ملے گی، بعد میں مل جائے گی۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب اللباس والزينة (باب النساء الكاسيات المائلات المميلات) واحمد ٣/٨٦٧٣ وابن حبان ٧٤٦١ وكذا في البيهقي ٢/٢٣٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۸۴
(۲) نزہۃ المتقین
(۳) مرقاۃ ۷/۹۵

(۲۹۳) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّشَبُّهِ بِالشَّيْطَانِ وَالْكُفَّارِ
شیطان اور کفار کی مشابہت کے ممنوع ہونے کا بیان

بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے

(۱۶۳۴) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَأْكُلُوْا بِالشِّمَالِ، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهٖ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشادفرمایا بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔“ (مسلم)

لغات: ❖ الشیطان: شطنه (ن) شطناً: مخالفت کرنا، دور کرنا، رسی سے باندھنا، شطن فی الارض: داخل ہونا۔ الرجل: حق وغیرہ سے دور ہونا۔ اشطنه: دور کرنا، شیطن وشیطنة وتشیطن: شیطانی فعل کرنا، الشاطن: خبیث، حق سے دور ہونے والا، جمع شیاطین بمعنی: دیو سرکش و نافرمان (آدمی ہو یا جن یا جانور) اور اسی سے ہے شیاطن العرب' عرب کے سرکش و نافرمان لوگ، سانپ۔

تشریح: حدیث بالا کی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی روایت آتی ہے فرمایا کہ جو بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے شیطان اس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ کھاتا ہے۔ (۱)

داہنے ہاتھ سے کھانے کا حکم

بعض علماء فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے اس کی تائید حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے ایک شخص کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھ کر فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس شخص نے کہا کہ میں داہنے ہاتھ سے کھانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس شخص کا داہنا ہاتھ صحیح اور درست تھا اس نے تکبر کی وجہ سے یہ کہا تھا۔ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا

کہ تجھے داہنے ہاتھ سے کھانے کی طاقت نصیب نہ ہو، چنانچہ اس کے بعد پھر وہ اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (۲)
جمہور علماء کے نزدیک دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے اور وہ ان روایات کو زجر اور تنبیہ پر محمول کرتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب آداب الطعام والشراب واحكامهما) واحمد ۱٤٥٩٣/٥، وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) پر گذر چکے ہیں۔
(۱) مسند احمد، وعمدۃ القاری ۲۱/۲۹
(۲) مسلم ۲/۱۷۲

شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے

(١٦٣٥) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايَأْكُلَنَّ اَحَدُكُمْ بِشِمَالِهِ وَلَايَشْرَبَنَّ بِهَافَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز اپنے بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیے اس لئے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ شمال: معنی بائیں ہاتھ۔ الشیطان: نافرمان جمع شیاطین. شطن (ن) شطنًا نافرمانی کرنا۔ دور کرنا، شَطَنٌ معنی رسی جمع اَشْطَانٌ آتی ہے تَشَيْطَنَ: شیطان بننا، شَيْطَنَةٌ شیطانی فعل کرنا۔

تشریح: يَاْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِهَا: اس لئے کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے۔ علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ اس کا مجازی معنی لیتے ہوئے یہ بیان فرماتے ہیں کہ جو لوگ شیطان کے تابع دار ہیں، شیطان ایسے لوگوں کو بائیں ہاتھ سے کھانے پینے پر ابھارتا ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جملہ کا ظاہری معنی مراد لیا ہے کہ حقیقت میں شیطان ہی بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔
حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھائے تو اس کو چاہئے کہ وہ دائیں ہاتھ سے کھائے اور دائیں ہاتھ سے پیے اور اگر کوئی چیز دے تو دائیں ہاتھ سے دے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب آداب الطعام و الشراب واحكامهما) واحمد ٥٥١٥/٢، وابوداؤد والترمذى وابن حبان ٥٢٢٦، و الدارمى ٢٠٣٠ ومصنف عبدالرزاق ١٩٥٤١ وكذا فى

البیھقی ۲۷۷/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مظاہر حق ۸۲/۴

بالوں کے خضاب لگانے میں یہود و نصاری کی مخالفت کرو

(١٦٣٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَایَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ"﴾ (متفق علیه)

اَلْمُرَادُ: خِضَابُ شَعْرِاللَّحْیَةِ وَالرَّاْسِ الْاَبْیَضِ بِصُفْرَةٍاَوْحُمْرَةٍ، وَاَمَّا السَّوَادُفَمَنْهِیٌّ عَنْهُ کَمَاسَنَذْکُرُ فِی الْبَابِ بَعْدَهٗ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہودی اور عیسائی سر کے بالوں کو رنگتے نہیں ہیں، پس تم ان کی مخالفت کرو۔ (بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ داڑھی اور سر کے سفید بالوں کو زرد یا سرخ رنگ کے ساتھ رنگنا، البتہ ان کو سیاہ کرنا منع ہے جیسا کہ ہم آئندہ باب میں اس کو بیان کریں گے اگر اللہ نے چاہا۔''

لغات: ❖ یصبغون: صبغ (ن، ض، ف) صبغاً وصبغاً. الثوب کپڑے کو رنگنا۔ یده فی الماء: پانی میں ہاتھ ڈبونا، فاصتبغ: پانی سے بپتسمہ دینا، صبّغ: گہرا رنگنا۔ الصباغة: رنگریزی کا پیشہ۔

تشریح: بالوں کو خضاب لگانا جب کہ وہ کالا خضاب نہ ہو کی شریعت میں اجازت ہے، تاہم یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے بچا جائے کیونکہ وہ خضاب نہیں لگاتے۔ نیز حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے لباس، طرز و تمدن سے الگ رہنا چاہئے۔ مجمع البحار میں ہے کہ اس حدیث میں خضاب لگانے کا حکم ان لوگوں کو نہیں ہے جن کے کچھ بال سفید اور کچھ کالے ہوں بلکہ ان لوگوں کے لئے ہیں جن کے بال بالکل سفید ہو گئے ہوں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح البخاری کتاب اللباس (باب الخضاب) وصحیح مسلم کتاب اللباس، واحمد ۹۲۲۰/۳، وابوداؤد والترمذی، وابن ماجة وابن حبان ٥٤٧٠، وکذا فی البیهقی ۳۰۹/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۲۹۴) بَابُ نَهْيِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ عَنْ خِضَابِ شَعْرِهِمَا بِسَوَادٍ

مرد اور عورت ہر دونوں کو سیاہ خضاب سے اپنے بالوں کو رنگنے کی ممانعت

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوقحافہ کے بالوں کی سفیدی کو بدل دو

(۱۶۳۷) ﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: أُتِيَ بِأَبِيْ قُحَافَةَ وَالِدِأَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضاً، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "غَيِّرُوْا هٰذَا، وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ابوقحافہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا اور ان کا سر اور داڑھی ثغامہ (بوٹی) کی طرح سفید تھا، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سفیدی کو بدل دو اور سیاہ کرنے سے بچو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الثغامة: ایسی جڑی بوٹی جسکا پھل اور پھول دونوں سفید ہوں۔ لحية: معنی داڑھی جمع لحیٰ. غیروا: معنی ہے بدل دو تغییر مصدر باب تفعیل ہے۔ غیر مجرد ہے۔

تشریح:

ابوقحافہ کون تھے؟

أُتِيَ بِأَبِيْ قُحَافَةَ وَالِدِأَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ: حضرت ابوبکر صدیق کے والد کا نام عثمان بن عامر تھا، کنیت ابوقحافہ تھی، فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اسلام قبول کیا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلافت کے زمانہ میں انتقال ہوا۔ (۱)

ثَغَامَةٌ: یہ پہاڑوں پر پائی جانے والی ایک جڑی بوٹی کا نام ہے، یہ خشک ہو کر بالکل برف کی طرح سفید ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سفید پھلوں اور پھول والا درخت ہے۔ (۲)

سیاہ خضاب کا حکم

اِجْتَنِبُوا السَّوَادَ: کالے خضاب سے بچو۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کالا خضاب حرام ہے۔ (۳) ایک روایت میں آتا ہے کہ بالوں کی سفیدی کو بدلو اور کالے خضاب کے قریب نہ جاؤ۔ (۴)

اگر کوئی شخص جہاد میں جا رہا ہے وہ دشمنوں کو مرعوب کرنے کے لئے کالا خضاب استعمال کرے تو جائز ہوگا۔ (۵)

اور بعض حضرات صحابہ وتابعین کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے اس لئے کے وہ حضرات مجاہدین اور غازی تھے۔ (۶) مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان حضرات کا خضاب کالانہیں ہوتا تھا بلکہ سرخ مائل بسیاہی ہوتا تھا۔ (۷)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب اللباس والزينة (باب صبغ الشعروتغيير الشيب) واحمد ٥/١٤٤٠٩ وابوداؤد وابن ماجه وابن حبان ٥٤٧١ وكذافي البيهقي ٣١٠/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین
(۲) نزہۃ المتقین
(۳) اشعۃ اللمعات ۵۶۹/۳
(۴) حاکم و کنز العمال ۳۸۰/۶
(۵) جمع الوسائل ۱۰۲
(۶) شرح احیاء العلوم ۴۲۲/۲
(۷) اشعۃ اللمعات ۵۷۰/۳

(۲۹۵) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْقَزَعِ وَهُوَ حَلْقُ بَعْضِ الرَّأْسِ دُوْنَ بَعْضٍ، وَاِبَاحَةِ حَلْقِهِ كُلِّهٖ لِلرَّجُلِ دُوْنَ الْمَرْأَةِ

سر کے کچھ بال مونڈ لینے اور کچھ بال چھوڑ دینے کی ممانعت اور مرد کے لئے سر کے بالوں کا مونڈنا جائز ہے مگر عورت کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں

کچھ بالوں کو مونڈنا اور کچھ کو نہ مونڈنا منع ہے

(۱۶۳۸) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنهما قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَزَعِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قزع (یعنی کچھ بالوں کو مونڈنا) سے منع فرمایا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ القزع: بمعنی: بالوں کو کچھ مونڈنا اور کچھ چھوڑ دینا، قزع رأسه: سر مونڈنا اور کچھ ادھر ادھر چھوڑ دینا۔ الشارب: مونچھ کاٹنا، القزعة: سر میں متفرق بال کٹے ہوئے کی جگہ۔

تشریح: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قزع کے معنی سر کے کچھ حصے کو مونڈنا اور کچھ کو ویسے ہی چھوڑ دینا ہے۔ (۱) یہی معنی جمہور علماء نے پسند کیا ہے اور ''قزع'' جہاں پر بڑوں کے حق میں مکروہ ہے ویسے ہی چھوٹے بچوں کے حق میں مکروہ ہے۔ اور یہ مکروہ اس لئے ہے کہ اس میں اہل کفر کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب اللباس (باب القزع) وصحيح مسلم کتاب اللباس (باب كراهية القزع) واحمد۲/۴۹۷۳ وابوداؤد والنسائی وابن حبان ۵۵۰۶ وکذا فی البیهقی ۹/۳۰۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین وکذا دلیل الفالحین ۴/۴۸۸

سارے بالوں کو کٹوایا جائے یا سارے بالوں کو چھوڑا جائے

(۱۶۳۹) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِ رَأْسِهٖ وَتُرِكَ بَعْضُهُ، فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ: "اِحْلِقُوْا كُلَّهُ، اَوِاتْرُكُوْهُ كُلَّهُ"﴾ (رواه ابوداؤد باسناد صحيح على شرط البخاری و مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے سر کے کچھ بال مونڈے ہوئے ہیں اور کچھ چھوڑے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ نے ان کو اس طرح کرنے سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ اس کے سارے بال مونڈو یا سارے بال کو چھوڑ دو۔'' (ابوداؤد نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ شرط بخاری و مسلم پر نقل کیا ہے)

لغات: ❖ حلق: حلق (ض) حلقا وتحلاقا. الراس: مونڈنا. الحلاق: نائی، حجام، الحليق: مونڈا ہوا کہا جاتا ہے ''شعر حليق ولحيته حليق'' مونڈا ہوا بال مونڈی ہوئی داڑھی جمع حلقیٰ.

تشریح: حدیث بالا میں بھی قزع یعنی کچھ بال مونڈے جائے اور کچھ بال چھوڑے جائیں کی ممانعت بیان کی جارہی ہے، اس طرح اہل کتاب کرتے تھے، ان کی مخالفت میں اس کو منع فرمایا گیا ہے، یا اہل شر اور اہل فسق کی بھی اس طرح کی عادت ہوتی ہے۔ (۱)

اگر علاجاً ایسا کیا جائے یا کسی عذر کی وجہ سے تو اس کی گنجائش ہوگی۔ (۲) سر کے تمام بالوں کو مونڈا جائے یا تمام بالوں کو

چھوڑا جائے مگر اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ اختیار کی جائے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الترجل (باب الذؤبة) واحمد ٥٦١٩/٢ والنسائی وابن حبان ٥٥٠٨ ومصنف عبدالرزاق ١٩٥٦٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۴۶/۴، دلیل الفالحین ۴۸۹/۴
(۲) نزہۃ المتقین (۳) نزہۃ المتقین

آپ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کے بال مونڈوا دیئے

(١٦٤٠) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْهَلَ آلَ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ثَلاَ ثًا، ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَالَ: "لاَ تَبْکُوْا عَلٰی اَخِیْ بَعْدَالْیَوْمِ." ثُمَّ قَالَ: "اُدْعُوْا لِیْ بَنِیْ اَخِیْ" فَجِیْءَ بِنَا کَاَنَّا اَفْرُخٌ، فَقَالَ: "اُدْعُوْا لِیَ الْحَلَّاقَ" فَاَمَرَهٗ، فَحَلَقَ رُؤُوْسَنَا﴾ (رواه ابوداؤد باسناد صحیح علی شرط البخاری ومسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر کے گھر والوں کو (سوگ کرنے کی) تین دن کی مہلت دی، پھر ان کے پاس آپ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا، پھر ارشاد فرمایا میرے بھتیجوں کو میرے پاس بلاؤ، پس ہمیں آپ ﷺ کے سامنے لایا گیا گویا کہ ہم چوزوں کی طرح تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا نائی کو بلاؤ، پس آپ ﷺ نے اسے حکم دیا اور اس نے ہمارے سر مونڈ دیئے۔'' (اس کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ بخاری ومسلم کی شرط پر نقل کیا ہے۔)

لغات: ❖ لا تبکوا: بکی یبکی (ض) بکیًا معنی ہے رونا اور افعال سے اس کا معنی ہے رلانا۔ افرخ: یہ جمع ہے فرخ کی، معنی ہے چوزے یا مرغی کے چھوٹے چھوٹے بچے۔

تشریح: آل جعفر: جعفر کے گھر والے۔ حضرت جعفر یہ ابوطالب کے بیٹے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھائی تھے اور یہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔ اَمْهَلَ: مہلت دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ بَنِیْ اَخِیْ: میرے بھائی کے بیٹے۔ اس سے مراد محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

اُدْعُوْا لِیَ الْحَلَّاقَ: نائی کو بلاؤ۔ اور ان سب کے سروں کو منڈوا دیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ حج اور عمرہ کے موقع پر سر کو

منڈانا افضل اور بہتر ہے لیکن عام وقتوں میں تو بال رکھنا افضل اور بہتر ہے۔ حدیث بالا میں آپ ﷺ نے ان بچوں کے سر کو موٹڈ دیا اس لئے کہ ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا شوہر کے صدمہ میں تھیں، ان کو ان بچوں کے سر کے بالوں کی صفائی وغیرہ کا خیال نہیں تھا، اس لئے آپ ﷺ نے ان بچوں کے بالوں کو منڈوا دینا ہی بہتر سمجھا۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بال منڈانے میں کراہیت نہیں ہے۔ (۱) اسی طرح ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حج اور عمرہ کے علاوہ بھی حلق کروانا جائز ہے۔ (۲) ہاں افضل اور بہتر تو بال رکھنا ہی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الترجل (باب حلق الرأس)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۹۷۲) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) عمدۃ القاری ۲۲/۵۸ (۲) مرقاۃ ۴/۴۵۹

عورتوں کا سر کے بالوں کو کٹوانا

(۱۶٤۱) ﴿وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَحْلِقَ الْمَرْأَةُ رَأْسَهَا﴾ (رواه النسائی)

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنے سر کے بال منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔“ (نسائی)

لغات: ❖ نَهٰى: نهاه ينهاه نهيا. عن كذا: ڈانٹنا، منع کرنا صفت مذکر ”ناہ“ صفت مونث ”ناهية“ اور جس سے منع کریں اس کو منہی عنہ کہتے ہیں اور النهية، النهى (مصدر) عند النحاة: کسی سے ترک فعل کو طلب کرنا اور اس کا حرف کلمہ لا ہے۔

تشریح: عورتوں کا بالوں کو کٹوانا حرام ہے

علماء فرماتے ہیں کہ عورتوں کے حق میں بالوں کی اہمیت وہی ہے جو مردوں کے حق میں داڑھی کی ہے، لہٰذا جس طرح مردوں کو داڑھی منڈانا حرام ہے اسی طرح عورتوں کو سر کے بال منڈانا حرام ہے۔ (۱)

تکملہ بحرالرائق میں ہے کہ آسمانوں پر ملائکہ کی تسبیح یہ ہے: سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰى، وَالنِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ.
”پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے اور عورتوں کو چوٹیوں کے ساتھ زینت بخشی۔“ (۲)

علماء فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے سر کے بال کم کرنا، کٹانا، تراشنا جائز نہیں کیونکہ یہ تغیر بخلق اللہ میں داخل ہے۔ علامہ منامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عورتوں کا بال کاٹنا یا چھوٹے کروانا جائز نہیں ہے۔ (۳) ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے آزاد عورتوں کو مونڈھے تک بال رکھنے کو منع فرمایا ہے۔ (۴)

علماء فرماتے ہیں کہ شوہر بھی بال کاٹنے کا حکم دے تزئین کے لئے تو اس وجہ سے بھی بال کٹوانا جائز نہیں کیونکہ یہ خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی ہوگی اس پر شوہر کی اطاعت جائز نہیں۔ (۵)

تخریج حدیث: أخرجه سنن النسائی کتاب الزینة (باب النهی عن حلق المرأة رأسها)

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۴/۲۴۲

(۲) تکملہ البحر الرائق ۸/۳۳۱

(۳) نصاب الاحتساب ص: ۱۴۳

(۴) مجمع ۵/۱۷۲

(۵) تنویر الشعور ص: ۱۴ (مفتی سعد اللہ صاحب)

(۲۹۶) بَابُ تَحْرِيمِ وَصْلِ الشَّعْرِ وَالْوَشْمِ وَالْوَشْرِ وَهُوَ تَحْدِيْدُ الْاَسْنَانِ

مصنوعی بال (وگ) لگانے اور گودنے اور (وشر) یعنی دانتوں کو باریک کرنے کی حرمت کا بیان

اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنا منع ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّا اِنٰثًاۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا، وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ، وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ (سورة نساء: ۱۱۷ تا ۱۱۹)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف چند عورتوں کی عبادت کرتے ہیں اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور ڈال رکھا ہے اور جس نے یوں کہا تھا کہ میں ضرور تیرے بندوں سے اپنا مقرر حصہ اطاعت کا لوں گا، میں ان کو گمراہ کروں گا اور میں ان کو امیدیں دلاؤں گا اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے چوپاؤں کے کانوں کو تراشا کریں گے اور میں تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں گے۔“

تشریح: اِنْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّا اِنٰثًا: کہ وہ چند عورتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ عورتوں سے مراد مفسرین کے نزدیک بت

ہیں کیونکہ عرب بتوں کو عورت کہتے تھے۔ ان کے نام مؤنث کے صیغے سے رکھتے تھے مثلاً مناۃ، عزی، لآت۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ اور قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِناثا سے مراد بے جان ہے اور جس طرح مونث مذکر کے مقابلہ میں حقیر ہے، اسی طرح جان دار کے مقابلے میں بے جان حقیر ہے، اس لئے بے جان کو اناث کے لفظ سے تعبیر کیا۔

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ: لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالونگا اور خواہشات نفس کو ان کے لئے آراستہ کرونگا اور ان کو گمراہ کرونگا۔ علماء فرماتے ہیں گمراہ کرنے کی نسبت مجازا شیطان کی طرف کی گئی ہے، ورنہ ہدایت دینا گمراہ کرنا تو اللہ کا کام ہے شیطان کا نہیں۔ (۱)

وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ: امید دلاؤنگا۔ کہ نہ قیامت ہوگی اور نہ عذاب ہوگا اور زندگی بہت لمبی ہے ابھی موت کہاں آئے گی۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْاَنْعَامِ: ان کو تعلیم دونگا کہ وہ جانوروں کے کانوں کو کاٹے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جانوروں کے کان کاٹ کر ان کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، پھر اس جانور کو کوئی نہیں پکڑتا تھا، اگر وہ جانور مرجائے تو اس کا گوشت بھی نہیں کھاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان حلال کو حرام کرنے کی ترغیب دیتا تھا۔ (۲)

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ: حکم دونگا کہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں یعنی ایسا کام کرنا جس کو شریعت نے منع فرمایا ہے مثلاً: گودوانا، غلاموں کو خصی کرنا، مثلہ یعنی ناک، کان، پاؤں، کاٹ دینا وغیرہ۔ (۳)

---

(۱) تفسیر مظہری (مترجم) ۳/۲۷۷
(۲) تفسیر مظہری ۳/۲۷۸ و تفسیر قرطبی ۳/۳۸۹
(۳) تفسیر مظہری ۳/۲۷۸۔ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۲/۲۸۶ کو ملاحظہ فرمائیں۔

مصنوعی بال لگوانے کا حکم

(۱۶۴۲) ﴿وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ امْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ ابْنَتِيْ اَصَابَتْهَا الْحَصْبَةُ، فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا، وَاِنِّيْ زَوَّجْتُهَا، اَفَاَصِلُ فِيْهِ؟ فَقَالَ: "لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُوْلَةَ"﴾ (متفق عليه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "اَلْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ." قَوْلُهَا: "فَتَمَرَّقَ" هُوَبِالرَّاءِ وَمَعْنَاهُ: اِنْتَثَرَ وَسَقَطَ، وَالْوَاصِلَةُ: اَلَّتِيْ تَصِلُ شَعْرَهَا، اَوْشَعْرَ غَيْرِهَا بِشَعْرٍ آخَرَ. "وَالْمَوْصُوْلَةَ": اَلَّتِيْ يُوْصَلُ شَعْرُهَا. "وَالْمُسْتَوْصِلَةَ": اَلَّتِيْ تَسْاَلُ مَنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَهَا. وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا نَحْوُهٗ. (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میری بیٹی

کے جلد کی بیماری کی وجہ سے سر کے بال جھڑ گئے ہیں اور میں نے اس کی شادی کروانی ہے کیا میں (اس موقعہ پر) اس کے مصنوعی بال جوڑ سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی پر اور اس پر جس کے بال لے کر جوڑے جائیں لعنت فرمائی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

ایک روایت میں الواصلۃ والمستوصلۃ کے الفاظ ہیں یعنی بال جوڑنے والی اور بال کو جڑوانے والی پر لعنت ہے۔

فَتَمَرَّقَ: راء کے، ساتھ جھڑ گئے اور گر گئے۔ **اَلْوَاصِلَةُ**: وہ عورت جو اپنے یا کسی اور کے بال کو دوسرے بال کے ساتھ جوڑتی ہو۔ **اَلْمَوْصُوْلَةُ**: وہ عورت جس کے بال لے کر جوڑے جائیں۔ **اَلْمُسْتَوْصِلَةُ**: وہ عورت جو بال جڑوانے کی خواہش کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اسی طرح کی ایک روایت مروی ہے۔ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ لعن: لعن (ف) لعنا. فلاناً: لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے بعید کرنا، دھتکارنا، لعن نفسه: علی لعنۃ اللہ کہنا، اپنے اوپر لعنت کرنا۔ لعّنه تلعینا: عذاب دینا۔ لاعنه لعاناً وملاعنةً: ایک دوسرے پر لعنت کرنا التعن: اپنے اوپر لعنت کرنا وتلاعن: بعض کا بعض پر لعنت کرنا۔ اللعنة: لعن کا اسم مرة: لعنت، عذاب جمع لعان: لعنات. اللعان واللعانية: اسم ہیں لعنت سے۔

تشریح: مصنوعی بال لگوانا حرام ہے

حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ بعض عورتیں جن کے بال کم لانبے ہوتے ہیں وہ حسن اور خوشنمائی کے لئے دوسری عورت کے بال جوڑ کر لگاتی ہیں، آج کل ایسے بال بازار میں مل جاتے ہیں ان کا لگانا حرام اور لگوانا حرام ہے، اگر سر کے بال بیماری وغیرہ کی وجہ سے جھڑ گئے ہوں یا چھوٹے ہوگئے ہوں جس سے سر کا حسن جاتا رہا تب بھی دوسروں کے بالوں کو لگانا حرام ہے، ایسی عورت پر خدا اور اس کے رسول کی لعنت ہے۔[1] البتہ ایسی تراکیب اور دوا جس سے بال بڑے ہوجائیں ان کا استعمال کرنا جائز ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب اللباس (باب الموصولة) و صحيح مسلم كتاب اللباس والزينة (باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة) والنسائی وابن ماجه وابن حبان٥٥١٤، ومصنف ابن ابی شيبة ٤٨٩/٨ وكذا فی البيهقی ٤٢٦/٢۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۴۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شامی ۳۴۸/۵

مصنوعی بال لگوانے پر بنی اسرائیل کی پکڑ ہوئی تھی

(۱٦٤٣) ﴿وَعَنْ حُمَيْدِبْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنبَرِ، وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعْرٍكَانَتْ فِىْ يَدِحَرَسِيٍّ، فَقَالَ: يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ، اَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ؟! سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ، وَ يَقُوْلُ: "اِنَّمَاهَلَكَتْ بَنُواِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَ هٰذِهٖ نِسَاؤُهُمْ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے حج کے سال منبر پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے بالوں کا ایک گچھا اپنے ہاتھ میں پکڑا جو ایک پہرے دار کے ہاتھ سے لیا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی ممانعت سنی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان کاموں کو پکڑ لیا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ هلكت: هلك (ض، ف، س) هلاكاً وهُلكاً وهُلوكاً وتهلوكاً و مهلكاً وتهلكة: فنا ہونا، مرنا، نیست نابود ہونا (عموماً اس کا استعمال بری موت کے لئے ہوتا ہے (باليه وعليه: لالچی ہونا، بہت خواہش مند ہونا۔ هلكه واهلكه: فنا کرنا، نیست نابود کرنا، اگر کوئی شخص کسی بڑے کام کو کرے تو اس سے هلكت: واهلكت کہا جاتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں:

❶ ارباب اختیار کسی برائی کو پھیلتے ہوئے دیکھیں تو اس سے روکیں اور علماء کو بھی اس کی طرف متوجہ کریں تا کہ وہ بھی اس برائی کو روکیں۔

❷ برائی کے خلاف بات نہ کرنا، اپنے آپ پر ہلاکت اور غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

❸ نیز معلوم ہوا دوسرے کے بالوں کو ملانا یا کسی کے بال لے کر کسی عورت کے بالوں میں ملائے جائیں اس پر اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل پر پکڑ آچکی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب الواصل فى الشعر) وصحيح مسلم كتاب اللباس والزينة (باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة) ومالك فى مؤطئه، واحمد ١٦٨٩١/٦ وابوداؤد والترمذى والنسائى و الحميدى ٦٠٠، وابن حبان ٥٥١٢ وكذافى البيهقى ٤٢٦/٢۔

راوی حدیث حضرت حمید بن عبدالرحمٰن کے مختصر حالات:

نام: حمید، والد کا نام عبدالرحمٰن بن عوف الزہری المدنی۔ یہ اکابرین تابعین میں سے ہیں، علماء نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، ان کے بارے میں آتا ہے

کہ انہوں نے زیادہ علم اپنی والدہ ام کلثوم بنت عقبہ اور اپنے ماموں عثمان سے حاصل کیا ہے۔
وفات: ان کا انتقال ۱۰۵ھ میں ہوا۔ ان سے عموماً ان کے بیٹے عبدالرحمٰن اور ان کے بھتیجے سعد اور زہری روایت نقل کرتے ہیں۔

گودنے والی اور گدوانے والیوں پر بھی اللہ کی لعنت ہے

(۱٦٤٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بال جڑوانے والی اور جڑوانے کی طلب کرنے والی اور گودنے والی اور گدوانے کی طلب کرنے والی پر لعنت فرمائی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ المستوصلة: وصل يصل وصلاً وصلة وصُلةً ۔ الشيء بالشيء: جوڑنا، جمع کرنا۔ المستوصلة: من النساء: اپنے بال میں دوسرے کے بال لگوانے والی عورت۔

تشریح: اس حدیث میں چار قسم کی عورتوں پر لعنت فرمائی گئی ہے:
① اَلْوَاصِلَةُ: بال جڑوانے والی ② وَالْمُسْتَوْصِلَةُ: دوسرے کے بال جڑوانے کی طلب کرنے والی۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں احادیث سے معلوم ہورہا ہے کہ بالوں کو ملانا حرام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی انسان کے بالوں کے ساتھ دوسرے انسان کے بالوں کو ملانا بلا اختلاف حرام ہے کیونکہ انسان کے بالوں کو اور اس کے دوسرے اجزاء کو استعمال کرنا حرام ہے۔ اگر یہ بال انسان کے علاوہ کسی پاک جانور کے ہوں تو اب شوہر کی اجازت کے ساتھ اس کی گنجائش ہے۔ احناف کی مستند کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ سر کے بالوں میں دوسرے انسان کے بال کو ملانا ناجائز اور حرام ہے۔

گودوانا بھی حرام ہے

③ اَلْوَاشِمَةُ: گودنے والی ④ اَلْمُسْتَوْشِمَةُ: گدوانے کو طلب کرنے والی۔ وشم کہتے ہیں کہ سوئی یا اسی طرح کی کوئی دوسری چیز چبھوئی جائے، خون نکلنے لگے اس میں سرمہ یا رنگ بھر دیا جائے، زمانہ جاہلیت میں اس کی رسم تھی اور آج کل بھی غیر مسلموں اور جہلاء میں اس کا رواج ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بھی حرام فرمایا ہے اور اگر کسی مسلمان نے ناسمجھی میں گدوا لیا تو علاج کے ذریعہ سے اس کو ختم کروانا واجب ہے اور اگر اس کو ختم کرنے میں جسم کا وہ حصہ بیکار ہونے کا خطرہ ہے یا ظاہراً بہت بڑا عیب ہوجائے گا تو اب اس صورت میں خدا سے خوب توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب المستوشمة) و صحيح مسلم كتاب اللباس والزينة (باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة) واحمد ۲۷۲٤/۲ و الترمذى والنسائى وابن ماجه وابن حبان

۵۵۱۳ و مصنف ابن ابی شیبة ۴۸۷/۸ ۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) پر گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ، تعلیق الصبیح

اللہ کی خلقت پر تبدیلی کرنا ناجائز ہے

(۱۶۴۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَ الْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ! فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَةٌ فِیْ ذٰلِکَ، فَقَالَ: وَمَالِیْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَفِیْ كِتَابِ اللّٰهِ؟! قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا"﴾ (متفق علیہ)

"اَلْمُتَفَلِّجَةُ": هِیَ الَّتِیْ تَبْرُدُمِنْ اَسْنَا نِهَا لِيَتَبَاعَدَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ قَلِيْلاً، وَتُحَسِّنُهَاوَ هُوَ الْوَشْرُ، وَالنَّامِصَةُ: هِیَ الَّتِیْ تَأْخُذُمِنْ شَعْرِ حَاجِبِ غَيْرِهَا، وَتُرَقِّقُهُ لِيَصِيْرَحَسَنًا، وَ الْمُتَنَمِّصَةُ: الَّتِیْ تَأْمُرُمَنْ يَفْعَلُ بِهَاذٰلِکَ.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور ابرو کے بالوں کو اکھڑوانے والیوں اور خوب صورتی کے لئے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والیوں پر جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں لعنت فرمائی ہے۔ پس ایک عورت نے اس بارے میں آپ سے بحث کی تو آپ نے فرمایا مجھے کیا ہے کہ میں ان پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اور وہ اللہ کی کتاب میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آپ ﷺ جو کہیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روک دیں اس سے رک جاؤ۔ (بخاری و مسلم)

المتفلجة: وہ عورت جو اپنے دانتوں پر ریتی پھرواتی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے دور ہوجائیں اور خوب صورت ہوجائیں، اسی کو "وشر" کہتے ہیں۔ نامصة: وہ عورت جو دوسری عورت کے پلکوں کے بالوں کو پکڑ کر باریک کرتی ہیں تاکہ وہ خوب صورت ہوجائیں۔ متنمصة: وہ عورت جو کسی کو کہہ کر یہ کام کروائے یعنی بال اکھڑوانے والی۔"

لغات: ❖ المغیرات: یہ مغیرۃ کی جمع ہے، اللہ کی خلقت کو تبدیل کرنے والیاں۔ المتفلجة: دانتوں کو وشر کرنے والی عورتیں۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی کئی قسم کی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے:

(۱) اَلْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ: گودنے والی اور گدوانے والی۔ یہ دونوں کام کرنا حرام ہے، اس کی وضاحت گزشتہ حدیث میں گذر چکی ہے۔ اَلْمُتَنَمِّصَاتِ: منہ سے بال چنوانے والی۔ اس میں علماء فرماتے ہیں کہ ایک صورت تو یہ ہے کہ عورت کے چہرے پر بال نکل آئے جیسے کہ مرد کے ہوتے ہیں تو اب ان کو صاف کرنا جائز ہے، اس کے علاوہ آبرو وغیرہ بنوانا صحیح نہیں ہے۔

وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ: دانتوں کے درمیان کشادگی کرنے والیاں۔ عام طور پر چھوٹی عمر کی لڑکیوں کے دانت ایسے ہی ہوتے ہیں عرب میں جب عورتیں بڑی عمر کی ہوجاتی تو وہ اپنے دانتوں پر سویاں یا ریتی وغیرہ سے دانتوں کو درست کرواتی۔ مقصد یہ ہوتا کہ زیادہ عمر کی محسوس نہ ہوں تو اس کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے۔ (۱)

اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ: یہ سب کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ یہ تمام عورتیں جن کا ذکر ہوا یہ سب اسی طرح کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جس طرح بنایا ہے وہ اس میں اپنی خواہش کے مطابق ترمیم وتغیر کرنا چاہتی ہیں۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا: آپ ﷺ تمہیں جو حکم دیں اس کو قبول کرلو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کا نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا یا روکا ہے وہ حقیقتاً اللہ کے حکم ہی سے روکا ہے۔ یہ نبی کا نہیں بلکہ اللہ کا ہی حکم ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ عورتوں پر آپ ﷺ کا لعنت فرمانا ایسا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اس لئے ان کاموں سے رک جانا ضروری ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب المتفلجات للحسن) وصحيح مسلم كتاب اللباس والزينة (باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة) وأحمد ٢/٤١٢٩ والترمذى وابن ماجه و الدارمى ٢٦٤٧ والحميدى ٩٧، وابن ماجه وكذا فى البيهقى ٢٠٨/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۲۱۸ وروضۃ المتقین ۴/۱۵۵، دلیل الفالحین ۴/۴۹۴

(۲) طیبی شرح مشکوۃ۔

(۲۹۷) بَابُ النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ مِنَ اللِّحْيَةِ وَالرَّأْسِ وَ غَيْرِهِمَا وَعَنْ نَتْفِ الْاَمْرَدِ شَعْرِ لِحْيَتِهِ عِنْدَ اَوَّلِ طُلُوْعِهِ

داڑھی اور سر وغیرہ کے سفید بال اکھاڑنے اور بالغ ہونے پر لڑکے کا داڑھی کے ابتدائی بالوں کو اکھاڑنے کی ممانعت

سفید بالوں کو نہ اکھیڑو

(١٦٤٦) ﴿عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَاتَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَاِنَّهُ نُوْرُالْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"﴾ حَدِيْثٌ حَسَنٌ، رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِاَسَانِيْدَحَسَنَةٍ. قَالَ التِّرْمِذِيُّ: هُوَحَدِيْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سفید بالوں کو نہ اکھیڑو اس لئے کہ یہ قیامت کے دن مسلمان کے لئے نور ہوں گے۔ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اس کو ابوداود، ترمذی اور نسائی نے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔''

لغات: ❖ سلم (س) سلامۃ وسلامًا. من عیب اَوْ آفۃ: نجات پانا، بری ہونا۔ سلمہ. وسلم علیہ: السلام علیک کہنا۔ سلم بالامر: راضی ہونا الیہ: فرمانبردار ہونا۔ اسلم: فرمانبردار ہونا۔ دین اسلام اختیار کرنا، بیع سلم کرنا العدو: دشمن کو چھوڑ دینا ۔ امرہ الی اللہ: سپرد کردینا اور تم کہتے ہو "اسلمتہ و سلمتہ" جبکہ تم کسی کو چھوڑ دو اس وقت جبکہ کوئی شخص تکلیف پہنچانا چاہتا ہو۔ تسلم: مسلمان بننا الشیء: قبضہ کرنا ۔منہ: بیزار ہونا۔

تشریح: لَاتَنْتِفُوا الشَّيْبَ فَاِنَّهُ نُوْرُالْمُسْلِمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: سفید بالوں کو نہ اکھیڑو اس لئے کہ یہ قیامت کے دن مسلمان کا نور ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ سب سے پہلے جس کا بال سفید ہوا وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں، جب انہوں نے سفید بال دیکھا تو تعجب سے پوچھا اے اللہ! یہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وقار ہے، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا پھر اے اللہ! میرے وقار کو اور زیادہ کر۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میدان حشر میں سخت اندھیرا ہوگا، وہاں پر چند چیزوں سے روشنی حاصل ہوگی جس

روشنی میں آدمی جنت میں جائے گا۔ یسعیٰ نورھم بین ایدیھم وبایمانھم الخ۔

ان اعمال میں سے ایک چیز حدیث بالا میں یہ فرمائی جارہی ہے وہ مؤمن کے سفید بال کا ہونا ہے کہ قیامت کے دن یہ روشن ہوجائیں گے اوران کی روشنی میں آدمی جنت میں داخل ہوجائے گا۔ (۲)

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ سفید بالوں کو چننا مکروہ ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الترجل (باب نتف الشیب) و سنن الترمذی ابواب الادب وسنن نسائی کتاب الزینة (باب النھی عن نتف الشیب) و أحمد ۲/٦٦٨٤ و کذا فی البیھقی ۷/۳۱۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے حالات حدیث نمبر (۳۰۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مشکوٰۃ

(۲) روضۃ المتقین ۴/۱۵٦

جس کام کا آپ ﷺ نے حکم نہیں دیا اس کو دین سمجھ کر کرنا مردود ہے

(١٦٤٧) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے ایسا کام کیا جس کے بارے میں ہمارا حکم نہیں ہے پس وہ مردود ہے۔" (مسلم)

لغات: ❖ عمل: (مصدر) بقصد، ارادۃ فعل کرنا، جمع اعمال واعمال البلد ملک کے مضافات، عَمِل (س) عملاً: کام کرنا، محنت کرنا، عمّله: عمل کی اجرت دینا عامله معاملة: عمل کی تکلیف دینا، معاملہ کرنا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "کتاب الماموات باب النھی عن البدع ومحدثات الامور" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا کوئی حکم نہیں اور اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے تو اب اس کام کو دین سمجھ کر کرنے کو خلاف شرع اور بدعت کہا جارہا ہے، یہ اگر چہ دیکھنے میں خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو مگر اللہ کی نگاہ میں مردود ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الاقضیة (باب نقض الاحکام الباطلة و رد محدثات الامور)

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۲۹۸) بَابُ كَرَاهِيَةِ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْيَمِيْنِ وَمَسِّ الْفَرَجِ بِالْيَمِيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ

دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا اور بلا عذر دائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو ہاتھ لگانے کی کراہیت کا بیان

شرافت والے کاموں کو دائیں ہاتھ سے کرنا چاہئے

(١٦٤٨) ﴿عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَابَالَ اَحَدُكُمْ فَلاَ يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهٗ بِيَمِيْنِهٖ، وَلَايَسْتَنْجِ بِيَمِيْنِهٖ، وَلَايَتَنَفَّسْ فِى الْاِنَاءِ"﴾ (متفق عليه)

وَفِى الْبَابِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ.

ترجمہ: ”حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔“ (بخاری ومسلم)

اس باب میں کثرت سے صحیح حدیثیں منقول ہیں۔

لغات: ❖ بال: یبول (ن) بولاً معنی پیشاب کرنا، مبال پیشاب کی نالی اور بول کی جمع ابوال ہے۔ ذکر: اس کی جمع ذکور آتی ہے معنی ہے نر کی شرمگاہ۔

تشریح: **ایک ضابطہ اور اصول**

حدیث بالا سے ایک قاعدہ معلوم ہوتا ہے کہ ناپسندیدہ کاموں کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کیا جائے اور پسندیدہ کام میں دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تا کہ دائیں ہاتھ کا احترام و وقار قائم رہے۔ اسی وجہ سے حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور استنجاء بھی دائیں ہاتھ سے نہ کرے بلکہ بائیں ہاتھ سے کرے۔

وَلَايَتَنَفَّسْ فِى الْاِنَاءِ: برتن میں سانس نہ لے۔ مطلب یہ ہے کہ پانی پیتے ہوئے جب سانس لے تو برتن کو منہ سے الگ کردے، برتن میں سانس نہ لے، آپ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ﷺ برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لیتے تھے۔ (١)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الوضوء (باب لا يمس ذكره بيمين اذا بال) وصحيح

مسلم كتاب الطهارة (باب النهى عن الاستنجاء باليمين) واحمد ٨/ ٢٢٧١٠، وابوداؤدوالترمذى والنسائى وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) جمع الوسائل ۲۵۲ و بخاری ۲/ ۸۴۱

(٢٩٩) بَابُ كَرَاهَةِ الْمَشْيِ فِيْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، أَوْخُفٍّ وَاحِدٍ لِغَيْرِ عُذْرٍ وَكَرَاهَةِ لُبْسِ النَّعْلِ وَالْخُفِّ قَائِمًا لِغَيْرِ عُذْرٍ

بغیر عذر ایک جوتا یا ایک موزہ پہن کر چلنے اور کھڑے کھڑے جوتا اور موزہ پہننے کی کراہیت کا بیان

ایک جوتا پہن کر چلنا منع ہے

(١٦٤٩) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايَمْشِ اَحَدُكُمْ فِیْ نَعْلٍ وَاحِدَةٍ، لِيَنْعَلْهُمَا جَمِيْعًا اَوْلِيَخْلَعْهُمَا جَمِيْعًا﴾

وَفِیْ رِوَايَةٍ "أَوْلِيُحْفِهِمَا جَمِيْعًا." (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے، چاہئے کہ دونوں جوتے پہنے یا دونوں ہی اتاردے۔

اور ایک روایت میں ہے یا دونوں پیروں کو ننگا کردے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ نعل: نعل (ف) نعلاً. القوم: جوتے دینا (نعل ونعل وانعل) الدابة: نعل لگانا۔ نعل (س) نعلاً: جوتا پہننا۔ تنعل وانتعل: جوتا پہننا۔ الثوب روندنا، اور کہا جاتا ہے "انتعل الارض" اس نے پیدل سفر کیا۔ النعل (مصدر) جوتا، ہر وہ چیز جس سے قدم کو بچایا جائے۔

تشریح: ایک پاؤں میں جوتا ہو دوسرے میں نہ ہو یہ فقہاء کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ علماء نے حدیث پاک کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک پاؤں میں جوتا ہو دوسرے میں نہ ہو تو یہ انسانی وقار اور شرافت کے خلاف ہے۔ (۱)

دوسرا یہ کہ چلنے میں بھی وہ توازن باقی نہیں رکھ سکے گا۔ تیسرا یہ کہ لوگوں کو استہزاء اور مذاق کرنے کا موقع ملے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب اللباس (باب لا یمشی فی نعل واحدة) وصحیح مسلم کتاب اللباس والزینة (باب اذا انتعل فلیبدأبالیمین) ومالک فی موطئه، وابوداؤدوالترمذی وابن حبان ٥٤٦٠ وکذا فی البیهقی ٢/٤٣٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۴۹۷
(۲) روضۃ المتقین ۴/۱۵۹

ایک جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو دوسرے پاؤں کا بھی جوتا اتار دے

(١٦٥٠) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِ اَحَدِكُمْ فَلاَ يَمْشِ فِي الْاُخْرٰى حَتّٰى يُصْلِحَهَا"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو دوسرا جوتا پہن کر نہ چلے یہاں تک کہ وہ اس کو درست کروالے۔“

لغات: ❖ انقطع: معنی ٹوٹ جانا، مجرد باب فتح سے کاٹنا۔ نعل: جوتا اس کی جمع نعال آتی ہے۔ فلایمشی: مشی یمشی (ض) مشیا بمعنی پیدل چلنا۔

تشریح: جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جوتے کا تسمہ اس طرح ہوا کرتا ہے کہ اس کے بغیر جوتا پیر میں ٹھہرتا نہیں تھا، تسمہ ٹوٹ جانے کے بعد جوتا پہن کر چلنا ممکن نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کو اتارنا ہی پڑتا تھا اور اتارنے کی صورت میں ایک پاؤں میں جوتا اور دوسرا پاؤں ننگا ہو جائے گا۔ گزشتہ حدیث میں اس بات کی ممانعت گزر چکی ہے کہ آدمی اس طرح چلے کہ ایک پاؤں میں جوتا ہو اور دوسرا پاؤں خالی ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة (باب اذا انتعل فلیبدأ بالیمین) واحمد ٣/٩٤٨٨ والنسائی وابن ماجه وابن حبان ٥٤٥٩ وابن ابی شیبة ٨/٤١٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں

کھڑے کھڑے جوتا پہننا منع ہے

(۱۶۵۱) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِماً﴾ (رواه أبو داؤد باسناد حسن)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے کھڑے کھڑے جوتا پہننے سے منع فرمایا ہے۔'' (ابوداؤد نے حسن سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔)

لغات: ❖ نهی: یہ فعل ماضی ہے بمعنی رکنا، منع کرنا۔ ینتعل: صیغہ مضارع باب افتعال سے معنی جوتا پہننا۔ نعل مجرد میں باب فتح اور کرم وغیرہ سے آتا ہے۔

تشریح: کھڑے ہوکر جوتا پہننا کن لوگوں کے لئے منع ہے؟

حدیث بالا میں جوتا پہننے کا ادب بیان کیا جارہا ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ بیٹھ کر جوتا پہنے اور اگر کوئی کھڑا ہوکر بھی پہنے تو یہ منع اس صورت میں ہے جب کہ کھڑے ہوکر پہننا مشکل ہورہا ہو کہ جوتے میں ایسے تسمہ ہیں جن کو باندھنے میں ہاتھ لگانا پڑتا ہے، لازماً کہ اسے کھڑے کھڑے نہیں پہنا جاسکے گا۔ اور علماء نے حدیث بالا کی وجہ سے اس کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: رواه سنن ابی داؤد کتاب اللباس (باب الانتعال) واسناده حسن وله شواهد يتقوى بها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) میں گذر چکے ہیں

(۱) مظاہر حق ۴/ ۲۰۹ و دلیل الفالحین ۴/ ۴۹۹

(۳۰۰) بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَرْكِ النَّارِ فِي الْبَيْتِ عِنْدَ النَّوْمِ وَ نَحْوِهٖ سَوَاءٌ كَانَتْ فِيْ سِرَاجٍ اَوْ غَيْرِهٖ

سوتے وقت اور اسی طرح کسی صورت میں گھر کے اندر جلی ہوئی آگ کو چھوڑنے کی ممانعت ہے خواہ وہ چراغ کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں رات کو گھر میں آگ جلتی ہوئی نہ چھوڑو

(۱۶۵۲) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَا تَتْرُكُوا

النَّارَفِیْ بُیُوْتِکُمْ حِیْنَ تَنَامُوْنَ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سوتے وقت تم اپنے گھروں میں آگ جلتی ہوئی نہ چھوڑا کرو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ بیتاً: بات: (ض، س) بیتاًوبیاتاًوبیتوتۃًومبیتاومباتا: فی المکان: شب باشی کرنا فلانا وبه وعنده: کسی کے پاس رات میں آنا۔ اباته: شب باشی کرانا۔ البیت جمع بیوت و ابیات جج بیوتات وابابیت. اور بقول بعض بیوتات اور ابابیت اشراف کے لئے مختص ہے۔

تشریح: آگ سے کیا مراد ہے؟

لَاتَتْرُکُوا النَّارَ: آگ جلتی ہوئی نہ چھوڑو۔ علماء فرماتے ہیں یہاں پر آگ سے مراد وہ آگ ہے جس سے کسی چیز کے جل جانے کا خطرہ ہوخواہ وہ چراغ ہو یا چولہا وغیرہ۔ آج کل بجلی کے بلب، روشنی وغیرہ اس سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا اس لئے اس کو رات کو جلا ہوا چھوڑ سکتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر آگ اس طرح ہو کہ اس سے کسی چیز کے جلنے کا خطرہ نہ ہوتو اس کو بھی رات کو جلتا ہوا چھوڑ سکتے ہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاستیذان (باب لا تترک النار فی البیت عندالنوم) وصحیح مسلم کتاب الاشربة (باب الامربتغطیةالاناء الخ) واحمد۲/۴۵۱۵ و الترمذی وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۱۵۵

آگ دشمن ہے سونے سے پہلے اس کو بجھا کر سویا کرو

(۱۶۵۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: اِحْتَرَقَ بَیْتٌ بِالْمَدِیْنَةِ عَلٰی اَهْلِهٖ مِنَ اللَّیْلِ، فَلَمَّاحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشَأْنِهِمْ، قَالَ: "اِنَّ هٰذِهِ النَّارَعَدُوٌّلَکُمْ، فَاِذَانِمْتُمْ فَاَطْفِئُوْهَا"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک گھر، گھر والوں سمیت رات کو جل گیا جب اس بارے میں آپ ﷺ کو بتلایا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب تم سونے لگوتو اس کو بجھا دیا کرو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ احترق: حرقه (ن) حرقاً. بالنار: جلانا۔ الشیء: بعض کوبعض سے رگڑنا۔ حرّقه و احرقه. بالنار: جلانا حرّق المرعی الابل: پیاس لگانا، تحرق و احترق جلنا۔ الحریق: آگ کی بھڑک، آگ کا شعلہ، جلا ہوا، سردی یا گرمی سے جلی ہوئی نباتات ج حرقیٰ. الحروق و الحرّوق: چقماق کا سوختہ۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی رات کو آگ بجھا دینے کا حکم دیا جارہا ہے کیونکہ بسا اوقات بے خیالی میں معمولی سی آگ خواہ موم بتی یا چراغ وغیرہ ہو مکان سمیت گھر والوں کو جلا ڈالتی ہے تو بہتر یہی ہے کہ آگ کے قبیل کی چیزوں کو آدمی رات کو بجھا کر سوئے۔

هٰذِهِ النَّارَعَدُوٌّلَكُمْ: آگ تمہاری دشمن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح دشمن مال اور جان کے لئے خطرہ کا باعث ہوتا ہے تو اسی طرح یہ آگ بھی انسان کے جان و مال کے لئے خطرہ ہے، اس لئے اس کو بجھا کر سونا چاہئے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاستیذان (باب لا تترک النارفی البیت عندالنوم) وصحیح مسلم کتاب الاشربة (باب الامر بتغطیةالاناء الخ) واحمد ۱۹۵۸۸/۷ وابن حبان ۵۵۲۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۱۶۱، دلیل الفالحین ۴/۵۰۰

سونے سے پہلے برتن کو ڈھانپ کر سونا چاہئے

(۱٦٥٤) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "غَطُّوا الْإِنَاءَ، وَاَوْكِئُوا السِّقَاءَ، وَاَغْلِقُوا الْبَابَ، وَاَطْفِئُوا السِّرَاجَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَايَحِلُّ سِقَاءً، وَلَايَفْتَحُ بَاباً، وَلَا يَكْشِفُ إِنَاءً، فَإِنْ لَمْ يَجِدْاَحَدُكُمْ اِلَّا اَنْ يَعْرُضَ عَلَى إِنَائِهِ عُوْدًاوَيَذْكُرُاسْمَ اللّٰهِ، فَلْيَفْعَلْ، فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ بَيْتَهُمْ"﴾. (رواه مسلم)

"اَلْفُوَيْسِقَةُ": اَلْفَارَةُ. وَ "تُضْرِمُ" تُحْرِقُ.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ برتنوں کو ڈھانپ دیا کرو، مشکیزے کا منہ باندھ دیا کرو اور دروازے بند کرو اور چراغ بجھا دیا کرو، اس لئے کہ شیطان بندھے ہوئے مشکیزے کو، بند دروازے کو اور ڈھکے ہوئے برتن کو نہیں کھولتا، اگر تم میں سے کسی کو کوئی چیز نہ ملے تو اس کی چوڑائی میں کوئی لکڑی ہی رکھ دیا کرو اور اللہ کا نام لے لیا کرو اس لئے کہ ایک چوہا بھی گھر کو گھر والوں سمیت جلا ڈالتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الشیطان: شطنه (ن) شطناً: مخالفت کرنا، دور کرنا، رسی سے باندھنا، شطن فی الارض: داخل ہونا الرجل: حق وغیرہ سے دور ہونا۔اشطنه: دور کرنا، شیطن و شیطنة و تشیطن: شیطانی فعل کرنا، الشاطن: خبیث، حق سے دور ہونے والا، ج شیاطین بمعنی: دیو سرکش و نافرمان (آدمی ہو یا جن یا جانور) اور اسی سے ہے "شیاطین العرب" عرب کے سرکش و نافرمان لوگ، سانپ۔

تشریح: علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے مضمون پر غور کیا جائے تو ان ہدایات پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ اس میں بہت سے فوائد اور بھلائیاں پوشیدہ ہیں، خاص کر کے ان میں سب سے بہتر تعلیم یہ ہے کہ ہر حرکت وسکون کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا چاہئے یعنی بسم اللہ پڑھنا چاہئے، بہت ہی آسان سا عمل ہے مگر اس سے دنیا و آخرت کی آفات و بلاؤں سے آدمی سلامتی اور حفاظت میں رہتا ہے۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں جو احکام دیئے گئے ہیں وہ سب کے سب استحباب کے طور پر ہیں، وجوب کے لئے نہیں ہیں، ان احکامات کا مقصد محض ان امور کی ہدایت کرنا ہے جو ہماری روز مرہ کی زندگی میں بھلائی و مصلحت کے متقاضی ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الاشربة (باب الامر بتغطیة الاناء) و کذا فی ابی داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مختصر کے حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی

(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ

---

(۳۰۱) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّكَلُّفِ وَهُوَ فِعْلٌ وَ قَوْلٌ مَا لاَ مَصْلَحَةَ فِيْهِ بِمَشَقَّةٍ

تکلف کی ممانعت اور یہ قول اور فعل میں بلا مصلحت مشقت میں پڑنے کا نام ہے

میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ (۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "(اے محمد) آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر نہ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔"

تشریح: آیت کریمہ کا مطلب مفسرین یہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنی نبوت، رسالت اور علم وحکمت میں تصنع کا اظہار نہیں

کر رہا بلکہ اللہ کے احکام کو صحیح صحیح پہنچا رہا ہوں۔ تکلف کرنے کی کئی احادیث میں مذمت آئی ہے مثلاً ایک روایت میں آتا ہے: اے لوگوں تم میں سے جس شخص کو کسی بات کا علم ہو وہ لوگوں کو بتا دے اور جس کو علم نہ ہو تو اللہ اعلم کہہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے رسول کے بارے میں فرمایا ہے کہ "قل ما اسئلکم علیه من اجر وما انامن المتکلفین" کہ میں معاوضہ نہیں چاہتا اور دوسرا یہ کہ میں تصنع اور تکلف نہیں کرتا۔ (۲)

اسی طرح علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مسروق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر کوئی شخص کوئی بات جانتا ہو تو کہہ دے اور معلوم نہ ہو تو اللہ اعلم کہہ دے کیونکہ جس بات کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق اللہ اعلم کہہ دینا علم کا ایک حصہ ہے اس لئے کہ اللہ نے اپنے نبی سے بھی فرمایا ہے: قل ما اسئلکم علیه من اجر وما انامن المتکلفین. (۳)

---

(۱) سورۃ ص: آیت ۸۶
(۲) روح المعانی بحوالہ معارف القرآن ۶/۵۳۲
(۳) تفسیر معالم التنزیل

آپ ﷺ نے تکلف کرنے سے منع فرمایا ہے

(۱۶۵۵) ﴿وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ﴾ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ: ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ التکلف: الامر: دشوار کام برداشت کرنا، تکلف کرنا، کلّفه: دشوار کام کا حکم دینا، کلف (س) کلفاً. الامر: مشقت پر برانگیختہ کرنا۔ الکُلفة: مشقت، رنج، سختی، کسی مصیبت یا حق کے بارے میں جو رنج تمہیں لاحق ہو۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہر قسم کے تکلف سے دور رہے خواہ تکلف گفتگو، لباس، چال ڈھال کسی میں بھی ہو ناپسندیدہ ہے۔ اسی طرح علماء فرماتے ہیں کہ کھانے، پینے میں، شادی بیاہ یا مہمان نوازی وغیرہ میں اپنی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب الاعتصام (باب مایکره من کثرة السوال وتکلف ما لا یعنیه)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱) میں گذر چکے ہیں

جس بات کا علم نہ ہو وہاں لاعلمی کا اظہار کر لینا چاہئے

(۱۶۵۶) ﴿وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰی عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ: یَا اَیُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَیْئًافَلْیَقُلْ بِهٖ، وَمَنْ لَّمْ یَعْلَمْ، فَلْیَقُلْ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ، فَاِنَّ مِنَ الْعِلْمِ اَنْ تَقُوْلَ لِمَا لَاتَعْلَمُ: اَللّٰهُ اَعْلَمُ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لِنَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "قُلْ مَآ اَسْأَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَامِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ"﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگوں جس کو کسی بات کا علم ہوتو اس کو صحیح بیان کرے اور جس چیز کا علم نہ ہوتو وہاں یہ کہہ دے ''اللہ اعلم''، اس لئے کہ جس چیز کے بارے میں علم نہ ہوتو وہاں اللہ اعلم کہنا ہی علم ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو فرمایا کہ کہہ دے کہ میں اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔''

(بخاری)

لغات: ❖ العلم: (مصدر) حقیقت شیء کا ادراک، یقین و معرفت ج علوم۔ العلامة: نشان، راستہ کا نشان ج علام وعلامات۔ العلام، والعُلام: مبالغہ کے صیغہ ہیں بمعنی بہت جاننے والا۔

تشریح:

لاعلمی کا اعتراف کرنا بھی علم ہے

حدیث بالا کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ آدمی کو جس چیز کا علم نہ ہو وہاں صرف محض ظن سے باتیں نہ کرے، اپنی لا علمی کا اعتراف کر لینا چاہئے، یہ بھی علم ہی کا ایک حصہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن یزید بن ہرمز حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے پسند ہے کہ عالم اپنے پیچھے "لا ادری" (میں نہیں جانتا) چھوڑ جائے تاکہ بعد کے لوگ یہ کہتے ہوئے نہ شرمائیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے میراث کا ایک مسئلہ پوچھا گیا تو وہ کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا۔ کہا گیا آپ جواب نہیں دیتے؟ فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو بات معلوم نہ ہوتی تو صاف صاف کہہ دیتے کہ میں نہیں جانتا۔ ابن وھب رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ ہم امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبان سے لا ادری کو لکھنا شروع کردیں تو صحیفے کے صحیفے بھر جائیں گے۔

حضرت عبدالرزاق راوی ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عالم جب لا ادری کہنا بھول جاتا ہے تو وہ ٹھوکر کھانے لگتا ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ لاعلمی میں لا ادری کہنا آدھا علم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو کوئی ہر مسئلے میں فتویٰ دیتا ہے وہ دیوانہ

ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب التفسير سورة ص (باب قوله تعالىٰ وما انا من المتكلفين) واحمد ۲/۳٦۱۳ والترمذی وابن حبان ٤٧٦٤۔

راوی حدیث حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات:

نام: مسروق، ابوعائشہ کنیت، والد کا نام زمانہ جاہلیت میں اجدع، اسلامی نام عبدالرحمٰن تھا۔ یمن کے خاندان ہمدان سے تعلق تھا۔

اسلام: اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یہ مسلمان ہوئے تھے، خود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ (طبقات ابن سعد ۳۸۴/۵)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب مدینہ آئے تو انہوں نے نام پوچھا تو انہوں نے مسروق بن اجدع بتایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، تم مسروق بن عبدالرحمٰن ہو۔

علامہ شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسروق جیسا علم کا طالب میں نے کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ ان کو اپنے بیٹے کی جگہ دیتی تھیں اور بیٹا کہا کرتی تھیں، ان سے بھی انہوں نے خوب علم حاصل کیا۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مسروق فقیہ تھے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی جلالت شان، توثیق، اور فضیلت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ ان سب کے ساتھ وہ اللہ سے بہت ڈرنے والے اور خوب عبادت کرنے والے، توبہ استغفار کرنے والے تھے اور دنیا سے بہت زیادہ بے تعلق رکھنے والے تھے اور اللہ کی ذات پر بہت زیادہ اعتماد کرنے والے تھے۔

وفات: ٦٣ھ میں انتقال ہوا۔

مزید حالات کے لئے (۱) طبقات ابن سعد ۳۸۴/۵ (۲) تہذیب الاسماء ۸۸/۱، تذکرۃ الحفاظ ۴۲/۱ (۳) تہذیب التہذیب ۱۱۰/۱۰۔

(۱) یہ تمام روایات جامع بیان العلم وفضلہ سے نقل کی گئی ہیں۔

(۳۰۲) بَابُ تَحْرِيمِ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ، وَلَطْمِ الْخَدِّ، وَ شَقِّ الْجَيْبِ وَنَتْفِ الشَّعْرِ وَحَلْقِهِ، وَالدُّعَاءِ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ

میت پر نوحہ کرنا، رخسار پیٹنا، گریبان چاک کرنا، بالوں کو نوچنا، ہلاکت اور تباہی کی بددعا کرنا حرام ہے

میت کو قبر میں نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے

(۱٦٥٧) ﴿عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِمَانِيحَ عَلَيْهِ"﴾

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "مَانِیحَ عَلَیْهِ" متفق علیه.

ترجمہ: "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میت کو اس کی قبر میں اس پر نوحہ کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ (اگر اس نے اس کی اجازت دی ہو)" (بخاری)

اور ایک روایت میں ہے کہ جب تک میت پر رویا جائے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

لغات: ❖ المیت: مات یموت (ن) موتا: مرنا، ماتت الریح: ہوا کا رک جانا، مات یموت مواتاً و موتانا. المکان۔ ویران ہونا جمع (اموات، موتی و میتون)

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ میت پر رونے والوں کی وجہ سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

ایک سوال اور اس کے چار جوابات

سوال: جب کہ قرآن مجید میں آتا ہے: لا تزر وازرة وزر اخریٰ. "کہ کسی کے گناہ کو کوئی دوسرا نہیں اٹھاتا۔" بظاہر آیت قرآن اور حدیث بالا میں تعارض ہے؟

محدثین نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں مثلاً:

پہلا جواب: امام بخاری نے جواب دیا ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے لئے ہے جو مرتے وقت اپنے گھر والوں کو ممانعت کر کے نہ گیا ہو کیونکہ قرآن میں آتا ہے: یا ایها الذین آمنوا قوا انفسکم واهلیکم ناراً "اے ایمان والوں اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ" اور اسی طرح الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته "کہ ہر ایک تم میں سے ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا" تو یہ کوتاہی اس کی طرف سے ہوئی ہے، اس وجہ سے اس پر سزا ہوگی۔ (۱)

دوسرا جواب: علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حدیث بالا اس شخص سے متعلق ہے جو مرتے وقت وصیت کر کے مرا ہو کہ میرے اوپر خوب رونا۔ (۲)

تیسرا جواب: علامہ شوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیلی اور ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کا مطلب یہ نقل کیا ہے کہ میت کو رونے والوں کی وجہ سے عذاب نہیں ہوتا بلکہ روتے وقت جو کلمات رونے والے غلط کہتے ہیں ان کلمات کی وجہ سے سزا ہوتی ہے۔ (۳)

چوتھا جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حدیث بالا کا تعلق یہودی یا یہودیہ کے ساتھ ہے جن کو رونے والوں کی وجہ سے نہیں بلکہ کفر پر انتقال کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ یہ حدیث عمومی نہیں ہے، مسلمان کے رونے والوں کی وجہ سے میت کو عذاب نہیں ہوگا کیونکہ یہ تو اسلام پر مرا ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجنائز (باب ما یکره من النیاحة علی المیت) و صحیح

مسلم كتاب الجنائز (باب الميت يعذب ببكاء اهله) و احمد ١٨٠/١ والنسائی وابن ماجه وابن حبان ٣١٣٢ والترمذی ومصنف عبدالرزاق ٦٦٨٠ وكذافی البيهقی ٧٢/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) بخاری ۱/۱۷۱
(۲) مسلم شرح للنووی ۱/۳۰۲
(۳) نیل الاوطار ۴/۱۱۲
(۴) مسلم ۱/۳۰۳ والترمذی ۱/۱۲۰ ونیل الاوطار ۴/۱۱۲

رخساروں کو پیٹنے اور گریبان کو چاک کرنے والے ہم میں سے نہیں ہیں

(١٦٥٨) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ مِنَّامَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَابِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں کو پیٹا اور گریبان کو چاک کیا اور جاہلیت کے بول بولے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الخدود: الخد کی جمع ہے بمعنی رخسار۔ شق: معنی پھاڑنا، پھٹنا، شق يشق (ن) شقًا پھٹ جانا۔ الجیوب: یہ جمع ہے جیب کی بمعنی گریبان۔

تشریح: ''ہم میں سے نہیں'' اس کا مطلب

لَيْسَ مِنَّامَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ: وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں کو پیٹا۔ اس کا مطلب محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتے ہیں کہ بہت سے وہ امور جو زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھتے ہیں یا شریعت اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے تو ایسے امور کو حدیث میں ''لیس منا'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس کام کو کرنے والا اسلام سے خارج ہوگیا، بلکہ یہ بطور زجر ومبالغہ کے کہا جاتا ہے جیسے کہ والد بیٹے کو یہ کہتا ہے کہ تو میری اولاد نہیں، میں تمہارا باپ نہیں ہوں۔

یا اس جملہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دین کامل میں سے نہیں ہے یا ان کاموں کو شرعاً حرام جانتے ہوئے بھی حلال سمجھے اور پھر حلال سمجھ کر کرے تو ''لیس منا'' کا مصداق حقیقتاً ہوگا کہ وہ دین اسلام میں سے نہیں ہوگا۔

وَدَعَابِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ: جاہلیت کے بول بولے۔ مطلب یہ ہے کہ مرنے والے کو زمانہ جاہلیت والے بول بولے جائیں مثلاً میرے بچوں کو یتیم کر کے جانے والے! عورت کے سہاگ اجاڑ دینے والے! وغیرہ، یہ سخت کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس میں اللہ کے فیصلہ پر راضی ہونے کے بجائے اس پر ناراضگی اور برہمی کا اظہار کرنا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجنائز (باب لیس منامن شق الجیوب) و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب تحریم ضرب الخدود) واحمد ۵۸/۲ ۳٦ والترمذی والنسائی وابن ماجه وابن حبان۳۱٤۹ وکذافی البیهقی٦۳/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں

نوحہ کرنے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے آپ ﷺ نے برأت کا اظہار فرمایا ہے

(١٦٥٩) ﴿وَعَنْ اَبِیْ بُرُدَةَ قَالَ: وَجِعَ اَبُوْمُوْسٰی، فَغُشِیَ عَلَیْهِ، وَرَأْسُهُ فِیْ حِجْرِ امْرَأَةٍمِنْ اَهْلِهٖ فَاَقْبَلَتْ تَصِیْحُ بِرَنَّةٍ، فَلَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یَرُدَّعَلَیْهَاشَیْئًا، فَلَمَّا أَفَاقَ، قَالَ: اَنَابَرِیْءٌ مِمَّنْ بَرِیءَ مِنْهُ رَسُوْلُ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَرِیْءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ، وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ!﴾ (متفق علیه)

"اَلصَّالِقَةُ" اَلَّتِیْ تَرْفَعُ صَوْتَهَابِالنِّیَاحَةِ وَالنَّدْبِ. "وَالْحَالِقَةُ" اَلَّتِیْ تَحْلِقُ رَاسَهَاعِنْدَالْمُصِیْبَةِ. "وَالشَّاقَّةُ": اَلَّتِیْ تَشُقُّ ثَوْبَهَا.

ترجمہ: ''حضرت ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں (کہ ان کے والد) حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت بیمار ہوئے تو ان پر غشی طاری ہوئی اور ان کا سر ان کی ایک بیوی کی گود میں تھا تو وہ چیخ چیخ کر رونے لگیں لیکن آپ اپنی غشی کی وجہ سے اس کو روک نہ سکے، پس جب ان کو افاقہ ہوا تو فرمایا میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جس سے رسول اللہ ﷺ نے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے۔ بے شک آپ ﷺ اس عورت سے بیزار ہیں جو نوحہ کرنے والی، سر منڈانے والی، گریبان چاک کرنے والی ہو۔'' (بخاری ومسلم)

الصالقة: وہ عورت جو اونچی آواز سے بین اور ماتم کرے۔ الحالقة: وہ عورت جو مصیبت کے وقت میں اپنے سر کے بال منڈالے۔ الشاقة: وہ عورت جو اپنے کپڑے کو پھاڑے۔

لغات: ❖ فغشی: غُشی علیه غشیاً و غشیاً و غشیاناً: بے ہوشی طاری ہونا، صفت مفعولی: مغشی علیه. الغشیة والغشی والغُشی والغَشیان: بے ہوشی، غشی۔

تشریح: فِیْ حِجْرِامْرَأَةٍ: ان کا سر ان کی بیوی کی گود میں تھا۔ ان کی بیوی کا نام ام عبداللہ صفیہ بنت ودم تھا۔[1] حدیث بالا سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس قسم کے الفاظ عورتوں سے سرزد ہوتے تھے، اس لئے اب مسلمانوں کو

اس قسم کے الفاظ کے کہنے سے منع کیا گیا، اس قسم کے الفاظ کہنے سے آپ ﷺ کی برات اور بیزاری کا اعلان ہے۔ برات کا لفظ شدید غصہ کو اور شدید حرمت کو بیان کرتا ہے اور یہ کمال ایمان کے نہ ہونے اور تقدیر پر راضی نہ ہونے کی علامت ہے، نیز حدیث بالا سے صحابہ کرام کے جذبہ اتباع سنت کا اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنائز (باب ماينهى عن الحلق عند المصيبة) و صحيح مسلم كتاب الايمان (باب تحريم ضرب الخدود) والنسائى وابن ماجه وابن حبان ٣١٥٢ و كذا فى البيهقى ٤/٦٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۲۹) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین

نوحہ کرنا حرام ہے

(١٦٦٠) ﴿وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ، فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس پر نوحہ کیا جائے تو اس کو قیامت کے دن نوحہ کئے جانے کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا (اگر اس نے زندگی میں اس کی اجازت دی تھی)'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ نيح: یہ صیغۂ ماضی مجہول ہے، ناح ينوح (ن) نوحًا بمعنی نوحہ کرنا۔ القيامة: قائم ہونے والا دن یعنی قیامت۔ **يعذب:** عذاب دیا جائے گا۔

تشریح: نوحہ کرنا حرام ہے مگر رونا جائز ہے

حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ کرنا اور میت کی اچھی خصلتوں کو چلا چلا کر بیان کرنا، نیز چلا چلا کر رونا، رخساروں کو پیٹنا، گریبان کو پھاڑنا، سر پر مٹی ڈالنا یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو بے صبری پر دلالت کرتی ہے اور یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ [1]

کسی کے انتقال پر چلائے بغیر رونا برا نہیں، آنسو کا بھی نکل آنا برا نہیں ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے، یہ تو ناممکن سی بات ہے کہ آدمی کے اپنے عزیز و متعلقین میں سے کسی کا انتقال ہوجائے اس پر اس کا دل بھی نہ روئے اور آنکھوں سے آنسو بھی نہ بہے، یہ شریعت کی نگاہ میں منع نہیں، منع وہ ہے جو اعتدال سے ہٹ کے ہو۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنائز (باب مايكره من النياحة) وصحيح مسلم كتاب

الجنائز (باب المیت یعذب ببکاء اهله) واحمد ۶/۱۸۲۶۵ وکذا فی الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت مغیرہ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۴۲) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۱۷۰ ابالاختصار دلیل الفالحین ۴/۵۰۵

آپ ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی

(۱۶۶۱) ﴿وَعَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ نُسَیْبَۃَ (بِضَمِّ النُّوْنِ وَفَتْحِھَا) رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنھَاقَالَتْ: أَخَذَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَالْبَیْعَۃِ اَنْ لَانَنُوْحَ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ام عطیہ نسیبہ رضی اللہ عنہا (نون پر پیش اور زبر دونوں طرح پڑھا جاتا ہے،) روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اَخَذَعَلَیْنَا: یعنی ہم سے معاہدہ کیا، یا عہد لیا۔ البیعۃ: معنی بیعت لینا، عہد لینا اس بات پر کہ اللہ ورسول کی نافرمانی نہیں کرینگے۔

تشریح: اَخَذَعَلَیْنَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عِنْدَالْبَیْعَۃِاَنْ لَانَنُوْحَ: بیعت کے وقت آپ ﷺ نے ہم سے یہ بیعت لی کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔ علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک نوحہ کرنا بہت بڑا جرم تھا اس لئے بیعت میں بھی اس کا عہد لیا گیا۔

دوسری بات علماء فرماتے ہیں عورتوں کے بیعت میں آپ یہ عہد لیتے تھے کیونکہ نوحہ یہ عموماً عورتیں ہی کرتی ہیں، مرد کم کرتے ہیں، ورنہ فی نفسہ اگر مرد بھی نوحہ کرتے تو یہ بھی ممنوع اور حرام ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجنائز (باب ماینهی عن النوح والبکاء) وصحیح مسلم کتاب الجنائز (باب التشدید فی النیاحة) وابوداؤد والنسائی.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۲۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

میت کی ایسی تعریف کرنا جو اس میں نہیں ہے یہ بھی ناجائز ہے

(۱۶۶۲) ﴿وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَاقَالَ: أُغْمِیَ عَلٰی عَبْدِاللّٰہِ بْنِ رَوَاحَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، فَجَعَلَتْ أُخْتُہٗ تَبْکِیْ، وَتَقُوْلُ: وَاجَبَلَاہُ وَاکَذَاوَ اکَذَا: تُعَدِّدُعَلَیْہِ، فَقَالَ حِیْنَ اَفَاقَ: مَاقُلْتِ شَیْئًا اِلَّاقِیْلَ لِیْ: اَنْتَ کَذَالِکَ؟!﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحۃ پر جب بے ہوشی طاری ہوئی تو ان کی بہن رونے لگی اور کہنے لگی ہائے اے پہاڑ، ہائے ایسے اور ایسے، ان کی خوبیاں بیان کرنے لگی، پس جب ان کو فاقہ ہوا تو فرمایا تم نے جو کچھ کہا مجھ سے پوچھا جاتا کیا تم اسی طرح ہی ہو؟'' (بخاری)

لغات: ❖ تبکی: بکی (ض) بکاءً تبکیً: رونا: صفت: باکٍ جمع بُکاۃ. مونث باکیۃ جمع باکیات و بواک. بکی بکّی. المیت: میت پر رونا۔ تباکی: رونے کی صورت بنانا، بہ تکلف رونا۔ البکاء و البکی: بہت رونے والا۔ التبکاء والتبکاء: گریہ یا کثرت گریہ، المَبکی: رونے کی جگہ جمع مباکی.

تشریح: اُخْتُہٗ: ان کی بہن کا نام عمرۃ بنت رواحہ تھا، یہ نعمان بن بشیر کی والدہ ہیں [1] علماء فرماتے ہیں کہ مرنے والے پر جب اس کی ایسی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں جو ان میں نہیں تھی تو فرشتے اس کو سزا دیتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کیا تم میں یہ خوبیاں موجود تھیں؟ ہاں اگر واقعی اس میں وہ خوبیاں موجود ہو تو پھر یہ منع نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب المغازی (باب غزوة موتة من ارض شام)

نوٹ: راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۶۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۴/۵۰۵

میت پر رونا اور غم کرنا جائز ہے

(۱۶۶۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ: اِشْتَکٰی سَعْدُبْنُ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ شَکْوٰی، فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَسَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ، وَعَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ، فَلَمَّادَخَلَ عَلَیْہِ، وَجَدَہٗ فِیْ غَشْیَۃٍ فَقَالَ: "أَقَضٰی؟" قَالُوْا: لَایَارَسُوْلَ اللّٰہِ، فَبَکٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّارَأَی الْقَوْمُ بُکَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَکَوْا، قَالَ: "أَلاَ تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ اللّٰہَ لاَ یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلاَ بِحُزْنِ الْقَلْبِ، وَلٰکِنْ یُعَذِّبُ بِھٰذَا" وَاَشَارَاِلٰی لِسَانِہٖ "أَوْیَرْحَمُ"﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ، عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، جب ان کے پاس پہنچے تو

انہیں بے ہوش پایا، آپ ﷺ نے پوچھا کیا ان کا انتقال ہوگیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کے رسول! نہیں۔ تو آپ ﷺ بے اختیار رو پڑے۔ جب لوگوں نے آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو ان پر بھی گریہ طاری ہوگیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم سنتے نہیں؟ کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو کی وجہ سے عذاب دیتا ہے اور نہ ہی دل کے غم کی وجہ سے لیکن وہ تو اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے، پھر اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا یا رحم فرماتا ہے۔"

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الدمع: دمعت (ف) دمعاً ودمعت (س) دمعاً و دمعاناً و دموعاً ۔ العین: آنسو بہنا، استدمع: آنسو بہانا، الدمع: آنسو واحد (دمعة) جمع دموع ادمع، دمعة الكرم: شراب۔ الدماع والدموع: بہت آنسو والا، رجل دميع: جلدی رونے والا مرد، بہت آنسوؤں والا مرد ج دمعاء ودمعیٰ. امرأة دمعة: جلدی رونے والی، بہت آنسوؤں والی عورت جمع دمعیٰ.

تشریح: فَبَکیٰ: آپ رونے لگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غم اور پریشانی کے وقت میں بے اختیار آنسوؤں کا نکل آنا یا دل کا غمگین ہونا ناجائز نہیں ہے، ہاں ایسے غم کے وقت میں ایسی باتوں کا اظہار کرے جس کو شریعت میں منع فرمایا گیا ہے وہ ناجائز ہوگا۔

یَعُوْدُ: آپ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ عیادت کرنا آپ ﷺ کا سنت اور عمل ہے اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ جب وہ بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کرنے جائے۔ آپ ﷺ کا عیادت کے لئے جانا یہ آپ کے تواضع اور کمال کی علامت ہے۔ (۱)

اَلَاتَسْمَعُوْنَ: کیا تم سنتے نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بات کرنے سے پہلے سامعین کو متوجہ کرنا چاہئے کہ وہ پوری توجہ سے پوری بات سنے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ: اللہ عذاب نہیں دیتا۔ علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ موقع کے مناسبت سے احکام کی تلقین کرنا چاہئے، یہی عمدہ مناسبت اور اچھا اسلوب دل نشین ہوجاتا ہے۔ (۲)

اَوْیَرْحَمُ: یارحم فرماتا ہے۔ اگر صحیح کلمہ کہا جائے مثلاً مرنے کے بعد یہ کہا جائے: "لاحول ولاقوۃ الاباللہ" یا "انا للہ وانا الیہ راجعون" جیسے جملہ کہنا مراد ہے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الجنائز (باب البكاء عند المريض) وصحيح مسلم كتاب الجنائز (باب البكاء على الميت) وابن حبان ۳۱۵۹ و كذا فی البيهقی ٤/٦٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں

(۱) نزہۃ المتقین (۲) نزہۃ المتقین (۳) دلیل الفالحین ۴/۵۰۶

نوحہ کرنے والی عورتوں کو قیامت کے دن تارکول کی قمیص پہنائی جائے گی

(١٦٦٤) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَالِکِ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَلنَّائِحَۃُاِذَالَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِھَا تُقَامُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَعَلَیْھَاسِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ، وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے قیامت کے دن اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کی قمیص اور خارش کی زرہ ہوگی۔'' (مسلم)

لغات: ❖ درع: درع (س) درعاً. الفرس وغیرہ: سیاہ سر اور سفید جسم والا ہونا صفت (ادرع) مونث درعی جمع درع، درع (ف) درعاً. الشاۃ: بکری کے سر کی جانب سے کھال اتارنا۔ الدرع ۔من العشب: تازہ گھاس۔

تشریح: حدیث بالا میں نوحہ کرنے والیوں پر سخت وعید ارشاد فرمائی جارہی ہے، اگر اس سے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی جائے اور اللہ سے معافی نہ مانگی گئی تو اس کو قیامت کے دن تارکول کی قمیص اور خارش کی زرہ کا مخصوص قسم کا عذاب ہوگا۔ (١)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب التشديدفى النياحة) واحمد ٢٢٩٦٦/٨ وابن ماجه والحاكم ١٤١٣/١ وابن حبان ٣١٤٣ ومصنف عبد الرزاق ٦٦٨٦ وكذا فى البيهقى ٦٣/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۵) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۱۷۲/۴

اللہ کے نبی نے عورتوں سے عہد لیا کہ ہلاکت کی بددعا نہیں کریں گی

(١٦٦٥) ﴿وَعَنْ اُسَیْدِبْنِ اَبِیْ اُسَیْدِالتَّابِعِیِّ عَنْ اِمْرَأَۃٍمِنَ الْمُبَایِعَاتِ قَالَتْ: کَانَ فِیْمَا أَخَذَ عَلَیْنَارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ اَخَذَ عَلَیْنَا اَنْ لَانَعْصِیَہٗ فِیْہِ: اَنْ لَانَخْمِشَ وَجْھًا، وَلَانَدْعُوَ وَیْلاً، وَلَانَشُقَّ جَیْبًا، وَاَنْ لَا نَنْشُرَشَعْرًا﴾ (رواہ ابوداؤدباسنادحسن)

ترجمہ: ''حضرت اسید بن ابواسید تابعی اس عورت سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والوں میں سے تھیں۔ انہوں نے بیان کیا وہ بھلائی کے کام جن کے کرنے کا آپ ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا،

ان میں یہ عہد بھی شامل تھا کہ ہم اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گی اور چہرہ کو نہیں نوچیں گی، ہلاکت کی بددعا نہ کریں گی، گریبان چاک نہ کریں گی اور بال کو نہ بکھیریں گی۔" (ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔)

لغات: ❖ نشق: شق (ن) شقاً ۔الشیء: پھاڑنا، جدا جدا کرنا اور سے ہے "شق عصا القوم" اس نے قوم کی جمعیۃ کو توڑ دیا و "شق فلان العصا" فلاں جماعت سے علیحدہ ہوگیا۔ شقق ۔الحطب: لکڑی کا پھاڑنا، چیرنا ۔الکلام برمحل کہنا۔ تشاق ۔القوم: باہم مخالفت کرنا، باہم عداوت کرنا تشاقوا ثیابھم: ایک کا دوسرے کے کپڑوں کو پھاڑنا۔

تشریح: حدیث بالا میں کسی کے انتقال کے بعد چہرے کو نوچنا اور ہلاکت کی بددعا دینا، گریبان کو چاک کرنا اور بال کو بکھیرنا ان سب کو منع فرمایا جارہا ہے کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کے کاموں میں سے ہے [1] اور اسلام زمانہ جاہلیت کے رسومات کو ختم کرنے کے لئے آیا تھا، اس لئے اس کو متعدد روایات میں متعدد عنوانات سے منع فرمایا جارہا ہے کہ مسلمان عورتیں زمانہ جاہلیت کی رسومات سے مکمل اجتناب کریں۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الجنائز (باب فی النوح) واسناده حسن.

راوی حدیث حضرت اسید بن ابو اسید کے مختصر حالات:

نام: اسید ہے، والد کا نام یزید اور کنیت ابواسید تھی، یہ جلیل القدر تابعین میں سے تھے، مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں، انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم حاصل کیا اور پھر ان سے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ اور سلیمان بن ہلال رحمہ اللہ تعالیٰ نے علم حاصل کیا ہے۔

وفات: انکا انتقال منصور عباسی کے خلافت کی ابتداء میں ہوا۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۵۰۸

میت کی ایسی خوبیاں بیان کرنا جو اس میں نہیں تھیں اس کی وجہ سے بھی میت کو عذاب دیا جائے گا

(١٦٦٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوسٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَامِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ، فَيَقُوْمُ بَاكِيهِمْ، فَيَقُوْلُ: وَاجَبَلَاهُ، وَاسَيِّدَاهُ، اَوْنَحْوَ ذٰلِكَ إِلَّاوُكِّلَ بِهِ مَلَكَانِ يَلْهَزَانِهِ: اَهٰكَذَا كُنْتَ؟"﴾ رواه الترمذی وقال: حديث حسن.

"اَللَّهْزُ" اَلدَّفْعُ: بِجُمْعِ الْيَدِ فِي الصَّدْرِ.

ترجمہ: "حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بھی مرنے

والا مرتا ہے تو اس پر رونے والے کھڑے ہوکر کہتے ہیں ہائے پہاڑ، ہائے سردار یا اس قسم کے اور الفاظ تو اس میت پر دو فرشتے مقرر کردیئے جاتے ہیں وہ اسے کلے سے مارتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا؟"۔ (ترمذی اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔)

اللھز: بمعنی سینے میں مکا مارنا۔

لغات: ❖ اللھز: لھز (ف) لھزاً. الشیء فلاناً: کسی چیز کا کسی کے اندر ظاہر ہونا۔القوم: قوم میں مل جانا لھزہ بالرمح: سینہ میں نیزہ مارنا، لھز فلاناً: مکا مارنا۔ لھزہ تلھیزاً: کان کے نیچے کی ہڈی اور گردن پر مکا مارنا۔

تشریح: مَامِنْ مَیِّتٍ یَمُوْتُ الخ جب کوئی شخص مرنے والے کو کہتا ہے۔ یہاں پر علماء فرماتے ہیں دو احتمال ہیں کہ مرنے والے سے مراد مردہ بھی ہے یا قریب المرگ بھی مراد ہوسکتا ہے۔ نیز حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ جب مرنے والے کی کوئی تعریف کی جاتی ہے تو مرنے والے سے فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا تو ایسا ہی تھا جیسے کہ کہا جارہا ہے؟ اگر وہ کہتا ہے کہ نہیں تو اس پر فرشتے اس کو مارتے ہیں۔ (۱)

اس پر اور افسوس ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر مرنے والے کی جو صفات تھی اس کا صحیح صحیح بیان کیا گیا تو اس پر وعید نہیں ہے۔

تخریج حدیث: رواہ سنن الترمذی کتاب الجنائز (باب ماجاء فی کراھیۃ البکاء علی المیت) وابن ماجہ ۱۵۹۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسی اشعری (عبداللہ بن قیس) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۸) میں گذر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین ۷/۴/۱۷

کفر تک پہنچانے والی دو باتیں

(۱۶۶۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ هُمَابِهِمْ کُفْرٌ: اَلطَّعْنُ فِی النَّسَبِ، وَ النِّیَاحَةُ عَلَی الْمَیِّتِ"﴾ رواہ مسلم.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دو چیزیں لوگوں میں ایسی ہیں جو ان کے حق میں کفر ہیں، ① نسب میں طعنہ زنی کرنا، ② میت پر نوحہ کرنا۔" (مسلم)

لغات: ❖ المیت: مات یموت (ن، س) میتاً: مرنا زندگی ختم ہونا۔ النیاحۃ: میت پر نوحہ کرنا یا اس کے اوصاف کو بیان کرکے رونا۔ ناح ینوح (ن) نوحا میت پر نوحہ کرنا، بین کرنا۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "کتاب الامور المنهی عنها باب تحریم الطعن فی الانساب الخ" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ حدیث پاک کا یہ ہے کہ لوگوں کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا، یہ دونوں چیزیں زمانہ جاہلیت کے افعال میں سے ہے، اس پر عمل کرنے والا گویا کہ کافرانہ اور زمانہ جاہلیت کے اعمال ورسومات کو زندہ کرنا والا ہے اس لئے ان دونوں چیزوں کو شریعت اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب اطلاق اسم الكفر على الطعن فى النسب والنياحة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۳۰۳) بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِتْيَانِ الْكُهَّانِ وَالْمُنَجِّمِيْنَ وَالْعَرَّافِ وَاَصْحَابِ الرَّمَلِ، وَالطَّوَارِقِ بِالْحَصٰى وَبِالشَّعِيْرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ

کاہنوں، نجومیوں، قیافہ شناسوں، علم رمل والوں اور کنکریوں اور جو وغیرہ کے ذریعے سے جانوروں کو اڑا کر نیک شگونی یا بدشگونی کہنے والوں کے پاس جانے کی ممانعت کا بیان

کاہن کی باتوں پر اعتماد نہ کرنا

(۱۶۶۸) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ: "لَيْسُوْا بِشَيْءٍ" فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَا اَحْيَانًا بِشَيْءٍ، فَيَكُوْنُ حَقًّا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطِفُهَا الْجِنِّيُّ، فَيَقُرُّهَا فِيْ أُذُنِ وَلِيِّهِ، فَيَخْلِطُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كِذْبَةٍ"﴾ (متفق عليه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ - وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْاَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ، فَيَسْتَرِقُ الشَّيْطَانُ السَّمْعَ، فَيَسْمَعُهُ، فَيُوْحِيْهِ اِلَى الْكُهَّانِ، فَيَكْذِبُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كِذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ."

قَوْلُهُ: "فَيَقُرُّهَا" هُوَبِفَتْحِ الْيَاءِ، وَضَمِّ الْقَافِ وَالرَّاءِ اَیْ: يُلْقِيهَا. "وَالْعَنَانُ" بِفَتْحِ الْعَيْنِ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے، انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ بعض دفعہ ہمیں کسی چیز کے بارے میں جب بتلاتے ہیں تو وہ بات صحیح نکلتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ سچی بات جن (فرشتوں سے) اچک لیتے ہیں اور پھر اپنے دوست (کاہن) کے کان میں ڈال دیتے ہیں، پس وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اور بخاری کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہونے سنا کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں اور اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمان میں ہو چکا ہوتا ہے، پس شیطان چوری چھپے اسے سنتا ہے اور کاہنوں کو پہنچا دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹ بیان کر دیتے ہیں۔''

فیقرھا: یاء پر زبر، قاف اور راء پر پیش ہے بمعنی ڈالتا ہے۔ عنان: بمعنی بادل عین پر زبر ہے۔

لغات: ❖ فیخلطون: خلط (ض) خلطاًو خلّط. الشیء بالشیء: ملانا، کہا جاتا ہے "خلّط المریض" بیمار نے مضر چیزیں کھائیں "وخلّط فی الکلام" اس نے بکواس کی۔ خلّط فی الشیء: خراب و فاسد کرنا۔ خالطه مخالطةًو خلاطاً: ملنا، میل ملاپ کرنا، ساتھ رہنا الداء فلاناً: بیماری لاحق ہونا، اختلط: ملنا۔ الخلق لوگوں سے ملنے والا اور چاپلوسی کرنے والا۔

تشریح: حدیث بالا میں کاہن اور کہانت کا بیان ہے۔

کاہن کی تعریف

علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو آئندہ آنے والے واقعات وحوادث کی خبر دے اور علم غیب ومعرفت کے اسرار کا دعویٰ کرے۔ آپ ﷺ کے دنیا میں آنے سے پہلے اس کا عرب میں بہت زیادہ رواج تھا۔

کاہنوں کی باتوں کی حقیقت

اہل عرب کاہنوں کی بتائی ہوئی باتوں پر بہت ہی زیادہ اعتماد کرتے تھے، آپ ﷺ کی آمد سے پہلے شیاطین چوری چھپے آسمانوں پر جاتے اور دنیا میں آنے والے واقعات کی کچھ باتیں جو فرشتے آپس میں مذاکرہ کرتے ان کو سن کر اپنے کاہنوں کو بتاتے اور وہ پھر ایک میں سو ملا کر لوگوں کو بتاتے۔ مگر جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو شیاطین کو آسمان پر جانے سے کو روک دیا گیا، اب کوئی بھی آتا ہے تو اس کو شہاب ثاقب مارا جاتا ہے جیسے کہ قرآن میں بھی آتا ہے۔ "اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ

فَاتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ."

فَيَخْلِطُوْنَ فِيهَا اَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كِذْبَةٍ: وہ اس میں سو جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ جو بات ان جنوں نے فرشتوں سے سنی وہ تو صحیح تھی مگر جب انہوں نے اس میں اپنی طرف سے مزید باتیں ملادی تو اس پر جھوٹ کا غلبہ ہوگیا اور اب تو شیطانوں کا آسمان کی طرف جانا بھی روک دیا گیا ہے، اس لئے شریعت میں کاہنوں سے استفادہ کرنا اور ان کی باتوں پر اعتماد کرنے کو حرام کردیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب بدأ الخلق (باب ذكر الملائكة) وصحيح مسلم كتاب السلام (باب تحريم الكهانة واتيان الكهان) واحمد ٢٤٦٢٤/٩ و ابن حبان ٦١٣٦ و كذا فى البيهقى ١٣٨/٨۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) میں گذر چکے ہیں۔

نجومیوں کے پاس جانے والے کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی

(١٦٦٩) ﴿وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ عُبَيْدٍ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ اَتٰى عَرَّافاً فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، فَصَدَّقَهُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت صفیہ بنت عبید ازواج مطہرات میں سے بعض سے یہ روایت نقل کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی غیبی بات بتانے والے کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھے اور پھر اس کو سچ جانے تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتی۔" (مسلم)

لغات: ❖ صلاة: صلى صلاةً: دعا کرنا، نماز پڑھنا۔الله عليه: برکت دینا، اچھی تعریف کرنا الفرس: گھوڑ دوڑ میں دوسرے نمبر پر ہونا، صفت: مصلى. الصلاة و الصلوٰة: دعا، نماز، تسبیح جمع صلوات، المصلّٰى نماز پڑھنے کی جگہ۔

تشریح: اَتٰى عَرَّافًا: جو عراف کے پاس آئے۔ عرافت یہ بھی کہانت کی ایک قسم ہے، اس میں بھی مخصوص چیزیں اور کچھ علامات ومقدمات کے ذریعہ پوشیدہ چیزوں کی خبر معلوم کی جاتی ہے، اس علم کو سیکھنا اور سکھانا دونوں ہی کو علماء نے حرام بتایا ہے۔

نماز قبول نہ ہونے کا مطلب

لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ: اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اس جملہ میں دھمکی ہے کہ نماز جو سب سے اہم عبادات میں سے ہے اور

اسلام میں سب سے زیادہ اسی کے فضائل اور چھوڑنے پر سب سے زیادہ وعیدیں اسی کی ہیں، عراف (نجومیوں) کے پاس جانے سے یہ نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ نیز اس میں یہ بھی دھمکی ہے کہ جب نماز ہی قبول نہیں ہوتی تو پھر باقی اعمال کس طرح قبول ہوں گے؟۔

علماء فرماتے ہیں نماز قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان نمازوں کا ثواب نہیں ملتا اگر چہ اس کے اوپر سے فرض ساقط ہوجاتا ہے، بعد میں ان نمازوں کی قضاء نہیں کی جائے گی۔ (۱)

اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً: صرف رات کی نماز قبول نہیں ہوتی؟ اس میں دن اور رات دونوں ہی داخل ہیں کیونکہ اہل عرب کے محاورے میں وہ صرف دن یا صرف رات کا ذکر کرتے ہیں مگر مراد دن اور رات دونوں ہی لیتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب السلام (باب تحريم الكهانة و اتيان الكهان) واحمد ٥/١٦٦٣٨، وكذا في البيهقي ١٣٢/٨۔

راویہ حدیث حضرت صفیہ بنت ابن مسعود رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: صفیہ، یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ثقفی کی صاحبزادی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اہلیہ ہیں، ثقہ راویہ ہیں اور علماء نے ان کو اکابر تابعین میں شمار فرمایا ہے، ان سے امام بخاری نے کتاب الادب میں اور امام مسلم اور ابوداؤد اور ابن ماجہ جیسے محدثین نے روایات اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔ (کذا فی التقریب)

(۱) دلیل الفالحین ۵۱۲/۴

زمانہ جاہلیت کے چند غلط عقائد

(١٦٧٠) ﴿وَعَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ وَالطَّرْقُ، مِنَ الْجِبْتِ"﴾

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ، وَقَالَ: اَلطَّرْقُ، هُوَ الزَّجْرُ، اَیْ: زَجْرُ الطَّيْرِ، وَهُوَ اَنْ يَتَيَمَّنَ اَوْيَتَشَاءَ مَ بِطَيَرَانِهِ، فَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَمِيْنِ، تَيَمَّنَ، وَاِنْ طَارَ اِلٰى جِهَةِ الْيَسَارِ تَشَاءَ مَ. قَالَ اَبُوْدَاوُدَ: "وَالْعِيَافَةُ": اَلْخَطُّ. قَالَ الْجَوْهَرِيُّ فِي الصِّحَاحِ: اَلْجِبْتُ كَلِمَةٌ تَقَعُ عَلَى الصَّنَمِ وَالْكَاهِنِ وَالسَّاحِرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ.

ترجمہ: "حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عیافہ اور پرندوں کو اڑانا اور بد فالی لینا، رمل کرنا شیطانی کاموں میں سے ہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے حسن

سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور کہا کہ طرق کے معنی ہیں پرندے کو اڑانا کہ اگر اڑ کر دائیں جانب جاتا ہے یا بائیں طرف اگر وہ اپنے اڑنے کا رخ دائیں طرف کرے تو اس سے نیک فالی لے اور اگر بائیں طرف اڑے تو اس سے بدفالی لی جائے۔

امام ابوداؤد نے فرمایا عیافہ کے معنی لکیر کھینچنے کے ہیں۔ جوہری نے صحاح میں کہا کہ جبت ایسا لفظ ہے جس کا اطلاق بت، کاھن، جادوگر اور اس قسم کے لوگوں پر ہوتا ہے۔"

لغات: ❖ تشاء م: شأم (ف) شأماً. القوم وعلیھم: بدبختی ڈالنا صفت (شائم) شؤم (ک) شآمة و شئم. علیھم: منحوس ونامبارک ہونا۔ تشاء م و استشأم. به: بدفالی کرنا، بدشگون لینا۔ المشوم والمشؤوم: منحوس، بدبخت۔

تشریح: حدیث بالا میں جاہلیت کے کئی کاموں سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے ان کاموں پر بھروسہ رکھنے کو حرام فرمایا گیا ہے۔

① اَلْعِیَافَةُ: اس کی متعدد تعریف کی جاتی ہے مثلاً کاہن زمین کے نرم حصہ پر بہت سی لکیریں کھینچتے ہیں، پھر ان کو دو دو کر کے مٹاتے ہیں، اگر آخر میں دو لکیریں رہ جاتی ہیں تو کامیابی کی اور اگر آخر میں ایک لکیر رہ جاتی ہے تو اس کو ناکامی کی علامت خیال کیا جاتا ہے یا عیافہ پرندے کے ناموں اور آوازوں اور ان کے گزرنے سے شگون لینے کا نام ہے۔[1]

② اَلطِّیَرَةُ: پرندوں کے ذریعہ سے فال نکالنا کہ پرندے کو اڑایا جاتا ہے، اگر وہ دائیں طرف اڑتا تو نیک فال لی جاتی تھی اور اگر وہ بائیں جانب اڑتا تو اس سے بدشگونی لی جاتی تھی۔

③ اَلطَّرْقُ: اس کی ایک تفسیر تو خود مصنف علامہ نووی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ طرق کنکریاں مارنے کو کہتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں عورتیں فال نکالتے وقت کنکریاں مارتی تھیں، اس کو بھی حرام فرمایا گیا ہے۔

④ اَلْجِبْتُ: اس لفظ کی مختلف تفسیریں کی گئیں ہیں مثلاً اس کے معنی ہوتے ہیں: ① ہر وہ چیز جس میں بھلائی نہ ہو، ② یا ہر وہ چیز جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے، ③ اور بعض علماء نے ہر شیطانی کام کرنے کو جبت کہا ہے۔

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الطب (باب فی الخط وزجر الطیر) واحمد ۵/۱۵۹۱۵ وابن حبان ۶۱۳۱ ومصنف عبدالرزاق ۱۹۵۰۲۔

راوی حدیث حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: قبیصہ، والد کا نام مخارق بن عبد اللہ بن شداد ہے، قبیلہ عامری سے تعلق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کی صورت میں آئے اور اسلام قبول کیا۔ آخری ایام میں بصریٰ میں قیام پذیر رہے، وہیں ان کا انتقال ہوا۔

مرویات: ان سے کتب احادیث میں کل چھ روایات مروی ہیں۔

---

(۱) نزہۃ المتقین

علم نجوم جادو کا ایک حصہ ہے

(۱۶۷۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُوْمِ، اِقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ"﴾ (رواه ابو داؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ حاصل کیا تو اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا، جتنا علم نجوم زیادہ سیکھا تو اس نے اتنا ہی جادو کا علم زیادہ سیکھا۔'' (ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے)

لغات: ❖ السحر: (مصدر) وہ چیز جس کا ماخذ لطیف و دقیق ہو، باطل کو حق کی صورت میں ظاہر کرنا، جادو، دھوکہ، حیلہ، فساد، ہر وہ چیز جس کے حاصل کرنے میں شیطانی تقرب کی ضرورت ہو جمع اسحار و سحور. سحرہ (ف) سحراً: دھوکا دینا، جادو کرنا، فریفتہ کرنا عن کذا: پھیرنا، دور کرنا، سحّرہ: جادو کرنا، سحری دینا یا کھلانا، غذا دینا یا مشغول کرنا۔

تشریح: علم نجوم جادو کا حصہ کس وجہ سے ہے؟

حدیث بالا میں نجومی کے علم کو بھی جادو کا ایک حصہ بتایا جارہا ہے کیونکہ علم نجوم میں بھی غیب کے باتوں کے بارے میں پیشن گوئی کی جاتی ہے تو جس طرح جادو کا علم حرام ہے اسی طرح علم نجوم بھی حرام ہے۔ علامہ علان نے امام خطابی سے نقل کیا ہے کہ علم نجوم جس کی ممانعت حدیث بالا میں ہے وہ ہے جو اہل نجوم کائنات کے آنے والے حوادثات کے بارے میں دعوی کرتے ہیں کہ ایسا ایسا ہوگا۔ (۱)

شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ: حدیث بالا میں علم نجوم کو جادو کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح جادو کا سکھانا حرام ہے، اسی طرح علم نجوم کا سکھانا بھی حرام ہوگا کیونکہ ان دونوں میں خلاف شریعت امور کو اختیار کیا جاتا ہے اور غیب کی باتیں جاننے کا دعوی کیا جاتا ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الطب (باب فی النجوم) واحمد ۱/۲۰۰۰ وابن ماجہ ۳۷۲۶ ومصنف ابن ابی شیبۃ ۸/۶۰۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الفالحین ۴/۵۱۴

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

علم رمل بھی حرام ہے

(۱۶۷۲) ﴿وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْجَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِالْإِسْلَامِ، وَإِنَّ مِنَّارِجَالًا يَأْتُوْنَ الْكُهَّانَ؟ قَالَ: "فَلَا تَأْتِهِمْ" قُلْتُ: وَمِنَّارِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ؟ قَالَ: "ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهُ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدُّهُمْ" قُلْتُ: وَمِنَّارِجَالٌ يَخُطُّوْنَ؟ قَالَ: كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ، فَذَاكَ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرا زمانہ، جاہلیت سے قریب ہے اور اب اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا ہوں، ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں کے پاس آتے جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ان کے پاس مت جانا۔ میں نے کہا ہم میں سے کچھ لوگ بد شگونی لیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جسے وہ اپنے سینوں میں پاتے ہیں، پس یہ ان کو کاموں سے نہ روکے۔ میں نے عرض کیا ہم میں سے بعض لوگ لکیریں کھینچتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا پہلے انبیاء میں سے ایک نبی لکیر کھینچتے تھے، پس جس کی لکیر اس پیغمبر کی لکیر کے مطابق ہوگی تو وہ درست ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ عهد: العهد (مصدر) وفا، ضمان، امان، ذمہ، دوستی، وصیت، میثاق، قسم، شاہی فرمان ج عهود. عهد (س) عهداالامر: پہچاننا۔ الشیء: حفاظت کرنا، دیکھ بھال کرتے رہنا۔ عهدالله توحید بیان کرنا۔ عاهده: معاہدہ کرنا، حلیف بننا۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے ''کتاب الادب باب الوعظ والاقتصاد فيه'' میں گذرچکی ہے۔ خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ ایک نبی تھے جن کو اللہ نے لکیروں کا علم دیا تھا مگر اب وہ علم باقی نہیں رہا۔

وہ کون سے نبی تھے جو علم رمل جانتے تھے؟

بعض نے حضرت دانیال علیہ السلام، بعض نے حضرت ادریس علیہ السلام کو کہا ہے۔

يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ: پس جس کی لکیر اس نبی کی لکیر کے مطابق ہوجائے تو وہ درست ہے۔ اس جملہ کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ لکیریں اور خطوط کھینچنے کا علم جس کو علم رمل کہا جاتا تھا، اس کا علم اللہ نے اپنے ایک نبی کو دیا تھا جو اس کے اصول وضوابط جانتے تھے، جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کو کچھ باتیں بتاتے تھے مگر جب وہ نبی دنیا سے تشریف لے گئے تو اب یہ علم بھی ان کے ساتھ دنیا سے ختم ہوگیا، اب کوئی شخص اس علم کے جاننے کا دعویٰ نہیں کرسکتا، اب اس علم کو جاننے کا دعوی کرنا، یا اس کو سیکھنا، عمل کرنا سب جھوٹ اور حرام عمل ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷۰۴) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ

کتے اور بدکار عورت کی کمائی حرام ہے

(۱۶۷۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِالْبَدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِیِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے کتے کی قیمت، بدکار عورت کی کمائی اور کاہن کی شیرینی سے منع فرمایا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ثمن: الثمن بمعنی: بیع شدہ چیز کا بدلہ، قیمت، ثمن (ک) ثمانةً: ـالشیء: قیمتی ہونا، ثمّن: الشیء: قیمت کا اندازہ کرنا جمع: اثمان و اثمنة واثمن.

تشریح: کتے کی قیمت کب لے سکتا ہے؟

نَهٰی عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ: کتے کی قیمت سے منع کیا ہے۔ حدیث بالا کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے ہر قسم کے کتے خواہ وہ شکاری ہو یا نہ ہو، کے خرید وفروخت کرنے کو ناجائز بتایا ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور بعض دوسرے ائمہ نے حدیث کو اس پر محمول فرمایا ہے کہ اس سے مراد غیر معلّم اور غیر شکاری کتے ہیں اور اگر کسی نے کتے پر محنت کر کے اس کو شکاری بنایا ہے تو وہ اپنی محنت جو شکاری بنانے پر لگائی ہے وہ لے سکتا ہے۔ یا حدیث بالا کا تعلق اس وقت میں تھا جب کہ آپ ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم فرمایا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

وَمَهْرِ الْبَغِیِّ: بدکار عورت کی کمائی۔ مطلب یہ ہے کہ زنا کار عورت کو اس کی بدکاری کی جو اجرت ملے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ اجرت اور اس طرح کی کمائی کرنا بالکل حرام ہے۔ (۱)

وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ: کاہن کی شیرینی۔ یہ بھی منع ہے، کاہن کو جو آنے والے زمانہ کی خبریں بتاتا تھا، اس کو لوگ اجرت دیتے تھے جس کو شیرینی یا مٹھائی کا نام دیا جاتا تھا۔ یا مٹھائی اور کھانے کی چیزیں، کپڑا زیور یا نقدی مال ان کاہنوں کو دیا جاتا تھا، ان کاہنوں، پامسٹوں کے پاس جانا اور ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرنا اور ان کو اس پر اجرت دینا اور ان کا اس پر اجرت لینا سب حرام ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب البیوع (باب ثمن الکلب) و صحیح مسلم کتاب البیوع والترمذی (باب تحریم ثمن الکلب) واحمد ۱۷۰۶۹/۶ وابوداؤدوالترمذی وابن حبان ۵۱۵۷ والدارمی

۲۵٦٨ ومصنف ابن ابی شیبة ٦/٢٤٣ والحمیدی ٤٥٠ وکذا فی البیهقی ٦/٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومسعود البدری رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۱۰) میں گذر چکے ہیں
(۱) دلیل الفالحین ۴/۵۱٦

(٣٠٤) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّطَيُّرِ

بدشگونی لینے کی ممانعت کا بیان

وَفِيْهِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ فِي الْبَابِ قَبْلَهُ.

''اس باب میں وہ حدیثیں بھی ہیں جو اس کے ماقبل باب میں گزریں ہیں۔ (مزید چند احادیث یہ ہیں:)''

کیا بیماری متعدی ہوتی ہے؟

(١٦٧٤) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاعَدْوٰى، وَلَاطِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِيْ الْفَأْلُ" قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: "كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا اور بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں اور مجھے نیک فالی اچھی لگتی ہے۔ صحابہ نے پوچھا نیک فال کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اچھی بات (مراد لینا)'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ طیر: الطائر جمع طائر، اور کبھی واحد پر بھی بولا جاتا ہے اسم ہے تطیر بمعنی بدشگونی اور اسی سے عرب کا قول ہے 'لاطیر إلاطیر الله'' جیسا لا امر الا امر الله، الطیر والطِیرة: بدشگون جس سے لیا جائے۔

تشریح: لاَ عَدْوٰی: بیماری کا ایک دوسرے کو لگ جانا۔ اس جملہ کے بہت سے مفہوم ہیں، بہترین مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کی بیماری دوسرے شخص کو نہیں لگتی، یا یہاں پر نفی کے معنی میں ہے یعنی تم کسی بیماری، کو اس معنی میں متعدی مت سمجھو کہ فلاں شخص فلاں کی بیماری کی وجہ سے بیمار ہوا ہے بلکہ جس طرح پہلا شخص اللہ کے حکم سے بیمار ہوا تو اسی طرح دوسرا شخص بھی اللہ کے حکم سے بیمار ہوا ہے۔ (۱)

اَلْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ: اچھی فال لینا صحیح ہے، بدشگونی لینا منع ہے۔ اچھے کلمہ سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کا کوئی جملہ سنا جس سے اپنے مطلوب ومقصود کے حاصل ہونے کی امید پیدا ہو جائے اور وہ اس جملہ کو اپنے لئے اچھی پیشنگوئی سمجھے مثلاً کوئی شخص کسی چیز کو تلاش کر رہا ہے اس نے کسی کی آواز سنی یا واجد! یا اے پانے والے! یا اسی طرح کوئی راستہ بھول گیا ہے، وہ راستہ

کے تلاش میں ہے، اس نے کسی کی آواز سنی ...... وغیرہ۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الطب (باب الفأل) وصحیح مسلم کتاب السلام (باب الطیرة والفال ومایکلمون فیه الشئون) واحمد ۴/۱۲۳۲۵ وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) زاد المعاد بحوالہ روضۃ المتقین ۴/۱۸۲

نحوست اگر ہوتی تو تین چیزوں میں ہوتی

(۱۶۷۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَاعَدْوٰی وَلَاطِیَرَةَ، وَاِنْ کَانَ الشُّؤْمُ فِیْ شَیْءٍ، فَفِی الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَ الْفَرَسِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگ جانا اور بدشگونی لینا کوئی چیز نہیں ہے، اگر نحوست کسی چیز میں ہوتی تو گھر میں، عورت میں اور گھوڑے میں ہوتی۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الفرس: گھوڑا، گھوڑی، مذکر کو حصان اور مؤنث کو حجر کہتے ہیں اور بسا اوقات مونث کے لئے "فرسة" بھی استعمال کرتے ہیں اور فرس کی جمع من غیر لفظه خیل آتی ہے اور اسی سے افراس ہے اور جمع کثرت فروس آتی ہے۔

الفارس: گھوڑا سوار، گھوڑے والا ج: فرسان وفوارس.

تشریح: لَاعَدْوٰی: بغیر اللہ کے حکم کے ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔ اس کی بحث گذشتہ حدیث میں گذر چکی ہے۔

وَلَا طِیَرَةَ إلخ: بدشگونی نہیں ہے۔ اگر بدشگونی ہوتی تو گھر میں، گھوڑے میں اور عورت میں ہوتی۔ اس جملہ کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ بدشگونی اور نحوست کسی چیز میں بھی نہیں، اگر بالفرض والتقدیر نحوست ہوتی تو ان تین چیزوں میں ہوتی، (۱) گھر، (۲) عورت، (۳) گھوڑا، جب ان تینوں میں نہیں تو اب کسی بھی چیز میں نحوست اور بدشگونی نہیں ہوگی، اسی بات کو قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی بیان فرمایا ہے۔

بعض دوسرے محدثین فرماتے ہیں کہ نحوست سے مراد یہاں پر شرعی نحوست نہیں ہوسکتی کیونکہ کسی بھی چیز میں نحوست نہیں ہے، حدیث میں نحوست سے مراد نحوست طبعی مراد ہوسکتی ہے کہ یہ چیزیں اس کو ناپسند ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان تین چیزوں میں نحوست بظاہر نظر آتی ہے مگر حقیقتاً نہیں۔

گھر کی نحوست

۔ کہ گھر تنگ و تاریک ہو، اس کا پڑوس صحیح نہ ہو، وہاں کی آب و ہوا ناموافق ہو۔

گھوڑے کی نحوست

گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ وہ سرکش و شریر ہو، کھاتا تو خوب ہو مگر چلتا کم ہو، قیمت میں بہت زیادہ ہو مگر کام میں سست ہو، مالک کی ضروریات کو پورا نہ کرنے والا ہو وغیرہ۔

عورت کی نحوست

عورت کی نحوست سے مراد یہ ہے کہ وہ زبان دراز، بے حیاء ہو، بدکار ہو، شوہر کی نافرمانی کرنے والی ہو، صورتاً بھی قبیح ہو۔ ان تمام خرابیوں کی وجہ سے نحوست کہا گیا ہے، ان کو مطلقاً منحوس سمجھنا شریعت میں جائز نہیں ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الطب (باب الطيرة) وصحيح مسلم كتاب السلام (باب الطيرة والفال) وابوداؤد والترمذى والنسائى ومالك فى موطئه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/۱۸۴، ومرقاۃ شرح مشکوۃ، ودلیل الفالحین ۴/۵۱۷

اسلام میں بدفالی نہیں ہے

(۱۶۷۶) ﴿وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ﴾ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ)

ترجمہ: ”حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بدشگونی نہیں لیا کرتے تھے۔“ (ابوداؤد نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔)

لغات: ❖ تطیر: یہ طیر سے ماخوذ ہے بمعنی بے پر وسر بات کرنا یا بے اصل کسی چیز پر عقیدہ رکھنا۔ جس کو بدشگونی یا بدفال کہتے ہیں۔

تشریح: مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ آپ ﷺ بدشگونی (بدفال) نہیں لیتے تھے، بلکہ اچھے فال کو پسند فرماتے تھے تو آپ ﷺ کی اتباع میں امت کو بھی ترغیب ہے کہ زمانہ جاہلیت کی رسم بدشگونی پر عمل نہ کیا جائے بلکہ ہر چیز کے متعلق اچھا گمان کر کے اس پر عمل کر لیا جائے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الطب (باب فی الطیرة) واحمد ۹/۲۳۰۰۷ وکذا فی البیھقی ۸/۱٤۰ و اسناده صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۸۴) میں گذر چکے ہیں۔

طبیعت پر ناگواری کے وقت کی دعا

(۱٦۷۷) ﴿وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: ذُکِرَتِ الطِّیَرَةُعِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ”اَحْسَنُهَا الْفَأْلُ، وَلَاتَرُدُّ مُسْلِماً، فَاِذَا رَءَ ای اَحَدُکُمْ مَایَکْرَهُ، فَلْیَقُلْ: اَللّٰهُمَّ لَایَأْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّااَنْتَ، وَلَایَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّااَنْتَ، وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَاِلَّابِکَ“﴾ حدیث صحیح رواه ابو داؤدباسناد صحیح.

ترجمہ: ”حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس بدشگونی کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان میں سب سے اچھی چیز نیک فال ہے اور بدفالی کسی مسلمان کو کام کرنے سے نہ روکے، پس جب تم میں سے کوئی شخص ناگوار چیز کو دیکھے تو یہ دعا پڑھ لے: اللھم لایاتی بالحسنات الا انت، و لایدفع السیئات الا انت، ولاحول ولاقوۃالابک ”اے اللہ تیرے سوا کوئی بھلائیاں نہیں پہنچاتا اور تیرے سوا کوئی برائیاں نہیں ٹالتا اور برائیوں سے بچنا اور نیکی کرنے کی قوت کا ہونا تیرے ہی توفیق سے ممکن ہے۔“ (یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ الفال: نیک شگون جیسے مریض کسی کو یا سالم کہتے ہوئے سنے تو اس سے یہ سمجھے کہ صحت ہوجائے گی، کہا جاتا ہے ”لا فال علیک“ یعنی تیرے اوپر کوئی ضرر نہیں جمع فؤل و افؤلٌ. فأّله تفئیلاً: فال لینا۔ تفأّل وتفاء ل وافتأل. به: اچھا شگون لینا۔

تشریح: اَلطِّیَرَةُ: طیرۃ کا اطلاق اچھے اور برے فال دونوں پر کیا جاتا ہے، مسلمان کو چاہئے کہ اچھا فال اور اچھا گمان کرے، بدفال مراد نہ لے کہ میں نے ایسا کہا تھا تو ایسا ہوگیا، مسلمان تو موثر حقیقی اللہ کی ذات کو سمجھتا ہے کہ جو کچھ بھی ہوا وہ اللہ کے چاہنے سے ہوا ہے۔

فَاِذَارَاٰی اَحَدُکُمْ مَایَکْرَهُ فَلْیَقُلْ الخ: جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خبر کو دیکھے تو یہ دعا پڑھ لے۔

علماء فرماتے ہیں کہ جس چیز سے عام لوگ بدفالی مراد لیتے ہیں یا دل میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے، اس وقت میں اس دعا کا

پڑھنا مستحب ہے اور دعا یہ ہے: ”اللھم لایاتی بالحسنات الا انت، ولایدفع السیئات الا انت، ولاحول ولاقوۃ الابک“ اس دعا کے ذریعہ سے اللہ کی مدد آتی ہے اور برائی اور وسوسہ سے اجتناب حاصل ہوجاتا ہے۔[1]

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الطب (باب فی الطیرۃ)

راوی حدیث حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: ان کا عروہ بن عامر ہے، یہ مکی ہیں، ان کے صحابی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے، ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے، ان کی روایت کو بخاری اور مسلم کے علاوہ دوسرے تمام اصحاب سنن نے نقل کیا ہے۔

(۱) نزہۃ المتقین روضۃ المتقین ۱۸۶/۴

(۳۰۵) بَابُ تَحْرِيمِ تَصْوِيرِ الْحَيَوَانِ فِيْ بِسَاطٍ اَوْحَجَرٍ اَوْ ثَوْبٍ اَوْدِرْهَمٍ، اَوْمُخَدَّةٍ اَوْدِيْنَارٍ، اَوْوِسَادَةٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ، وَ تَحْرِيْمِ اِتِّخَاذِ الصُّوْرَةِ فِيْ حَائِطٍ وَسِتْرٍ وَعِمَامَةٍ وَثَوْبٍ وَ نَحْوِهَا وَالْاَمْرِ بِاِتْلَافِ الصُّوَرِ

بستر، پتھر، درہم و دینار اور تکیہ وغیرہ پر جاندار کی تصویر بنانے کی ممانعت اسی طرح دیوار، چھت، پردے، پگڑی، کپڑے وغیرہ پر تصویر بنانا حرام ہے اور تمام تصاویر کو مٹانے کا حکم ہے تصویر بنانے والوں سے قیامت کے دن اس میں روح ڈالنے کو کہا جائے گا

(۱۶۷۸) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الَّذِيْنَ يَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ، يُعَذَّبُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ لَهُمْ: اَحْيُوْا مَاخَلَقْتُمْ“﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک وہ لوگ جو تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا تم نے جو تصویریں بنائی تھیں ان کو اب زندہ کرو۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الصور: جمع ہے صورۃ کی، بمعنی شکل المصور: تصویر بنانے والا، مصور الکائنات: اللہ تعالیٰ۔ (صفت) الصورۃ:

بمعنی: نوع، چہرہ۔

تشریح: اِنَّ الَّذِیْنَ یَصْنَعُوْنَ هٰذِهِ الصُّوَرَ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ: وہ لوگ جو تصویریں بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو عذاب دیا جائے گا۔ علماء فرماتے ہیں جو تصویر سازی اللہ تعالیٰ کی مشابہت اختیار کرنے کی نیت سے کرے ایسا شخص تو کافر ہے اور جو بغیر نیت کے تصویر سازی کرے تو وہ فاسق کہلائے گا۔ تصویر سے جاندار کی تصویر مراد ہوتی ہے اور جس میں جان نہ ہو مثلاً درخت، عمارت، دریا وغیرہ اس کی صورت بنانا جائز ہے۔

یُقَالُ لَهُمْ: اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ: کہا جائے گا کہ تم نے جو تصویریں بنائی تھیں ان کو زندہ کرو۔ کیونکہ اس نے بھی وہی عمل کیا جو اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، مگر اللہ نے تو اس میں روح ڈالی ہے اور اس نے روح نہیں ڈالی، تو اب قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا کہ اس میں روح ڈالو اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ اس میں روح نہیں ڈال سکے گا اس لئے اس کو عذاب دیا جائے گا۔ علماء فرماتے ہیں اگر یہ ایمان دار ہے تو ایمان کی بدولت کبھی نہ کبھی جہنم سے نکل آئے گا مگر حدیث بالا میں سخت وعید ہے ان لوگوں کے لئے جو تصویریں بناتے ہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب عذاب المصورين يوم القيامة) وصحيح مسلم كتاب اللباس (باب لاتدخل الملائكةبيتافيه كلب) و كذا فى النسائى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔

پردے پر بھی تصویر نا جائز ہے

(۱۶۷۹) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ، وَقَدْسَتَرْتُ سَهْوَةً لِیْ بِقِرَامٍ فِیْهِ تَمَاثِیْلُ، فَلَمَّارَآهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، تَلَوَّنَ وَجْهُهٗ! وَقَالَ: "یَاعَائِشَةُ، اَشَدُّالنَّاسِ عَذَاباً عِنْدَاللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الَّذِیْنَ یُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللّٰهِ!" قَالَتْ: فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَامِنْهُ وِسَادَةً اَوْوِسَادَتَیْنِ"﴾ (متفق عليه)

"اَلْقِرَامُ" بِکَسْرِ الْقَافِ، هُوَ: السِّتْرُ. "وَالسَّهْوَةُ" بِفَتْحِ السِّیْنِ الْمُهْمَلَةِ وَ هِیَ: اَلصُّفَّةُ تَکُوْنُ بَیْنَ یَدَیِ الْبَیْتِ، وَقِیْلَ: هِیَ الطَّاقُ النَّافِذُ فِی الْحَائِطِ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک سفر سے تشریف لائے اور میں نے گھر کی ڈیوڑھی یا طاقچے پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصاویر تھیں۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو آپ ﷺ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا اور پھر ارشاد فرمایا اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے

زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اس کی نقل کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں پس پھر ہم نے اس پردے کو کاٹ ڈالا اور اس سے ایک یا دو تکیے بنالئے۔" (بخاری ومسلم)

اَلْقِرَامُ: قاف کے نیچے زیر بمعنی: پردہ۔

اَلسَّھْوَۃُ: سین کے اوپر زبر بمعنی وہ الماری جو گھر کے سامنے ہوتی ہے اور بعض نے کہا وہ روشن دان جو دیوار میں ہوتا ہے۔

لغات: ❖ الوسادۃ: الوسادۃوالسادۃوالوُسادۃ: بمعنی تکیہ جمع وسادات ووِسادات ووُسادات ووسائد. وسّدہ الوسادۃ: کسی کو تکیہ دینا، وسّدالیہ الامر: کسی کام کو کسی کے ذمہ کردینا۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے "کتاب المامورات باب الغضب اذا انتھکت حرمات الشرع" میں گذر چکی ہے۔ یہاں پر علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ اس لئے ذکر فرمایا کہ تصویر کو گھر میں آویزاں کرنا کبیرہ گناہ ہے، اگر ایسا ہو تو اس کو پھاڑ کر ایسی چیز بنائی جاسکتی ہے جو قابل احترام نہ ہو اور لوگ اس کو روندتے ہوں جیسے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کپڑے کا تکیہ بنالیا تھا جس پر بیٹھا جاتا تھا۔ (۱)

ایک سوال اور اس کے تین جوابات

سوال: اگر کپڑے پر تصویر تھی تو اب تکیہ بنانا بھی کیسے جائز ہوا؟

پہلا جواب: علماء فرماتے ہیں اس پردے پر تصویر بنی ہوئی نہیں تھی، آپ ﷺ نے اس کو پھاڑا اس لئے کہ دیوار پر بلا ضرورت لٹکا ہوا تھا جو کہ عیش وعشرت والوں کے گھروں میں ہوتا ہے۔

دوسرا جواب: اگر تصویر تھی بھی تو جب کپڑے کو پھاڑا گیا تو وہ تصویر بھی پھٹ گئی اور وہ پھر تصویر معلوم نہ ہوتی ہوگی اس لئے اس کا تکیہ بنایا گیا تھا۔

تیسرا جواب: آپ ﷺ نے پھاڑا، پھاڑنے کے بعد ان تصویروں کو کاٹنا اور مٹادینا مراد ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب اللباس (باب ماوطئ من التصاوير) وصحيح مسلم كتاب اللباس (باب لا تدخل الملائكة بيتافيه كلب)

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تعلیق الصبیح، مرقاۃ وکذا مظاہر ۴/۲۴۶

تصویر بنانے والے جہنمی ہیں

(۱۶۸۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ، يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ، فَيُعَذِّبُهُ فِيْ جَهَنَّمَ" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلاً، فَاصْنَعِ الشَّجَرَ، وَمَالَا رُوْحَ فِيْهِ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تصویر بنانے والا جہنمی ہے، اس کی ہر تصویر کے بدلے میں جو اس نے دنیا میں بنائی تھی اس سے ایک آدمی پیدا کیا جائے گا جو اسے جہنم میں عذاب دے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا پس اگر تم نے تصویر ضروری بنانی ہو تو پھر درخت کی اور ایسی چیز کی تصویر بناؤ جس میں روح نہ ہو۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ نفس: النفس (مصدر) روح، خون، کہا جاتا ہے "وفق نفسه" اس کا خون اچھل کر نکلا، بدن، کہا جاتا ہے "هو عظيم النفس" یعنی وہ بڑے جسم کا ہے۔ نفس سے مراد اگر روح ہو تو مؤنث ہے جیسے "خرجت نفسه" اور اگر شخص مراد ہو تو مذکر ہے جیسے "عندی خمسة عشر نفساً" جمع انفس و نفوس.

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں مصور (تصویر بنانے والے) نے جتنی زیادہ تصویریں بنائی ہوں گی قیامت کے دن اس کو اتنا ہی زیادہ عذاب بھگتنا پڑے گا۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تصویر خواہ ہاتھ سے بنائی جائے یا کیمرے کے ذریعہ سے سب ہی حرام ہے، بنانے والا اور بنوانے والا بغیر کسی عذر کے، دونوں کے لیے جہنم کی وعید احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ (۱)

فَإِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلًا: اگر ضروری ہو تو اب ایسی چیز کی تصویر بنائی جائے جس میں جان اور روح نہیں ہوتی مثلاً درخت، عمارت، پہاڑ وغیرہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عام طور سے مصور کا اطلاق جاندار تصویر بنانے والے پر ہی ہوتا ہے اور بے جان، جمادات اور نباتات وغیرہ کی تصویر بنانے والے کو مصور نہیں بلکہ نقاش کہا جاتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب البيوع (باب بيع التصاوير) و صحيح مسلم كتاب اللباس (باب لاتدخل الملائكة بيتافيه الخ) و احمد ۱/۲۱۶۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تصویر کے شرعی احکام

(۲) مرقاۃ

قیامت کے دن تصویر میں روح ڈالنے پر مجبور کیا جائے گا

(۱۶۸۱) ﴿وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً فِی الدُّنْیَا، كُلِّفَ اَنْ یَنْفُخَ فِیْهَا الرُّوْحَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَلَیْسَ بِنَافِخٍ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اسے قیامت والے دن مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح ڈالے جب کہ وہ اس میں روح ڈالنے پر قادر کیسے ہوگا؟'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ ینفخ: نفخ (ن) نفخاًونفخ. بفمه: منہ سے پھونک مارنا، کہا جاتا ہے "نفخ فی النار ونفخ النار" نفخت الریح: ہوا کا اچانک آنا اور کہا جاتا ہے نفخ شدقیه" یعنی اس نے تکبر کیا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں اگر تصویر بنانے والا تصویر کو حلال سمجھ کر بناتا ہے تو وہ کافر ہوجائے گا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اگر وہ اس کو حرام سمجھ کر کرتا ہے تو اب اس کو جہنم میں جانا ہوگا، پھر اپنے ایمان کی برکت سے جہنم سے نکل آئے گا۔

اَنْ یَنْفُخَ فِیْهَا الرُّوْحَ: کہ وہ اس میں روح ڈالے۔ مطلب یہ ہے کہ اس مصور نے دنیا میں اللہ کی عمل کی نقل کی ہے کہ اللہ نے انسانوں کو، حیوانات کو بنایا، ان میں روح ڈالی، اس نے بھی انسانوں اور حیوانات کی تصویر بنائی مگر روح نہ ڈال سکا تو اب قیامت کے دن اس کو کہا جائے گا کہ تم نے اللہ کی جو مشابہت اختیار کی تھی تو اب اس کو مکمل کرو، یعنی اس میں روح ڈالو مگر وہ جب تک روح ڈال نہ سکے گا تو اس کو عذاب دیا جائے گا، یہ بطور زجر اور دھمکی کے ہے، اگر ایمان والا ہے تو انشاء اللہ ایک نہ ایک دن وہ جہنم سے نکال دیا جائے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب اللباس (باب من صور صورة کلف الخ) وصحیح مسلم (باب لا تدخل الملائكة بیتا الخ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) میں گذر چکے ہیں

قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والے کو ہوگا

(۱۶۸۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں مبتلا تصویر بنانے والے ہوں گے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖اشد: شد (ض، ن) شداً. الرجل: دوڑنا۔عضدہ: قوی کرنا۔ الشیء: مضبوط کرنا، باندھنا، کسنا اور اسی سے ہے شد الرحال اور یہ کنایہ ہے سفر سے۔ اشد: زیادہ مضبوط ہونا۔

تشریح: إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ: سب سے زیادہ سخت عذاب قیامت کے دن تصویر بنانے والے کو ہوگا۔ بعض علماء نے یہاں پر مصورون سے مراد بتوں کی مورتیاں بنانے والے لئے ہیں کہ وہ اس لئے بناتا تھا کہ ان مورتیوں کی پوجا کی جائے تو اس عمل سے یہ شخص کافر ہوجائے گا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں یہاں پر مصورون سے مراد مطلق ہے خواہ مورتیاں بنائے یا جاندار چیزوں کی تصویریں بنائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث بالا میں فوٹوگرافروں اور ویڈیوسازوں کے لئے سخت وعید ہے کہ یہ اللہ کی صفت خالقیت میں اللہ کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ حدیث بالا میں غیر جاندار کی تصویر بنانے والے داخل نہیں ہوں گے کیونکہ اس کی بعض احادیث میں بنانے کی اجازت ہے مگر غیر جاندار کی تصویر بھی بنانا بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہوگا کہ لایعنی چیز میں داخل ہے۔(۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب عذاب المصورين يوم القيامة) وصحيح مسلم كتاب اللباس (باب لاتدخل الملائكة بيتا الخ) واحمد ۱/۴۰۵۰ والنسائى والطبرانى ۱۰/۱۹۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/ ۲۴۸، مرقاۃ ۸/ ۲۳۰ واشعۃ اللمعات ۳/ ۶۳۴

تصویر بنانے والے سب سے بڑے ظالم ہیں

(۱۶۸۳) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِىْ! فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً، اَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً، اَوْلِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو سنا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں میں سب سے بڑا ظالم کون ہے جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنے لگتے ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ ایک ذرہ ہی پیدا کر کے دکھائیں، یا کسی غلے کا ایک دانہ ہی پیدا کر کے دکھائیں، یا ایک جو بھی پیدا کردیں۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یخلق: خلق یخلق (ن) خلقًا معنی پیدا کرنا، یامخلوق بنانا، اور باب سمع وکرم سے بمعنی پرانا ہونا۔ حبة: دانہ یا بیج اس کی جمع حبوب آتی ہے۔

تشریح: **تصویر کے حرام ہونے کی ایک وجہ**

حدیث بالا میں تصویر کے حرام ہونے کی ایک علت کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ تصویر اور تخلیق اللہ جل شانہ کی خاص صفات میں سے ہیں، جن میں اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوسکتا، نیز اللہ کے ناموں میں سے ایک خالق اور مصور بھی ہے، غیر اللہ پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے: "هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ." [۱] اس میں خالق اور مصور ہونے کی صفت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کی گئی ہے۔ تو اب جس شخص نے کسی جاندار کی تصویر بنائی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق وتصویر میں شرکت کرنے کا عملی دعوی کیا ہے، اس لئے اس شخص سے کہا جائے کہ تم ایک دانہ گندم وغیرہ کا تو پیدا کر کے دکھلاؤ، جاندار چیز پیدا کرنا تو بہت ہی بعید بات ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب اللباس (باب نقض الصور) و صحیح مسلم کتاب اللباس (باب لا تدخل الملائکة الخ) واحمد۳/۷۵۲۵ وابن حبان ۵۸۵۹ وکذا فی البیهقی ۲۶۸/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ الحشر

جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

(۱۶۸۴) ﴿وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَاتَدْخُلُ الْمَلَائِکَةُ بَیْتًافِیْهِ کَلْبٌ وَلَاصُوْرَةٌ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا ہو یا تصویر ہو۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ کلب: الکلب: ہر ایک کاٹنے والا درندہ، کتا، جمع کلاب، واکلب وجمع الجمع اکالب وکلابات. الکلب: (مصدر کلب کا) بمعنی کتے کی دیوانگی، سخت پیاس۔ الکلبة: کتیا، کانٹا، ام کلبة: بخار۔

تشریح: اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں کتا ہو یا تصویر ہو۔

کتے سے مراد

وہ کتا ہے جس کا رکھنا حرام ہے اور جن کتوں کو رکھنے کی اجازت ہے وہ اس میں داخل نہیں ہیں مثلاً شکاری کتے، کھیت

یا جانوروں کی حفاظت والے کتے، ان کو رکھنے کی اجازت ہے ان کی موجودگی فرشتوں کی آمد کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی۔ (۱)

تصویر سے مراد

تصویر سے وہ تصویر مراد ہے جس کا رکھنا یا استعمال کرنا حرام ہے اور اگر ایسی تصویر جو بالکل چھوٹی ہو یا غیر جان دار کی تصویر ہو تو ان کی موجودگی بھی فرشتوں کے لئے رکاوٹ نہیں ہوگی۔ (۲) بعض محدثین فرماتے ہیں حدیث بالا کا حکم عام ہے ہر قسم کا کتا اور ہر قسم کی تصویر اس میں داخل ہے خواہ اس کو گھر میں رکھنے کی اجازت بھی ہو۔

الملائکہ سے مراد

فرشتوں سے وہ فرشتہ مراد ہے جو انسانوں کے اعمال لکھنے اور اس کی حفاظت کرنے والے نہ ہوں، کیونکہ اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے تو ہر حال میں انسان کے ساتھ ساتھ ہی رہتے ہیں۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب التصاوير) و صحيح مسلم كتاب اللباس (باب لاتدخل الملائكة بيتا الخ) ومالك فى موطئه، و احمد٤/١١٨٥٨ وابوداؤد والترمذى والنسائى وابن ماجه وابن حبان ٥٨٤٩ و مصنف ابن ابى شيبة ٤٧٨/٨ و كذا فى البيهقى ٢٧١/٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۶۳۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، تعلیق الصبیح

(۲) مرقاۃ ۸/۳۲۶، اشعۃ اللمعات

(۳) مظاہر حق ۴/۲۴۴، نزہۃ المتقین ومرقاۃ۔ ۸/۳۲۶، روضۃ المتقین ۴/۱۹۱ دلیل الفالحین ۴/۵۲۳

کتے کی وجہ سے حضرت جبرائیل امین تشریف نہیں لائے

(١٦٨٥) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: وَعَدَرَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ اَنْ يَأْتِيَهُ، فَرَاثَ عَلَيْهِ حَتّٰى اشْتَدَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجَ، فَلَقِيَهُ جِبْرِيْلُ فَشَكَا اِلَيْهِ، فَقَالَ: اِنَّالَانَدْخُلُ بَيْتًافِيْهِ كَلْبٌ وَّلَاصُوْرَةٌ﴾ (رواه البخارى)

"رَاثَ" أَبْطَأَ، وَهُوَبِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ.

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہونے کا وعدہ کیا، پس انہوں نے آنے میں تاخیر کردی حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ پر نہایت گراں گزرا، بالآخر آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کو وہاں پر جبرائیل امین ملے۔ آپ ﷺ نے ان سے شکایت کی تو حضرت

جبرائیل نے فرمایا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا ہو یا تصویر ہو۔" (بخاری)

"راث": ثاء مثلثہ کے ساتھ، بمعنی: تاخیر کرنا۔

لغات: ❖ فراث: راث کے معنی ہے دیر کرنا، تاخیر کرنا۔ اشتد: معنی سخت ہونا، لیکن جب اشتد علی ہو تو معنی ہوتا ہے شاق گزرنا، گراں گزرنا۔

تشریح: جیسے کہ گزشتہ حدیث میں گزرا کہ جس جگہ کتا ہوتا ہے اس جگہ پر فرشتہ نہیں آتا۔ یہی واقعہ آپ ﷺ کے ساتھ پیش آیا کہ حضرت جبرائیل امین نے آنے کا وعدہ کیا، آپ ﷺ نے ان کا انتظار کیا مگر وہ نہ آئے، جب باہر نکلے تو جبرائیل امین تشریف لے آئے، آپ ﷺ کی شکایت پر انہوں نے کہا کہ گھر میں کتا تھا اس لئے ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوسکتے۔ اس کی وجہ علماء یہ فرماتے ہیں کہ کتا نجاست کھاتا ہے، اسی وجہ سے اس کو شیطان کہا جاتا ہے جب کہ فرشتہ روحانی ہوتا ہے اور یہ ضد ہے شیطان کی، فرشتہ کو نجاست سے نفرت ہے، اس لئے دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔

تخریج حدیث: رواہ صحیح بخاری کتاب اللباس (باب لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ صورۃ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گزر چکے ہیں۔

کتے کے نکالنے کے بعد حضرت جبرائیل امین گھر میں داخل ہو گئے

(١٦٨٦) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ سَاعَةٍ اَنْ یَّأْتِیَهُ، فَجَاءَتْ تِلْکَ السَّاعَةُ وَلَمْ یَأْتِهِ! قَالَتْ: وَکَانَ بِیَدِهٖ عَصاً، فَطَرَحَهَا مِنْ یَدِهٖ، وَهُوَ یَقُوْلُ: "مَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلَا رُسُلُهٗ" ثُمَّ الْتَفَتَ، فَاِذَا جِرْوُ کَلْبٍ تَحْتَ سَرِیْرِهٖ، فَقَالَ: "مَتٰی دَخَلَ هٰذَا الْکَلْبُ؟" فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا دَرَیْتُ بِهٖ، فَاَمَرَ بِهٖ، فَاُخْرِجَ، فَجَاءَهٗ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَعَدْتَنِیْ، فَجَلَسْتُ لَکَ وَلَمْ تَأْتِنِیْ" فَقَالَ: مَنَعَنِی الْکَلْبُ الَّذِیْ کَانَ فِیْ بَیْتِکَ، اِنَّا لَا نَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ کَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے حضرت جبرائیل نے کسی ایک وقت میں آنے کا وعدہ کیا۔ پس وہ وقت آگیا مگر جبرائیل امین نہیں آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی، پس آپ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے "اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا نہ اس کا رسول۔" پھر آپ ﷺ نے نظر دوڑائی

تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی چارپائی کے نیچے ایک پلا (کتے کا بچہ) ہے تو فرمایا یہ کتا کب اندر گھس آیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں تو میں نے کہا خدا کی قسم مجھے تو اس کا پتہ نہیں، پس آپ ﷺ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا اسے باہر نکالو، اسے جب باہر نکالا گیا تو اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا، میں تمہارے لئے انتظار میں رہا لیکن تم آئے نہیں، تو حضرت جبرائیل امین نے عرض کیا مجھے اس کتے نے روکے رکھا ہے جو آپ کے گھر میں تھا، ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا کوئی تصویر ہو۔" (مسلم)

لغات: ❖ بیتاً: بات: (ض، س) بیتاًوبیاتاًوبیتوتۃًومبیتاومباتا: فی المکان: شب باشی کرنا، فلاناوھوعندہ: کسی کے پاس رات میں آنا۔ اباتہ: شب باشی کرانا۔ البیت جمع بیوت و ابیات جمع الجمع بیوتات و ابابیت اور بقول بعض بیوتات اورابابیت اشراف کے لئے مختص ہے۔

تشریح:

سوال: کتے اور تصویر کی موجودگی میں صرف فرشتے داخل نہیں ہوتے اس میں ان کی کیا خصوصیت ہے؟

جواب: درحقیقت صرف کتے اور تصویر کی کوئی خاص خصوصیت نہیں اور بہت سی چیزیں ہیں جن سے فرشتے نفرت کرتے ہیں، جس مکان میں وہ چیزیں ہوتی ہیں رحمت کے فرشتے اس مکان میں داخل نہیں ہوتے۔

شیخ الاسلام علامہ جعفر کتانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے [1] جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ بہت سی چیزیں جس سے فرشتے نفرت کرتے ہیں اور اس کی موجودگی میں وہ داخل نہیں ہوتے منجملہ اس میں سے پیشاب، پائخانہ یا کوئی ننگے سرعورت موجود ہو وغیرہ۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة (باب لا تدخل الملائکة بیتافیه کلب)

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) کتاب کا نام "بلوغ القصد والمرام ببیان بعض ماتنفر عنہ الملائکۃ الکرام" ہے

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لئے بھیجا کہ وہ تصویر مٹادیں

(۱۶۸۷) ﴿وَعَنْ اَبِی الْھَیَّاجِ حَیَّانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: اَ لَا اَبْعَثُکَ عَلٰی مَابَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ اَنْ

لَاتَدَعَ صُوْرَۃً اِلَّا طَمَسْتَهَا، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفاً اِلَّا سَوَّيْتَهٗ“﴾ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: ”حضرت ابوالہیاج حیان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس کے لئے آپ ﷺ نے مجھے بھیجا تھا؟ (وہ کام یہ ہے) کہ کوئی تصویر دیکھو تو اسے مٹا ڈالو اور کوئی اونچی قبر دیکھو تو اس کو برابر کردو۔“ (مسلم)

لغات: ❖ طمستها: طمس (ض) طمسًا: الشيء: مٹانا، ہلاک کرنا، ڈھانپ لینا، جڑ کھودینا۔ طمس وانطمس: مٹنا۔

تشریح: تصویر اور اونچی قبریں ایسی منکرات میں سے ہیں جس کو ختم کروانا مسلمان حکمران کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ شریعت میں پختہ قبریں اور ایک بالشت سے اونچی قبریں بنانا منع ہے۔ (۱)

وَلَاقَبْرًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ: نہ کوئی قبر مگر اس کو برابر کردو۔ مطلب یہ نہیں کہ اس کو بالکل زمین سے ملادو کہ معلوم ہی نہ ہو کہ یہاں پر کوئی قبر تھی یا نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے اونچی اونچی قبروں کو ختم کر کے شریعت مطہرہ کے مطابق ایک بالشت اونچی کردو۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب الامر بتسوية القبور) و احمد ۱/۷٤۱ وابوداؤد والترمذی والنسائی والحاكم، ومصنف عبد الرزاق ٦٤٨٧۔

راوی حدیث حضرت ابوالہیاج حیان بن حصین کے مختصر حالات:

نام: حیان، کنیت ابوالہیاج تھی، والد کا نام حصین، یہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے، اسماء الرجال والوں کے نزدیک اوساط التابعین میں سے ہیں، انہوں نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے احادیث نقل کی ہیں، ابن حبان وغیرہ نے ان کو ثقات تابعین میں شمار فرمایا ہے۔

ان کے بیٹے منصور، جریر اور شعبی وغیرہ ان سے روایت نقل کرتے ہیں۔

---

(۱) نزہۃ المتقین

(۳۰٦) بَابُ تَحْرِيْمِ اتِّخَاذِ الْكَلْبِ إِلَّا لِصَيْدٍ اَوْمَاشِيَةٍ اَوْزَرْعٍ

کتا رکھنے کی حرمت کا بیان مگر شکار اور مویشی یا کھیتی کی حفاظت کے لئے ہو (تو وہ حرام نہیں ہے)

کتے کے پالنے سے روزانہ دو قیراط ثواب کم ہوجاتا ہے

(۱٦۸۸) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ”مَنِ اقْتَنٰى كَلْباً اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْمَاشِيَةٍ فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ“﴾

(متفق علیه) وَفِی رِوَایَةٍ: "قِیرَاطٌ."

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص شکار یا مویشی کی حفاظت کے علاوہ کتا پالے تو اس کے ثواب میں سے روزانہ دو قیراط کم ہوجاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک قیراط کی کمی ہوتی ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قیراط: نصف دانق، اور بقول بعض دینار کا ۶/۴ اور بقول بعض دینار کا دسویں حصہ کا آدھا، کسی چیز کا چوبیسواں حصہ المساحۃ: انگلی کی چوڑائی کے برابر (دخیل) القیراط عندالیونان: دانہ خرنوب، نصف دانق: جمع قراریط، القراریط: دانہ تمر ھندی.

تشریح: مَنِ اقْتَنٰی كَلْبًا: جو شخص شکار یا مویشی کی حفاظت کے علاوہ کتا پالے۔ کتا پالنا بطور تفریح، شوق وغیرہ کے بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر: (۱) مویشیوں کی حفاظت، (۲) شکار یا، (۳) کھیت وغیرہ کی حفاظت کے لئے ہو تو اب اس کی شریعت میں اجازت ہے، اس کے علاوہ کتا پالنا مکروہ تحریمی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بوقت ضرورت چوروں، ڈاکوؤں سے حفاظت کے لئے بھی فقہاء نے کتے پالنے کی اجازت دی ہے۔ (۱)

اور بلا عذر کتا پالنے والے کے نیک اعمال روزانہ ایک قیراط اور دوسری روایت کے مطابق روزانہ دو قیراط کم ہوجاتے ہیں۔

قیراط کی تحقیق

قیراط ایک وزن ہے جو ایک دانگ چھ رتی یا بعض کے نزدیک ایک دینار کے ۶/۴ حصہ یا بعض کے بقول دینار کا دسواں حصے کے آدھے حصے کے برابر ہوتا ہے اور ایک دانگ چھ رتی کے برابر یا ایک درہم کے چھٹے حصے کے برابر ہوتا ہے۔ (۲)

اور بعض روایت میں قیراط کا وزن احد پہاڑ کے برابر بتایا گیا ہے۔ خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ بلاضرورت شرعی کتا پالنے سے آدمی روزانہ ہی اپنے نیک اعمال کے ایک بڑے حصے سے محروم ہوتا چلا جاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الذبائح (باب من اقتنی کلبا لیس بکلب صید) و صحیح مسلم کتاب البیوع (باب الامر بقتل الکلاب) و مالک فی موطئه ۱۸۰۸ واحمد ۴۴۸۹/۲ و الترمذی ۱۴۹۲ والنسائی وابن حبان ۵۶۵۳ و کذا فی البیهقی ۹۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتاوی عالمگیری ۳۶۱/۵

(۲) تعلیق الصبیح ۳۳۷/۴

بعض وجہ سے کتے پالنا جائز ہے

(۱۶۸۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَمْسَکَ کَلْباً فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهٖ قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْمَاشِيَةٍ''﴾ (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: ''مَنِ اقْتَنٰی کَلْباً لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ، وَلَامَاشِيَةٍ وَلَا اَرْضٍ، فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ قِيْرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ.''

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کتے کو باندھا تو اس کے عمل میں سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا رہے گا مگر کھیتی یا مویشی کی حفاظت کے لئے رکھا گیا ہو۔''

(بخاری ومسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے جس نے شکار یا مویشی یا زمین کی حفاظت کے علاوہ کتا پالا تو اس کے اجر میں سے روزانہ دو قیراط کی کمی ہوتی رہے گی۔

لغات: ❖ حرث: الحرث (مصدر) کھیتی الحراثة: کھیتی کاشتکاری، الحارث، کاشتکار جمع حرّاث، الحارث، وابو الحارث: شیر کی کنیت۔

تشریح: ## ایک سوال اور اس کے چار جوابات

سوال: کتا پالنے سے ایک روایت میں ایک قیراط اور دوسری روایت میں دو قیراط نیک عمل کم ہوجاتا ہے، دونوں روایات میں تعارض ہے؟

پہلا جواب: بعض کہتے ہیں بعض کتے زیادہ ایذاء اور تکلیف پہنچانے والے ہوتے ہیں، اس کے پالنے سے دو قیراط اور جو کتے کم ایذاء دینے والے ہوتے ہیں ان کے پالنے سے ایک قیراط کم ہوتا ہے۔

دوسرا جواب: مقدس مقام مثلاً مکہ، مدینہ منورہ وغیرہ شہر میں بلا ضرورت کتا پالنے سے دو قیراط اور باقی دوسری جگہ ایک قیراط کم ہوتا ہے۔

تیسرا جواب: شہر میں پالنے پر دو قیراط والی حدیث اور دیہات میں کتا پالنے پر ایک قیراط والی حدیث کو محمول کریں گے۔

چوتھا جواب: شروع میں ایک قیراط کی وعید تھی مگر جب لوگوں نے زیادہ کتے پالنا شروع کردیئے تو زجر میں زیادتی اور شدت اختیار کی اور دو قیراط والی حدیث ارشاد فرمائی گئی، اب دو قیراط والی ہی حدیث معمول بہ ہوگی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب المزارعة (باب اقتناء الکلب للحرث) وصحیح مسلم

کتاب المزارعة (باب الامربقتل الکلاب) واحمد۳/۷٦۲٥ وابوداؤدوالترمذی والنسائی وابن ماجه وابن حبان ٥٦٥۲ ومصنف ابن ابی شیبة ٥/٤٠٩ وکذافی البیهقی ۱/۲٥۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ (عبدالرحمن) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) مرقاۃ ۸/۱۲٦، وتعلیق الصبیح ۴/۳۳٦ ودلیل الفالحین ۴/۵۲۷

(۳۰۷) بَابُ کَرَاهِیَةِ الْجَرَسِ فِی الْبَعِیْرِوَغَیْرِهٖ مِنَ الدَّوَابِّ وَ کَرَاهِیَةِ اِسْتِصْحَابِ الْکَلْبِ وَالْجَرَسِ فِی السَّفَرِ

اونٹ وغیرہ جانوروں کی گردن میں گھنٹی لٹکانے اور سفر میں کتے اور گھنٹی کو ساتھ رکھنے کی کراہیت کا بیان

کتا یا گھنٹی کی وجہ سے فرشتے نہیں آتے

(۱٦۹۰) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَصْحَبُ الْمَلَائِکَةُ رُفْقَةً فِیْهَا کَلْبٌ اَوْجَرَسٌ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا گھنٹی ہو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ جرس: بمعنی گھنٹہ، گھڑیال جمع اجراس. ذات الاجراس: ایک قسم کا سانپ جس کی آواز گھنٹے کی مانند ہوتی ہے۔ تجرس: بولنا، گفتگو کرنا، نغمہ سرائی کرنا۔

تشریح: لَاتَصْحَبُ الْمَلَائِکَةُ: فرشتے ساتھ نہیں ہوتے۔ یہاں فرشتوں سے مراد اعمال لکھنے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتوں کے علاوہ فرشتے ہیں۔

کَلْبٌ: وہ کتا مراد ہے جس کا پالنا جائز نہیں، جن کتوں کا پالنا جائز ہے وہ تین ہیں: (۱) شکار کے لئے، (۲) کھیتی کی حفاظت، (۳) جانوروں کی حفاظت کے لئے۔

جَرَسٌ: بمعنی گھنٹی۔ اس کی وجہ سے بھی فرشتے دور بھاگ جاتے ہیں کیونکہ یہ مشابہ ہے ناقوس کے جو غیر مسلم کی علامت ہے یا اس کی آواز شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے۔[1] ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک لڑکی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کے پاس آئی جس کے پاؤں میں گھنگھرو تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میرے پاس سے وہ چیز ہٹاؤ جو فرشتوں کو دور کرنے والی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة (باب کراهية الکلب والجرس فی السفر) واحمد ۳/۸۳٤٥ وابوداؤدوالترمذی والدارمی٢٦٧٦ و ابن حبان٤٧٠٣ وکذافي البيهقی ٥/٢٥٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/۱۹۷ (۲) مظاہر حق ۳/۷۷۹

بانسری شیطان کا باجا ہے

(١٦٩١) ﴿وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھنٹی شیطان کے باجے ہیں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الجرس: گھنٹی یا باجہ اس کی جمع اجراس آتی ہے۔ مزامیر: یہ جمع ہے مزمار کی، بمعنی ساز وموسیقی (میوزک) کو کہتے ہیں جس میں گانے اور بجانے کے تمام آلات موجود ہوں۔

تشریح: مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ: مزامیر یہ مزمار کی جمع ہے، مزمار بانسری کو کہتے ہیں، جس میں ساز وموسیقی (میوزک) اور گانے بجانے کے تمام آلات داخل ہیں۔ مزامیر جمع ہے، جمع کا لفظ اس لئے استعمال فرمایا گیا کہ اس کی آواز مسلسل ہوتی ہے، اس کی آواز کے ہر سلسلہ کو ایک مزمار کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ (۱)

بانسری کو شیطان فرمایا گیا ہے، ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ہر جرس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے آدمی اللہ کے ذکر اور دوسری عبادات سے محروم ہو جاتا ہے۔ (۲)

بانسری بنانے والے کی نیت

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ زندیقوں نے ایجاد کی ہے تاکہ لوگ قرآن اور نماز سے غافل ہو جائیں۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة (باب کراهيةالکلب والجرس فی السفر) واحمد ۳/۸۸٦٠ وابوداؤد وابن حبان ٤٧٠٤ و کذا في البيهقی ٥/٢٥٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تعلیق الصبیح ۴/۲۵۸ (۲) مظاہر حق ۳/۷۷۹ (۳) مدخل الشرع ۳/۱۰۰

(۳۰۸) بَابُ كَرَاهَةِ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ وَهِيَ الْبَعِيْرُ اَوِ النَّاقَةُ الَّتِيْ تَأْكُلُ الْعَذِرَةَ، فَاِنْ اَكَلَتْ عَلَفًا طَاهِرًا فَطَابَ لَحْمُهَا، زَالَتِ الْكَرَاهَةُ

جلالہ جانور پر سوار ہونے کی کراہیت کا بیان اور یہ گندگی کھانے والے اونٹ یا اونٹنی کو کہتے ہیں، اگر پاک چارہ کھائیں، اوران کا گوشت پاکیزہ ہوجائے تو پھر کراہیت ختم ہوجائے گی

گندگی کھانے والے جانور کے گوشت کے کھانے کا حکم

(۱۶۹۲) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْاِبِلِ اَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا﴾ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے گندگی کھانے والے اونٹوں پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے۔'' (ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے)

لغات: ❖ نَهٰی: نهاه ينهاه نهيا۔ عن كذا: ڈانٹنا، منع کرنا صفت مذکر ناہ صفت مونث ناهية اور جس سے منع کریں اس کو منهي عنه کہتے ہیں اور النهية، النهي (مصدر) عند النحاة: کسی سے ترک فعل کو طلب کرنا اوراس کا حرف کلمہ لا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں جلالہ کھانے سے منع فرمایا گیا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کا گوشت کھانا حلال ہولیکن اس کو نجاست کھانے کی عادت ہو یہاں تک کہ اس کے گوشت اور دودھ میں بھی بو آنے لگ جائے۔ (۱)

اس بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسے جانور کو چند دنوں تک باندھ کر رکھا جائے اوراس کو پاک وصاف چیزیں کھلائی جائیں تاکہ اس کے گوشت اور دودھ سے بدبو ختم ہوجائے تو اب اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک طرف تو اس کو پاک وصاف غذا کھلائی جائے اور پھر اس کو خوب اچھی طرح دھویا بھی جائے۔ ایسے جانوروں پر سواری کرنے کو بھی شریعت نے اچھا نہیں سمجھا کیونکہ اس کا پسینہ اور گوشت گندی غذا سے پیدا ہوا ہے، وہ پسینہ اس کے جسم کو لگے گا۔ (۲)

نیز جو جانور کبھی کبھار نجاست کھاتے ہوں جس سے ان کے گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوتی اس کا کھانا جائز ہوگا۔ (۳)

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الجهاد (باب رکوب الجلالة) و کذا الحاکم ۲/۲۲٤٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین، روضۃ المتقین ۴/۱۹۸

(۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ وکذا مظاہر ۴/۶۵

(۳) دلیل الطالبین ۲/۴۲۷

(۳۰۹) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْاَمْرِ بِاِزَالَتِهٖ مِنْهُ اِذَا وُجِدَ فِيْهِ، وَالْاَمْرِ بِتَنْزِيْهِ الْمَسْجِدِ عَنِ الْاَقْذَارِ

مسجد میں تھوکنے کی ممانعت اور اگر تھوک پڑا ہو تو اسے دور کرنے اور دوسری گندگیوں سے مسجد کو پاک رکھنے کا حکم

مسجد میں تھوکنا گناہ ہے

(۱٦٩٣) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْبُصَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا"﴾ (متفق عليه)

وَالْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ تُرَابًا اَوْ رَمْلاً وَنَحْوَهٗ، فَيُوَارِيْهَا تَحْتَ تُرَابِهٖ. قَالَ اَبُوالْعَبَّاسِ الرُّوْيَانِيُّ مِنْ اَصْحَابِنَا فِيْ كِتَابِهٖ "اَلْبحر"، وَقِيْلَ: اَلْمُرَادُ بِدَفْنِهَا اِخْرَاجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ، اَمَّا اِذَا كَانَ الْمَسْجِدُ مُبَلَّطًا اَوْ مُجَصَّصًا، فَدَلَكَهَا عَلَيْهِ بِمَدَاسِهٖ اَوْ بِغَيْرِهٖ كَمَا يَفْعَلُهٗ كَثِيْرٌ مِنَ الْجُهَّالِ، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِدَفْنٍ، بَلْ زِيَادَةٌ فِي الْخَطِيْئَةِ وَتَكْثِيْرٌ لِلْقَذَرِ فِي الْمَسْجِدِ، وَ عَلٰى مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ اَنْ يَمْسَحَهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَوْبِهٖ اَوْ بِيَدِهٖ اَوْ غَيْرِهٖ اَوْ يَغْسِلَهٗ.

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے مٹی میں دفن کر دینا ہے۔" (بخاری و مسلم)

دفن کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب مسجد کچی ہو، یعنی اس میں مٹی یا ریت ہو تو تھوک کو مٹی کے نیچے چھپا دے اور یہ بات ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) میں سے ابوالعباس رویانی نے اپنی کتاب ''البحر'' میں بیان فرمائی ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ دفن کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو مسجد سے نکال دیا جائے لیکن جب مسجد پتھروں کی بنی ہوئی ہو یا چونا گچ ہو (یعنی پختہ ہو) تو اسے جوتے وغیرہ سے مل دینا جیسا کہ اکثر جاہل لوگ کرتے ہیں تو یہ دفن کر دینا نہیں ہے بلکہ یہ تو گناہ میں زیادتی اور مسجد میں گندگی کو بڑھانا ہے اور جو شخص ایسا کرے گا تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے بعد اسے کپڑے یا ہاتھ یا کسی اور چیز سے صاف کر دے یا (پانی وغیرہ) سے دھو دے۔

لغات: ❖ البصاق: بمعنی: تھوک اور جب تک منہ میں ہو اس کو ریق کہتے ہیں۔ بصق (ن) بصقاً: تھوکنا۔ الشاۃ: حاملہ بکری کو دوہنا۔

تشریح: اس قسم کی کتب احادیث میں کئی اور احادیث ملتی ہیں۔ حدیث بالا کی علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی وضاحت فرمادی ہے، نیز ایک روایت میں آتا ہے کہ من اخرج اذیً من المسجد بنی اللہ لہ بیتافی الجنۃ[1] ''کہ جو شخص مسجد سے گندگی کو نکالے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے:

عرضت علی اجور أمتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد. [2]

''مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کئے گئے ان میں وہ کوڑا کرکٹ کا اجر جو کسی نے مسجد سے باہر نکالا تھا (اس کے اجر و ثواب کو بھی دکھایا گیا)۔''

بعض علماء فرماتے ہیں کہ **الصحیح عندالنووی فی التحقیق تحریم البصاق فی المسجدقال سواء فیہ داخلہ وخارجہ.** ''علامہ نووی کے نزدیک محقق بات یہی ہے کہ مسجد میں تھوکنا حرام ہے، خواہ تھوکنے والا مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر ہو۔''[3]

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ (باب کفارۃالبزاق فی المسجد) و صحیح مسلم کتاب المساجد (باب النھی عن البصاق فی المسجد) وابوداؤدوالترمذی وکذا النسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) ابن ماجہ باب تطہیر المساجد

(۲) ابوداؤد والترمذی

(۳) نزہۃ المناظرین ص: ۵۷ وسبل السلام شرح بلوغ المرام ۱/۱۵۰

آپ ﷺ نے مسجد کی دیوار پر گندگی دیکھی اور خود صاف فرمایا

(١٦٩٤) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ رَأٰى فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ مُخَاطًا، اَوْ بُزَاقًا، اَوْ نُخَامَةً، فَحَكَّهُ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے قبلے والی دیوار پر ناک یا تھوک یا بلغم کو دیکھا تو اسے کھرچ کر صاف کردیا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ البول: بمعنی پیشاب، جمع اس کی ابوال آتی ہے۔ القذر یاقذارۃ: بمعنی گندگی، قذر قذارۃ باب کرم سے بمعنی گندہ ہونا۔

تشریح: انسان طبعا نفاست پسند واقع ہوا ہے اور اس کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ خود بھی صاف ستھرا رہے اور اس کا گھر بار بھی صاف رہے تو اسی سے اندازہ لگایا جائے کہ دربار الٰہی خانہ خدا کی نظافت، تطہیر وصفائی کس قدر ضروری ہے جہاں انسان اپنے مولی حقیقی کی عبادت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم مساجد کو ہر قسم کی گندگی اور کوڑا کرکٹ سے پاک وصاف رکھیں گے مگر آج کا مسلمان اس بارے میں انتہائی غافل اور لا پرواہ ہو چکا ہے (۱) آپ ﷺ مسجد کی صفائی خود فرمایا کرتے تھے ایک روایت میں آتا ہے: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یتبع غبار المسجد بجریدۃ. (۲)

''نبی کریم ﷺ مسجد کے غبار کو کھجور کی ٹہنی سے صاف فرمایا کرتے تھے۔''

اسی طرح سے علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وفی العمدۃ: وقد ورد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه کنس المسجد الخ. (۳)

''آپ ﷺ سے وارد ہے کہ آپ ﷺ خود مسجد میں جھاڑو لگا دیا کرتے تھے۔''

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الصلاۃ (باب حک البزاق بالیدمن المسجد) وصحیح مسلم کتاب المساجد (باب النهی عن البصاق فی المسجد) ومالک فی موطئه.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) لواقع الانوار القدسیۃ ۵۲

(۲) مرقاۃ ۲/۲۰۵ تفسیر روح المعانی ۱۸/۶/۱۷۶

(۳) معارف السنن ۵/۱۲۷

مسجدیں تو اللہ کے ذکر اور تلاوت کے لئے ہوتی ہیں

(۱۶۹۵) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ ھٰذِہِ الْمَسَاجِدَ لَاتَصْلُحُ لِشَیْءٍ مِنْ ھٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، اِنَّمَاھِیَ لِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی، وَقِرَاءَ ۃِ الْقُرْآنِ." اَوْکَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجدیں اس پیشاب اور گندگی کے لائق نہیں ہیں، یہ تو اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن ہی کے لئے ہیں، یا اس طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔" (مسلم)

لغات: ❖ القذر، والقذارۃ: معنی ہے گندگی، ناپاک چیزیں، باب کرم سے قذر قذارۃ بمعنی گندا ہونا، باب تفعیل سے گندا کرنا۔ البول: پیشاب یا پیشاب کے چھینٹے۔ جمع اس کی ابوال آتی ہے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں ارشاد بالا آپ ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب کہ ایک دیہاتی نے مسجد نبوی میں پیشاب کردیا تھا، لوگوں نے تو اس کو بہت کچھ کہنے کا ارادہ کیا مگر آپ ﷺ نے اس کو نہایت تحمل اور حکمت سے یہ سمجھایا کہ مسجدیں صرف اللہ کی عبادت اور ذکر اور دعا و تلاوت کے لئے بنائی جاتی ہیں اس میں یہی کام کرنا چاہئے۔ حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بل تراہ اذارأی ولدہ الصغیر بال اوتغوط علی باب قصر الملک. یبادر علی الفور بازالتہ وتطھیرہ، وربمامسحہ بردائہ اوقمیصہ ان یطلع علیہ ذلک السلطان، و لوانہ رای مثل ذلک فی المسجد ما کان مسحہ بردائہ ولابقمیصہ قط، بل یقول: انظروا الفراشۃ یطھرھذا المکان، ولوانہ لویجدہ الی آخرالنھارلترک النجاسۃ فی المسجدو کل ذلک استھانۃ بجانب اللہ تعالیٰ الخ. (۱)

"دنیا کے بادشاہ کے بیرونی دروازہ کے پاس بھی اگر کسی شخص کا معصوم بچہ پیشاب وغیرہ کرڈالے تو اس شخص کو اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک وہ اس گندگی کو صاف نہ کردے خواہ اس کو اس کی صفائی اپنی چادر یا قمیص ہی سے کیوں نہ کرنی پڑے۔ یہ محض بادشاہ کے خوف سے ہے کہ کہیں اس بادشاہ کو خبر نہ ہوجائے اور اگر یہی معاملہ مسجد کے ساتھ ہوجائے تو پھر وہاں پر شام تک نجاست پڑی رہے گی، یہ انداز اللہ جل شانہ کے جناب میں توہین آمیز ہے۔"

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح مسلم کتاب الطھارۃ (باب وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات اذاحصلت فی المسجد)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) لواقح الانوار القدسیۃ ص:۵۲

(۳۱۰) بَابُ كَرَاهِيَةِ الْخُصُومَةِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَفْعِ الصَّوْتِ فِيهِ وَنَشْدِ الضَّالَّةِ وَالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَالْاِجَارَةِ وَ نَحْوِهَامِنَ الْمُعَامَلَاتِ

مسجد میں جھگڑا کرنے، آواز بلند کرنے، گم شدہ چیز کا اعلان کرنے اور خرید وفروخت اور کرائے، مزدوری وغیرہ کے معاملات کرنے کی ممانعت کا بیان

مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا جائز نہیں

(۱۶۹۶) ﴿عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَارَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ، فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی آدمی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اسے چاہئے کہ وہ یہ کہے اللہ تعالیٰ تجھ پر یہ چیز نہ لوٹائے اس لئے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔" (مسلم)

لغات: ❖ سمع: (س) سمعًا وسمعاً وسماعاً وسماعةً وسماعيةً ومسمعاً الصوت: سننا۔ صفت (سامع) جمع سمّاع وسمعة وسامعون. اليه: کان لگانا، متوجہ ہونا۔ سمعه: سنانا، سمع به: عیوب کو پھیلانا، رسوا کرنا، بری باتیں سنانا اور گالی دینا۔ سمع بكذا: کسی کے متعلق کوئی چیز پھیلانا بفلان في الناس: شہرت دینا۔

تشریح: صاحب سبل السلام فرماتے ہیں کہ: والحديث دليل على تحريم السوال عن ضالة الحيوان. (۱)

"حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ گم شدہ چیز کو مسجد میں تلاش کرنا مکروہ تحریمی ہے۔" علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واما انشادالضالةفله صورتان؛ احدهما وهى اقبح واشنع: بان يضل شيء خارج المسجد، ثم ينشدفى المسجد لاجل اجتماع الناس فيه، والثانية: ان يضل فى المسجد نفسه، فينشده فيه، وهذا يجوزاذاكان من غيرلغط وشغب الخ. (۲)

''مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش کی دو صورتیں ہیں، ایک ان دونوں میں سے زیادہ قبیح و مذموم ہے، وہ یہ ہے کہ چیز کہیں مسجد سے باہر گم ہوئی ہو اور لوگوں کے اجتماع کی وجہ سے اس کو تلاش اور اعلان مسجد میں کروایا جائے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ چیز مسجد میں ہی گم ہوئی ہو تو اس کو تلاش اور اعلان مسجد میں کیا جائے، یہ دوسری صورت اس وقت میں جائز ہے جب کہ مسجد کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے بغیر شور و شغب کے تلاش کیا جائے۔''

لَارَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ: اللہ تعالیٰ تم پر وہ چیز نہ لوٹائے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ جملہ سننے والا زور سے کہے تا کہ اس سے اس کو زجر اور توبیخ اور عبرت حاصل ہووے اور وہ اپنے نامناسب فعل کی سزا پائے اور آئندہ کوئی بھی ایسی حرکت کرنے کی جرات نہ کر سکے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب المساجد (باب النهی عن نشد الضالة فی المسجد) واحمد ۹٤٤٨/۳ وابوداؤدوابن ماجه وابن حبان ۱٦٥۱ وهكذافی البیهقی ٤٤٧/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) سبل السلام شرح بلوغ المرام ص: ۱۵۵/۱

(۲) معارف السنن ۳/۳۱۳

مسجد کے اندر کی تجارت میں برکت نہیں ہوتی

(۱٦۹۷) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَارَاَيْتُمْ مَنْ يَبِيْعُ اَوْيَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُوْلُوْا: لَا اَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ، وَاِذَا رَاَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُ ضَالَّةً، فَقُوْلُوْا: لَارَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ"﴾ (رواه الترمذی وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد میں کوئی چیز فروخت کرتے یا خریدتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت کو نفع بخش نہ بنائے اور جب تم کسی کو گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے دیکھو تو یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو یہ چیز نہ لوٹائے۔'' (ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ لا اربح: ربح (س) ربحاًوربحاًورباحاً. فی تجارته: نفع اٹھانا، ربّحه: نفع کرانا، رابحه مرابحةًواربحه: علی سلعته: نفع دینا، اربح الناقة: صبح اور دوپہر میں دوہنا، تربح و استربح: نفع طلب کرنا۔ الرابح: مالٌ رابحٌ: نفع دینے والا مال۔

تشریح: اِذَارَاَيْتُمْ مَنْ يَبِيْعُ: جب کسی شخص کو مسجد میں کوئی چیز فروخت کرتے دیکھو۔ علماء فرماتے ہیں کہ مسجد کو بنایا گیا ہے

کہ وہاں پر نماز اور تلاوت، ذکر اور اللہ کی عبادت کی جائے اور اگر وہاں پر خرید وفروخت شروع ہوجائے تو پھر ان عبادات میں خلل پڑے گا تو اس لئے اگر کوئی شخص یہ غلط کام مسجد میں کرے تو دیکھنے والا زور زور سے کہے کہ اللہ تمہاری تجارت میں برکت نہ دے تاکہ وہ اس غلط کام سے باز آجائے۔

وَاِذَارَاَيْتُمْ مَنْ يَنْشُدُضَالَّةًالخ: اورتم دیکھو کسی کو مسجد میں اپنی گم شدہ چیز کے اعلان کرتے ہوئے تو کہو کہ اللہ تمہاری چیز واپس نہ لوٹائے۔ علماء فرماتے ہیں اپنی گم شدہ چیز کا اعلان مسجد میں کرنا منع ہے، اس کا جائز طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھ جائے اور پھر آنے والے سے دریافت کرے، اس صورت میں مسجد کا احترام بھی برقرار رہے گا اور گم شدہ چیز کی تلاش بھی ہوجائے گی۔ (۱)

تخریج حدیث: رواه سنن الترمذی ابواب البيوع (باب النهی عن البيع فی المسجد) والدارمی ١٤٠١ وابن حبان ١٦٥٠ وهكذافی البيهقی ٤٤٧/٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سبل السلام شرح بلوغ المرام ۱/۱۵۵

مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان والے کا پتہ نہ بتایا جائے

(١٦٩٨) ﴿وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِفَقَالَ: مَنْ دَعَااِلَى الْجَمَلِ الْاَحْمَرِ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لاَ وَجَدْتَ،اِنَّمَابُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهٗ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں اعلان کیا، پس اس نے اعلان کیا کہ کون ہے جو مجھے میرے سرخ اونٹ کا پتہ بتادے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو اسے نہ پائے، بے شک مسجدیں تو اسی کام کے لئے بنائی گئی ہیں جن کے لئے بنائی گئی ہیں۔" (مسلم)

لغات: ❖ الجمل: بمعنی: اونٹ جمع جمال واجمال وجُمل وجمالة: وجمع الجمع جمالات، اور جمل کا اطلاق اونٹنی پر شاذ ہے، کہا جاتا ہے "شربت لبن جملی" میں نے اپنی اونٹنی کا دودھ پیا۔

تشریح: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وهذايدل على ان الاصل ان لايعمل فی المساجد غيرالصلوات والاذكاروقراءة القرآن. "کہ مسجد کی عظمت وتقدس کے پیش نظر مسجد میں ہر وہ کام کرنا منع ہے جس کا اختیار کرنا مسجد کی بناء وغرض کے منافی ہو اور مسجدیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت (نماز، ذکر، تلاوت) کے لئے ہیں اور کسی اور کام کے لئے

نہیں۔"(۱)

حدیث بالا کے بارے میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما انشادالضالة فالنهي عن رفع الصوت بذلک، اذفيه الاضرار دون غيره و فيه سوء تاديب نسبة الى المسجد، وقد يعد فيه رفع الصوت قبيحا فكيف بنداء من ينشد ضالةالخ؟ (۲)

"کہ گم شدہ چیز کی تلاش میں شور وشغب کرنا منع ہے جو مسجد کے آداب واحترام کے خلاف ہے، نیز نمازیوں کے لئے موجب تشویش ہے ان کی عبادات میں توجہ باقی نہیں رہ سکتی ہے۔"

اسی وجہ سے ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں بلند آواز سنی تو فرمایا تم کو معلوم بھی ہے کہ تم کہاں موجود ہو؟ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: **ان عمررضی اللہ تعالیٰ عنه سمع رجلا رافعاصوته فی المسجد فقال اتدری این انت؟** (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب النهى عن نشد الضالة فى المسجد) ومصنف عبدالرزاق ۱۷۲۱ ومصنف ابن ابی شيبة ۲/ ۴۱۹ وهكذا فی البيهقی ۲/ ۴۴۴، ۱۰/ ۱۰۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۸۴) پر گذر چکے ہیں۔
(۱) تفسیر قرطبی ۱۲/ ۲۷۰
(۲) الکوکب الدری ۱/ ۱۵۴
(۳) مرقاۃ ۲/ ۲۲۳ وتفسیر قرطبی ۱۲/ ۲۷۰

مسجد میں غلط اشعار پڑھنا

(۱۶۹۹) ﴿وَعَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ فِى الْمَسْجِدِ، وَاَنْ تُنْشَدَفِيْهِ ضَالَّةٌ، اَوْ يُنْشَدَفِيْهِ شِعْرٌ﴾

(رواه ابوداؤدوالترمذی وقَالَ: حديث حسن)

ترجمہ: "حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مسجد میں خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی کہ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کیا جائے یا اس میں اشعار پڑھے جائیں۔" (ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ الشراء: جمع اشریةو (الشری) بمعنی: خرید وفروخت۔ تنشد: بمعنی اشعار پڑھنا۔ انشد الضالة. بمعنی گمشدہ چیز کا اعلان کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں تین باتیں بیان کی جارہی ہیں۔

❶ مسجد میں خرید وفروخت کرنا اس بارے میں مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہاء نے معتکف کے لئے بقدرضرورت مسجد میں خرید وفروخت کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ بھی مسجد میں سامان نہ لائیں، صرف بھاؤ اور قیمت طے کر لیں اور معتکف کے علاوہ اوروں کے لئے مکروہ ہے۔ (۱)

❷ گم شدہ چیزوں کا مسجد میں اعلان کرنے کی کراہیت پر بھی علماء کا اتفاق ہے۔

❸ اَوْیُنْشَدُفِیْہِ شِعْرٌ: یا مسجد میں (غلط) اشعار پڑھے جائیں۔ محدثین فرماتے ہیں کہ اشعار سے مراد جھوٹ اور لغو اشعار ہیں، اسی طرح سے جھوٹ اور لغو باتیں بھی اس وعید میں داخل ہوں گی۔ مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے اس لئے وہاں پر اس قسم کی باتیں منع ہیں، ہاں اگر ایسے اشعار ہوں جن میں اللہ کی توحید، بڑائی ومناجات اور دین کی، حکمت کی باتیں ہوں تو اس قسم کے اشعار پڑھنا جائز ہوگا جیسے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ اقدس میں حضرت حسان کے لئے مسجد نبوی میں منبر بچھوائے جاتے تھے، اس پر وہ کھڑے ہوکر آپ ﷺ کی بڑائی اور کفار کی ہجو کے اشعار پڑھا کرتے تھے اور حضرت جبرائیل ان کے اشعار کی تائید بھی کیا کرتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب التحلق یوم الجمعۃ قبل الصلاۃ) و سنن الترمذی ابواب الصلاۃ (باب ماجاء فی کراھیۃ البیع و الشراء) و النسائی وابن ماجہ من طرق بالفاظ متقاربۃ.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات حدیث نمبر (۳۰۳) پر گذر چکے ہیں

(۱) معارف السنن ۳/۳۱۳، اشباہ ۵۵۹

(۲) مظاہر حق ۱/۵۱۰ وکذا روضۃ المتقین ۴/۲۰۴

مسجد میں زور سے بات کرنا

(۱۷۰۰) ﴿وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَالصَّحَابِيِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کُنْتُ فِی الْمَسْجِدِ، فَحَصَبَنِیْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ، فَاِذَاعُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، فَقَالَ: اِذْھَبْ فَائْتِنِیْ بِھٰذَیْنِ، فَجِئْتُہُ بِھِمَا، فَقَالَ: مِنْ اَیْنَ اَنْتُمَا؟ فَقَالَا: مِنْ اَھْلِ الطَّائِفِ، فَقَالَ: لَوْکُنْتُمَامِنْ اَھْلِ الْبَلَدِ، لَاَوْجَعْتُکُمَا، تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَکُمَافِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ!﴾ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

ترجمہ: ”حضرت سائب بن زید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک آدمی نے مجھے کنکری ماری، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ ان دونوں آدمیوں کو بلالاؤ، چنانچہ میں ان دونوں کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گیا تو انہوں

نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا طائف کے رہنے والے ہیں، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا، تم آپ ﷺ کی مسجد میں بلند آواز سے باتیں کر رہے ہو!'' (بخاری)

لغات: ❖ اصوات: جمع ہے صوت کی، الصوت: بمعنی آواز، ہر قسم کا راگ، جمع اصوات. نحویوں کے نزدیک اسماء اصوات وہ ہیں کہ جن سے کسی آواز کی حکایت کی جائے جیسے پتھر پر پتھر کی آواز کے طَقْ، الصات و الصیت بلند آواز دینے والا، صات یصوت ویصات صوتاً: آواز دینا، پکارنا۔ صوّت تصویتاو اصات اِصاتۃً: آواز دینا، اصات بفلانٍ: کسی کے متعلق غیر پسندیدہ چیز کو مشہور کرنا۔ المصوات: بہت آواز دینے والا۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں شور وشغب کرنے والے کو تعزیر اور سزا دی جاسکتی ہے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دو طائفی آدمیوں کو اس پر تنبیہ فرمائی۔ مؤطا امام مالک میں مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ان ہی وجوہات کی وجہ سے) مسجد کے کنارے پر ایک چبوترہ بنوا دیا تھا جس کا نام بطیحاء تھا، اس کے بننے کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان فرمایا تھا کہ جس نے شور وغل کرنا ہو یا (لغو) اشعار پڑھنے ہوں یا بلند آواز سے بات کرنی ہو تو وہ اس چبوترے پر جا کر کرے، مسجد میں نہ کرے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الصلاۃ (باب رفع الصوت فی المساجد)

نوٹ: راوی حدیث حضرت سائب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۴۸۸) پر گذر چکے ہیں۔
(۱) مؤطا امام مالک

(۳۱۱) بَابُ نَهْيِ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْبَصَلاً اَوْ كُرَّاثًا اَوْغَيْرَهٗ مِمَّا لَهٗ رَائِحَةٌ كَرِيْهَةٌ عَنْ دُخُوْلِ الْمَسْجِدِ قَبْلَ زَوَالِ رَائِحَتِهٖ اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ

لہسن، پیاز، گندنا یا کوئی اور بدبودار چیز کھا کر بدبو کو ختم کئے بغیر مسجد میں داخل ہونے کی ممانعت اور ضرورت کے وقت اس کے جائز ہونے کا بیان

جو پیاز یا لہسن کھائے وہ مسجد کے قریب نہ آئے

(۱۷۰۱) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ اَكَلَ

مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ - يَعْنِيْ الثُّوْمَ - فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا"﴾ (متفق عليه)

وفی روایۃلمسلم: "مساجد نا."

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس درخت سے یعنی لہسن کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔'' (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہماری مسجدوں (کے قریب نہ آئے) جمع کے ساتھ۔

لغات: ❖ الثوم: بمعنی لہسن، الثومۃ: ایک لہسن۔ لایقربن۔ یعنی وہ ہرگز ہماری مسجد نہ آئے، قرب بمعنی قریب ہونا، باب کرم سے۔

تشریح: هٰذِهِ الشَّجَرَةِ: سے مراد پیاز یا لہسن ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے:

مَنْ اَكَلَ فِجْلًا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا. ''کہ جو شخص مولی کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔'' اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ مراد صرف پیاز، لہسن یا مولی ہی نہیں بلکہ ہر بدبودار چیز کے کھانے کے بعد مسجد میں نہ آیا جائے یہاں تک کہ اپنے منہ کی بدبو کو دور کرلیا جائے۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں:

و کذاحکم من رائحۃثیاب کریھۃالزیاتین والدباغین، وعن مالک ان الزیاتین یتأخرون، ولا یتقدمون الی الصف الاول، ویقعدون فی اخریات الناس. (۱)

''اسی طرح جس کے کپڑے سے بدبو آتی ہو جیسے بعض تیلی یا موچی کے کپڑوں میں ہوتی ہے (وہ بھی مسجد میں داخل نہ ہو)، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیلی اور موچی اگر ان کے کپڑے صاف نہ ہوں تو وہ صف اول میں کھڑے نہ ہو بلکہ آخری صف میں کھڑے ہوں۔''

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب ماجاء فی الثوم و البصل والکراث) وصحیح مسلم کتاب المساجد (باب نھی من اکل ثوما اوبصلا) و احمد۲/۴۷۱۵ وابوداؤدوابن ماجه و ابن حبان۲۰۸۸ ومصنف ابن ابی شیبة ۲/۵۱۰ وھکذافی البیھقی۳/۷۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) روح المعانی ۱۸/۱۷۵

جو پیاز اور لہسن کھائے وہ ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھے

(۱۷۰۲) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَكَلَ

مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلايَقْرَبَنَّاوَلا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس درخت سے کھائے تو وہ ہمارے قریب نہ آئے اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ الشجر: عام درخت یہاں هذه الشجرة سے مراد مخصوص درخت یا گھاس مراد ہے یعنی پیاز وغیرہ۔ لایصلین: نہ یہاں وہ نماز پڑھے۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی بدبودار چیز کھا کر مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا جارہا ہے جب تک وہ منہ کی بدبو دور نہ کر لے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں جس شخص کے منہ سے پیاز وغیرہ کی بدبو آتی ہوتی تھی اس کا ہاتھ پکڑ کر مسجد سے نکال دیا جاتا تھا اور جنت بقیع (قبرستان) کی طرف بھیج دیا جاتا تھا۔ (۱)

صاحب درالمختار فرماتے ہیں: والحق بعضهم بذلك من بفيه بخر، او به جرح، له رائحة، وكذلك القصاب والسماك والمجذوم والابرص اولى بالالحاق. (۲)

"جس شخص کے منہ سے بدبو آتی ہو یا کوئی زخم ہو یا اس نے بدبودار دوائی لگائی ہو، اسی طرح گوشت بیچنے والا یا مچھلی کا کاروبار کرنے والا یا جذام والا یا برص والا مریض ہو وہ بھی مسجد میں نہ آئے۔"

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاذان (باب ماجاء فى الثوم والبصل و الكراث) وصحيح مسلم كتاب المساجد (باب نهى من اكل ثوماً او بصلا) واحمد ٤/١٢٩٣٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) روح المعانی ۱۸/۱۷۵

(۲) درالمختار بطبع جدید ۱/۶۶۱ وھکذا فی فیض القدیر للمناوی ۶/۹۷ وکذا زرقانی شرح مؤطا مالک ۱/۵۹

بدبودار چیز کے کھانے سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے

(۱۷۰۳) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْبَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا، اَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا"﴾ (متفق عليه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "مَنْ اَكَلَ الْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ، وَالْكُرَّاثَ، فَلا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَاِنَّ الْمَلائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ بَنُوْ آدَمَ."

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لہسن یا پیاز

کھائے وہ ہم سے الگ (دور) ہو جائے، یا یہ فرمایا ہماری مسجد سے الگ ہو جائے۔'' (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ جو شخص پیاز اور لہسن اور گندنا کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اس لئے کہ فرشتے کو بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جس سے (بنو آدم) انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔
(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ بصلا: البصل بمعنی: پیاز واحد بصلة، بصل الفار: جنگلی پیاز، عوام اس کو بِصّیلَة کہتے ہیں۔ یعتزل: الگ ہونا باب افتعال سے۔

تشریح: حدیث بالا میں بدبودار آدمی کے مسجد میں آنے کی ممانعت کی علت کو بیان کیا جا رہا ہے کہ ان کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ مَلَائِکَۃُ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو عبادات کی جگہ پر حاضر ہوتے ہیں جہاں تک انسان کی حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں وہ تو ساتھ میں رہتے ہیں۔ (۱)

جیسے کہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہوا ہے کہ: **والمراد بالملائكة الحاضرون في مواضع العبادات، لا الملازمون للانسان في جميع الاوقات.** (۲)

''ملائکہ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو مقامات عبادت پر حاضر ہوتے ہیں وہ مراد نہیں جو ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتے ہیں (حفاظت کے لئے)'' اسی حکم میں مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سگریٹ، حقہ، تمباکو کا پان، مٹی کا تیل وغیرہ کو بھی داخل فرمایا ہے۔ (۳)

مجالس الابرار میں لکھا ہے: قال الفقهاء كل من وجد فيه رائحة كريهة يتأذى به الانسان يلزم اخراجه، ولو بجر من يده اورجليه دون لحيته وشعر راسه۔ (۴)

''فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس شخص میں ناگوار بدبو پائی جائے جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اس کو مسجد سے نکال دینا لازم ہے گو ہاتھ پیر پکڑ کر ہی نکالنا پڑے، ہاں داڑھی اور سر کے بال سے پکڑ کر نہ نکالا جائے۔''

تخریج حدیث: **أخرجه صحيح بخاري كتاب الاذان (باب ماجاء في الثوم والبصل والكراث) و صحيح مسلم كتاب المساجد (باب نهي عن اكل ثوما أو بصلا الخ) و احمد ١٥٢٩٩/٥ و الترمذي، والنسائي وابن ماجه وابن حبان ١٦٤٤ ومصنف عبدالرزاق١٧٣٦ ومصنف ابن ابي شيبة٢/٥١٠ وهكذافي البيهقي٣/٧٦ من طرق بالفاظ متقاربة.**

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۵۳۷ (۲) وسیلۃ احمدیہ شرح طریقہ محمدیہ ۴/۱۸۱

(۳) تفسیر معارف القرآن ۶/۴۱۴ (۴) مجالس الابرار لاحمد الرومی

جو بدبودار چیز کھائے تو وہ مسجد کے بجائے قبرستان چلا جائے

(١٧٠٤) ﴿وَعَنْ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ فِىْ خُطْبَتِهٖ: ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ تَأْكُلُوْنَ شَجَرَتَيْنِ مَا اُرَاهُمَا اِلَّاخَبِيْثَتَيْنِ: اَلْبَصَلَ، وَالثُّوْمَ. لَقَدْرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَاوَجَدَ رِيْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِى الْمَسْجِدِ أَمَرَبِهٖ، فَاُخْرِجَ اِلَى الْبَقِيْعِ، فَمَنْ اَكَلَهُمَا، فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخاً"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا اپنے خطبہ میں فرمایا پھر تم اے لوگو! دو ایسے درخت بھی کھاتے ہو جن کو میں ناجائز سمجھتا ہوں پیاز اور لہسن (کچا) میں نے آپ ﷺ کو دیکھا جب مسجد میں کسی آدمی سے ان دو چیزوں کی بدبو آپ ﷺ محسوس فرماتے تو اس کے بارے میں فرماتے کہ اس کو بقیع قبرستان تک باہر نکلوا دیتے تھے، پس جو شخص انہیں کھائے تو انہیں پکا کر ان کی بدبو کو ختم کر کے کھائے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ ریح: الریح: ہوا (مؤنث) ج: ارياح و ارواح و رياح و ريح و جج اراويح و اراييح: بو، اچھی چیز، رحمت، مدد، غلبہ قوت۔ الريحة: ہوا اور بو۔

تشریح: خَبِيْثَتَيْنِ: دو خبیث درخت پیاز اور لہسن۔ لفظ خبیث کا اطلاق حرام، مکروہ، ناگوار سب پر آتا ہے، ان دونوں یا ان جیسی چیزوں کو کھا کر مسجد میں آنا کہ منہ میں بدبو ہو تو ممنوع ہے، ہاں اس کو پکا لیا جائے تو بدبو ختم ہو جاتی ہے تو اس صورت میں اس پر خبیث کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال العلماء: اذاكانت العلة فى اخراجه من المسجد انه يتأذى به، ففى القياس ان كل من يتأذى به جيرانه فى المسجد، وبإن يكون ذرب اللسان مسغيها عليهم. (1)

''علماء فرماتے ہیں کہ (کچا پیاز یا لہسن کھانے والے کو) مسجد سے نکالنے کا جو حکم دیا گیا اس کی علت یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے، پس اس طرح قیاس کرتے ہوئے ہر وہ شخص جس سے نمازیوں کو مسجد میں تکلیف پہنچے بایں طور کہ وہ زبان دراز اور نادانی کی باتیں کرنے والا ہو اس کو بھی مسجد سے نکالا جا سکتا ہے جب تک وہ اس حرکت سے باز نہ آجائے۔''

مولی کے بارے میں علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر شروع میں ہی آپ ﷺ پر درود شریف بھیجے تو اس کی برکت سے منہ میں بدبو پیدا نہیں ہوگی۔ (2)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب نهى من اكل ثوما اوبصلا الخ) وابن ماجه

والنسائی وابن حبان ۲۰۹۱ وھکذا فی البیھقی ۲۲۴/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) تفسیر قرطبی ۲۶۷/۱۲
(۲) حاشیۃ اشباہ للحموی: ۵۵۹

(۳۱۲) بَابُ کَرَاهِيَةِ الْاِحْتِبَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ لِاَنَّهٗ يَجْلِبُ النَّوْمَ، فَيُفَوِّتُ اِسْتِمَاعَ الْخُطْبَةِ وَيُخَافُ اِنْتِقَاضُ الْوُضُوْءِ

جمعہ کے دن دورانِ خطبہ گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھنے کی کراہیت کیونکہ اس سے نیند آتی ہے جس سے خطبہ سننے سے محرومی اور وضوء کے ٹوٹنے کا خدشہ ہے

خطبہ کے دوران گھٹنوں کو پیٹ سے ملا کر بیٹھنے کی ممانعت

(۱۷۰۵) ﴿عَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسِ نِ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْحِبْوَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ﴾ (رواہ ابوداؤد والترمذی وقالا: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن جب کہ امام خطبہ دے رہا ہو، گھٹنوں کو پیٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی دونوں نے اسے حسن قرار دیا ہے)

لغات: ❖ الحبوۃ: وہ کپڑا جس سے پیٹھ اور پنڈلیوں کو ملا کر باندھا لیا جائے ج حبیً و حِبیً. احتبیٰ احتباءً۔ بالثوب: کسی کپڑے میں لپٹ جانا، پیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ لینا۔

تشریح: حدیث میں لفظ الحبوۃ آتا ہے، اردو میں کہتے ہیں کہ گوٹ مار کر بیٹھنا، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اکڑوں بیٹھ کر کپڑے یا ہاتھوں کے ذریعہ دونوں گھٹنے اور رانوں کو پیٹ سے ملا لیا جائے۔ [۱]

خطبہ کے دوران اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس حالت میں نیند جلدی آ جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ خطبہ کے سننے سے محروم ہوجائے گا اور اس صورت میں وضوٹوٹ سکتا ہے [۲] اور پھر اس کا دوبارہ اس وقت میں وضو کے لئے جانا اپنے اور دوسرے لوگوں کی ایذاء کا باعث بنے گا۔ [۳]

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب الاحتباء والامام یخطب) وسنن الترمذی ابواب الصلاۃ (باب ماجاء فی کراھیۃ الاحتباء الخ) و احمد ۵/۱۵۶۳۰، وھکذافی البیھقی ۳/۲۳۵واسنادہ حسن۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷۳۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۲۰۹
(۲) دلیل الفالحین ۴/۵۳۹
(۳) مظاہر حق ۱/۹۰۵ ودلیل الطالبین ۲/۴۳۳ ونزہۃ المتقین

(۳۱۳) بَابُ نَهْيِ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرُ ذِي الْحِجَّةِ، وَاَرَادَاَنْ يُضَحِّيَ عَنْ اَخْذِ شَيْءٍ مِنْ شَعْرِهٖ اَوْاَظْفَارِهٖ حَتّٰى يُضَحِّيَ

قربانی کا ارادہ رکھنے والے کے لئے ذوالحجہ کا چاند دیکھنے سے قربانی کے کرنے تک اپنے بال یا ناخن کاٹنے کی ممانعت

قربانی کرنے والے کے لئے ہدایت

(۱۷۰۶) ﴿عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ لَهٗ ذِبْحٌ يَذْبَحُهٗ، فَاِذَا اُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ، فَلَايَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَامِنْ اَظْفَارِهٖ شَيْئًاحَتّٰى يُضَحِّيَ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس قربانی کا جانور ہو اور وہ اس کو ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند نظر آئے تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے نہ کاٹے یہاں تک کہ قربانی کرلے۔" (مسلم)

لغات: ❖ ذبح: ذبحہ (ف) ذبحاًوذباحاً: پھاڑنا، گلا کاٹنا، ذبح کرنا، گلا گھوٹنا، ذبّح ـ القوم: ذبح کرنے میں مبالغہ کرنا، اذّبح: مذبوح بنانا، تذا بحوا: ایک دوسرے کو ذبح کرنا، الذبح: جو ذبح کیا جائے، مقتول، الذبیح: ذبح کیا ہوا، قربانی کے لائق جانور، حضرت اسماعیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب، الذبیحۃ: مؤنث جو عنقریب ذبح کیا جائے جمع اسکی ذبائح، المِذبح: ذبح کرنے کا اوزار: المَذبح: ذبح کرنے کی جگہ، ج مذَابح۔

تشریح: قربانی کے ایام میں بالوں کو نہ کٹوانے کی حکمت

فَلَايَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهِ: قربانی کا ارادہ ہو تو اپنے بالوں کو نہ کاٹے اور ناخن کو بھی نہ کاٹے۔ علماء فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ہی ایام میں لوگ حج کرتے ہیں اور احرام باندھے ہوئے ہوتے ہیں، یہ بھی ان چیزوں کو نہیں کاٹتے اس کی بھی مشابہت ان کے ساتھ حاصل ہو جائے گی۔ (۱)

فقہاء کے نزدیک حدیث بالا میں ممانعت مکروہ تنزیہی ہوگی اور بال وغیرہ کا نہ کٹوانا مستحب ہوگا اور کٹوالینا یہ خلاف اولی ہوگا مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بالوں وغیرہ کا ان ایام میں کٹوانا مکروہ ہوگا۔ (۲) اور اگر ضرورت پیش آئے مثلاً بیماری یا زخم وغیرہ ہو جائے تو اس صورت میں کٹوانا خلاف اولی بھی نہیں ہوگا۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الاضاحى (باب نهى من دخل عليه عشر ذى الحجة) واحمد ۱۰/۲۶۶۳۳ وابوداؤد والترمذى والنسائى وابن ماجه وابن حبان ۵۸۹۷ والحاكم ۷۵۱۸/٤ و هكذا فى البيهقى ۲٦٦/۹۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۲) پر گزر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین ۲۱۰/۴ (۲) مرقاۃ و کذا مظاہر حق ۹۴۹/۱، روضۃ المتقین ۲۱۰/۴، دلیل الفالحین ۵۴۰/۴

(۳۱٤) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِمَخْلُوْقٍ كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَالسَّمَاءِ وَالْآبَاءِ وَالْحَيَاةِ وَالرُّوْحِ وَالرَّاْسِ، وَحَيَاةِ السُّلْطَانِ وَنِعْمَةِ السُّلْطَانِ، وَتُرْبَةِ فُلَانٍ وَالْاَمَانَةِ وَهِيَ اَشَدُّ نَهْياً

مخلوق کی قسم کھانے کی ممانعت جیسے پیغمبر، کعبہ، فرشتے، آسمان، باپ دادوں، زندگی، روح، سر، بادشاہ کی زندگی اور اس کی داد و دہش اور فلاں کی قبر، اور امانت کی قسم کی ممانعت سب سے زیادہ سخت ہے

باپ دادا کی قسم کھانا منع ہے

(۱۷۰۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَاعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ

تَعَالٰی یَنْھَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ فَمَنْ کَانَ حَالِفاً، فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ، اَوْلِیَصْمُتْ" (متفق علیہ)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ فِی الصَّحِیْحِ: فَمَنْ کَانَ حَالِفاً، فَلاَ یَحْلِفْ اِلاَّ بِاللّٰہِ، اَوْلِیَسْکُتْ."

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپ دادوں کی قسم کھاؤ، پس جب کسی کوقسم کھانی ہوتو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔" (بخاری ومسلم)

اور صحیح کی ایک روایت میں ہے پس جوشخص قسم کھائے تو وہ اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائے، یا پھر خاموش رہے۔

لغات: ❖ تحلفوا: حلف (ض) حلفا وحِلفاً وحَلفاً ومحلوفاً ومحلوفة ومحلوفاء. باللّٰہ: قسم کھانا، احلفه و حلّفه واستحلفه: قسم کھلانا، حالفه محالفة: معاہدہ کرنا۔ الحلاف والحلافة: بہت قسم کھانے والا۔ الحِلف (مصدر) دوست جو بے وفائی نہ کرنے کی قسم کھائے جمع: احلاف.

تشریح: لَاتَحْلِفُوْا بِآبَائِکُمْ: اپنے باپ دادوں کی قسم نہ کھاؤ۔ باپ دادا یہ ایک مثال کے طور سے کہا ورنہ مراد غیر اللہ ہے کہ تمام غیر اللہ کی قسم کھانا ہی منع اور شرک ہے، بعض محدثین فرماتے ہیں حدیث بالا میں باپ کا ذکر اس لئے کیا گیا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح قسم کھاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سو بار بھی اللہ جل شانہ کے نام کی قسم کھاؤں اور پھر اس کو توڑ دوں یہ میرے لئے بہتر ہے اس سے کہ میں ایک بھی غیر اللہ کی قسم کھاؤ اور اس کو پورا کروں۔ (۱)

ہاں اللہ نے جو غیر اللہ کی قسم کھائی ہے تو اللہ کے لئے جائز ہے، یہ قانون مخلوق کے لئے ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الایمان (باب لاتحلفوا بآبائکم) وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب النھی عن الحلف بغیراللہ تعالیٰ) وامام مالک فی موطئه واحمد۲/۲۶۶۷ والترمذی والنسائی وابن ماجه والدارمی و ھکذا فی البیھقی ۲۸/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تعلیق الصبیح وکذا مظاہر حق ۳/۴۸۸ (۲) روضۃ المتقین ۴/۲۱۱

بتوں کی قسم کھانا منع ہے

(۱۷۰۸) وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ، وَلَا بِآبَائِكُمْ" (رواه مسلم)

"الطواغی" جمع طاغية، وهی الاصنام، ومنه الحديث "هذه طاغيةدوس": ای: صنمهم و معبودهم. وروی فِيْ غيرمسلم: "بالطواغيت" جمع طاغوت، وهو الشيطان والصنم.

ترجمہ: "حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایاتم نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے باپ دادوں کی قسم کھاؤ۔" (مسلم)

اَلطواغی: طاغیہ کی جمع ہے مراد بت ہیں جیسے ایک حدیث میں ہے کہ یہ قبیلہ دوس کا بت ہے، یعنی ان کا معبود اور بت ہے اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں الطّواغیت مروی ہے جو طاغوت کی جمع ہے جس کے معنی شیطان اور بت کے ہیں۔

لغات: ❖ الطواغی: جمع الطاغية: بمعنی جبار، متکبر، سرکش، بیوقوف، بجلی، رومی بادشاہوں کا لقب، الطاغوت: ہر حد سے تجاوز کرنے والا، بدی و شرارت کا سرغنہ، شیطان، معبود باطل جمعطواغ وطواغیت۔ الطواغی والطواغیت: بت خانے۔ طغیٰ یطغیٰ طغیاًوطغیاناً ـالکافر: کفر میں غلو کرناالرجل: ظلم اور گناہوں میں حد سے بڑھ جانا، طغّیٰ واطغیٰ ـفلاناً: سرکشی پر برانگیختہ کرنا، سرکش بنانا۔

تشریح: لَا تَحْلِفُوْابِالطَّوَاغِيْ: بتوں کی قسم نہ کھاؤ۔ مثلاً جیسے زمانہ جاہلیت میں لات اور عزیٰ کی قسم کھائی جاتی تھی، شریعت نے ان قسموں کو حرام قرار دے دیا کہ اگر قسم کھانی ہے تو اللہ کے نام کی کھائی جائے، کسی اور کے نام سے قسم نہ کھائے۔ (۱)

وَلَا بِآبَائِكُمْ: اپنے باپ دادا کے نام کی قسم نہ کھائی جائے۔

سوال: ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے خودفرمایا "افلح وابيه" اس میں آپ ﷺ نے باپ کی قسم کھائی ہے حالانکہ باپ کی قسم کھانے سے تو خود آپ ﷺ منع فرمارہے ہیں۔

پہلا جواب: آپ ﷺ نے جوقسم کھائی ہے وہ ممانعت سے پہلے کی بات ہے۔

دوسرا جواب: یہ قسم آپ ﷺ نے قصداً (جان بوجھ کر) نہیں کھائی ہوگی بلکہ بغیر ارادے کے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ویسے ہی نکل گیا ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب من حلف باللآت والعزیٰ) و احمد ۲۰٦٤٨/۷ و النسائی وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات حدیث نمبر (٦٧٧) پر گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۱۲/۴ (۲) مظاہر حق ۴۸۹/۳

لفظ امانت کی قسم کھانا

(۱۷۰۹) ﴿وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ، فَلَيْسَ مِنَّا"﴾ (حديث صحيح، رواه ابو داؤد باسناد صحيح)

ترجمہ: "حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (یہ حدیث صحیح ہے، ابوداؤد نے اس کو صحیح سند سے روایت کیا ہے)

لغات: ❖ الامانۃ: امانت، ودیعت ج امانات امُن (ک) امانۃ: امین ہونا، امانت دار ہونا، معتمد علیہ ہونا صفت: امین ج: امناء، امن (ض) امناً: اعتماد کرنا، بھروسہ کرنا، مائل ہونا صفت (آمن) امّن وائتمن. فلاناعلی کذا: کسی کو کسی چیز کا امین بنانا۔ ائتمنہ: امین سمجھنا۔ الامنۃ: اطمینان، دل کا سکون، امانت، ہر ایک پر بھروسہ کرنے والا۔

تشریح: مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ: جو امانت کی قسم کھائے۔

امانت سے کیا مراد ہے؟

اس سے مراد فرائض ہیں مثلاً نماز، حج، روزہ، کلمۂ توحید وغیرہ۔ اس طرح قسم کھانا منع ہے کیونکہ قسم تو صرف اللہ کے ذاتی یا صفاتی نام کی کھانی چاہئے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر آدمی امانت کی قسم کھاتا ہے تو "اوامر ونواھی" (نماز، حج وغیرہ) یہ اللہ کے اسماء وصفات کے مشابہ بن جائیں جو کہ صحیح نہیں ہے۔ (۱)

اگر کسی نے امانت کی قسم کھالی مثلاً وہ یہ کہتا ہے "امانت اللّٰہ" تو اب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی یہ قسم بن جائے گی اور اس کے توڑنے پر کفارہ بھی لازم ہوگا کیونکہ اس طرح قسم کھانا معتبر ہے کیونکہ امانت اس صورت میں اللہ کا نام بن جائے گا اور پھر یہ قسم صحیح ہوجائے گی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "امانت اللّٰہ" کہنے سے نہ یہ قسم بنے گی اور نہ ہی اس کے توڑنے سے کفارہ واجب ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الایمان (باب کراھیۃ الحلف بالأمانۃ) و احمد ۲۳۰۴۱/۹ والحاکم ۷۸۱٦/٤ وابن حبان٤٣٦٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۸۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

(۲) مظاہر حق ۴۹۵/۳

اسلام سے مبرا ہونے کی قسم کھانا

(۱۷۱۰) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ: اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِنَ الْاِسْلَامِ، فَاِنْ كَانَ كَاذِباً فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَ اِنْ كَانَ صَادِقاً، فَلَنْ يَرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِماً"﴾ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قسم کھائی اور کہا میں اسلام سے مبرا ہوں، پس اگر وہ جھوٹا ہے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے کہا اور اگر وہ سچا ہے تب بھی وہ اسلام کی طرف ہرگز صحیح سالم نہیں لوٹے گا۔'' (ابوداؤد)

لغات: ❖ الاسلام: سلم (س) سلامۃ وسلاماً۔ من عیب او آفۃ: نجات پانا، بری ہونا۔ سلمہ. وسلم علیہ: السلام علیک کہنا سلم بالامر: راضی ہونا۔ الیہ: فرمانبردار ہونا۔ اسلم: فرمانبردار ہونا۔ دین اسلام اختیار کرنا، بیع سلم کرنا۔العدو: دشمن کو چھوڑ دینا امرہ الی اللّٰہ: سپرد کردینا اور تم کہتے ہو "اسلمتہ وسلمتہ" جبکہ تم کسی کو چھوڑ دو اس وقت جبکہ کوئی شخص تکلیف پہنچانا چاہتا ہو۔ تسلم مسلمان بننا۔ الشیء: قبضہ کرنا منہ: بیزار ہونا۔

تشریح: اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِنَ الْاِسْلَامِ: میں اسلام سے بری ہوں۔ علماء حدیث بالا کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح کی قسم کھائے کہ اگر میں نے فلاں فلاں کام کیا تو میں اسلام سے بری ہوں تو اب اگر وہ اپنی بات میں جھوٹا ہے یعنی واقعہ اس نے وہ کام کیا ہے تو اب وہ اسلام سے بیزار ہوگیا، اس بات کو شدید ممانعت اور بطور مبالغہ پر محمول کریں گے کہ اس کا اسلام ختم ہوگیا حالانکہ یہ کہنا حرام تو ہوگا مگر وہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ [1]

اور اگر اس نے واقعۃً وہ کام نہیں کیا تو اس صورت میں بھی گناہ سے خالی تو نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح کی قسم کھانے کی شریعت میں ممانعت ہے۔

یہاں پر کون سی قسم مراد ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں قسم کو قسم منعقدہ پر محمول کریں گے اور منعقدہ کہتے ہیں کہ آئندہ کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں قسم کھائی جائے۔ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہاں پر قسم غموس مراد ہے، قسم غموس کہتے ہیں گذشتہ کسی بات پر جھوٹی قسم کھانا۔ بعض متاخر علماء نے حدیث بالا میں دونوں قسم یعنی منعقدہ اور غموس دونوں ہی مراد لی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجہ سنن ابی داؤد ابواب الایمان والنذور (باب ماجاء فی الحلف بالبراءۃ) والنسائی وابن ماجہ والحاکم ۸۷۱۸/۴ واسنادہ حسن۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵/۰۴) پر گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۲۱۳

غیر اللہ کی قسم کھانے والا مشرک ہے

(۱۷۱۱) وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ سَمِعَ رَجُلاً یَقُوْلُ: لاَ وَالْکَعْبَۃِ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: لاَ تَحْلِفْ بِغَیْرِ اللّٰہِ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ، فَقَدْ کَفَرَ اَوْاَشْرَکَ" (رواہ الترمذی و قال: حدیث حسن)

وَفَسَّرَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ قَوْلَہٗ: "کَفَرَ اَوْاَشْرَکَ" عَلَی التَّغْلِیْظِ، کَمَارُوِیَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلرِّیَاءُ شِرْکٌ."

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا کہ کعبہ کی قسم۔ اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا غیر اللہ کی قسم مت کھاؤ اس لئے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا۔" (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

بعض علماء نے اس حدیث کی وضاحت یہ کی ہے کہ اس نے کفر یا شرک کا ارتکاب کیا، یہ الفاظ سخت تنبیہ کے طور پر فرمائے گئے ہیں جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ریاکاری شرک ہے (یہ بھی تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا)

لغات: ❖ سمع: سمع (س) سمعا وسمعاً وسماعًا سماعةً وسماعيةً ومسمعا. الصوت: سننا۔ صفت (سامع) جمع سمّاع وسمعة وسامعون. اليه: کان لگانا، متوجہ ہونا۔ سمعه: سنانا، سمع به: عیوب کو پھیلانا، رسوا کرنا، بری باتیں سنانا اور گالی دینا۔ سمع بكذا: کسی کے متعلق کوئی چیز پھیلانا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اگر غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: اس چیز کی عظمت اور اعتقاد کے ساتھ قسم کھائی ہے تو اب اکثر علماء کے نزدیک اس نے شرک کیا کیونکہ اس نے غیر اللہ کی وہ تعظیم کی ہے جو اللہ کی ہوتی ہے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ جس کا عام طور سے رواج زمانہ جاہلیت میں بھی تھا اب افسوس ہمارے زمانے میں بھی ہو رہا ہے، وہ یہ ہے جس سے محبت اور تعلق ہوتا ہے اس کی قسم کھائی جاتی ہے مثلاً: تمہارے بچے کی قسم، تمہارے سر کی قسم، تمہاری جان کی قسم

وغیرہ۔ یہ بھی گناہ سے خالی نہیں، اس صورت کے بارے میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں اس صورت کو بھی شرک اور کفر سے تعبیر کیا گیا ہے اور وہ بطور زجر اور تنبیہ کے ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الایمان والنذور (باب ماجاء فی کراهية الحلف بغیر الله) وأحمد ۶۰۷۹/۲ والحاکم ۷۸۱۳/۴ وابن حبان ۴۳۵۸ و مصنف عبد الرزاق ۱۵۹۲۶ و هکذا فی البیهقی ۲۹/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ وکذا روضۃ المتقین بالاختصار

(۳۱۵) بَابُ تَغْلِيْظِ الْيَمِيْنِ الْكَاذِبَةِ عَمَداً

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانے کی سختی سے ممانعت کا بیان

کسی کا ناحق مال لینے کے لئے جھوٹی قسم کھانا

(۱۷۱۲) ﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ، لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ" قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: "اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيْلاً" اِلٰى آخِرِ الْآيَةِ﴾ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ناحق کسی مسلمان آدمی کا مال لینے کے لئے قسم کھائی تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوں گے۔ راوی نے کہا پھر آپ ﷺ نے ہمیں اللہ جل شانہ کی کتاب سے اس مفہوم کی تصدیق کرنے والی آیت کریمہ پڑھ کر سنائی ان الذین یشترون بعهد الله والخ (۱) "بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے ذریعے سے تھوڑا سا مول لے لیتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور نہ قیامت والے دن اللہ ان سے کلام فرمائیں گے نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھیں گے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ ثمنا: الثمن: بیع شدہ چیز کا بدلہ، قیمت ج اثمان واثمنة واثمن، المثمن: وہ چیز جس کی قیمت کا اندازہ کیا گیا

ہو، ثمّن الشیء: قیمت کا اندازہ کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کا تعلق حقوق العباد کے ساتھ ہے، جس طرح ایک مسلمان کے لئے حقوق اللہ کی رعایت ضروری ہے اسی طرح اس پر حقوق العباد کی بھی حفاظت لازمی ہے۔

مَالِ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ: کسی مسلمان کا مال قسم کے ذریعہ لے لے۔ محدثین فرماتے ہیں اس جملہ میں تنبیہ ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اللہ کے حق کے تابع دار کہنے کے باوجود پھر بھی دوسرے کے مال کو ناجائز لیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ لفظ مسلم میں ذمی بھی داخل ہے کہ اگر کسی ذمی کا مال بھی ناجائز طور سے لیا تو اس کا گناہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی مسلمان کے مال کو لینے کا کیونکہ ان کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: **دمائهم كدمائنا واموالهم كاموالنا** "کہ ان کا خون ہمارے خون کی طرح حرمت والا ہے اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح حرمت والا ہے۔" البتہ کافر حربی اس حکم سے خارج ہے۔ (۲)

وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ: اللہ اس پر ناراض ہوں گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ اس سے انتقام لیں گے بشرطیکہ اس نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِاللّٰهِ: قرآن کی اس آیت میں بھی وہی حدیث بالا کا مفہوم ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس آیت کی بھی تلاوت فرمادی، یا اس آیت کی وضاحت آپ ﷺ نے حدیث بالا کے ساتھ فرمائی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح البخاری کتاب المساقاة (باب الخصومة فی البئر) وصحيح مسلم کتاب الایمان (باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار) واحمد ۳۵۹۷/۱ وابوداؤد وابن حبان ۵۰۸۴ وهكذافی البيهقی ۱۷۸/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۳۶) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ آل عمران آیت ۷۷

(۲) نفع المسلم ۳۴۱/۱

جو کسی کا مال ناحق لے تو اس پر جہنم واجب ہوجاتی ہے

(۱۷۱۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْحَارِثِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ، فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ، وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ." فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِنْ أَرَاكٍ"﴾

(رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا حق لے لے تو اللہ جل شانہ اس کے لئے جہنم کی آگ واجب اور جنت کو حرام فرمادیتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! چاہے وہ معمولی سی چیز ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا چاہے وہ پیلو کے درخت کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ حرم: حرمه (ض) وحرمه (س) حرماوحريماوحرماناوحرماوحرمةو حريمة ـالشيء: منع کرنا، روکنا، محروم کرنا، صفت مفعولی: (محروم)

تشریح: یہ حدیث پہلے "كتاب المامورات باب تحريم الظلم" میں گذر چکی ہے۔ مختصر یہ کہ حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ جو بھی جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال ناحق لے تو ایسے شخص پر جہنم کی آگ واجب ہوجاتی ہے اور جنت حرام ہوجاتی ہے۔

فَقَدْاَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ: اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم واجب اور جنت حرام فرمادیتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: علماء فرماتے ہیں کہ "فَقَدْاَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ" یہ کہنا ہی کافی تھا "وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" کے کہنے کی کیا ضرورت تھی؟

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے "فَقَدْاَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ" سے اتنا مفہوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جہنم میں ضرور جائے گا مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ہمیشہ ہی جہنم میں رہے گا، ہیشگی کو بتانے کے لئے دوسرے جملے کا لانا ضروری تھا۔

سوال: کیا کسی کا مال ناحق لینے سے آدمی ہمیشہ جہنم میں رہے گا؟

جواب ❶: حرام مال کو حلال سمجھ کر لینے سے وہ کافر ہوجائے گا اور پھر کافر آدمی کے لئے جہنم ہمیشہ کے لئے ہوگی۔

جواب ❷: تنبیہ اور زجر کے طور پر فرمایا جارہا ہے کہ کوئی آدمی کسی کا بھی مال لینے کی ہمت نہ کرے۔

وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًامِنْ اَرَاكٍ: اگر چہ پیلو کے درخت کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس جملہ میں یہ بتانا مقصود ہے کہ معمولی سا مال لے یا زیادہ لے دونوں ہی حرام ہے، اس سے تنبیہ ہے کہ کوئی معمولی سا مال بھی دوسرے کا نہ لے، یہ بات الگ ہے کہ معمولی مال لینے پر سزا کم اور زیادہ مال کے لینے پر سزا زیادہ ہوگی مگر حرام ہونے میں قلیل وکثیر دونوں ہی برابر ہوں گے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب وعيدمن اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۲۱۶) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی

بڑے بڑے چند گناہ

(۱۷۱۴) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْكَبَائِرُ: اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوسُ"﴾ (رواه البخاری)

وَفِي رِوَايَةٍ: اَنَّ اَعْرَابِيًّاجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا الْكَبَائِرُ؟ قَالَ: "اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ" قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: "اَلْيَمِينُ الْغَمُوسُ" قَالَ: وَمَا الْيَمِينُ الْغَمُوسُ؟ قَالَ: "اَلَّذِي يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ!" يَعْنِي بِيَمِينٍ هُوَفِيهَا كَاذِبٌ.

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بڑے بڑے گناہ یہ ہیں: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا، (۲) والدین کی نافرمانی کرنا، (۳) ناحق کسی جان کو قتل کرنا، (۴) جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ بڑے گناہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ اس نے کہا کہ اس کے بعد؟ فرمایا کہ جھوٹی قسم کھانا۔ اس نے کہا کہ "یمین الغموس" کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جھوٹ بول کر کسی مسلمان کا مال لینا۔''

لغات: ❖ الغموس: مصیبت میں ڈالنے والا معاملہ، الیمین الغموس: جان بوجھ کر جھوٹی قسم جمع غمس، من الرجال: بہادر، کہاجاتا ہے طعنة غموسٌ: پار ہوجانے والے نیزہ کی مار غموساً. النجم: ستارے کا ڈوبنا، غروب ہونا۔

تشریح: حدیث بالا پہلے "کتاب المامورات باب تحریم العقوق وقطعیة الرحم" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدیث بالا میں کبیرہ گناہوں کو بیان کیا جارہا ہے ان میں سے ایک یمین غموس ہے اور یمین غموس کہتے ہیں کسی گذشتہ یا حالیہ بات پر جھوٹی قسم جان بوجھ کر کھانا، اس یمین غموس کا حکم یہ ہے کہ اس جھوٹی قسم کا کھانے والا شخص سخت گناہ گار ہوتا ہے اور پھر اس کے لئے توبہ استغفار کرنا ضروری ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عنہ کے نزدیک اس پر کفارہ نہیں آتا، جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر کفارہ بھی آتا ہے اور اسی طرح حدیث بالا میں ناحق قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانے سے بھی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الايمان والنذور (باب اليمين الغموس)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) میں گذر چکے ہیں۔

(۳۱۶) بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ، فَرَأٰی غَیْرَھَا خَیْراً مِنْھَا اَنْ یَّفْعَلَ ذٰلِکَ الْمَحْلُوْفَ عَلَیْهِ، ثُمَّ یُکَفِّرُعَنْ یَمِیْنِهٖ

جو شخص کسی بات پر قسم اٹھائے پھر دوسری صورت اس سے بہتر دیکھے تو وہ دوسری صورت کو اختیار کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دے یہی بات مستحب ہے

اگر قسم کو پورا نہ کیا تو پھر کفارہ ادا کریں

(۱۷۱۵) ﴿عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَاِذَاحَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ، فَرَاَیْتَ غَیْرَھَاخَیْرًامِنْھَا، فَائْتِ الَّذِیْ ھُوَخَیْرٌ، وَکَفِّرْعَنْ یَمِیْنِکَ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم کسی کام پر قسم اٹھاؤ پھر تم اس قسم کو پورا نہ کرنے کو اچھا سمجھو تو وہ کام کرو جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دیدو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ کفر: کفر (ن) کفراًو کفراً. الشیء: چھپانا، کہا جاتا ہے کفر درعه بثوبه: اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا (کفراو کفراً و کفوراً و کفراناً) ایمان کی ضد بالخالق: نفی کرنا (کفراً و کفوراً و کفراناً) ناشکری کرنا بکذا: بیزار ہونا۔ کافر مکافرة۔ فلاناً حقه: انکار کرنا۔ اکفر: طاعت اور ایمان کے بعد گناہ اور کفر اختیار کرنا۔ الرجل کافر کہنا، کفر کی طرف منسوب کرنا، کافر بنانا، کفر کرنے پر مجبور کرنا۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے ''کتاب المامورات باب النهی عن سوال الامارة'' میں گذر چکی ہے۔ مختصر مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کام پر قسم کھائی اور پھر جس چیز پر قسم کھائی ہے اس کے غیر میں اچھائی کو دیکھے تو اب جس کام میں اس کو خیر نظر آرہی ہے اس کو کرے اور جو قسم کھائی ہے اس کا کفارہ ادا کردے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الایمان (باب قول الله تعالیٰ: لا یواخذکم الله باللغوالخ) وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب ندب من حلف یمینا فرأی إلخ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۶۷۷) میں گذر چکے ہیں۔

جس پر قسم کھائی اگر اس سے اچھی صورت سامنے آئے تو اسی کو کرلیں

(۱۷۱۶) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ، فَرَأٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِنْهَا، فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ، وَلْیَفْعَلِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی کام پر قسم کھائے پھر وہ کسی دوسرے کام کو اس سے زیادہ اچھا پائے تو اپنی قسم کا کفارہ دیدے اور وہ کام کرے جو کہ زیادہ بہتر ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ حلف: حلف (ض) حلفاً وحِلفا وحَلفا ومحلوفا ومحلوفة ومحلوفاء باللّٰه: قسم کھانا، احلفه وحلّفه واستحلفه: قسم کھلانا، حالفه محالفة: معاہدہ کرنا۔ الحلاف والحلافة: بہت قسم کھانے والا۔ الحِلف (مصدر) دوست جو بے وفائی نہ کرنے کی قسم کھائے جمع احلاف.

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا مگر پھر بعد میں معلوم ہوا کہ اس کام کے کرنے میں ہی بہتری ہے تو اب اس کو چاہئے کہ اپنی قسم کو توڑ کر وہ کام کرلے اور پھر اپنی اس قسم کا کفارہ ادا کردے۔

قسم توڑنے کا کفارہ

سب سے پہلے غلام کو آزاد کرے، یا دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلائے، یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور جو ان تینوں باتوں پر قادر نہ ہو تو پھر وہ تین دن کے روزے رکھے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الایمان (باب قوله تعالیٰ: لایواخذکم الله باللغوالخ) ومالک فی موطئه، واحمد ۸۷۴۲/۳ والترمذی وابن حبان۴۳۴۹ وهکذافی البیهقی۲۳۲/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

قسم کے ساتھ انشاء اللہ کہنا

(۱۷۱۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ، ثُمَّ اَرٰی خَیْرًا مِنْهَا اِلَّا کَفَّرْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ، وَأَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک میں اللہ کی قسم! اگر اللہ نے چاہا کسی کام پر قسم نہیں کھاؤنگا کہ پھر میں اس سے زیادہ بہتر صورت دیکھوں، تو میں ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردوں گا اور وہ کام کروں گا جو بہتر ہے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ خیر: اسم تفضیل کا صیغہ "اخیر" کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرۃ آتی ہے الخیر: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال جمع: اخیار و خیار: بہت نیکی والا، استخار و استخارۃ: طلب خیر کرنا اللہ۔ طلب خیر کی دعا کرنا۔

تشریح: اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰى يَمِيْنٍ: اگر اللہ نے چاہا میں کسی کام پر قسم نہیں کھاؤنگا۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے قسم کے الفاظ کے ساتھ لفظ انشاء اللہ کہہ دیا تو اب وہ قسم نہیں ہوگی اور جب وہ قسم صحیح نہیں ہوگی تو کفارہ بھی واجب نہیں ہوگا۔

ثُمَّ اَرٰى خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ: اس سے بہتر صورت دیکھوں تو میں ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردوں گا۔ مثلاً اگر وہ یوں قسم کھالے کہ میں اپنے والد سے ایک مہینے تک بات نہیں کرونگا تو اب اس صورت میں قسم کو توڑ کر بات کر لینا چاہئے اور پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے اور اس قسم کی قسم کھا کر انشاء اللہ کہہ چکا ہے تو اب قسم ہی صحیح نہیں ہوگی، یہ اپنے والد سے بات کرتا رہے اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى وصحيح مسلم واحمد ۱۹۶۰۸/۷ وابوداؤد و النسائى وابن حبان ۴۳۵۱ وهكذافى البيهقى ۵۱/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) میں گذر چکے ہیں۔

قسم کھا کر ہر حال میں جم جانا صحیح نہیں

(۱۷۱۸) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِاَنْ يَلَجَّ اَحَدُكُمْ فِىْ يَمِيْنِهٖ فِىْ اَهْلِهٖ آثَمُ لَهٗ عِنْدَاللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ اَنْ يُعْطِىَ كَفَّارَتَهُ الَّتِىْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ"﴾ (متفق عليه)

قَوْلُهٗ: "يَلَجَّ" بِفَتْحِ اللَّامِ وَتَشْدِيْدِالْجِيْمِ: اَىْ يَتَمَادٰى فِيْهَا، وَلَايُكَفِّرُ، وَقَوْلُهٗ: "آثَمُ" هُوَبِالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ، اَىْ: اَكْثَرُاِثْمًا.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کسی شخص کا

اپنے گھر والوں کے بارے میں قسم کھا کر اس پر جم جانا اللہ کے نزدیک اس کے لئے اس بات سے زیادہ گناہ کا باعث ہے کہ وہ اس قسم کا کفارہ ادا کر دے جو اللہ نے اس پر فرض کیا ہے۔" (بخاری و مسلم)

یلج: لام پر زبر اور جیم پر شد بمعنی قسم پر اڑے اور جمے رہنا اور قسم کھا کر کفارہ ادا نہ کرنا۔ آثم: ثاء کے ساتھ زیادہ گناہ گار۔

لغات: ❖ آثم: اثم (ن، ض) اثماً. الله فلانا کذا: گنہگار قرار دینا اور سزا دینا اثّمه: گناہ کی طرف منسوب کرنا۔ اثمه: مبتلائے گناہ کرنا، الاثم جمع آثام و المأثمة و الماثم: ناجائز فعل، گناہ، جرم۔

تشریح: اہل سے بیوی بچے اور دوسرے گھر کے لوگ مراد ہیں، ان کے بارے میں کوئی قسم کھائے اور پھر بہتری کام کرنے میں دیکھے تو اب اپنی قسم پر جمے رہنا کمال نہیں بلکہ اس صورت میں کمال یہ ہوگا کہ وہ قسم کو توڑ دے اور اس قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں قسم کھانے کی کئی قسمیں ہوسکتی ہیں مثلاً وہ فرض کے چھوڑنے اور حرام کام کے ارتکاب کی قسم کھائے مثلاً (معاذ اللہ) میں نماز نہیں پڑھوں گا یا شراب پیوں گا تو اب اس صورت میں قسم کو توڑنا ضروری ہے اور اگر کسی مستحب کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی تو اب اس صورت میں قسم کا توڑنا مستحب ہوگا، اسی طرح اگر مباح کام کے نہ کرنے پر قسم کھائی ہے تو اب قسم کا توڑنا بھی مباح ہوگا۔ (۲)

کفارہ قسم توڑنے سے پہلے دینا ہے یا بعد میں

ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، شافعی، احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قسم توڑنے سے پہلے بھی اگر کسی نے کفارہ ادا کر دیا تو وہ ادا ہو جائے گا جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قسم توڑے پھر کفارہ ادا کرے، اگر قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دیا تو اب دوبارہ ادا کرے۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى اوائل كتاب الايمان وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب الاصرار على اليمين) واحمد۳/۸۲۱۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۲۲۱
(۲) نزہۃ المتقین
(۳) اوجز المسالک ۴/۱۴۵

(۳۱۷) بَابُ الْعَفْوِ عَنْ لَغْوِ الْيَمِيْنِ وَاَنَّهٗ لَا كَفَّارَةَ فِيْهِ، وَهُوَ مَا يَجْرِيْ عَلَى اللِّسَانِ بِغَيْرِ قَصْدِ الْيَمِيْنِ كَقَوْلِهٖ عَلَى الْعَادَةِ: لَا وَاللّٰهِ، وَبَلٰى وَاللّٰهِ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ

قسم لغو کے معاف ہونے اور اس میں کفارہ نہ ہونے کا بیان اور یہ وہ قسم ہے جو بغیر ارادۂ قسم عادت کے طور پر زبان پر آجائے جیسے لَا وَاللّٰهِ، بَلٰى وَاللّٰهِ اور اس قسم کے دیگر الفاظِ قسم

یمین لغو پر مواخذہ نہیں ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ، فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ، اَوْ كِسْوَتُهُمْ، اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ، ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ"﴾ (سورۃ المائدہ: ۸۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو محکم کرو، سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان (دس محتاجوں) کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا اور جس کو طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے، یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب کہ تم قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو۔''

تشریح: آیت بالا میں یمین لغو کا بیان ہے اور یمین لغو کہتے ہیں بلا قصد زبان سے قسم کے الفاظ نکل جائے، اس کا حکم یہ ہے کہ نہ اس پر گناہ ہے اور نہ ہی کفارہ۔ (۱)

فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ: اگر کسی نے آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کیا تو اب اس پر کفارہ واجب ہوگا اور کفارہ میں تین کاموں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے:

❶ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا دو وقت (صبح و شام)، اس میں کھلا دینا یا دیدینا دونوں میں اختیار ہے اتنا کہ اس کا پیٹ بھر جائے یا ایک مسکین کو بقدر فطرہ کے دیدیں مثلاً: پونے دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت۔

❷ یا دس مسکینوں کو بقدر ستر کپڑا دینا۔

❸ غلام آزاد کرنا۔

فَمَنْ لَمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ: روزہ رکھنا صرف اس صورت میں ہوگا جب کہ ان تینوں میں سے کسی پر قدرت نہ ہو۔ اور بعض روایات میں اس جگہ تین روزے پے در پے یعنی مسلسل رکھنے کا حکم ہے، اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک کفارۂ قسم میں روزے مسلسل ہونا ضروری ہے۔ (۲)

ذٰلِکَ کَفَّارَةُ اَیْمَانِکُم اِذَا حَلَفْتُمْ: امام ابوحنیفہ وغیرہ کے نزدیک قسم کا کفارہ قسم کے توڑنے کے بعد واجب ہوتا ہے، اگر کسی نے قسم کے توڑنے سے پہلے کفارہ دیا تو وہ معتبر نہیں ہوگا کیونکہ کفارہ کا سبب قسم کا توڑنا ہے تو جب تک قسم نہیں توڑی کفارہ واجب ہی نہیں ہوا، جیسے نماز کا وقت ہی نہیں ہو تو وہ نماز واجب کیسے ہوگی؟۔

وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ: اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اگر قسم جائز ہو تو اس کو پورا کرو، جب تک شدید مجبوری نہ ہو اس وقت تک قسم کو نہیں توڑنا چاہئے۔

---

(۱) تفسیر قرطبی ۳/۲۶۵

(۲) تفسیر قرطبی ۳/۲۸۳۔ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۲/۴۳۳ کو دیکھیں

باتوں باتوں میں قسم کھانا

(۱۷۱۹) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ: اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ: "لَایُؤَاخِذُ کُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ" فِیْ قَوْلِ الرَّجُلِ: لَاوَاللّٰهِ وَبَلٰی وَاللّٰهِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ **لایواخذکم اللہ باللغو الخ.** ایسے آدمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو (بغیر ارادہ کے) کہتا ہے اللہ کی قسم کیوں نہیں، اللہ کی قسم (بات بات میں)''

(بخاری)

لغات: ❖ ایمان: یہ جمع ہے یمین کی بمعنی قسم، یمین لغو جھوٹی قسم کو کہتے ہیں چاہے بالارادہ ہو یا بلا ارادہ۔ یہ باب سمع سے ہے۔

تشریح: فِیْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَاوَاللّٰهِ وَبَلٰی وَاللّٰهِ: اس شخص کے بارے میں (جو باتوں باتوں میں) کہتا ہے اللہ کی قسم کیوں نہیں، اللہ کی قسم۔ محدثین فرماتے ہیں عرب کی عادت تھی کہ وہ بات کرتے کرتے **لا واللہ بلیٰ واللہ** کہا کرتے تھے، ان الفاظ سے ان کا مقصود قسم کھانا نہیں ہوتا تھا۔ (۱)

بطور تکیہ کلام کے وہ کہتے تھے تو ایسے شخص کے بارے میں حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ اس طرح کہنے سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔

یمین لغو کی تعریف میں اختلاف

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یمین لغو اس کو کہتے ہیں کہ آدمی بلا قصد زمانہ ماضی یا زمانہ مستقبل کے بارے میں قسم کھائے۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یمین لغو اس کو کہتے ہیں کہ کسی ایسی بات پر قسم کھائی جائے جس کے بارے میں قسم کھانے والے کا گمان تو یہ ہے کہ وہ صحیح ہے لیکن فی الحقیقت وہ صحیح نہ ہو۔ (۲)

یمین لغو کا حکم

اس بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کی ذات رحیم سے امید ہے کہ اس پر مواخذہ نہیں فرمائیں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ (باب یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک)

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۲۱/۴

(۲) مرقاۃ وکذا فی مظاہر حق ۴۹۴/۳۔

---

(۳۱۸) بَابُ كَرَاهَةِ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ وَإِنْ كَانَ صَادِقاً

خرید وفروخت میں قسمیں اٹھانا مکروہ ہے اگرچہ وہ سچا ہی ہو

قسم کھانا تجارت کی برکت ختم کردیتا ہے

(۱۷۲۰) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ قسم سودے کے زیادہ بکنے کا سبب ہے لیکن کمائی کی برکت مٹانے کا ذریعہ بھی ہے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ السلعة: سامان وسامان تجارت ج سلع (السلعة و السلعة و السلعة) بدن کا پھوڑا یا گوشت اور کھال کے

درمیان غدود جیسی زیادتی، جونک۔

تشریح: اَلْحَلْفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ: قسم سودے کے زیادہ بکنے کا سبب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص زیادہ قسمیں کھاتا ہے، اس میں سچی اور جھوٹی دونوں قسمیں مراد ہوسکتی ہیں تو اس کی وجہ سے وقتی طور پر اس کے مال واسباب میں زیادتی ہوتی ہے کہ لوگ اس کی قسم پر اعتماد کر کے اس سے لین دین کریں گے، ایک روایت میں "الیمین الکاذبة منفقة للسلعة" بھی آتا ہے کہ جھوٹی قسم کھانا مال کو فروخت کرنے کے لئے سبب ہے۔ (۱)

مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ: برکت مٹانے کا سبب بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قسم کھا کر مال تو خوب بک جاتا ہے مگر اس سے آنے والے مال واسباب میں کچھ برکت نہیں ہوتی کہ اس کا مال ویسے ہی تلف ہوگیا، یا مال ایسی جگہ پر خرچ ہوگیا جہاں پر کوئی فائدہ نہیں، جس سے نہ اس کو دنیا میں کچھ زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نہ آخرت میں کوئی اجر وثواب ملے گا کیونکہ اس نے اللہ کے پاک ومبارک نام کو صرف دنیا کے حاصل کرنے میں استعمال کیا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى و صحيح مسلم واحمد ۷۲۱۱/۳ و ابوداؤد والنسائى وابن حبان۴۹۰۶ وهكذا فى البيهقى ۲۶۵/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسند امام احمد

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

تجارت میں زیادہ قسم کھانے سے بچو

(۱۷۲۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اِیَّاکُمْ وَ کَثْرَةَ الْحَلِفِ فِی الْبَیْعِ، فَاِنَّهٗ یُنْفِقُ ثُمَّ یَمْحَقُ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا کہ خرید وفروخت میں زیادہ قسمیں اٹھانے سے اپنے آپ کو بچاؤ، پس اس سے سودا تو زیادہ بکتا ہے لیکن اس سے برکت مٹ جاتی ہے۔"

لغات: ❖ کثرة: کثر (ک) کثرة و کثارة: بہت ہونا، صفت: کثرٌ و کثیرٌ و کثارٌ و کاثرٌ، کثر (ن) کثراً۔ الرجل: کثرت میں غالب ہونا، کثرة: زیادہ کرنا۔ اکثرة: بہتات، زیادتی، الکثیر: بمعنی بہت۔

تشریح: علماء نے حدیث بالا کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ تجارتی معاملات میں زیادہ قسمیں کھانے سے وقتی طور پر کاروبار میں وسعت ہوجاتی ہے لیکن انجام کار یہ ہوتا ہے کہ اس کے مال سے برکت ختم ہوجاتی ہے، قسم زیادہ کھانا پھر اس کی

عادت ہوجاتی ہے، پھر وہ جھوٹی سچی بہت قسم کی قسمیں کھانے لگتا ہے تو اس صورت میں باطنی طور پر اس کی تجارت سے خیر و برکت کا نکل جانا ظاہر ہے، پھر اس کے اوپر سے آہستہ آہستہ لوگوں کا اعتماد بھی اٹھنے لگتا ہے اور لوگ جان لیتے ہیں کہ یہ تو ہر بات پر قسم کھالیتا ہے خواہ بات کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ (۱)

فقہاء فرماتے ہیں معاملات میں سچی قسم کھانا مکروہ ہے اور جھوٹی قسم کھانا تو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب البيوع (باب النهى عن الحلف فى البيوع) واحمد ٢٢٦٠٧/٨ والنسائى وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۱۹) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۳/۵۶، روضۃ المتقین ۴/۲۲۲

(۲) نزہۃ المتقین، روضۃ المتقین ۴/۲۲۲

(٣١٩) بَابُ كَرَاهَةِ اَنْ يَسْأَلَ الْاِنْسَانُ بِوَجْهِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ غَيْرَ الْجَنَّةِ وَكَرَاهَةِ مَنْعِ مَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَتَشَفَّعَ بِهٖ

اس بات کی کراہیت کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا واسطہ دے کر آدمی جنت کے علاوہ اور چیز مانگے اور اس بات کی کراہیت کہ اللہ کے نام پر مانگنے والے اور اس کے ذریعے سے سفارش کرنے والے کو انکار کردیا جائے

اللہ کی ذات کا واسطہ جنت کے لئے دینا چاہئے

(١٧٢٢) ﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةُ"﴾ (رواه ابوداؤد)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کسی چیز کا سوال نہ کیا جائے۔'' (ابوداؤد)

لغات: ❖ وجه: الوجه: جانب، قصد و نیت جس عمل وغیرہ کی طرف انسان متوجہ ہو، عزت و مرتبہ کہا جاتا ہے ''فعل ذلک

لوجه الله" اس نے اس فعل کو اللہ کی رضامندی کے لئے کیا، "وضرب وجه الامر وعینه" اس نے کام کی اچھی تدبیر کی، "ومضى على وجهه" وہ لاپروائی سے گزر گیا اور اسی طرح "اسود وجهه وسود الله وجهه" اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ فعل مذموم کرے، جمع وجوہ۔

تشریح: علماء حدیث بالا کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ آدمی اللہ کی ذات اقدس کا واسطہ کسی کو نہ دے، خاص کر کے دنیا جیسی حقیر چیز کے حصول کے لئے۔ ہاں اگر اللہ کو واسطہ بنانا ہے تو جنت کے حصول کے لئے واسطہ بنایا جائے مثلاً یوں کہا جائے اے اللہ! ہم تیری ذات اقدس کے واسطہ سے تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں جنت میں داخل فرما۔ (۱)

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الزکاۃ (باب کراھیة المسألة بوجه الله تعالیٰ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۲/۲۸۵، روضۃ المتقین ۴/۲۲۳، دلیل الفالحین ۴/۵۵۳

جو اللہ کے نام سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدو

(۱۷۲۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ، فَأَعِيْذُوْهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ فَأَعْطُوْهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ، فَاَجِيْبُوْهُ، وَمَنْ صَنَعَ اِلَيْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ، فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا مَاتُكَافِئُوْنَهُ، فَادْعُوْالَهُ حَتّٰى تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْكَافَأْتُمُوْهُ"﴾ (حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِاَسَانِيْدَ الصَّحِيْحَيْنِ)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے واسطے سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدو اور جو تمہیں دعوت دے تو اس کو قبول کرلو اور جو تمہارے ساتھ احسان کرے تو تم بھی اس کا بدلہ دو اور اگر تم بدلہ دینے کی طاقت نہ پاؤ تو اس کے لئے دعائے خیر کردو، یہاں تک کہ تم کو یقین ہوجائے کہ تم نے اس کو بدلہ دیدیا ہے۔"

یہ حدیث صحیح ہے، اس کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیحین کی سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

لغات: ❖ صنع: صنع یصنع صنعاً وصنعاً. الشیء: بنانا۔ الیه معروفاً: احسان کرنا صنع الشیء: مزین کرنا، کاریگری سے خوبصورت بنانا۔ تصنع: تزئین کا تکلف کرنا، بناوٹ کرنا۔

تشریح: مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَأَعِيْذُوْهُ: جو اللہ کے نام پر پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدو۔ مطلب یہ ہے اگر کوئی شخص کسی کی ذات کی وجہ سے یا کسی اور کے وجہ سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور پھر وہ آدمی خدا کا واسطہ دے کر پناہ مانگے کہ مجھے اس

مصیبت سے نجات دلاؤ تو اب اللہ کے نام کی تعظیم کے پیش نظر اس کو اس مصیبت سے نجات دلا دینا چاہئے۔

وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰہِ فَاَعْطُوْہُ: جو اللہ کے نام پر کچھ مانگے تو اس کو دیدو۔ اس میں علماء فرماتے ہیں کہ اگر وہ واقعی فقیر ہو تو دیدو، اگر آپ کو یقین ہے کہ وہ فقیر نہیں بلکہ پیشہ ور گداگر ہے تو اب اس کو نہ دیا جائے تا کہ اس کی حوصلہ شکنی ہو جائے۔ (۱)

فَادْعُوْا لَہٗ: اگر بدلہ کے لئے کچھ نہ ملے تو اس کے لئے دعائے خیر کرو۔ اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ کم از کم یہ ہے کہ اس کو "جزاک اللہ خیرا" کہہ دے۔ ایک روایت میں آتا ہے جس نے یہ جملہ کہہ دیا اس نے بہتر بدلہ دیدیا کیونکہ اس جملہ میں اس نے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اللہ تعالیٰ تو سب سے بہتر اور اچھا بدلہ دینے والا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد (باب عطیة من سأل بالله عزوجل) وسنن نسائی کتاب الزکاة (باب من سأل بالله عزوجل) وأحمد۲/۵۳۶۵ والبخاری فی الادب المفرد ۲۱۶ والحاکم۱/۱۵۰۲ومصنف إبن ابی شیبة۳/۲۲۸وھکذافی البیھقی ٤/ ۱۹۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الطالبین۲/۴۴۳

(۲) مظاہر حق۲/۲۸۵

(۳۲۰) بَابُ تَحْرِیْمِ قَوْلِہٖ شَاھَنْشَاہ لِلسُّلْطَانِ وَغَیْرِہٖ لِاَنَّ مَعْنَاہُ مَلِکُ الْمُلُوْکِ، وَلَا یُوْصَفُ بِذٰلِکَ غَیْرُ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی

بادشاہ وغیرہ کو شہنشاہ کہنا حرام ہے اس لئے کہ اس کے یہ معنیٰ ہے کہ بادشاہوں کے بادشاہ اور یہ صرف اللہ کے سوا کسی اور کے لئے بیان کرنا جائز نہیں ہے

شہنشاہ نام رکھنا منع ہے

(۱۷۲٤) ﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ رَجُلٌ تَسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ"﴾ (متفق علیہ)

قَالَ سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ: مَلِکُ الْاَمْلَاک" مِثْلُ شَاھَنْشَاہِ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے ذلیل نام

اللہ جل شانہ کے نزدیک اس شخص کا ہے جو اپنا نام شہنشاہ رکھے۔“ (بخاری ومسلم)

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ **ملک الاملاک** کہنا بھی شہنشاہ کی طرح (حرام) ہے۔

لغات: ❖ ملک: الملک: (مصدر) بادشاہ جمع ملوک واملاک، وملک الأملاک بمعنی بادشاہوں کا بادشاہ، املک القوم فلانا: بادشاہ بنانا، الملک: اللہ تعالیٰ، بادشاہ، صاحب قوت واقتدار، جمع ملوک و املاک.

تشریح: إِنَّ اَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: سب سے زیادہ ذلیل نام اللہ کے نزدیک۔ علماء حدیث بالا کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور تواضع بہت پسند ہے اور فخر اور غرور سے بے انتہا نفرت ہے اور شہنشاہ کہلانے سے آدمی میں عاجزی کے بجائے تکبر کا اظہار ہوتا ہے، نیز یہ کہ لفظ شہنشاہ (یعنی بادشاہوں کا بادشاہ) یہ اللہ تعالیٰ کا وصف ہے جو اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، اس وصف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی مخلوق کے شریک ہونے کا وہم وگمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ [۱]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الادب (باب ابغض الاسماء الى الله تعالىٰ) و صحيح مسلم كتاب الاداب (باب تحريم التسمى بملك الاملاک) و احمد ۷۳۳۳/۳ وابوداؤدوابن حبان ۵۸۳۵ وهكذافى البيهقى ۳۰۸/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ وہکذافی مظاہر حق ۴۲۰/۲ وکذافی روضۃ المتقین ۲۲۵/۴

(۳۲۱) بَابُ النَّهْيِ عَنْ مُخَاطَبَةِ الْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَ نَحْوِهِمَابِسَيِّدِیْ وَ نَحْوِهٖ

فاسق اور بدعتی وغیرہ کو سردار وغیرہ کہنے کی ممانعت کا بیان

منافق کو سردار مت کہو

(۱۷۲۵) ﴿عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ، فَاِنَّهٗ اِنْ يَكُ سَيِّدًا، فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّوَجَلَّ"﴾ (رواه ابوداؤد باسناد صحيح)

ترجمہ: ”حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا منافق کو سید (سردار) مت کہو کہ اگر وہ شخص سید ہو تو تم نے اپنے رب کو ناراض کرلیا۔“ (ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے)

لغات: ❖ اسخطتم: سخط (س) سخطاً. الرجل الیه: غضبناک ہونا الشیء ناپسند کرنا، اسخطه: غضبناک کرنا۔ تسخطه: ناراض ہوکر غضبناک ہونا، اور ناپسند کرنا۔ السخط و السخط و السخط: ناراضی، اور بقول بعض بڑے لوگوں کی ناراضی، المسخوط: (مفعول) ناپسندیدہ، المسخط و المسخطة: سبب ناراضی ج مساخط.

تشریح: لَاتَقُوْلُوْالِلْمُنَافِقِ سَیِّدٌ: منافق کو سید مت کہو۔ عربی زبان میں "سید" سردار کو کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ کسی منافق کو سردار نہیں کہا جاسکتا، اگر وہ منافق فی نفسہ اپنے قوم کا سردار ہی کیوں نہ ہو اس کے باوجود سید کہنا اللہ کی ناراضگی کو دعوت دینا ہے کیونکہ سید تعظیم واحترام کا لفظ ہے اور منافق کبھی بھی قابل تعظیم اور قابل احترام نہیں ہوسکتا۔ (۱)

علماء نے کافر اور گمراہ آدمی کو بھی اسی حکم میں داخل کیا ہے کہ کافر یا گمراہ شخص کو سردار کہنے والا شخص بھی اللہ کی ناراضگی کو دعوت دیتا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: حدیث بالا میں صرف منافق کو ہی کیوں بیان کیا گیا ہے جب کہ اس سے تمام ہی فرق باطنہ کے لوگ مراد ہیں؟

جواب: منافق کا ذکر حدیث بالا میں خصوصیت کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا گیا کہ منافق کو ظاہری طور سے لوگ مسلمان ہی سمجھتے ہیں، اس لئے عام مسلمانوں کا اس کی تعریف اور خوشامد میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الاداب (باب مایقول المملوک ربی وربتی) واحمد ۲۳۰۰۰/۹ و الحاکم ۷۸۶۵/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۸۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲۲۶/۴ ودلیل الفالحین ۵۵۵/۴ (۲) مرقاۃ ومظاہر حق ۴۳۲/۴

(۳۲۲) بَابُ کَرَاهَةِ سَبِّ الْحُمّٰی

بخار کو برا بھلا کہنے کی کراہیت کا بیان

بخار کو برا بھلا مت کہو

(۱۷۲۶) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی اُمِّ السَّائِبِ، اَوْاُمِّ الْمُسَیِّبِ فَقَالَ: "مَالَکِ یَا اُمَّ السَّائِبِ اَوْیَا اُمَّ الْمُسَیِّبِ۔ تُزَفْزِفِیْنَ؟" قَالَتْ: اَلْحُمّٰی لَابَارَکَ اللّٰهُ فِیْهَا! فَقَالَ: "لَاتَسُبِّی الْحُمّٰی، فَاِنَّهَاتُذْهِبُ خَطَایَاَ بَنِیْ آدَمَ، کَمَایُذْهِبُ الْکِیْرُ خَبَثَ

الْحَدِيْدِ"﴾ (رواہ مسلم)

"تُزَفْزِفِيْنَ" اَیُ: تَتَحَرَّكِيْنَ حَرَكَةً سَرِيْعَةً، وَمَعْنَاهُ: تَرْتَعِدُ، وَهُوَبِضَمِّ التَّاءِ وَ بِالزَّايِ الْمُكَرَّرَةِ، وَالْفَاءِ الْمُكَرَّرَةِ، وَرُوِيَ اَيْضًابِالرَّاءِ الْمُكَرَّرَةِ وَالْقَافَيْنِ.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ام سائب یا ام میبّب کے پاس تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اے ام سائب یا ام میبّب کیا بات ہے تم کانپ رہی ہو؟ انہوں نے کہا بخار ہے، اللہ اس میں برکت نہ دے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بخار کو برا بھلا مت کہو اس لئے کہ یہ انسان کے گناہوں کو اس طرح دور کردیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔''

تُزَفْزِفِيْنَ: تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔ اس کے معنی ہیں کانپ رہی تھیں اور یہ تاء کے پیش کے ساتھ ہے اور زاء اور فاء دونوں مکرر ہیں اور یہ راء مکرر اور دو قافوں کے ساتھ بھی مروی ہے۔

لغات: ❖ الکیر: لوہار کی بھٹی جمع اکیار و کیرۃ آتی ہے۔ الحمّی: بخار۔ اس کی جمع حمیات آتی ہے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ بیماریاں اور آزمائش اور مصائب انسانوں کے گناہوں کی معافی کا سبب ہیں، اس لئے اس کو برا بھلا نہیں کہنا چاہئے۔ (۱) بلکہ اس کو اللہ کی مشیت اور تقدیر کا حصہ سمجھنا چاہئے اور برا بھلا کہنا اور اس کو ناپسند سمجھنا تقدیر الٰہی سے بیزاری کا اظہار ہے، ہاں اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس کو دور کرنے کی تدبیر نہ کی جائے، جائز تدبیر کا اختیار کرنا بھی سنت سے ثابت ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب البر والصلة (باب ثواب المؤمن فيمايصيبه) وابن حبان ۲۹۳۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۲۲۷ (۲) نزہۃ المتقین

(۳۲۳) بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الرِّيحِ وَبَيَانِ مَايُقَالُ عِنْدَ هُبُوْبِهَا

ہوا کو برا بھلا کہنے کی ممانعت اور اس کے (تیز) چلتے وقت کی دعا کا بیان

آندھی کے وقت کی دعا

(۱۷۲۷) ﴿عَنْ اَبِي الْمُنْذِرِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَسُبُّوا الرِّيحَ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَاتَكْرَهُونَ، فَقُولُوا: اَللّٰهُمَّ اِنَّانَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيحِ وَخَيْرِمَافِيهَا، وَخَيْرِمَا أُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيحِ، وَشَرِّمَافِيهَا، وَشَرِّمَا أُمِرَتْ بِهِ." رواه الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ''حضرت ابوالمنذر رابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہوا کو برا بھلا مت کہو، پس جب تم ایسی (تیز ہوا) دیکھو جو تمہیں ناپسند ہو تو تم یہ دعا پڑھو: **اللهم انا نسألك من خيرهذه الريح وخيرمافِيهَا الخ** "اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا کی بھلائی کا اور اس بھلائی کا جو اس میں ہے اور اس بھلائی کا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تجھ سے سوال کرتے ہیں اور ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس ہوا کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے اور اس برائی سے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔'' (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ خیر: اسم تفضیل کا صیغہ "اخیر" کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث حیرة آتی ہے الخير: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال جمع اخیار و خیار: بہت نیکی والا، استخار و استخارة: طلب خیر کرنا اللہ طلب خیر کی دعا کرنا۔

تشریح: فَإِذَا رَأَيْتُمْ مَاتَكْرَهُونَ: جب تم کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھو تو اس وقت دعا بالا پڑھو۔

خَيْرِ هٰذِهِ الرِّيحِ: وہ بھلائی جو اس سے پیدا ہونے والی ہے۔ اس سے بادلوں کا جمع ہونا اور رحمت کی بارش مراد ہے۔

مَافِيهَا: وہ بھلائی جو اس میں ہے۔ وہ کشتیوں کا چلنا وغیرہ ہے۔

شَرِّهٰذِهِ الرِّيحِ: اس ہوا کی برائی سے۔ یعنی آندھی ہو، جو لوگوں کے جان اور مال کی بربادی کا ذریعہ بن جائے۔

مَا أُمِرَتْ بِهِ: اس سے مجرمین کی ہلاکت ہو مثلاً قوم عاد وغیرہ کہ ان کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ (۱)

لَاتَسُبُّوا الرِّيحَ: ہوا کو برا بھلا مت کہو۔ علماء نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ جب لفظ "ریح" مفرد استعمال ہو تو یہ عموماً عذاب کے لئے استعمال ہوتا ہے اور جب اس کا استعمال لفظ جمع کے ساتھ (یعنی ریاح) ہو تو وہ عموماً رحمت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب الفتن (باب ماجاء فی فضل الفقر) و احمد ۲۱۱۹۶/۸ والحاکم ۳۰۷۵/۲ وقوی بشواهده.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالمنذر رابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۵۵۸/۴

ہوا کو برا بھلا مت کہو

(۱۷۲۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اَلرِّیْحُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ تَأْتِیْ بِالرَّحْمَةِ، وَتَأْتِیْ بِالْعَذَابِ، فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهَا فَلَا تَسُبُّوْهَا، وَسَلُوا اللّٰهَ خَیْرَهَا وَاسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا"﴾ (رواه أبو داؤد باسناد حسن)

قوله: "مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ" هُوَ بِفَتْحِ الرَّاءِ: اَیْ: رَحْمَتُهٗ بِعِبَادِهٖ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہوا اللہ کی رحمت ہے، یہ رحمت لے کر آتی ہے اور کبھی عذاب لاتی ہے، پس جب تم اسے دیکھو تو اس کو برا بھلا مت کہو اور اللہ سے اس کی بھلائی کا سوال کرو اور اس کی برائی سے پناہ مانگو۔'' (اس روایت کو ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ تسبوها: سبه (ن) سبأو سبیبی: سخت گالی دینا، مقعد میں نیزہ مارنا (سبأ) الحبل: رسی کو کاٹنا، سابه مسابة و سباباً گالی دینا۔

تشریح: فَلَا تَسُبُّوْهَا: ہوا کو برا مت کہو۔ علماء فرماتے ہیں سخت ہوا اور آندھی جو خدا کے سرکش اور نافرمان بندوں کے لئے عذاب کا باعث بن کر آتی ہے وہ بھی حقیقتاً اللہ کی رحمت ہی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے نافرمانوں کو تو برباد کر دیا جاتا ہے اور اللہ کے نیک بندے اس تباہی سے محفوظ رہتے ہیں جیسے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کہ بارش اور طوفان نے صرف نافرمانوں کو نقصان پہنچایا اور اللہ کے نیک بندے اس عذاب سے محفوظ رہے، اس لئے حدیث بالا میں ترغیب دی جارہی ہے کہ جب ہوا چلے تو بھلائی کی دعا کرلو کہ اے اللہ! اس کے ذریعہ سے ہم پر رحمت کو نازل فرما۔[1]

تخریج حدیث: رواه سنن ابی داؤد کتاب الاداب (باب مایقول اذاهبت الریح) و احمد ۷۴۱۷/۳ وابن ماجه وابن حبان ۵۷۳۲ والحاکم ۷۷۶۹/۴ ومصنف عبد الرزاق ۲۰۰۴ وهکذا فی البیهقی ۳۶۱/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۳۰/۴

آندھی کے وقت کی دوسری دعا

(۱۷۲۹) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اِذَاعَصَفَتِ الرِّیْحُ قَالَ: "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ خَیْرَھَا، وَخَیْرَمَافِیْھَا، وَ خَیْرَمَا اُرْسِلَتْ بِہٖ، وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا، وَشَرِّمَافِیْھَا، وَشَرِّمَا اُرْسِلَتْ بِہٖ" (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب تیز ہوا چلتی تو آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے اے اللہ! ہم تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس میں جو ہے اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا جس کے ساتھ اس کو بھیجا گیا ہے سوال کرتے ہیں اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس کی برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے اور اس چیز کی برائی سے جس کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الریح: ہوا (مؤنث) جمع ارياح وارواح ورياح وريح وجمع الجمع: روايح واراييح: بو، اچھی چیز، رحمت، مدد، غلبہ قوت۔ الريحة: ہوا اور بو۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ ہوا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے جس کے ذریعہ سے انسان کو بڑے منفعت حاصل ہوتے ہیں اس لئے اس کو برا نہیں کہنا چاہیئے، ہاں اس کے ذریعہ سے کبھی اللہ کا عذاب بھی آ جاتا ہے اس لئے اللہ سے ہوا کی بھلائی مانگتے رہنا چاہیئے اور اس کے شر سے پناہ مانگتے رہنا چاہیئے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب صلاة الاستسقاء (باب التعوذ عندرؤية الريح)

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مفہوم روضۃ المتقین ۴/۲۳۰، دلیل الفالحین ۴/۵۵۹

(٣٢٤) بَابُ كَرَاهَةِ سَبِّ الدِّيْكِ

مرغ کو برا بھلا کہنے کی کراہیت کا بیان

مرغ کو برا بھلا مت کہو

(۱۷۳۰) عَنْ زَيْدِبْنِ خَالِدِالْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَسُبُّوا الدِّيْكَ، فَاِنَّهُ يُوْقِظُ لِلصَّلَاةِ" (رواہ ابو داؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ''حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرغ کو برا بھلا مت کہو اس لئے کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔'' (اس روایت کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

لغات: ❖ الدیک: بمعنی مرغ جمع دیوک وادیاک ودیکۃ. بیضۃ الدیک: اس چیز کے لئے مثال کے طور پر بولتے ہیں جو صرف ایک ہی بار ہو۔ الدیک: بڑا مہربان: موسم بہار۔

تشریح: یُوقِظُ لِلصَّلوٰۃِ: نماز کے لئے جگاتا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز سے مراد تہجد کی نماز ہے جیسے کہ آپ ﷺ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ تہجد کے لئے اس وقت اٹھتے تھے جب کہ مرغ اذان دیتا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مراد فجر کی نماز ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مرغ اپنے اذان کے ذریعہ اعلان کرتا ہے کہ فجر کی نماز کا وقت قریب آگیا ہے۔ [1]

بعض علماء نے اس حدیث کے تحت عجیب بات ارشاد فرمائی ہے کہ جب حیوان میں اچھی خصلت ہو تو اس کو برا کہنے کی ممانعت ہے تو پھر مؤمن کو برا کہنے کی اجازت کیسے ہوگی، ہر مؤمن کے اندر کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور ہوتی ہے۔ [2]

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الاداب (باب ماجاء فی الدیک و البھائم) و احمد ۸/۲۱۷۳۷ وابن حبان ۵۷۳۱ وھکذافی مصنف عبدالرزاق ۲۰۴۹۸ واسنادہ صحیح علی شرط الشیخین (ای بخاری ومسلم)

نوٹ: راوی حدیث حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۹) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۲) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۴/۶۸ وروضۃ المتقین ۴/۲۳۱

(۳۲۵) بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَوْلِ الْاِنْسَانِ: مُطِرْنَابِنَوْءِ كَذَا

اس طرح کہنے کی ممانعت کہ ہمیں فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ملتی ہے

بارش کے بارے میں لوگوں کا اعتقاد

(۱۷۳۱) ﴿عَنْ زَيْدِبْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: صَلّٰى بِنَارَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وسَلَّمَ صَلاَةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فِيْ اِثْرِسَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَاقَالَ رَبُّكُمْ؟" قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ. قَالَ: "قَالَ: اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ، فَاَمَّامَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ، كَافِرٌبِالْكَوْكَبِ، وَاَمَّامَنْ قَالَ: مُطِرْنَابِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌبِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ"﴾ (متفق علیه)

وَالسَّمَاءُ هُنَا: اَلْمَطَرُ.

ترجمہ: ''حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی، یہ واقعہ بارش کے بعد کا ہے جو رات کو ہوئی تھی، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو؟ کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی کہ کچھ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور کچھ میرے ساتھ کفر کرنے والے تھے، جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش ہوئی ہے، پس یہ ایمان لانے والے ہیں اور ستاروں کی تاثیر کے منکر ہیں اور جس نے کہا کہ ہمیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے پس یہ میرے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور ستاروں پر ایمان لانے والے ہیں۔'' (بخاری و مسلم)

السماء: یہاں بمعنی بارش کے ہیں۔

لغات: ❖ الکوکب: بمعنی ستارہ، تلوار، پانی، گرمی کی سختی، لوہے کی چمک دمک، لمبی نباتات، سردار قوم، شہسوار قوم، میخ، قید خانہ، ہتھیار بند، قریب البلوغ لڑکا، باغ کی کلی، فوج، پہاڑ، آنکھ کا پھولہ، چیز کا بڑا حصہ، شبنم جو گھاس وغیرہ پر پڑی ہوئی ہو، زمین کا خطہ کہ اسکا رنگ دوسرے خطہ سے مختلف ہو۔ الکوکبۃ: ایک ستارہ، ایک کلی، جماعت۔

تشریح: مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَ کَذَا: ہمارے اوپر بارش فلاں فلاں ستارے سے ہوتی ہے۔ اس میں ستاروں کو بارش کے لئے موثر بالذات سمجھنے کے غلط عقیدہ کو باطل کرنا مقصود ہے کہ اس طرح عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارش کی نسبت ستاروں کی طرف کرنا صریح کفر ہے اور بارش کی نسبت ستاروں کی طرف صرف ایک علامت کے طور پر کی جائے تو یہ کفر نہیں مگر تب بھی اس قسم کے الفاظ کا استعمال غلط ہے۔ (۱)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں کفر حقیقی اور کفر مجازی (یعنی ناشکری) دونوں کا احتمال ہے، کفر حقیقی مانا جائے تو اس کی تائید فیصبحوا مشرکین (کہ وہ مشرک ہوگئے) کے الفاظ سے ہوتی ہے جو بعض روایات میں وارد ہوئے ہیں اور اگر کفر مجازی مراد لیا جائے تو نسائی کی روایت میں ''کفر نعمتی'' کے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں، یہ اسوقت ہوگا کہ جب کہ ستاروں کو موثر بالذات نہ سمجھے۔ (۲)

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب دو طرح کے تھے بعض ستاروں کو موثر بالذات سمجھتے تھے اور بعض تجربہ کے طور پر محض علامات سمجھتے تھے۔ پہلی قسم کو کفر اور شرک سے تعبیر کیا اور دوسری قسم کفران نعمت کے معنی میں ہوگا تو لفظ کفر کا یہاں پر دونوں احتمال ماننا ہوگا تا کہ عرب کے دونوں طبقہ کو یہ حدیث شامل ہوجائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الايمان (باب يستقبل الامام الناس اذاسلم) وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان كفر من قال مطرنابنوء كذا) و مالك فى موطئه، واحمد ٦/ ١٧٠٦٠ وابن حبان ١٨٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۹) کے ضمن میں گذر چکے ہیں
(۱) شرح مسلم للنووی (۲) فتح الملہم شرح مسلم

(۳۲۶) بَابُ تَحْرِيْمِ قَوْلِهِ لِمُسْلِمٍ: يَاكَافِرُ

کسی مسلمان کو ''اے کافر'' کہنا حرام ہے

مسلمان کو کافر کہنے کا حکم

(۱۷۳۲) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''اِذَاقَالَ الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ: يَاكَافِرُ، فَقَدْبَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، فَاِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَاِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ''﴾(متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنے مسلمان بھائی کو اے کافر کہتا ہے تو وہ دونوں میں سے کسی ایک کی طرف ضرور لوٹتا ہے اگر وہ حقیقتاً ایسا ہوا جیسا کہ اس نے کہا تو صحیح، ورنہ وہ کفر اس کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ باء: بمعنی لوٹنا، واپس ہونا۔ بوءٌ. مصدر ہے باب نصر سے آتا ہے۔ الرجل: آدمی، انسان، مخصوص شخص وغیرہ۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ جس طرح نیک اعمال کی وجہ سے کسی کافر کو مسلمان کہنا جائز نہیں تو اسی طرح کسی مسلمان کو صرف اس کے اعمال بد کی وجہ سے کافر کہنا جائز نہیں، اسلام میں کسی کافر کو مسلمان کہنے یا کسی مسلمان کو کافر کہنے کی ممانعت برابر ہے۔ حدیث کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہے اور حقیقت میں وہ کافر نہ ہو تو اب کہنے والا شخص کافر ہوجاتا ہے حالانکہ اس طرح کہنے سے تو آدمی کافر نہیں ہوگا، اس لئے علماء نے حدیث بالا کی تاویل فرمائی ہے کہ مثلاً کسی مسلمان کو کافر کہے اور اس کہنے کو وہ حلال سمجھے تو اس صورت میں وہ کافر ہوجائے گا۔

یا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے تو اس کا کافر کہنا اس مسلمان کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا، البد مسلمان کو کافر کہنے کے گناہ میں خود مبتلا ہوجائے گا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الادب (باب من كفراخاه من غير تاويل) وصحيح مسلم کتاب الايمان (باب بيان حال الايمان من قال لاخيه المسلم: ياكافر) ومالک فی مؤطئه، واحمد ٢/٤٧٤٥ وابن حبان٢٤٩ وهكذا في البيهقى ١٠/٢٠٨ من طرق بالفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔ (۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ

کافر اور اللہ کا دشمن کہنے کا وبال

(۱۷۳۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللّٰهِ، وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْهِ"﴾ (متفق علیه)

"حَارَ" رَجَعَ.

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے کسی آدمی کو کافر کہہ کر پکارا، یا کہا ''اے اللہ کے دشمن'' درآنحالیکہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ بات اسی کی طرف لوٹ آتی ہے۔'' (بخاری ومسلم)

"حار" بمعنی لوٹ آنا۔

لغات: ❖ دعا: دعا (ن) دعاءً ودعوی۔ ہ: پکارنا، رغبت کرنا، مدد طلب کرنا۔ ہ الی الامر: کسی کام کی طرف لے جانا، الدعاء (دعا کا مصدر) جمع ادعیة، الدعوة: پکار، قسم۔ الدعّاء: بہت دعا کرنے والا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا یا اس قسم کے الفاظ استعمال کرنا حرام ہے، نیز حدیث بالا میں کسی مسلمان کو بلا وجہ کافر یا اللہ کا دشمن کہنے کی ممانعت ہے، تاہم اگر کوئی اسلام کے بنیادی ارکان کا انکار کرے تو اب وہ حقیقتاً کافر ہو جائے گا، پھر اس پر تکفیر کا حکم لگایا جاسکتا ہے تاکہ پھر دوسرے مسلمان اس کے فتنہ سے محفوظ رہیں۔

بعض علماء فرماتے ہیں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ شریعت نے مسلمان کی زبان پر بندش لگائی ہے کہ کسی مسلمان کو کافر کہہ کر مت پکارو، ورنہ اس جملہ کے کہنے پر گناہ کے سزاوار تم خود ہو جاؤ گے، اس کی دوسری روایت سے تائید ہوتی ہے جس میں آتا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان پر جاتی ہے جب وہاں کے دروازے بند دیکھتی ہے تو پھر جس پر یہ لعنت بھیجی تھی وہ اس کا مستحق ہے تو اس پر اترتی ہے، اگر وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو اب کہنے والے پر وہ لعنت لوٹ آتی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الادب (باب ماینهی عن السباب واللعن) وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب بیان حال الایمان من قال لاخیه المسلم یا کافر) واحمد ۸/۲۱۵۲۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر (جندب بن جنادہ) رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۱) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) ابوداؤد شریف

(۳۲۷) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْفُحْشِ وَبَذَاءِ اللِّسَانِ

فحش کلامی اور بدکلامی سے ممانعت کا بیان

مسلمان طعنہ دینے والانہیں ہوتا

(۱۷۳٤) ﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيّ"﴾ (رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا مؤمن نہ طعنہ دینے والا اور نہ لعنت کرنے والا اور نہ بدگوئی کرنے والا اور نہ فحش گوئی کرنے والا ہوتا ہے۔'' (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ اللعان: لعن (ف) لعنا۔ فلاناً: لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے بعید کرنا، دھتکارنا، لعن نفسه: علی لعنة الله کہنا، اپنے اوپر لعنت کرنا۔ لعّنه تلعيناً: عذاب دینا۔ لاعنه لعاناً و ملاعنةً: ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ التعن: اپنے اوپر لعنت کرنا وتلاعن: بعض کا بعض پر لعنت کرنا۔ اللعنة: لعن کا اسم مرة: لعنت، عذاب جمع لعان: لعنات. اللعان واللعانية: اسم ہیں لعنت سے۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "کتاب الامور المنهی عنها" اور "باب غلظ تحریم شهادة الزور" پر گذر چکی ہے۔ خلاصہ حدیث پاک کا یہ ہے کمال ایمان کے لئے جہاں پر اخلاق کی درستگی ضروری ہے تو وہاں پر اور رذائل اخلاق سے اجتناب بھی ضروری ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب البر والصلة (باب ما جاء فی اللعنة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳٦) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

فحش گوئی عیب دار کردیتی ہے

(۱۷۳۵) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَاكَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّاشَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهُ"﴾ (رواه الترمذی وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس میں فحش گوئی ہوتی ہے وہ اس کو عیب دار کر دیتی ہے اور حیاء جس چیز میں ہوتی ہے وہ اس کو مزین کر دیتی ہے۔'' (ترمذی)

لغات: ❖ زان: یزین (ض) زیناً وزینة: آراستہ کرنا، زیب دینا، سجانا۔ تزین: آراستہ ہونا، سجنا، سر کے بال کترنا، تزین إزدان: معنیٰ آراستہ ہونا۔ زین، زیان: خوبصورت، زیب۔

تشریح: اس حدیث کی شرح علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فحش یعنی بدگوئی وسخت گوئی اور اس کے مقابلہ پر حیاء یعنی نرم گوئی کی تاثیر کو مبالغہ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اگر بالفرض فحش کسی پتھر یا لکڑی میں پیدا ہو جائے تو اس کو وہ عیب دار بنا دے گا۔ (۱)

نیز علماء فرماتے ہیں کہ بدگوئی وسخت کلامی شخصیت میں عیب پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، جب کہ نرم گوئی وخوش کلامی شخصیت میں وقار کو ظاہر کرتی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب البروالصلة (باب ماجاء فی الفحش والتفحش) واحمد ۱۲۶۸۹/۳ وابن حبان ۵۵۱ ومصنف عبدالرزاق ۲۰۱۴۵ و اسناده صحیح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) طیبی شرح مشکوۃ، روضۃ المتقین ۲۳۶/۴ (۲) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۴۷۸/۴

(۳۲۸) بَابُ كَرَاهَةِ التَّقْعِيرِ فِي الْكَلَامِ بِالتَّشَدُّقِ وَ تَكَلُّفِ الْفَصَاحَةِ وَاسْتِعْمَالِ وَحْشِيِّ اللُّغَةِ، وَ دَقَائِقِ الْاِعْرَابِ فِيْ مُخَاطَبَةِ الْعَوَامِ وَنَحْوِهِمْ

گفتگو میں بناوٹ کرنے اور باچھیں کھولنے، تکلف سے فصاحت کا اظہار کرنے اور عوام وغیرہ سے مخاطب ہوتے وقت نامانوس الفاظ اور اعراب کی باریکیوں کے بیان کرنے کی کراہیت کا بیان

تکلف سے بچنے کا حکم

(۱۷۳۶) ﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "هَلَكَ

اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ" قَالَهَاثَلَاثًا﴾ (رواه مسلم)

"اَلْمُتَنَطِّعُوْنَ" اَلْمُبَالِغُوْنَ فِی الْاُمُوْرِ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مبالغہ اور تکلف سے کام لینے والے ہلاک ہوگئے، یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔'' (مسلم)

المتنطعون: ہر کام میں مبالغہ کرنے والے۔

لغات: ❖تنطع فی الکلام: غلو کرنا، تالو سے بولنا فی شهواته: مبالغہ کرنا فی عمله: ماہر ہونا۔ الرجل: چمڑے کے دستر خوان پر کھانا رکھنا، خوب سیر ہو کے کھانا۔ نطاع القوم: قوم کی زمین، قوم کا علاقہ، کہا جاتا ہے: "وطئنا النطاع بنی فلان" ہم نے بنی فلان کے علاقے کو طے کیا۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "کتاب المامورات باب فی الاقتصاد فی العبادۃ" میں گذر چکی ہے۔ علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ گفتگو میں بناوٹ کا اظہار کرتے ہیں اور اس کے لئے فصاحت اور بلاغت کو بھی سیکھتے ہیں اور ماورائے عقل باتیں کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے ہلاکت کی بد دعا دی گئی ہے۔ اور علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باتوں میں گہرائی اور غلو اختیار کرنے والے اور چبا چبا کر باتیں کرنے والے مراد ہیں۔ [1]

قَالَهَاثَلَاثًا: تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں تین بار نفرت کو بڑھانے کے لئے آپ ﷺ نے دہرایا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب العلم (باب هلك المتنطعون).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

مبالغہ آمیز کلام کو اللہ پسند نہیں کرتا

(۱۷۳۷) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِیْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهٖ كَمَاتَتَخَلَّلُ الْبَقَرَةُ"﴾. رواه ابو داؤد والترمذی وقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ آدمیوں میں سے اس بلاغت کا اظہار کرنے والے شخص کو سخت ناپسند کرتے ہیں جو اپنی زبان کو گائے کے جگالی کرنے کی طرح بار بار پھیرتا ہے۔'' (ابوداؤد، ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ البلیغ: جمع: بلغاء، بلیغ ہونا، بلغ الیه الرسالة الی القوم: پیغام رسانی کرنا، بالغ۔ فی الامر: مبالغہ کرنا۔

تشریح: اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْبَلِیْغَ مِنَ الرِّجَالِ: اللہ تعالیٰ آدمیوں میں سے بلاغت کا اظہار کرنے والے سے نفرت کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حد سے زیادہ فصاحت وبلاغت کا مظاہرہ کرنا، مبالغہ آمیزی کے ساتھ باتیں کرنا اور الفاظ کو چبا کر چکنی چپڑی باتیں کرنا شریعت میں محمود نہیں، ایسے لوگوں سے اللہ محبت نہیں کرتے۔ علماء فرماتے ہیں کلام وہی بہتر ہے جو ضرورت کے بقدر اور سیدھا سادھا ہو، بات کرنے والے کے الفاظ اس کی باطنی کیفیت کی عکاسی کرتے ہوں، ایسے ہی کلام میں اثر ہوتا ہے اور چکنی چپڑی باتیں کرنا لوگوں کو خوش تو کر دیتا ہے مگر اس کا اثر دل پر نہیں ہوتا۔ (۱)

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب ماجاء فی المتشدق فی الکلام) وسنن الترمذی ابواب الادب (باب ماجاء فی الفصاحة والبیان) واحمد ۲/۶۵۵۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات نمبر (۱۴۸) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ وکذا روضۃ المتقین ۴/۲۳۷

نبی سے سب سے زیادہ قریب اچھے اخلاق والے ہوں گے

(۱۷۳۸) ﴿وَعَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبِکُمْ مِنِّیْ مَجْلِساًیَوْمَ الْقِیَامَةِ اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقاً، وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، اَلثَّرْثَارُوْنَ، وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ، وَالْمُتَفَیْهِقُوْنَ"﴾ (رواہ الترمذی وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ، وَقَدْ سَبَقَ شَرْحُهٗ فِیْ بَابِ حُسْنِ الْخُلُقِ)

ترجمہ: "حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے مجھے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے اخلاق میں سب سے زیادہ اچھے ہوں گے اور تم میں سے سب سے زیادہ مجھے ناپسندیدہ اور قیامت والے دن مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو تکلف سے، زیادہ باتیں کرنے والے اور باچھیں کھول کر گفتگو کرنے والے اور منہ بھر کر کلام کرنے والے ہیں۔" (ترمذی اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس کی شرح باب حسن الخلق میں گذر چکی ہے)

لغات: ❖ اخلاق: یہ جمع ہے خلق کی بمعنی عادات، واخلاق اور آداب وغیرہ۔ ابعد: یہ بعد سے ہے کہ جو دور اور مسافت یا اجنبیت پر دلالت کرے۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے "کتاب المامورات باب حسن الخلق" میں گذر چکی ہے، مختصر یہ کہ:

ثَرْثَارُوْنَ: یہ ثرثار کی جمع ہے اس کے معنی ہوتے ہیں تکلف سے اپنی باتوں کو دہرانا۔
مُتَشَدِّقُوْنَ: یہ متشدق کی جمع ہے بمعنی باچھیں کھول کر باتیں کرنا۔
مُتَفَیْهِقُوْنَ: یہ متفیھق کی جمع ہے اس کا معنی ہے پھیرنا، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو منہ بھر کر، رگیں پھلا پھلا کر باتیں کریں۔ یہ سارے الفاظ تکلف کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے۔ (۱)
علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ کمال اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ اپنے کلام اور بات میں تواضع سے کام لیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اپنی عادت ایسی نہ بنائیں کہ منہ پھاڑ پھاڑ کر اپنی بلاغت اور قادر الکلامی کے اظہار کے لئے تکلف سے کلام کریں، بلکہ زیادہ اچھا کلام وہ ہے جس میں تواضع ہو اور عام فہم ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن الترمذی ابواب البر والصلة (باب ماجاء فی مصالح الاخلاق).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین۔ دلیل الفالحین ۴/۵۶۶
(۲) نزہۃ المتقین

(۳۲۹) بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِهِ: خَبُثَتْ نَفْسِيْ

”میرا نفس خبیث ہوگیا“ اس کے کہنے کی کراہیت کا بیان

”میرا نفس خبیث ہوگیا“ اس کلام کے کہنے کی ممانعت

(۱۷۳۹) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَايَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ: خَبُثَتْ نَفْسِيْ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ: لَقِسَتْ نَفْسِيْ“﴾ (متفق عليه)

قَالَ الْعُلَمَاءُ: مَعْنَى خَبُثَتْ غَثَتْ، وَهُوَ مَعْنَى ”لَقِسَتْ“ وَلٰكِنْ كَرِهَ لَفْظَ الْخُبْثِ.

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہوگیا لیکن یہ کہے کہ میرا نفس غافل ہوگیا۔“ (بخاری ومسلم)

علماء نے فرمایا کہ خبیث کا معنی لعنت کے ہیں کہ نفس کا سکون غارت ہوگیا اور یہی معنی لَقِسَتْ کا ہے لیکن نفس کی خباثت کے الفاظ کو ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے۔

لغات: ❖نفسي: نفس: النفس (مصدر) روح، خون، کہا جاتا ہے "وفق نفسه" اس کا خون اچھل کر نکلا، بدن، کہا جاتا ہے "هو عظيم النفس" یعنی وہ بڑے جسم کا ہے۔ نفس سے مراد اگر روح ہو تو مؤنث ہے جیسے "خرجت نفسه" اور اگر شخص مراد ہو تو مذکر ہے جیسے "عندي خمسة عشر نفساً" جمع انفس ونفوس.

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ خبیث اور لقست دونوں اگر چہ ہم معنی الفاظ ہیں مگر حدیث بالا میں فرمایا گیا ہے کہ آدمی خبثت نفسی کو استعمال نہ کرے کہ بلکہ لقست نفسی کو استعمال کرے کیونکہ لفظ خبثت میں قباحت لفظاً موجود ہے اور لقست لفظ میں قباحت نہیں ہے۔ (۱)

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت نے بولنے کا سلیقہ بھی سکھایا ہے، اس میں یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ اچھے الفاظ کو استعمال کیا جائے اور برے الفاظ کو چھوڑ دیا جائے اگر چہ معنی دونوں کے ایک ہی کیوں نہ ہوں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الادب (باب لايقل خبثت نفسي) وصحيح مسلم كتاب الالفاظ من الادب (باب كراهية قول الانسان خبثت نفسي). واحمد ۲٤۲۹۸/۹ وابوداؤد وابن حبان ۵۷۲٤۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین، روضۃ المتقین ۴/ ۲۳۸، دلیل الفالحین ۴/ ۵۶۷ (۲) روضۃ المتقین ۴/ ۲۳۸، دلیل الفالحین ۴/ ۵۶۷

(۳۳۰) بَابُ كَرَاهَةِ تَسْمِيَةِ الْعِنَبِ كَرْماً

انگور کا نام کرم رکھنے کی کراہیت کا بیان

انگور کو کرم کہنا منع ہے

(۱۷٤۰) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتُسَمُّوا الْعِنَبَ اَلْكَرْمَ، فَاِنَّ الْكَرْمَ اَلْمُسْلِمُ"﴾ (متفق عليه، وهذا لفظ مسلم).

وَفِیْ رِوَايَةٍ: "فَاِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ." وَفِیْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ: "يَقُوْلُوْنَ: اَلْكَرْمُ، اِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ"

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انگور کا نام کرم مت رکھو اس لئے کہ کرم تو مسلمان ہے۔" (بخاری ومسلم)

یہ الفاظ مسلم شریف کے ہیں، ایک اور روایت میں ہے کہ بے شک کرم تو مؤمن کا دل ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ لوگ انگور کو کرم کہتے ہیں کرم تو صرف مؤمن کا دل ہے۔

لغات: ❖ المسلم: سلم (س) سلامة وسلاما. من عیب او آفة: نجات پانا، بری ہونا۔ سلمه۔وسلم علیه: السلام علیک کہنا سلم بالامر: راضی ہونا، الیه: فرمانبردار ہونا۔ اسلم: فرمانبردار ہونا۔ دین اسلام اختیار کرنا، بیع سلم کرنا۔العدو: دشمن کو چھوڑ دینا امره الی الله: سپرد کردینا۔

تشریح: حدیث بالا کا حاصل یہ ہے کہ انگور کو عنب کہنا چاہئے، کرم نہیں کہنا چاہئے۔

اس حدیث کا پس منظر

علماء فرماتے ہیں اس حدیث کا ایک پس منظر ہے وہ یہ ہے، کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب انگور سے شراب بناتے تھے اور ان کا یہ خیال تھا کہ جب آدمی یہ شراب پیتا ہے تو اس میں سخاوت و ہمت وجود وکرم کے اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں مگر جب شریعت نے شراب کو حرام قرار دیا تو اس لفظ کو کرم کہنے سے بھی منع فرمایا کہ انگور کی شراب پینے سے یہ خیال رکھنا باطل ہے کہ اس سے آدمی میں کرم (سخاوت) پیدا ہوتی ہے، اتنا اچھا نام رکھنا جس کو شریعت نے نجس اور حرام قرار دیا ہو مناسب نہیں۔ (۱)

فَاِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ: لفظ کرم ایک ایسا عمدہ لفظ ہے جو اپنے وسیع مفہوم کے لحاظ سے تمام خیروں اور بھلائیوں کو مشتمل ہے اور مؤمن کا دل کرم ہے، اس معنی میں اس کا مصداق تو مؤمن کا دل ہی ہوسکتا ہے کہ مؤمن کا دل بھی علم، تقویٰ، ہدایت کے نور کا مرکز اور منبع ہوتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الادب (باب قول النبی صلی الله علیه وسلم انما الکرم الخ) وصحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب (باب کراهیة تسمیة العنب کرما) واحمد ۹۹۸۴/۳ وابوداؤد ومصنف عبدالرزاق ۲۰۹۳۷ وابن حبان ۵۸۳۲.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ ودلیل الفالحین ۵۶۸/۴ (۲) تعلیق الصبیح وروضۃ المتقین ۲۳۹/۴

انگور کو عنب اور حبلۃ کہو

(۱۷۴۱) ﴿وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَاتَقُوْلُوْا: اَلْكَرْمُ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: اَلْعِنَبُ، وَالْحَبَلَةُ"﴾ (رواہ مسلم)

"اَلْحَبَلَةُ" بِفَتْحِ الْحَاءِ وَالْبَاءِ، وَیُقَالُ اَیْضًا بِاِسْكَانِ الْبَاءِ.

ترجمہ: ''حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم انگور کو کرم مت کہو بلکہ عنب اور حبلة کہو۔'' (مسلم)

الحبلة: حاء اور باء دونوں پر زبر ہے اور اسے باء کے سکون کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے۔

لغات: ❖ العنب: بمعنی انگور جمع اعناب، ایک دانے کو عنبة کہا جاتا ہے۔ عنَّب۔ الکرم: انگور کی بیل میں انگور آنا۔

تشریح: وَلٰکِنْ قُوْلُوا الْعِنَبُ، وَالْحَبَلَةُ: بلکہ عنب اور حبلہ کہو۔ حَبَلہ انگور کے درخت کو کہا جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ انگور کی جڑ، یا شاخ کو کہتے ہیں اور بعض موقع پر مجازاً انگور کو بھی حبلہ کہہ دیتے ہیں کہ انگور کو کرم کہنے سے منع فرمایا گیا ہے، عنب اور حبلہ کہنے کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔ (۱)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انگور کو کرم کہنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ انگور کی شراب کے بعد دل میں سخاوت کی لہر پیدا ہوجاتی ہے تو شراب کی مذمت میں ایسے مدحیہ الفاظ کو انگور کے لئے استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے تاکہ شراب کی خوب نفرت دل میں بیٹھ جائے کہ اس کے لئے اچھے الفاظ کو بھی استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الالفاظ من الادب (باب كراهية تسمية العنب كرما) وابن حبان ۵۸۳۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶۷۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین (۲) روضۃ المتقین ۴/۲۴۱

(۳۳۱) بَابُ النَّهْيِ عَنْ وَصْفِ مَحَاسِنِ الْمَرْأَةِ لِرَجُلٍ إِلَّا أَنْ يُحْتَاجَ إِلٰى ذٰلِكَ لِغَرَضٍ شَرْعِيٍّ كَنِكَاحِهَا وَنَحْوِهٖ

کسی آدمی کے سامنے عورت کے اوصاف بیان کرنے کی ممانعت مگر یہ کہ کسی شرعی مقصد مثلاً نکاح وغیرہ کے لئے اس کی ضرورت ہو کسی اجنبی عورت کے جسم کا حال اپنے شوہر سے بیان نہ کیا جائے

(۱۷۴۲) ﴿عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''لَاتُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، فَتَصِفَهَا لِزَوْجِهَا کَاَنَّهٗ یَنْظُرُ اِلَیْهَا''﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی عورت دوسری عورت سے مباشرت نہ کرے کہ پھر وہ اس کی خوبیاں اپنے شوہر کے سامنے اس طرح بیان کرے گویا کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ زوج: الزوج بمعنی شوہر، بیوی، ساتھی، جوڑا، کہا جاتا ہے ''عندی زَوْجَا حمامٍ'' میرے پاس ایک جوڑا کبوتر ہے، جمع ازواج و جمع الجمع ازاویج. الزوجة: بیوی جمع زوجات. الزواج: شادی بیاہ۔

تشریح: لاتُبَاشِرُوْا: مباشرت نہ کرے عورت عورت سے۔ مباشرت کہتے ہیں دو جسموں کا باہم ملاپ یا صرف دیکھنا۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں لفظ مباشرت کے اصلی اور مجازی معنی دونوں مراد ہوسکتے ہیں۔ اصلی معنی جسم کو جسم سے ملانا تو اس طرح جسم کی تمام خوبیوں کا خوب علم ہوجاتا ہے اور مجازی معنی یہ کہ کسی کی طرف دیکھنا۔ اس مباشرت سے مقصد یہ ہے کہ جسم کی خصوصیات یعنی گداز پن اور خوبصورتی وغیرہ کو دیکھ کر پھر اپنے شوہر کے سامنے بیان کرے۔

حدیث بالا میں اس کی مذمت اور اس حرکت کو انتہائی معیوب فرمایا جارہا ہے، نیز اس حرکت میں بے شرمی اور بداخلاقی ہے بلکہ اس میں خطرہ بھی ہے کہ اس کا شوہر ایسی اجنبی عورت کے جسم کی کشش اور خوب صورتی کو سن کر اس کو اپنا لے اور اس کو چھوڑ دے، ورنہ کم از کم گندے خیالات میں مبتلا تو ضرور ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب النكاح (باب لاتباشر المرأة الخ) واحمد ۳۶۰۹/۱ وابوداؤد والترمذى وابن حبان ۴۱۶۰ ومصنف ابن ابى شيبة ۳۹۷/۴ وهكذا فى البيهقى ۲۳/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں۔ (۱) روضۃ المتقین ۲۴۱/۴

(۳۳۲) بَابُ كَرَاهَةِ قَوْلِ الْاِنْسَانِ فِى الدُّعَاءِ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِىْ إِنْ شِئْتَ بَلْ يَجْزِمُ بِالطَّلَبِ

انسان کا اس طرح کہنا مکروہ ہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، بلکہ یقین کے ساتھ اللہ سے درخواست کرے (کہ ضرور بخش دے)

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ اِنْ شِئْتَ'' کے کہنے کی ممانعت

(۱۷۴۳) ﴿عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ''لَا

يَقُولَنَّ اَحَدُكُم: اَللّٰهُمَّ اغْفِرلِيْ اِنْ شِئتَ: اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ اِنْ شِئتَ .لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، فَاِنَّهُ لا مُكْرِهَ لَهُ"﴾

(متفق عليه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "وَلٰكِنْ لِيَعْزِمْ، وَلِيُعْظِمِ الرَّغْبَةَ، فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لايَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ اَعْطَاهُ."

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، چاہئے کہ یقین کے ساتھ سوال کرے، اس لئے کہ اسے کوئی آدمی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ لیکن یقین کے ساتھ مانگے اور رغبت کا خوب اظہار کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی چیز دنیا کی جو مانگنے والے کو دیتا ہے بڑی بات نہیں۔

لغات: ❖ اللهم: اس کا معنی ہے، اے اللہ، یا الهی. شئت: یہ فعل ماضی ہے شاء مصدر باب فتح سے بمعنی چاہنا، اسی سے مشیت ہے۔

تشریح: لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ: علماء فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے دعا مانگتے وقت خوب عزم سے مانگے، کمزوری کا اظہار نہ کرے اور یہ نہ کہے اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ (۱) بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب قبولیت کے متعلق حسن ظن رکھنا ہے۔ نہایہ میں ہے کہ مراد قطعیت اور یقین کے ساتھ دعا مانگنا ہے۔ (۲)

فَاِنَّهُ لامُكْرِهَ لَهُ: اس لئے کہ اللہ کو مجبور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مانگنے میں غیر یقینی انداز اختیار نہ کرے اور نہ اللہ کی مشیت پر اسے موقوف کرے بلکہ پوری شدت طلب کا اظہار اور الحاح و اصرار سے مانگے کیونکہ اللہ کے لئے کسی بھی چیز کا دینا کوئی مشکل نہیں ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الدعوات (باب ليعزم المسألة) وصحيح مسلم كتاب الذكر والدعاء (باب العزم بالدعاء) ومالك فى مؤطئه واحمد ۳۷۳۱۸/۳ والترمذى وابن حبان ۸۹٦ وابن ماجه وهكذافى مصنف ابن ابى شيبة ۱۰/۱۹۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۴۲/۴ (۲) دلیل الفالحین ۵۷۰/۴

دعا تو خوب عزم اور یقین کے ساتھ مانگنا ہے

(۱۷٤٤) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"اِذَادَعَا اَحَدُکُمْ فَلْیَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ، وَلَایَقُوْلَنَّ: اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِنِیْ، فَاِنَّهٗ لَا مُسْتَکْرِهَ لَهٗ"

(متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو چاہئے کہ عزم و یقین کے ساتھ سوال کرے اور یوں ہرگز نہ کہے اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے دے اس لئے کہ کوئی اللہ کو مجبور کرنے والا نہیں ہے۔" (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ اغفر: غفر (ض) غفراً ۔ الشیء ڈھانکنا، غفراً وغفیراً وغفیرۃً وغفراناً و مغفرة وغفورا. له الذنب معاف کردینا اور چھپانا، استغفر ۔ الله الذنب ومن الذنب: بخشش طلب کرنا، الغفور، الغفار: بہت بخشنے والا، مونث و مذکر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: فَلْیَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ: یعنی جب اللہ سے دعا مانگے تو کامل یقین کے ساتھ مانگنا چاہئے، اللہ کی مشیت پر موقوف کرنا یہ منع ہے کیونکہ اس صورت میں بے نیازی کا اظہار ہوتا ہے اور بندہ تو ہر حال میں نیاز مند ہے۔

وَلَا یَقُوْلَنَّ: اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ فَاَعْطِنِیْ: یوں ہرگز نہ کہے کہ اے اللہ تو چاہے تو مجھے دیدے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کسی کو اس طرح دعا مانگنا جائز نہیں ہے خواہ امور دینیہ کے متعلق ہو یا دنیوی کے کیونکہ اس طرح کہنے میں استغناء پایا جاتا ہے، یہ اللہ کے ساتھ مناسب نہیں ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الدعوات (باب لیعزم المسالة) وصحیح مسلم کتاب الذکروالدعاء (باب العزم بالدعاء) وأحمد ۱۱۹۸۰/۴ وهکذافی ابن ابی شیبة ۱۹۸/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۳۳۳) بَابُ کَرَاهَةِ قَوْلِ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ

جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے کہنے کی کراہیت کا بیان

ماشاء اللہ وشاء فلاں کہنے کی ممانعت

(۱۷۴۵) عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَقُوْلُوْا: مَا شَاءَ اللّٰهُ، وَشَاءَ فُلَانٌ، وَلٰکِنْ قُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ" (رواہ ابوداؤد باسناد صحیح)

ترجمہ: ”حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح نہ کہو جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے لیکن یہ کہو کہ اللہ جو چاہے، پھر جو فلاں چاہے۔“ (ابوداؤد نے اس کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے)

لغات: ❖ لَا تَقُوْلُوْا: معنی ہے مت کہو یہ قول مصدر باب نصر سے ہو بات کرنا اور باب ضرب سے ہو تو قیلولہ کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

تشریح: لَاتَقُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ: اس طرح نہ کہو جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے۔ یہ کہنا منع ہے، اس لئے کہ اس میں ایک ہی وقت میں انسان اور اللہ کی مشیت کو جمع کر دیا گیا ہے جو خلاف واقعہ اور غلط ہے۔

وَلٰكِنْ قُوْلُوْا: مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ: لیکن یہ کہو کہ جو اللہ چاہے، پھر جو فلاں چاہے۔ یہ کہنا جائز ہے کیونکہ اس میں اللہ کی مشیت پہلے ہے جو اصل ہے، پھر بندے کی مشیت کا ذکر ہے جو اللہ کی مشیت کے تابع ہے اس لئے یہ جائز ہے۔ اس کی مثال اس طرح سے ہوئی کہ جیسے کوئی یہ کہے کہ ہمارا سہارا تو اللہ ہے اور آپ ہیں، یہ غلط ہے کیونکہ اس میں اللہ اور بندہ دونوں کو برابر کا مقام دے دیا گیا ہے اور یوں کہنا کہ ہمارا سہارا تو اللہ ہے پھر آپ ہیں، یہ جائز ہے کیونکہ اس میں اللہ کو مقدم کیا گیا ہے، پھر بندہ کا ذکر ہے، اس میں بندہ اللہ کے تابع سمجھا جائے گا۔ (۱)

خلاصۂ کلام

مختصر یہ کہ پہلے جملہ میں واو کا استعمال ناجائز ہے جو جمع کرنے کے لئے آتا ہے کہ اللہ اور بندے کو جمع کر دیا ایک ساتھ اور دوسری صورت میں ثم کا لفظ ہے جو تراخی کے لئے آتا ہے کہ پہلے اللہ کی مشیت ہے اور پھر بندے کی، تو یہ صورت جائز ہوگی۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الادب (باب لایقال خبثت نفسی) و احمد ۲۳۳۲۵/۹ وھکذا فی البیھقی ۲۱۶/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲) میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الطالبین ۴۵۴/۲ (۲) روضۃ المتقین ۲۴۵/۴

(۳۳۴) بَابُ كَرَاهَةِ الْحَدِيْثِ بَعْدَ الْعِشَاءِ الْاٰخِرَةِ

عشاء کی نماز کے بعد (دنیاوی) بات چیت کرنے کی کراہیت کا بیان

وَالْمُرَادُ بِهِ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ يَكُوْنُ مُبَاحاً فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، وَفِعْلُهُ وَتَرْكُهُ سَوَاءٌ، فَأَمَّا الْحَدِيْثُ

الْمُحَرَّمُ اَوِ الْمَكْرُوْهُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْوَقْتِ، فَهُوَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ اَشَدُّ تَحْرِيْماً وَكَرَاهَةً. وَاَمَّا الْحَدِيْثُ فِي الْخَيْرِ كَمُذَاكَرَةِالْعِلْمِ وَحِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ، وَمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَالْحَدِيْثِ مَعَ الضَّيْفِ وَمَعَ طَالِبِ حَاجَةٍ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَلاَ كَرَاهَةَ فِيْهِ بَلْ هُوَمُسْتَحَبٌّ، وَكَذَا الْحَدِيْثُ لِعُذْرٍ وَعَارِضٍ لاَ كَرَاهَةَ فِيْهِ، وَقَدْ تَظَاهَرَتِ الْاَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ عَلٰى كُلِّ مَاذَكَرْتُهُ.

ترجمہ: ''اس سے مراد وہ بات چیت ہے جو اس وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں جائز ہو اور اس کا کرنا اور چھوڑنا دونوں برابر ہو، لیکن وہ بات جو اس وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں حرام ہو تو وہ عشاء کی نماز کے بعد زیادہ حرام اور زیادہ مکروہ ہوگی لیکن دین کی بات جیسے علمی مذاکرہ، نیک لوگوں کی حکایات، عمدہ اخلاق کا تذکرہ، مہمان کے ساتھ بات چیت اور کسی ضرورت مند وغیرہ کے ساتھ بات چیت تو اس میں کوئی کراہیت نہیں، بلکہ یہ مستحب ہے اور اسی طرح کسی عذر یا سبب کی وجہ سے بات کرنے میں بھی کوئی کراہیت نہیں ہے، یہ تمام باتیں جن کا میں نے ذکر کیا ان پر صحیح حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔''

عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور بعد میں بات کرنے کی ممانعت

(۱۷۴٦) ﴿عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے سونے کو اور عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ النوم: بمعنی نیند نائم کی جمع یا اسم جمع، کہا جاتا ہے ''رجل نوم و نوام: بہت سونے والا مرد، نام ینام نوماً ونیاماً: اونگھنا، سونا، مرنا، اور اسم النیمة، نامت السوق: بازار کا ماند پڑنا الریح: ہوا کا رک جانا، نومه تنویماً: سلانا، نوم الرجل: خوب اچھی طرح سونا، ناومه مناومة: سونے میں غالب ہونا، النائم: سونے والا ج نیام و نوام، استنام استنامه۔ الرجل: سونا، نیند چاہنا، اپنے آپ کو سوتا ہوا ظاہر کرنا الیه: سونے والے کی طرح ظاہر ہونا۔

تشریح: يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ: عشاء کی رات سے پہلے سونے کو منع فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح عشاء کی نماز کے فوت ہوجانے کا خطرہ ہے۔

وَالْحَدِيْثُ بَعْدَهَا: عشاء کے بعد بات کرنے کو منع فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں رات کو افسانہ گوئی کا رواج تھا، اس میں

بہت سی خرابیوں کے ساتھ وقت کا ضائع کرنا بھی تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس رسم کو ختم کرنے کے لئے عشاء سے پہلے سونے اور عشاء کے بعد فضول قصہ گوئی کو منع فرمایا کہ عشاء کی نماز پر آدمی کے دن کا عمل اختتام پذیر ہوتا ہے تو اس کو اچھا سمجھا گیا کہ نماز پر اس کا اختتام ہو اور پھر سو جائے اس طرح اس کو تہجد میں اٹھنا بھی آسان ہوگا اور اگر تاخیر سے سوئے گا تو تہجد تو کیا فجر کی نماز میں بھی اٹھنا مشکل ہوگا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے جو عشاء کے بعد فضول قصوں میں مشغول ہوتا تو اس کو تنبیہ فرماتے اور بعض کو سزا بھی دیتے اور ارشاد فرماتے کہ جلد سو جاؤ، شاید رات میں تہجد کی توفیق ہو جائے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاة (باب مایکره من النوم قبل العشاء) وصحیح مسلم کتاب المساجد (باب استحباب التبکیر بالصبح) واحمد ۱۹۸۱٤/۷ و ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه وابن حبان ٥٥٤٨ و مصنف عبد الرزاق ۲۱۳۱ و هکذا فی البیهقی ٤٥٠۔

راوی حدیث حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: ان کا نضلہ، اور کنیت ابو برزہ ہے، ابتداء زمانہ میں اسلام میں داخل ہو گئے تھے، تمام غزوات میں شریک تھے۔ (طبقات ابن سعد) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تو مدینہ میں رہے مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بصرہ چلے گئے۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، نہروان میں خارجیوں کا مقابلہ کیا، پھر خراسان کی فتوحات میں بھی اپنے کارنامے دکھائے، ان کو مسکینوں سے بہت محبت تھی، ان کے پاس ایک بڑا برتن تھا جس میں صبح و شام بیواؤں، یتیموں اور مساکینوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

مرویات: ان سے مرویات میں اختلاف ہے بعض نے ۶۴ کہی ہیں۔

وفات: سن وفات میں بھی اختلاف ہے، بعض نے ۶۰ھ اور بعض نے ۶۵ھ بتایا ہے، دوسری روایت زیادہ اصح ہے۔ (اصابہ)

مزید حالات کے لئے دیکھیں۔ تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۴۶، طبقات ابن سعد ۴/ ۱، اصابہ تذکرہ نضلہ، تہذیب الکمال ۴۰۶

(۱) تفسیر قرطبی و کذا فتح الباری

سو سال کے بعد کوئی زندہ نہیں رہے گا

(۱۷٤۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلَّی الْعِشَاءَ فِیْ آخِرِ حَیَاتِهٖ، فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ: "اَرَاَیْتَکُمْ لَیْلَتَکُمْ هٰذِهٖ؟ فَاِنَّ عَلٰی رَاْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَا یَبْقٰی مِمَّنْ هُوَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ الْیَوْمَ اَحَدٌ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں عشاء کی نماز پڑھائی، پس جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا بھلا بتلاؤ تو سہی یہ رات کون سی

ہے؟ بے شک جو شخص آج روئے زمین پر زندہ ہے سو سال کے آخر میں ان میں سے کوئی بھی شخص باقی نہیں رہے گا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ حیاۃ: بمعنی زندہ، جاندار باب سمع سے زندہ ہونا۔ لیلتکم: لیلۃ. معنی رات جمع لیالی آتی ہے بقول بعض اس کی جمع لیلات آتی ہے۔

تشریح: لَایَبْقٰی مِمَّنْ هُوَعَلٰی ظَهْرِالْاَرْضِ الْیَوْمَ اَحَدٌ: سو سال کے آخر میں کوئی بھی شخص زمین پر باقی نہیں رہے گا۔ علماء فرماتے ہیں یہ آپ ﷺ کی پیشین گوئی ہے، اس کے دو مطلب ہیں، یہ حدیث عام ہے کہ ہر سو سال کے بعد پہلے صدی کے لوگ ختم ہوجاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی نہیں رہتا اور چند گذشتہ صدی کے لوگ زندہ بھی رہیں تو پیشین گوئی کے خلاف نہیں ہوا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد آپ ﷺ کی ہی صدی تھی جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ تمام صحابہ پہلی صدی ہجری کے اختتام تک وفات پا گئے تھے کیونکہ سب سے آخری صحابی ابوالطفیل عامر بن وائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا انتقال ایک سو دس ہجری ۱۱۰ھ میں ہوا، آپ ﷺ کے فرمان کے پورے سو سال کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں ترغیب ہے کہ آدمی جلدی جلدی نیک اعمال میں رغبت کرے کیونکہ موت آنے والی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب العلم (باب السمرفی العلم) و صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة (باب قوله صلی الله علیه وسلم لا تاتی سنة و علی الارض نفس) واحمدفی مسنده وابوداؤد والترمذی وابن حبان ۲۹۸۹ ومصنف عبدالرزاق ۲۰۵۳۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الطالبین ۲/۴۵۵ وکذا دلیل الفالحین ۴/۵۷ (۲) روضۃ المتقین ۴/۲۴۷

آدمی جتنی دیر نماز کا انتظار کرتا ہے اس کو نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے

(۱۷۴۸) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُمْ اِنْتَظَرُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَهُمْ قَرِیْبًامِنْ شَطْرِاللَّیْلِ، فَصَلّٰی بِهِمْ یَعْنِی الْعِشَاءَ، قَالَ: ثُمَّ خَطَبَنَا، فقَالَ: "أَلَا اِنَّ النَّاسَ قَدْصَلُّوْا، ثُمَّ رَقَدُوْا، وَاِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوْافِیْ صَلَاةٍمَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا

انتظار کر رہے تھے، پس آپ ﷺ ان کے پاس تقریبا آدھی رات کو تشریف لائے اور ان کو عشاء کی نماز پڑھائی اور پھر ہمیں خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا بے شک بعض لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جتنی دیر انتظار کرتے رہے تم کو برابر ثواب ملتا رہا۔" (بخاری)

لغات: ❖ انتظر: نظر (ن، س) نظراً ومنظراً ومنظرة وتنظاراً ونظراناً ہ الیہ: دیکھنا، غور سے دیکھنا۔ نظر (ن) نظراً فی الامر: سوچنا، فکر کرنا، اندازہ کرنا۔ الشیء: انتظار کرنا۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "کتاب الفضائل باب فضل انتظار الصلاۃ" میں گذر چکی ہے۔ علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے کئی مسائل نکلتے ہیں مثلاً:

1. عشاء کی نماز نصف رات تک مؤخر کی جاسکتی ہے۔
2. نماز کے انتظار کرنے والے کو نماز کا ہی ثواب ملتا ہے۔
3. جماعت کے انتظار میں جاگتے رہنا چاہئے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے، اپنی الگ پڑھ کر نہ سو جائے اگرچہ جماعت کی نماز کچھ تاخیر ہی سے کیوں نہ ہو۔
4. عشاء کی نماز کے بعد دین کی بات کی جاسکتی ہے جیسے کہ حدیث بالا میں ہے کہ آپ ﷺ جب تشریف لائے تو ہمیں خطبہ دیا اور اس میں حدیث بالا ارشاد فرمائی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب مواقيت الصلاة (باب السمر فی الفقه والخير بعد العشاء).

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۳۳۵) بَابُ تَحْرِيمِ اِمْتِنَاعِ الْمَرْأَةِ مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا اِذَا دَعَاهَا وَلَمْ يَكُنْ لَهَا عُذْرٌ شَرْعِيٌّ

عورت کو عذر شرعی نہ ہو تو خاوند کے بلانے پر اس کے لئے خاوند کے بستر پر جانے سے انکار کرنا حرام ہے

شوہر ناراض ہو تو فرشتے لعنت کرتے ہیں

(۱۷۴۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"اِذَادَعَا الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ، فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَیْهَا، لَعَنَتْهَا الْمَلَائِکَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ"

(متفق علیه)

وَفِیْ رِوَایَةٍ: حَتّٰی "تَرْجِعَ"

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے پس خاوند اس سے ناراضگی کی حالت میں رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔" (بخاری ومسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ بیوی (شوہر کے پاس) لوٹ آئے۔

لغات: ❖ لعن: لعن (ف) لعنا. فلاناً: لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے بعید کرنا، دھتکارنا، لعن نفسه: علی لَعْنَةُ الله کہنا، اپنے اوپر لعنت کرنا۔ لعّنه تلعیناً: عذاب دینا۔ لاعنہ لعاناً و ملاعنةً: ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ التعن: اپنے اوپر لعنت کرنا و تلاعن: بعض کا بعض پر لعنت کرنا۔ اللعنة: لعن کا اسم مرة: لعنت، عذاب جمع لعان: لعنات. اللعان وللعانية: اسم ہیں لعنت سے۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "کتاب المامورات باب حق الزوج علی امرأته" میں گذر چکی ہے۔

اِلٰی فِرَاشِهٖ: علماء فرماتے ہیں کہ یہ کنایہ ہے جماع سے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب خاوند بیوی کو بلائے اور کوئی شرعی عذر بھی نہ ہو تو نہ جانا سخت گناہ کی بات ہے۔ بلکہ اللہ کی طرف سے سزا اور فرشتوں کی طرف سے لعنت کا باعث بن جاتا ہے۔

فَبَاتَ غَضْبَانَ: رات ناراضگی میں گزارے۔ رات کا ذکر اس لئے فرمایا گیا کہ عموماً جماع کی رات کو ہی رغبت ہوتی ہے، دن میں تو آدمی مشغول رہتا ہے۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں حدیث میں غضبان کا لفظ ہے کہ شوہر ناراض ہوجائے، اگر بیوی کو معلوم ہو کہ شوہر ناراض نہیں ہوگا تو اب یہ وعید نہیں ہوگی مگر جب بھی اولی اور افضل ہی ہوگا کہ شوہر کی بات کو مان لے تاکہ محبت والفت میں اضافہ ہو، کمی کا باعث نہ ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب بدء الخلق (باب اذا قال احدکم آمین الخ) وصحیح مسلم کتاب النکاح (باب تحریم امتناعها عن فراش زوجها).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین وکذا دلیل الفالحین ۴/ ۵۷۵

(۲) نزہۃ المتقین

(۳۳۶) بَابُ تَحْرِیْمِ صَوْمِ الْمَرْأَۃِ تَطَوُّعاً وَزَوْجُھَا حَاضِرٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ

شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا حرام ہے

بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے

(۱۷۵۰) ﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَایَحِلُّ لِلْمَرْأَۃِ اَنْ تَصُوْمَ وَزَوْجُھَا شَاھِدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ، وَلَاتَأْذَنُ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا بِاِذْنِہٖ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ اس کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو داخل ہونے کی اجازت دے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الزوج: بمعنی شوہر، بیوی، ساتھی، جوڑا، کہا جاتا ہے "عندی زوجا حمامٍ" میرے پاس ایک جوڑا کبوتر ہے، جمع ازواج و جج ازاویج. الزوجة: بیوی جمع زوجات۔ الزواج: شادی بیاہ۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "باب حق الزوج علی المرأۃ" میں گذر چکی ہے۔ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کو ایسے نوافل میں مشغول ہونا صحیح نہیں جو کہ شوہر کے حق سے روکے، اور شوہر کی اجازت کے بغیر ہو تو شوہر اس کے نوافل کو تڑوا بھی سکتا ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفل سے زیادہ خاوند کا حق مقدم ہے، اس کی وجہ صاحب نزہۃ المتقین یہ فرماتے ہیں کہ حق زوجیت میں عزت اور عصمت کی حفاظت ہے جو نفلوں سے مقدم ہے۔ (۱)

وَلَاتَأْذَنُ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا بِاِذْنِہٖ: نہ ہی اس کے لئے جائز ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے دے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ عورت کے لئے ناجائز ہے کہ ایسے آدمی کو اپنے گھر میں آنے دے جس کی اجازت اس کے شوہر نے نہیں دی ہو یا جس کے آنے کو اس کا شوہر پسند نہ کرتا ہو، خواہ وہ خاص رشتہ دار یا محرم ہی کیوں نہ ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب النکاح (باب لا تأذن المرأة فی بيت زوجها) وصحيح مسلم کتاب الزکاة (باب ما انفق العبد من مال هؤلاء)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

(۲) نزہۃ المتقین

(۳۳۷) بَابُ تَحْرِيمِ رَفْعِ الْمَأْمُومِ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ اَوِ السُّجُودِ قَبْلَ الْاِمَامِ

امام سے پہلے مقتدی کا رکوع یا سجدے سے اپنا سر اٹھانا حرام ہے

امام سے پہلے سر اٹھانے پر وعید

(۱۷۵۱) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَمَا يَخْشٰى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ! اَوْيَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهُ صُوْرَةَ حِمَارٍ"﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تمہارا ایک آدمی جب اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادے، یا اللہ اس کی صورت کو گدھے کی صورت میں بدل دے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ الحمار: بمعنی گدھا، اس کی دو قسمیں ہیں، اہلی اور جنگلی: اسی وجہ سے جنگلی کو حمار وحش وحمار الوحش والحمار الوحشی کہتے ہیں جمع حمیر واحمرۃ وحُمُر وحمور وحمرات، مؤنث حمارۃ جمع حمائر، حمارۃ القدم: پشت قدم، اذن الحمار وقثاء الحمار: دو پودوں کے نام، حمار الزرد: ایک قسم کا جنگلی سفید گدھا جس پر سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں۔ الحمّارۃ: گدھے والے، واحد: حمار جیسے جمال و بغال: دوغلا گھوڑا۔

تشریح: يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ: اپنا سر امام سے پہلے اٹھالے۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کے ارکان امام سے پہلے ادا کرے، مثلاً رکوع وسجدہ میں امام سے پہلے سر اٹھالے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث بالا میں شدید وعید ہے اس طرح کرنے پر۔ (۱)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے کہ اللہ حقیقتاً اس کو گدھا بنادیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کو گدھے کی طرح کم فہم وکم عقل کردیں گے کیونکہ جانوروں میں سب سے زیادہ کم عقل گدھا ہی ہوتا ہے۔ (۲)

بعض علماء فرماتے ہیں جن میں علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں کہ اگر اس کو حقیقی معنی پر محمول کیا جائے تب بھی صحیح ہے۔ یہی بات حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسخ ہوسکتا ہے اور جن روایتوں میں آتا ہے کہ میری امت پر مسخ نہیں ہوگا اس کا مطلب یہ ہے کہ عمومی نہیں ہوگا، جزوی طور سے تو ہوسکتا ہے۔ (۳)

عبرت ناک واقعہ

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک عبرت ناک واقعہ بھی نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک محدث طلب علم کے لئے دمشق کے ایک مشہور عالم کے پاس پہنچے، جو اپنے علم وفضل میں مشہور تھے، مگر وہ ہمیشہ پردے کے پیچھے سے درس دیتے تھے، ایک مرتبہ ان صاحب نے اصرار کرکے چہرہ دیکھا تو وہ گدھے کی طرح تھا، اس کی وجہ جب پوچھی تو انہوں نے کہا کہ جب میں نے یہ حدیث سنی کہ جو امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے تو اس کا سر گدھے کی طرح ہوجاتا ہے، تو میں نے تجربہ کے طور سے یہ کیا تو اللہ نے میرا چہرہ اس طرح کردیا۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه البخاری کتاب الأذان (باب إثم من رفع رأسه قبل الامام) ومسلم کتاب الصلاة (باب النهی عن سبق الإمام) وأحمد۲/۷۵۳۷، وأبی داؤد والترمذی والنسائی وإبن ماجه والدارمی وابن حبان ۲۲۸۲ وهکذا فی البیهقی ۲/۹۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ (۲) روضۃ المتقین ۴/۲۴۹ (۳) فتح الباری (۴) مظاہر حق

(۳۳۸) بَابُ کَرَاهَةِ وَضْعِ الْیَدِ عَلَی الْخَاصِرَةِ فِی الصَّلَاةِ

نماز کی حالت میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی کراہیت کا بیان

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے

(۱۷۵۲) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: نُهِیَ عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلَاةِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الخصر: خصر (س) خصراً: ٹھنڈک کی وجہ سے اطراف اعضاء میں تکلیف پہنچنا۔ خاصرہ مخاصرة: ہاتھ پکڑ کر چلنا، کسی کے پہلو میں چلنا، یا کسی کی کمر پر ہاتھ رکھ کر چلنا، اختصر: اپنے پہلو پر ہاتھ رکھنا، الخصر: کمر، خصر القدم: تلوے کا گہرا حصہ جو زمین سے نہ لگے۔ جمع: خصورٌ.

تشریح: نُهِیَ عَنِ الْخَصْرِ فِی الصَّلٰوةِ: نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔

خصر کس کو کہتے ہیں

کمر اور کوکھ کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ نماز میں کمر یا کوکھ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا نہ ہو۔ (۱)

ممانعت کی وجہ

علماء نے اس کی مختلف وجوہات بتائی ہیں مثلاً:

❶ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان محشر میں جب لوگ حساب کتاب کے انتظار میں ہوں گے تو اس وقت میں اہل جہنم اپنے ہاتھ کو کمر اور کوکھ پر رکھے گا تا کہ کچھ آرام مل جائے تو اہل جہنم کی مشابہت کی وجہ سے منع فرمایا جارہا ہے،

❷ جب دنیا میں شیطان کو اتارا گیا اور اس کو ملعون بنایا گیا تو اس وقت وہ اپنے ہاتھ کو کوکھ پر رکھ کر کھڑا تھا،

❸ دنیا میں بھی یہ ہیجڑے کی علامت اور عادت ہوتی ہے۔ (۲)

بہر حال کوئی بھی وجہ اور علت ہو اس طرح نماز میں ہاتھ کے رکھنے سے حدیث بالا میں منع فرمایا جارہا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب العمل فى الصلاة (باب الخصرفى الصلٰوة) وصحيح مسلم كتاب المساجد (باب كراهية اختصارالصلاة) و احمد۳/۷۱۷۸ والترمذى والنسائى وابن حبان ۲۲۸۵ والدارمى و هكذا فى البيهقى ۲/۲۸۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/۲۵۰ (۲) اشعۃ اللمعات، تعلیق الصبیح وکذا مظاہر حق ۱/۵۴، ۶۵۳

---

(۳۳۹) بَابُ كَرَاهَةِ الصَّلَاةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ وَنَفْسُهُ تَتَوَقُّ اِلَيْهِ اَوْمَعَ مُدَافَعَةِ الْاَخْبَثَيْنِ، وَهُمَا الْبَوْلُ وَالْغَائِطُ

کھانے کی موجودگی میں جب دل بھی کھانے کا چاہے یا پیشاب پاخانے کی شدید ضرورت کے وقت نماز پڑھنے کی کراہیت کا بیان

پیشاب پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز کا حکم

(۱۷۵۳) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَاقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُوْلُ: "لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ، وَلَا هُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ"﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں اور اس وقت جب کہ پیشاب، پاخانے کی شدید حاجت ہو۔''

(مسلم)

لغات: ❖ طعام: بمعنی خوراک جمع اطعمة جمع الجمع اطعمات، گیہوں۔ طعم (س) طعماً وطعاماً: الطعام: کھانا طعم (ن) طعماً: آسودہ ہونا، تطعم الشیء: چکھنا، اطّعم: مزیدار ہونا، استطعم: مزہ پانا، ہ: کھانا مانگنا۔ المطعم: کھانے کی جگہ۔

تشریح: لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ: کھانے کی موجودگی میں نماز صحیح نہیں۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ جب کسی کے سامنے کھانا آجائے اور اس کو بھوک بھی لگ رہی ہو یا اسی طرح اس کو پیشاب پاخانہ کی حاجت ہو تو اب ان حالتوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح ہر وہ عمل جو نمازی کے خشوع وخضوع میں خلل ڈالے اور توجہ نماز کی طرف نہ ہو تو ان صورتوں میں پہلے وہ کام کرلے پھر نماز کو ادا کرے۔

مگر علماء نے اس میں ایک شرط یہ لگائی ہے کہ نماز کے وقت میں وسعت ہو، اگر وقت تنگ ہو کہ کھانا یا پیشاب پائخانے کرنے کی صورت میں نماز ہی قضاء ہوجائے گی تو اب پہلے نماز پڑھ لے، پھر وہ کام کرے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب كراهية الصلوٰة بحضرة الطعام) و ابوداؤد والحاكم ۵۹۹/۱۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) شرح مسلم للنووی ونزہۃ المتقین وکذا دلیل الفالحین ۵۷۸/۴

(۳۴۰) بَابُ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا ممنوع ہے

نماز میں نگاہیں اوپر کرنا منع ہے

(۱۷۵۴) ﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "مَابَالُ اَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ!" فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذٰلِكَ حَتّٰى قَالَ: "لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذٰلِكَ، اَوْ لَتُخْطَفَنَّ اَبْصَارُهُمْ"﴾. (رواه البخاری).

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اپنی نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ پس اس بارے میں آپ ﷺ نے سخت لہجہ اختیار فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی۔'' (بخاری)

لغات: ❖ الخطف: خطف (س) خطفا واختطف: اچکنا، غصب کرنا، چھین لینا، عورت کو اغوا کرنا، نگاہ کو خیرہ کرنا، جبرا غائب کرنا۔ تخطف: زبردستی چھین لینا اشتد: شد (ض، ن) شدا. الرجل: دوڑنا۔ عضده: قوی کرنا۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ جب نمازی نماز میں کھڑا ہو تو پوری توجہ کے ساتھ کھڑا ہو اور اگر وہ نماز کی حالت میں ادھر ادھر آنکھوں سے دیکھتا ہے (بشرطیکہ اس کا سینہ قبلہ رخ رہتا ہے اور اگر سینہ قبلہ سے ہٹ گیا تو اب تو نماز ہی فاسد ہوجائے گی) اور آسمان کی طرف دیکھنا تو مکروہ ہے، اب اس صورت میں حدیث بالا میں یہ وعید ارشاد فرمائی جارہی ہے کہ ان کی بینائی چھین لی جائے گی۔ (۱)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نماز میں ابتداءً اپنی نگاہ مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے مگر "والذین هم فی صلوتهم خاشعون" آیت کے نازل ہونے کے بعد پھر آپ ﷺ اپنی نگاہ نیچے ہی رکھتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الاذان (باب رفع البصرالی السماء فی الصلاة) واحمد ۱۲٤۲۹/٤ وابوداودوالنسائی وابن ماجه وابن حبان ۲۲۸٤ والدارمی ۱۳۰۲ وهكذا فی البيهقی ۲۸۲/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۶۵۴/۱ وروضۃ المتقین ۲۵۲/۴ (۲) مرقاۃ شرح مشکوۃ وروضۃ المتقین ۲۵۲/۲

(۳٤۱) بَابُ كَرَاهَةِ الْاِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ لِغَيْرِ عُذْرٍ

بغیر عذر کے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی کراہیت کا بیان

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا منع ہے

(۱۷۵۵) ﴿عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلَاۃِ، فَقَالَ: "هُوَاخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ" (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ شیطان کا بندے کی نماز کو اچک لینا ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ الشیطان: شطنه (ن) شطنا: مخالفت کرنا، دور کرنا، رسی سے باندھنا، شطن فی الارض: داخل ہونا الرجل: حق وغیرہ سے دور ہونا۔اشطنه: دور کرنا، شیطن و شیطنة و تشیطن: شیطانی فعل کرنا، الشیاطن: خبیث، حق سے دور ہونے والا، ج شیاطین بمعنی: دیو، سرکش و نافرمان۔

تشریح: عَنِ الْاِلْتِفَاتِ فِی الصَّلٰوۃِ: نماز میں ادھر ادھر دیکھنا۔ علماء فرماتے ہیں نماز میں ادھر ادھر دیکھنا اگر چہ آنکھوں کے ہی ذریعہ سے ہو خشوع و خضوع کے خلاف ہے اور اگر دیکھنے میں منہ قبلہ سے پھر جائے تو اب نماز مکروہ ہو جاتی ہے اور اگر سینہ پھر جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (۱)

هُوَاخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ: یہ شیطان کا بندے کی نماز کو اچک لینا ہے۔ اُچک لینا اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی غفلت اور بے خبری میں نہایت تیزی سے اس کی چیز لے لینا تو اسی طرح جب آدمی نماز میں ادہر ادہر دیکھتا ہے تو اب شیطان اس نمازی کی نماز کے کمال اور خشوع و خضوع کو اچک لیتا ہے اور اس کی نماز کو بے اثر کر دیتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب الالتفات فی الصلاة) و احمد ۹/۲۴۸۰۰ وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان ۲۲۸۷ و هکذا فی البیهقی ۲/۲۸۱۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین ومظاہر حق ۴/۶۵۴۔
(۲) مرقاۃ مظاہر حق ۴/۶۵۴، نزہۃ المتقین و روضۃ المتقین ۴/۲۵۳

نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے پر بربادی کی بددعا

(۱۷۵۶) وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِيَّاکَ وَالْاِلْتِفَاتَ فِی الصَّلَاةِ، فَاِنَّ الْاِلْتِفَاتَ فِی الصَّلَاةِ هَلَکَةٌ، فَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَفِی التَّطَوُّعِ لَا فِی الْفَرِيْضَةِ" (رواہ الترمذی و قَالَ: حدیث حسن صحیح)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے آپ کو نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہونے سے بچاؤ، نماز میں ادھر ادھر دیکھنا بربادی ہے، اگر دیکھنا ضروری ہی ہو تو نفلی نماز میں دیکھا جا سکتا

ہے نہ کہ فرض نماز میں۔" (ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے)

لغات: ❖ هلكة: هلك: هلك (ض ف س) هَلَاكاً و هُلكاً و هُلوكاً و تُهْلُوكاً و مَهْلَكاً و تَهْلُكَةً: فنا ہونا، مرنا، نیست نابود ہونا (عموماً اس کا استعمال بری موت کے لئے ہوتا ہے (الیه و علیه: لالچی ہونا، بہت خواہش مند ہونا۔ هلّكه و اهلكه: فنا کرنا، نیست نابود کرنا، اگر کوئی شخص کسی بڑے کام کو کرے تو اس سے هَلَّكْتَ و اَهْلَكْتَ کہا جاتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ادھرادھر دیکھنا آخرت میں تباہی و بربادی کا سبب ہے کیونکہ یہ اس نمازی سے شیطان کرواتا ہے اور شیطان تو آدمی کو بربادی کی طرف لے جاتا ہے۔

فَاِنْ كَانَ لَابُدَّفَفِي التَّطَوُّعِ لَا فِي الْفَرِيْضَةِ: اگر دیکھنا ضروری ہی ہو تو اب نفلی نماز میں دیکھا جاسکتا ہے نہ کہ فرض نماز میں۔ اس جملہ کا مطلب علماء یہ بیان فرماتے ہیں کہ نماز میں ادھرادھر دیکھنا نماز کے کمال اور خضوع وخشوع کو ختم کر دیتا ہے تو اب ترغیب دی جارہی ہے کہ نماز میں ادھرادھر بالکل ہی نہ دیکھا جائے اور اگر کسی مجبوری کے تحت دیکھنا پڑے تو اب فرض نماز میں تو نہ دیکھا جائے کیونکہ فرض نماز کو تو سب سے زیادہ اہتمام اور خشوع وخضوع سے ادا کرنا چاہئے کیونکہ قیامت میں سب سے پہلے اسی کا حساب ہوگا۔

نفل میں بھی ادھرادھر نہیں دیکھنا چاہئے، نفل میں بھی ادھرادھر دیکھنا مکروہ ہوگا مگر فرض کے مقابلہ میں کچھ کم ہوگا اس لئے بقدر مجبوری نوافل میں اجازت ہے۔ (۱)

تخریج حدیث أخرجه سنن الترمذی ابواب الصلاة (باب ماذكرفي الالتفات في الصلاة) وفي اسناده علي بن زيد بن جدعان ضعفوه ولكن للحديث شواهد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) تعلیق الصبیح ومظاہر حق ۴/۶۶۲ وکذا روضۃ المتقین ۴/۲۵۴ ودلیل الفالحین ۴/۵۸۰۔

(۳۴۲) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلاةِ اِلَى الْقُبُوْرِ

قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

قبر پر بیٹھنا ناجائز ہے

(۱۷۵۷) ﴿عَنْ اَبِي مَرْثَدٍ كَنَّازِبْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَاتُصَلُّوْا اِلَى الْقُبُوْرِ، وَلَاتَجْلِسُوْا عَلَيْهَا"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابومرثد کناز بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قبروں کی طرف منہ کر کے نماز مت پڑھو اور نہ ان کے اوپر بیٹھو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ قبور: القبر کی جمع ہے بمعنی انسان کے دفن کرنے کی جگہ، قبر (ن ض) قبراً و مقبراً۔المیت: میت کو دفن کرنا، اقبرہ: قبر بنانا، دفن کرنا۔

تشریح: لَاتُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ: قبروں کی طرف منہ کر کے نماز مت پڑھو۔ علماء فرماتے ہیں صاحب قبر کی تعظیم کی خاطر کوئی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا اور اگر صاحب قبر کی تعظیم مقصود نہ ہو تب بھی قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا کم از کم مکروہ تحریمی ضرور ہوگا۔

وَلَاتَجْلِسُوْا عَلَیْهَا: قبر پر مت بیٹھو۔ علماء فرماتے ہیں کہ قبروں پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ (۱)

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قبر سے ٹیک لگانا ثابت ہے؟

جواب: علماء فرماتے ہیں کہ ان حضرات کے علم میں نہیں ہوگا کہ یہاں قبر ہے ورنہ یہ آپ ﷺ کی احادیث کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں؟۔ (۲)

نیز قبر پر بیٹھنے سے صاحب قبر کی تذلیل اور تخفیف ہوتی ہے جب کہ اللہ جل شانہ نے انسان کی توقیر اور تکریم کرنے کا حکم دیا ہے۔ (۳) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر کو پختہ بنانا مکروہ تحریمی ہے اور اس پر بیٹھنا، ٹیک لگانا، اور تکیہ بنانا سب حرام ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب النهى عن الجلوس على القبر والصلاة اليه)، واحمد۱۷۲۱۵/٦ والترمذى والنسائى وابن حبان ۱۳۲۰ و الحاكم۳/٤٩٦٩ و هكذا فى البيهقى٤٣٥/٢۔

راوی حدیث حضرت ابومرثد کناز بن الحصین رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: مرثد، والد کا نام کناز بن حصین بن یربوع بن جہینہ ہے۔ (اسد الغابۃ ۳۵۵/۴)

مکہ میں مسلمان ہوئے، بدر سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس بن صامت سے ان کی مواخاۃ کرادی تھی۔ (استیعاب ۲۷۴/۱)

غزوہ بدر میں آپ کے ساتھ شریک جہاد تھے۔

وفات: بنوعضل وقارہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مذہبی تعلیم کے لئے چند معلم بھیجنے کی درخواست کی، آپ نے ان کی درخواست پر حضرت مرثد یا عاصم بن ثابت کی امارت میں ایک جماعت روانہ کی، مقام رجیع میں بنو ہذیل ننگی تلواریں لے کر آ گئے اور پھر جنگ شروع ہوگئی، اس میں حضرت مرثد اور خالد اور عاصم رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) اسد الغابۃ ۳۵۵/۴ (۲) طبقات ابن سعد (۳) استیعاب ۲۷۴/۱ (۴) تہذیب الکمال وغیرہ۔

(۱) دلیل الفالحین ۵۸۱/۴ (۲) بذل المجہود ۲۱۲/۴، تعلیق الصبیح ۲۵۲/۲ (۳) نزہۃ المتقین (۴) شرح مسلم للنووی

(٣٤٣) بَابُ تَحْرِيمِ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ
نمازی کے آگے سے گزرنے کی حرمت کا بیان

نمازی کے آگے سے گزرنا

(١٧٥٨) ﴿عَنْ اَبِي الْجُهَيْمِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْيَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَاعَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَهُ مِنْ اَنْ يَمُرَّبَيْنَ يَدَيْهِ" . قَالَ الرَّاوِيُّ: لَا اَدْرِي قَالَ: اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، اَوْاَرْبَعِيْنَ شَهْرًا، اَوْاَرْبَعِيْنَ سَنَةً"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوالجہیم عبداللہ بن حارث بن صمۃ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے آدمی کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس کا گناہ کتنا ہے؟ تو وہ چالیس تک کھڑے رہنے کو زیادہ اچھا سمجھے۔ حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں مجھے یادنہیں کہ آپ ﷺ نے چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال ارشادفرمایا تھا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ المار: اسم فاعل معنیٰ گزرنے والا۔ مر (ن) مراًومروراً وممراً: گزرنا، جانا، المار: گزرنے والا۔ یقف: معنیٰ ٹھہرنا، رک جانا۔ ضرب سے۔

تشریح: اَنْ يَقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًالَهُ: وہ چالیس تک کھڑا رہنے کو زیادہ اچھا سمجھے۔ چالیس سے کیا مراد ہے چالیس سال یا چالیس دن یا چالیس مہینے؟ اس بارے میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر چالیس سے چالیس سال مراد ہے، پھر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے آگے سے اس حال میں گزرتا ہے کہ وہ اپنے رب سے مناجات کررہا ہو (یعنی نماز پڑھتا ہو) تو وہ جان لیں تو اس کے لئے اپنی جگہ پر سو برس تک کھڑے رہنا قدم اٹھا کر رکھنے سے بہتر ہے۔ [1]

خلاصہ: حدیث کا یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے کہ چالیس سال یا سوسال کھڑا رہے مگر نہ گزرے، اس بات سے اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الصلاة (باب اثم المار بين يدى المصلى) وصحيح مسلم كتاب الصلاة (باب منع المار بين يدى المصلى) ومالك فى موطئه ٣٦٥ واحمد ١٧٥٤٨/٦ وابوداؤدوابن

ماجه والدارمی ١٤١٦ ومصنف عبد الرزاق ٢٣٢٢ وابن حبان ٢٣٦٦ ومصنف ابن ابی شیبة ٢٨٢/١ وهكذا فی البیهقی ٢٦٨/٢۔

راوی حدیث ابوالجہیم عبداللہ بن حارث بن الصمۃ الانصاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عبداللہ، والد کا نام حارث ہے، کنیت ابوالجہیم ہے، یہ مشہور صحابی ابی بن کعب کے بھانجے ہیں، ان سے کتب حدیث میں دو روایات ملتی ہیں اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ وہ دونوں ہی بخاری و مسلم میں موجود ہیں۔

(۱) مشکل الآثار (۲) روضۃ المتقین ۴/ ۲۵۷

(٣٤٤) بَابُ كَرَاهَةِ شُرُوْعِ الْمَامُوْمِ فِیْ نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوْعِ الْمُؤَذِّنِ فِیْ اِقَامَةِ الصَّلَاةِ سَوَاءٌ كَانَتِ النَّافِلَةُ سُنَّةَ تِلْكَ الصَّلٰوةِ اَوْغَيْرِهَا

مؤذن جب نماز کی اقامت کہنی شروع کرے تو مقتدی کے لئے ہر قسم کے نوافل پڑھنے مکروہ ہیں، وہ چاہے اس نماز کی سنت ہو یا کوئی اور نفل نماز

جماعت شروع ہونے کے بعد سنتیں نہیں پڑھنا چاہیے

(١٧٥٩) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلَاةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو پھر فرض نماز کے سوا کوئی نماز صحیح نہیں۔" (مسلم)

لغات: ❖ الصلوٰة: صلی صلاة بمعنی دعا کرنا، نماز پڑھنا اللہ علیه: برکت دینا، اچھی تعریف کرنا من اللہ: رحمت جمع صلوات۔ المصلی: نماز پڑھنے کی جگہ۔

تشریح: علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سنت فجر کے علاوہ دوسری سنتوں کو پڑھنے میں شرط یہ ہے کہ رکوع سے پہلے امام سے مل جائے تو صحیح ہے ورنہ سنتوں کو موخر کردے بعد میں پڑھ لے، اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔[1]

(۱) فتح الملہم ۲/ ۲۷۱

فجر کی سنتیں

امام احمد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک فجر کی سنت بھی اقامت ہوجانے کے بعد پڑھنا مکروہ ہے۔ [۱] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے۔

احناف کا مذہب یہ ہے سنت مسجد سے باہر پڑھی جائے یا کم از کم امام سے دور ہوکر پڑھنا چاہئے اور فجر کی سنت پڑھنا چاہئے جب تک فرض کی دوسری رکعت میں امام کے ساتھ ملنے کی امید ہو۔ [۲]

حضرت ابن ملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فجر کی سنت حدیث بالا کے حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "صلوھا وان طردتکُم الخیل" فجر کی سنتیں پڑھو اگر چہ تمہیں لشکر ہانکے۔ حضرت ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فجر کی سنتیں تمام سنتوں سے زیادہ اہمیت والی ہیں یہاں تک کہ حضرت حسن کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فجر کی سنتیں بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں۔ [۳]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرین (باب کراهية الشروع فی نافلة بعد شروع المؤذن) واحمد ۸۶۳۱/۳ وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه والدارمی ۱۴۴۸ وابن حبان ۲۱۹۳ ومصنف عبد الرزاق ۳۹۸۷ و مصنف ابن ابی شیبة۲/۷۷ وهکذا فی البیهقی ۴۸۲/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۲۵۹/۴

(۲) معارف السنن ۷۲/۴ تا ۷۵ عمدۃ القاری ۱۰/۲ا۷

(۳) فتح القدیر شرح ہدایہ

(۳۴۵) بَابُ کَرَاهَةِ تَخْصِیْصِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصِیَامٍ اَوْلَیْلَتَهٗ بِصَلاةٍ مِنْ بَیْنِ اللَّیَالِیْ

جمعہ کے دن روزے کے لئے اور جمعے کی رات کو نماز پڑھنے کے لئے مخصوص کرنے کی کراہیت کا بیان

جمعہ کے دن اور اس کی رات کو عبادت کے لئے مخصوص نہ کرو

(۱۷۶۰) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا

تَخُصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي، وَلَا تَخُصُّوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ" ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جمعہ کی رات کو راتوں میں قیام کے لئے خاص نہ کرو اور نہ ہی دنوں میں جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص کرو مگر یہ کہ جمعہ کا دن ان دنوں میں آجائے جس میں تم میں کوئی روزہ رکھتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ صوم: الصوم: روزہ، کام سے رک جانا، روزہ دار، یہ لفظ مذکر ومونث واحد جمع سب پر بولا جاتا ہے، صام یصوم صوماً وصیاماً واصطام: روزہ رکھنا، چلنے پھرنے بولنے کھانے پینے سے رک جانا، صفت (صائم) جمع صائمون وصوام وصیام وصوم و صیم و صیام، صام الشھر: روزہ رکھنا۔ صوّمه: روزہ رکھوانا، الصائم: روزہ دار، یوم صائم: وہ دن جس میں روزہ رکھا جائے۔ ماء صائم: ٹھہرا ہوا پانی۔

تشریح: حدیث بالا میں جمعہ کی رات کا قیام اور جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا منع فرمایا جارہا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی خاص تاریخ کو روزہ رکھنے کا معمول ہو اور وہ تاریخ جمعہ کے دن پڑ رہی ہو تو اب جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی اجازت ہوگی۔

صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کی ممانعت کی وجہ؟

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی ممانعت کے بارے میں مختلف وجوہات بیان فرمائی گئی ہیں مثلاً: ایک یہ کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنے میں خاص ثواب کا اعتقاد ہو تو اس صورت میں منع ہے۔ (۱)

دوسرا حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا منشا فساد اعتقاد ہو تو نہیں رکھنا چاہئے اور اگر فساد اعتقاد نہ ہو تو رکھ لے، کوئی حرج نہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الصيام (باب كراهية الصيام يوم الجمعة منفردا)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۵۸۴

(۲) معارف السنن ۵/۴۲۳

آدمی صرف جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے

(۱۷۶۱) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

"لَايَصُوْمَنَّ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا يَوْمًا قَبْلَهٗ اَوْبَعْدَهٗ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص جمعے کے دن روزہ نہ رکھے، ہاں اس کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ ملا لے۔"

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ سمعت: سمع (س) سمعاً وسمعاً وسماعاً وسماعةً وسماعية ومسمعاً۔ الصوت: سننا۔ صفت (سامع) جمع سمّاع وسمعة وسامعون. اليه: کان لگانا، متوجہ ہونا۔ سمعه: سنانا، سمع به: عیوب کو پھیلانا، رسوا کرنا، بری باتیں سنانا اور گالی دینا۔ سمع بكذا: کسی کے متعلق کوئی چیز پھیلانا۔

تشریح: جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھنے کی وجہ

حدیث بالا میں صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کو منع فرمایا جارہا ہے، اس کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھنے کو بیان کیا جارہا ہے۔ اس کی وجہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن دعا، ذکر، نفل وغیرہ ہوتا ہے، روزہ رکھنے کو منع فرمایا گیا ہے تاکہ یہ عبادات اچھی طرح ادا ہوسکیں جیسے کہ عرفہ کے دن حاجیوں کے لئے روزہ رکھنا صحیح نہیں ہوتا۔

بعض کہتے ہیں کہ جمعہ کو احادیث میں یوم العید کہا گیا ہے جیسے کہ آتا ہے: "**يوم الجمعة يوم عيد، فلا تجعلوا يوم عيدكم يوم صيامكم.**" کہ جمعہ کے دن عید کا دن ہے تو اس عید کے دن روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ یا بعض علماء فرماتے ہیں **مبالغه فى التعظيم** نہ ہونے کے لئے منع فرمایا گیا جیسے کہ یہود نے ہفتہ کا دن اور نصاریٰ نے اتوار کے دن مبالغہ شروع کردیا، خطرہ تھا کہ کہیں مسلمان اس طرح شروع نہ کردیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الصوم (باب صوم يوم الجمعة) وصحيح مسلم كتاب الصيام (باب كراهية صيام يوم الجمعة منفرداً) و احمد ۹۴۵۸/۳ وابوداؤد والترمذى وابن ماجه وابن حبان ۳۶۱۴ ومصنف ابن ابى شيبة ۴۳/۳۔ ۴۴ ومصنف عبدالرزاق ۷۸۰۵ و هكذا فى البيهقى ۳۰۲/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲۵۹/۴۔

جمعہ کے دن کا روزہ

(۱۷۶۲) ﴿وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ: سَأَلْتُ جَابِراً رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: أَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: نَعَمْ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت محمد بن عباد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کو منع فرماتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ نعم: کلمہ ایجاب ہے اور اس میں چار لغت اور ہیں: نَعِمْ وَنِعِم وَنَعَام ونَعَمْ اور یہ چار معانی میں آتا ہے: (۱) خبر کے بعد واقع ہو تو حرف تصدیق ہے جیسے: قَائِمٌ زَیْدٌ کے جواب میں نعم ہو تو اس کے معنی قائم کے ہوں گے۔ (۲) امر و نہی کے بعد واقع ہو تو حرف وعد ہوگا جیسے: اضرب زیداً کے جواب میں نعم اعدک بضربه کے معنی میں ہوگا۔ (۳) اور استفہام کے بعد واقع ہو تو حرف اعلام ہوگا جیسے: اقام زیدٌ کے جواب میں نعم اعلمک بقیامه کے معنے میں ہوگا۔ (۴) اور جب صدر کلام میں واقع ہو تو فائدہ تاکید کا ہوتا ہے جیسے: نعم ان ربی قادرٌ.

تشریح: جمعہ کے دن روزہ کا رکھنے کے بارے میں فقہاء کے پانچ مذاہب ہیں:

اول: ہر حال میں مکروہ ہے، یہ مذہب ہے حضرت ابراہیم نخعی، زہری، مجاہد وغیرہ کا ہے،

دوم: ہر حال میں اباحت کہ مکروہ نہیں ہے۔ یہ مذہب امام مالک، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے۔ (۱)

سوم: اگر ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھ لیا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہوگا، یہ مذہب ہے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ، طاؤس، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اور ایک روایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی،

چہارم: گذشتہ ہفتہ میں ہفتہ کے بعد یا آئندہ ہفتہ میں جمعہ کے دن کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھ لیا تو اب جمعہ کے دن کا روزہ مکروہ نہیں ہوگا۔

پنجم: صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا حرام ہے، اگر پہلے یا بعد میں ایک روزہ رکھ لے تو اب جائز ہوجائے گا۔ یہ مذہب ہے ابن حزم وغیرہ کا۔ شامی جو احناف کی مستند فقہی کتاب ہے اس میں جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا مستحب لکھا ہے کہ اب فساد عقیدہ نہیں ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الصوم (باب صوم یوم الجمعة) وصحیح مسلم کتاب الصیام (باب کراهیة صیام یوم الجمعةمنفردا) وابن ماجه.

راوی حدیث حضرت محمد بن عباد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: ان کا نام محمد، والد کا نام عباد ہے، یہ قبیلہ مخزوم سے تعلق رکھتے ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں اور علماء نے ثقات میں شمار کیا ہے، ان سے صحاح ستہ نے روایات نقل کی ہے۔

---

(۱) عمدۃ القاری ۱۱/۱۰۴

(۲) تعلیق الصبیح ۳/۳۹۹۔ فتح القدیر ۳/۱۵۵

اگر کسی نے جمعہ کے دن کا روزہ رکھ لیا

(۱۷۶۳) ﴿وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهِيَ صَائِمَةٌ، فَقَالَ: "اَصُمْتِ اَمْسِ؟" قَالَتْ: لَا. قَالَ: "تُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِيْ غَدًا؟" قَالَتْ: لَا. قَالَ: "فَافْطِرِيْ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ام المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ان کے پاس ایک مرتبہ آپ ﷺ جمعہ کے دن تشریف لائے جب کہ وہ روزے سے تھیں، آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم نے کل بھی روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارا کل (آئندہ) بھی روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزہ افطار کرلو۔'' (بخاری)

لغات: ❖ صائمة: روزہ دار، روزہ رکھنے والی، صام يصوم (ن) صومًا معنی روزہ رکھنا۔ امس: گذشتہ کل، الامس زمانہ گذشتہ، ماضی۔ امس الاول: پرسوں گذشتہ۔

تشریح:
جمعہ کے روزے کی حقیقت

حدیث بالا میں مخصوص طور سے صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے کو آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اس کو توڑنے کا بھی فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ابتداء آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا تاکہ یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہو کیونکہ وہ ہفتہ اور اتوار کو مخصوص طور پر عبادت کرتے اور اسی دن کو سب کچھ سمجھتے تھے، جب کہ اسلام نے سب دنوں کو عبادت کے لئے برابر فرمایا، کسی دن کو عبادت کے ساتھ مخصوص کرنے سے یہود و نصاریٰ کی مشابہت لازم آتی ہے۔ (۱)

اس لئے آپ ﷺ نے منع فرمایا اور جب عقیدہ صحیح ہوگیا تو پھر آپ ﷺ نے صرف جمعہ کے دن کا خود روزہ رکھا جیسے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ مِنْ غَيْرِهٖ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ، وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. (۲)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مہینے کے شروع کے تین دنوں میں روزہ رکھتے اور ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھتے ہوں۔''

تخريج حديث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الصوم باب صوم يوم الجمعة واحمد ۲٦٨١٧/١٠ وابوداؤد وابن حبان ٣٦١١ ومصنف ابن ابى شيبة ٤٣/٣ و هكذا فى البيهقى ٣٠٢/٤۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۱۴۳۹) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۲۶۲
(۲) ترمذی، نسائی، ابوداؤد

(٣٤٦) بَابُ تَحْرِيْمِ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ وَهُوَ اَنْ يَّصُوْمَ يَوْمَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ، وَلاَ يَأْكُلُ وَلاَ يَشْرَبُ بَيْنَهُمَا

صوم وصال کی حرمت کا بیان (صوم وصال سے) مراد دو دن یا اس سے زیادہ دنوں کا روزہ رکھے اور درمیان میں کچھ نہ کھائے اور نہ پیئے

مسلسل روزہ رکھنے کی ممانعت

(١٧٦٤) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْوِصَالِ﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وصال (مسلسل) کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الوصال: معنی متصل، وصل یصل (ض) وصلاً معنی ملنا متصل ہونا، اسی سے صوم وصال ہے، جو لگاتار مسلسل رکھا جاتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں صوم وصال سے منع فرمایا گیا ہے۔

صوم وصال کی تعریف

اس طرح روزہ رکھا جائے کہ درمیان میں افطاری اور سحری نہ کی جائے، اس طرح روزہ رکھنا منع ہے، یہ کمزوری کا سبب بن جاتا ہے جس کی وجہ سے دوسری عبادات میں نقصان آجاتا ہے۔[1]

صوم وصال کا حکم

اس بارے میں فقہاء کے کئی مذاہب ہیں:

پہلا مذہب: امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ، ایک روایت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

دوسرا مذہب: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل ظواہر کے نزدیک حرام ہے۔

تیسرا مذہب: اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک جس میں طاقت ہو اس کے لئے جائز ہے اور جس میں طاقت نہ ہو اس کے لئے حرام ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الصوم (باب الوصال) و صحيح مسلم كتاب الصيام (باب النهى عن الوصال فى الصوم) وابوداؤدوابن حبان ۳۵۷۵ والدارمى ۱۷۰۳ وهكذافى البيهقى ۴/۲۸۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) معارف السنن ۶/۱۷۵، وروضۃ المتقین ۴/۲۶۳

(۲) فتح الباری ۴/۱۷۷، ۱۷۸، عمدۃ القاری ۱۱/۷۱، ۷۲ باب الوصال۔ معارف السنن ۶/۱۷۵، ۱۷۶

نبی ﷺ کے لئے مسلسل روزہ رکھنا جائز تھا

(۱۷۶۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوْا: اِنَّكَ تُوَاصِلُ؟ قَالَ: "اِنِّىْ لَسْتُ مِثْلَكُمْ، اِنِّىْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى"﴾ (متفق عليه وهذا لفظ البخارى)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وصال کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ خود تو وصال فرماتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تم جیسا نہیں ہوں مجھے تو کھلایا پلایا جاتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اور یہاں یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

لغات: ❖ تواصل: یہ باب مفاعلہ سے مادہ وصل ہے معنی ہے ملنا، متصل ہونا، مصدر مواصلۃ ہے۔ وصل ضرب سے، اطعم: اطعام مصدر معنی کھلانا، پلانا۔ اسقٰی: اسقاء معنی پلانا۔

تشریح: حدیث بالا میں ایک طرف تو صوم وصال سے منع کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف آپ ﷺ سے خود رکھنا ثابت ہو رہا ہے اور رکھنے کی وجہ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مجھ کو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

اِنِّىْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى: مجھے رب کی طرف سے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔ کہ اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو صبر وتحمل کی خصوصی

قوت عطا فرمائی تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کئی کئی دن بغیر کھائے اور پیئے مسلسل روزہ رکھ لیتے تھے اور فرمایا کہ مجھ کو میرا رب کھلا اور پلا دیتا ہے۔ (۱)

اس جملہ کے محدثین نے بہت سے مطالب بیان فرمائے ہیں:

پہلا مطلب: یہ جملہ حقیقت پر محمول ہے کہ اللہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو کھلایا پلایا جاتا تھا۔ پھر روزہ کیوں نہیں ٹوٹتا تھا؟ دنیا کے کھانے سے روزہ ٹوٹتا ہے وہ تو جنت کا کھانا ہوتا تھا۔

دوسرا مطلب: کھانا پینا مراد نہیں بلکہ مقصود قوت کا آنا ہے، وہ آپ کو عطا کی جاتی تھی۔

تیسرا مطلب: ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روزہ کی حالت میں اللہ جل شانہ کے انوارات کا مشاہدہ اتنا زیادہ ہوتا جس سے آپ ﷺ کھانے پینے سے بے نیاز ہوجاتے تھے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الصوم (باب الوصال) و صحيح مسلم كتاب الصيام (باب النهى عن الوصال فى الصوم) واحمد ٢/٦١٣٣ و هكذا فى ابى داؤد.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۵۸۷

(۲) عمدۃ القاری، فتح الملہم ۳/ ۱۲۵، بذل المجہود ۳/ ۱۴۳ و تعلیق الصبیح ۲/ ۳۸۳

(٣٤٧) بَابُ تَحۡرِيۡمِ الۡجُلُوۡسِ عَلٰى قَبۡرٍ

قبر پر بیٹھنے کی حرمت کا بیان

قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ آدمی انگارے پر بیٹھ جائے

(١٧٦٦) ﴿عَنۡ اَبِىۡ هُرَيۡرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: "لَاَنۡ يَجۡلِسَ اَحَدُكُمۡ عَلٰى جَمۡرَةٍ فَتُحۡرِقَ ثِيَابَهٗ، فَتَخۡلُصَ اِلٰى جِلۡدِهٖ خَيۡرٌ لَّهٗ مِنۡ اَنۡ يَجۡلِسَ عَلٰى قَبۡرٍ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کسی شخص کا انگارے پر بیٹھنا جو اس کے کپڑوں کو بھی جلا دے اور اس آگ کا اثر اس کی کھال تک پہنچ جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ آدمی کسی قبر پر بیٹھے۔" (مسلم)

لغات: ❖ تحرق: حرقه (ن) حرقا. بالنار: جلانا۔ الشیء: بعض کو بعض سے رگڑنا۔ حرّقه واحرقه. بالنار: جلانا حرّق المرعی الابل: پیاس لگانا، تحرق واحترق جلنا۔ الحریق: آگ کی بھڑک، آگ کا شعلہ، جلا ہوا، سردی یا گرمی سے جلی ہوئی نباتات ج حرقٰی. الحروق والحرّوق: چقماق کا سوختہ۔

تشریح: لَاَنْ یَجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ: کوئی انگارے پر بیٹھے۔ حدیث بالا کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص انگارے پر بیٹھ جائے جس سے اس کے کپڑے میں آگ لگ جائے اور پھر اس آگ کا اثر اس کے جسم تک بھی پہنچ جائے اور وہ آگ اس کے جسم کو بھی جلا دے، اس میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ اس تکلیف سے کم ہے جو قبر پر بیٹھنے کی وجہ سے اس کو دی جائے گی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الجنائز (باب النهی عن الجلوس علی القبر و الصلاۃ الیه) واحمد ۸۱۱٤/۳ وابوداؤد والنسائی وابن ماجه وابن حبان ۳۱٦٦ ومصنف ابن ابی شیبة ۳۳۹/۳ و هکذا فی البیقهی ۷۹/٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ وکذا روضۃ المتقین بالاختصار ۴/۲۶۵

(۳٤۸) بَابُ النَّهْیِ عَنْ تَجْصِیْصِ الْقُبُوْرِ وَالْبِنَاءِ عَلَیْهَا

قبر پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے کی ممانعت کا بیان

قبر کو پختہ کرنا منع ہے

(۱۷٦۷) ﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ یُقْعَدَ عَلَیْهِ، وَأَنْ یُبْنٰی عَلَیْهِ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان باتوں سے منع فرمایا کہ قبر کو پختہ کیا جائے اور اس پر بیٹھا جائے اور اس پر کوئی عمارت بنائی جائے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ القبر: قبر کی جمع ہے بمعنی انسان کے دفن کرنے کی جگہ، قبر (ن ض) قبراً و مقبراً۔ المیت: میت کو دفن کرنا، اقبرہ: قبر بنانا، دفن کرنا۔

تشریح: اَنْ یُجَصَّصَ الْقَبْرُ: قبر کو پختہ بنایا جائے۔ علماء فرماتے ہیں کہ قبر کو پختہ کرنا ناجائز ہے، قبر کو اندر سے پختہ کرنا یا اوپر سے پختہ کرنا دونوں ہی ناجائز ہے۔

وَاَنْ يُّقْعَدَعَلَيْهِ: قبر پر بیٹھنا بھی منع ہے کہ اس میں صاحب قبر کی توہین اور بے اکرامی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں مراد اظہارغم ورنج کی وجہ سے قبر پر مسلسل بیٹھنا ہے، یہ بھی ناجائز ہے۔

وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ: قبر پر عمارت بنانا۔ عمارت بنانا کوئی قبہ ہو یا گنبد ہو، دونوں ہی صحیح نہیں بلکہ اگر بنا دیا گیا ہو تو اب اس کو توڑ دینا واجب ہے جیسے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام کے لئے بھیجا تھا۔ (۱)

علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زمانۂ جاہلیت میں بھی یہ رسم تھی کہ کفار میت کی قبر کے اوپر دس دن تک سایہ کرتے تھے، اس کی مشابہت سے بچنا چاہئے۔ (۲)

تخريج حديث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنائز (باب النهى عن تجصيص القبروالبناء عليه) واحمد ١٥٢٨٦/٥ وابوداؤدوالترمذی والنسائی وابن ماجه وابن حبان ٣١٦٥ ومصنف عبدالرزاق ٦٤٨٨ ومصنف ابن ابی شيبة ٣٣٩/٣ و هكذا فی البيهقی ٤/٤ من طريق الفاظ متقاربة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسلم

(۲) تعلیق الصبیح وکذا روضۃ المتقین ۲۶۶/۴

(٣٤٩) بَابُ تَغْلِيْظِ تَحْرِيْمِ إِبَاقِ الْعَبْدِمِنْ سَيِّدِهٖ

غلام کا اپنے سید وآقا سے بھاگ جانے کی سخت ممانعت کا بیان

غلام کا آقا سے بھاگنے کی ممانعت

(١٧٦٨) ﴿عَنْ جَرِيْرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَيُّمَاعَبْدٍاَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص (غلام) بھاگ جائے تو وہ اسلام کی ذمہ داری سے نکل جاتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ أَبْقٌ، أَبَقٌ، وإباقٌ: فرار ہونا، غلام کا آقا کے پاس سے بھاگ جانا عبد (ن) عبادةً وعبودةً و عبوديةً ومعبداً و معبدةً۔ اللہ: ایک جاننا، خدمت کرنا، ذلیل ہونا، خضوع کرنا، پرستش کرنا، کہا جاتا ہے "ماعبدک عنی" یعنی کسی چیز نے تم کو مجھ سے روکا۔ عبده: فرمانبردار بنانا، غلام بنانا۔ العبد: آدمی، غلام۔ جمع: عبید، عبادوعبدةوعبدون و اعبد وعبدان

وعبِدان وعبدان واعبادو معبدة وعبدآء وعبدی وعُبدو عبدٌ ومعبودآء.

تشریح: اسلام کی ذمہ داری سے نکل جانے کا مطلب

فَقَدْ بَرِئَتْ مِنهُ الذِّمَّةُ: اسلام کی ذمہ داری سے نکل جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی غلام بھاگ کر دار الاسلام سے دار الحرب چلا جاتا ہے اور (معاذاللہ) مرتد ہوجاتا ہے۔ تو اب اسلام کی ذمہ داری اس سے ختم ہوجاتی ہے جو مسلمان ہونے کی وجہ سے تھی اور اس کی جان و مال کی حفاظت ہو رہی تھی، اب ایسے غلام کو قتل کردینا مباح ہے۔ (۱)

اور اگر غلام مرتد نہیں ہوا اور دار الحرب نہیں گیا اب اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہوگا بلکہ مسلمانوں کے ہی دوسرے شہر میں چلا گیا تو اب اس صورت میں اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ حکومت کی حفاظت کی ذمہ داری ختم ہوگئی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب تسمية العبد الابق كافرا) واحمدفی مسنده.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۳) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاة وکذا مظاہر حق ۳/۴۵۰

(۲) مظاہر حق ۳/۴۵۰ وکذا روضۃ المتقین ۴/۲۶۷

بھاگے ہوئے غلام کی نماز قبول نہیں ہوتی

(۱۷۶۹) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُلَمْ تُقْبَلُ لَهُ صَلَاةٌ"﴾ (رواه مسلم)

وَفِیْ رِوَايَةٍ: "فَقَدْ كَفَرَ."

ترجمہ: "حضرت جریر بن عبداللہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بے شک اس نے کفر کیا۔" (مسلم)

لغات: ❖ صلاة: صلی صلاةً: دعا کرنا، نماز پڑھنا۔ الله عليه: برکت دینا، اچھی تعریف کرنا الفرس: گھوڑ دوڑ میں دوسرے نمبر پر ہونا، صفت: مصلی. الصلاة والصلوٰة: دعا، نماز، تسبیح جمع صلوات، المصلّٰی نماز پڑھنے کی جگہ۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ غلام اپنے آقا سے بھاگ گیا تو اب اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ علماء اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس نماز پر اللہ جل شانہ کی طرف سے انعام نہیں ملے گا، باقی جہاں تک نماز کا تعلق ہے نماز تو صحیح ہوگی، فرض ساقط ہوگیا اور قضا کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہوگی۔ (۱)

فَقَدْ كَفَرَ: بے شک اس نے کفر کیا۔ غلام کا بھاگنا علماء فرماتے ہیں حرام ہے، اگر وہ حلال سمجھ کر بھاگا ہے کہ میرا بھاگنا

جائز ہے اور کوئی گناہ نہیں، میرا حق ہے تو اب حقیقتاً وہ کافر ہوگیا۔ اور وہ حلال سمجھ کر نہیں بھاگا تو اب اس کے کئی مطلب ہیں:

① وہ کفر کے قریب پہنچ گیا،
② یا اس کے دائرہ کفر میں داخل ہونے کا خوف ہے،
③ اس نے کافروں والا عمل کیا،
④ یا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آقا کی کفران نعمت کی۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب تسمية العبد الآبق كافراً) واحمد فی مسنده، وابو داؤد والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۳) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ وکذا روضۃ المتقین ۴/ ۲۶۷
(۲) مظاہر حق ۳/ ۴۵۰

(۳۵۰) بَابُ تَحْرِيْمِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُوْدِ

حدود میں سفارش کرنے کی حرمت کا بیان

زنا کرنے والے مرد اور عورت کو سو کوڑے لگائے جائیں گے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَاتَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (سورة نور: ۲)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد، ان میں سے ہر ایک کے سو کوڑے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔“

تشریح: آیت بالا میں غیر شادی شدہ مرد اور عورت اگر زنا کرلیں تو ان کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ ان دونوں کو سو سو کوڑے لگائیں جائیں جیسے کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

خُذُوْا عَنِّيْ، خُذُوْا عَنِّيْ، قَدْجَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا، اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُمَائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُمِائَةٍ وَالرَّجْمُ. (۱)

”چاہئے علم حاصل کرلو مجھ سے، علم حاصل کرلو کہ اللہ تعالیٰ نے زانی مرد اور عورت کے (وہ راستہ جس کا وعدہ سورہ نساء میں کیا تھا وہ سورہ نور میں بیان فرما دیا ہے) وہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے سو کوڑے اور سال بھر جلا وطنی اور شادی شدہ مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور رجم ہے۔“

وَلَاتَأْخُذْكُمْ بِهِمَارَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ: زنا کی سزا بظاہر سخت ہے، اس لئے احتمال ہے کہ سزا دینے والوں کو ہی رحم آجائے اور سزا نہ دیں، یا کم کردیں، اس لئے فرمایا جارہا ہے کہ اس فریضہ کے ادا کرنے میں مجرموں پر ترس نہیں کھانا چاہئے، رحم کھانا ساری مخلوق کے لئے بے رحمی ہوگی، اس لئے ان مجرموں پر رحم ہرگز نہ کھایا جائے۔ (۲)

(۱) ابن کثیر
(۲) معارف القرآن ۶/ ۳۴۹ وتفسیر قرطبی ۶/ ۱۶۶، مزید وضاحت کے لئے ۶/ ۱۱۴ دیکھیں

اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹتا

(۱۷۷۰) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ، فَقَالُوْا: مَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى؟“ ثُمَّ قَامَ، فَاخْتَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: ”اِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَاسَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ، وَإِذَاسَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْاعَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللّٰهِ، لَوْأَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍسَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا“﴾ (متفق علیه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ”أَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّمِنْ حُدُوْدِاللّٰهِ!؟“ قَالَ أُسَامَةُ: اِسْتَغْفِرْلِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: ثُمَّ أَمَرَبِتِلْكَ الْمَرْأَةِ، فَقُطِعَتْ يَدُهَا.

ترجمہ: ”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قریش کو ایک مخزومی عورت نے جس نے چوری کا ارتکاب کرلیا تھا پریشانی میں مبتلا کردیا اور انہوں نے کہا کون ہے جو اس عورت کے سلسلہ میں آپ ﷺ سے بات کرے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کی جرات تو صرف آپ ﷺ کے لاڈلے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کرسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اسامہ نے آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں بات کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے اسامہ! کیا تم اللہ کے حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو

کر خطبہ پڑھا اور اس میں ارشاد فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے برباد کیا کہ ان میں سے کوئی بلند مرتبہ آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا اور اگر کمزور آدمی چوری کر لیتا تو اس پر حد قائم کر دیتے تھے اور فرمایا اللہ کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں ضرور اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ پس آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور ارشاد فرمایا کیا تم اللہ کے حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو؟ تو حضرت اسامہ نے کہا اے اللہ کے رسول! میرے لئے مغفرت کی دعا فرمایئے۔ راوی حدیث کہتے ہیں آپ ﷺ نے اس عورت کے بارے میں حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

لغات: ❖ سرق. سرق (ض) سرقا وسرقة: چرانا الرجل: کسی کے مال ومتاع کا چوری ہو جانا، سرق (س) سرقا. الشيء: پوشیدہ ہونا۔ سرّقه: چوری کی نسبت کرنا، تسرق: تھوڑا تھوڑا چرانا، السارق: جمع سرقةوسراق وسارقون مؤنث سارقة بمعنی چوری کرنے والی۔ السُرَاقَةُ: چوری کی ہوئی چیز۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے ''کتاب المامورات باب الغضب اذا انتهكت حرمات الشرع'' میں بھی گذر چکی ہے۔

شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ: قبیلہ مخزوم کی عورت کے معاملہ نے۔ اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود بن عبد الاسود تھا، حضرت ابوسلمہ کے بھائی کی بیٹی تھیں، رضی اللہ عنہا۔ (۱)

اَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ تَعَالٰى: کیا تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو۔ علماء فرماتے ہیں کہ حدود کے ثابت ہونے کے بعد پھر سفارش کرنا حرام ہے اور کروانا بھی حرام ہے۔ ہاں قاضی کے پاس مقدمہ پہنچنے سے پہلے سفارش کرنا اس کی گنجائش بعض صورتوں میں ہو سکتی ہے۔ (۲)

فَقُطِعَتْ يَدُهَا: پھر اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس عورت کی ایک طرف تو عادت یہ تھی کہ وہ لوگوں سے چیزوں کو بطور عاریت لے کر پھر دینے سے انکار کر دیتی تھی۔ اس صورت میں علماء فرماتے ہیں کہ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا سوائے امام احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے۔ اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا جو آپ ﷺ نے حکم دیا اس کی وجہ چوری تھی کہ وہ عورت چور بھی تھی۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الانبياء وكتاب الحدود (باب كراهية الشفاعة في الحد) وصحيح مسلم كتاب الحدود (باب قطع السارق الشريف وغيره الخ).

نوٹ: راویہ حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۲) تعلیق الصبیح ومظاہر حق

(۳) مظاہر حق ۳/ ۶۳۱

(۳۵۱) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّغَوُّطِ فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ وَظِلِّهِمْ وَمَوَارِدِ الْمَاءِ وَنَحْوِهَا

لوگوں کے راستے میں، سایہ دار جگہ، پانی کے گھاٹوں اور اس قسم کی دوسری جگہوں میں پیشاب، پاخانہ کرنے کی حرمت کا بیان

ناحق مسلمانوں کو ایذا دینا حرام ہے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ (سورۃ احزاب: ۵۸)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو، وہ (بڑے ہی) بہتان اور گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔''

تشریح: آیت بالا اس سے پہلے کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام لوگوں کو سلامتی، راحت اور امن دینے کا سبق دیتا ہے نہ کہ ان کو ایذا اور تکلیف دینے کا، اسی وجہ سے آیت بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ اگر کسی نے کسی مسلمان کو بلا کسی وجہ کے ایذا پہنچائی تو اس نے حرام کام کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت بالا کا نزول حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ہوا کہ بعض لوگ ان کو ایذا دیتے اور ان پر الزام لگاتے تھے۔ (۱)

(۱) تفسیر قرطبی ۷/۲۴۰ مزید وضاحت کے لئے ۷/۲۳۸

دو لعنت کے کام

(۱۷۷۱) ﴿وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ." قَالُوْا: وَمَا اللَّاعِنَانِ؟ قَالَ: "اَلَّذِيْ يَتَخَلّٰى فِيْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ فِيْ ظِلِّهِمْ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دو لعنت کا سبب بننے والے کاموں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا وہ لعنت والے دو کام کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ شخص جو لوگوں کے راستے میں یا ان کے سایہ دار جگہ پر اپنی بشری حاجت پوری کرتا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ اللاعنان: لعن (ف) لعنا۔فلاناً: لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے بعید کرنا، دھتکارنا، لعن نفسہ: عَلَیَّ

لَعَنَہُ اللہ کہنا، اپنے اوپرلعنت کرنا۔ لعّنہ تلعیناً: عذاب دینا۔ لاعنہ لعاناً وملاعنۃً: ایک دوسرے پرلعنت کرنا۔ التعن: اپنے اوپرلعنت کرنا۔ و تلاعن: بعض کا بعض پرلعنت کرنا۔ اللعنۃ: لعن کا اسم مرۃ: لعنت، عذاب جمع لعان: لعنات. اللعان وللعانیۃ: اسم ہیں لعنت سے۔

تشریح: حدیث بالا میں ترغیب دی جارہی ہے کہ ایسے کام نہ کئے جائیں جس سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف ہو۔ راستہ میں اور سایہ دار درخت کے نیچے پیشاب، پاخانہ کرنا ناجائز ہے کیونکہ عموماً لوگ ایسی جگہ پر آرام کرتے ہیں، نیز علماء فرماتے ہیں کہ اگر یہ جگہ ایسی ہے جہاں پر لوگ غیبت کرنے، جوا کھیلنے، غرض غلط کام کرنے کے لئے بیٹھتے ہوں تو اب وہاں پر پیشاب پاخانہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

نیز علماء فرماتے ہیں جس طرح گرمی کے ایام میں سایہ والی جگہوں کی اہمیت ہے تو اسی طرح سردی کے ایام میں دھوپ والی جگہوں کی اہمیت ہوتی ہے تو وہاں پر بھی پیشاب پاخانہ سے اجتناب کرنا چاہئے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الطهارة (باب النهى عن التخلى فى الطريق) و احمد ۸۸٦۲/۳ وابوداؤد وابن حبان ۱٤۱٥ والحاكم ۱٦٦٤/۱ وهكذا فى البيهقى ۹۷/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین (۲) نزہۃ المتقین وکذا روضۃ المتقین ۲۷۰/۴

(۳۵۲) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ وَنَحْوِهٖ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب وغیرہ کرنے کی ممانعت کا بیان

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے

(۱۷۷۲) ﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کیا جائے۔“ (مسلم)

لغات: ❖ الراکد: صفت بمعنی ٹھہرا ہوا رکد (ن) رکوداً الماء اوالریح: ٹھہرنا۔ الشمس: بالکل سر پر آکر سورج کا ٹھہرنا، المراکد: ٹھہرنے کی جگہیں۔

تشریح: نَھٰی اَنْ یُبَالَ فِی الْمَاءِ الرَّاکِدِ: ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کیا جائے اس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ ٹھہرے ہوئے پانی سے مراد ماء قلیل ہے اور ماء کثیر یعنی زیادہ پانی، یہ بہنے والے پانی کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ماء کثیر میں بھی پیشاب کرنے کی عادت نہیں ڈالنا چاہئے کیونکہ سب ہی لوگ اس میں پیشاب کرنے لگیں گے تو پھر رفتہ رفتہ پانی بھی نجس ہوجائے گا اور پھر پانی کا رنگ، مزہ اور بو بدل جائے گا۔ علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں پیشاب کرنے کو جب منع کیا جارہا ہے تو پاخانہ کرنا بدرجہ اولی منع ہوگا۔ (۱)

قلیل پانی کی تعریف

اس کے ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرے کنارے میں حرکت پیدا ہونے لگے یا دہ در دہ یعنی دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا اور اتنا ہی گہرا ہو تو وہ ماء کثیر ہوگا اور اگر اس سے کم ہوگا تو ماء قلیل ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الطھارة (باب النھی عن البول فی الماء الراکد) و احمد ۱٤۷۸۳/٥ والنسائی وابن ماجه وابن حبان ۱۲٥۰ ومصنف ابن ابی شیبة ۱٤۱/۱ و ھکذا فی البیھقی ۹۷/۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین

---

(۳٥۳) بَابُ کَرَاھَةِ تَفْضِیْلِ الْوَالِدِبَعْضَ اَوْلَادِہٖ عَلٰی بَعْضٍ فِی الْھِبَةِ

والد کو اپنی اولاد میں سے ہبہ میں ایک کو دوسرے پر فوقیت دینے کی کراہیت کا بیان

اولاد میں برابری کرنے کا حکم

(۱۷۷۳) ﴿عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ اَبَاهُ اَتٰی بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: اِنِّیْ نَحَلْتُ اِبْنِیْ ھٰذَا غُلَامًا کَانَ لِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "أَکُلَّ وَلَدِکَ نَحَلْتَهٗ مِثْلَ ھٰذَا؟" فَقَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "فَارْجِعْهُ"﴾

وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "أَفَعَلْتَ ھٰذَا بِوَلَدِکَ کُلِّھِمْ؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "اِتَّقُوا اللّٰهَ، وَاعْدِلُوْا فِیْ اَوْلَادِکُمْ." فَرَجَعَ اَبِیْ فَرَدَّ تِلْکَ الصَّدَقَةَ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "یَابَشِیْرُ أَلَکَ وَلَدٌ سِوٰی ھٰذَا؟" قَالَ:

نَعَمْ، قَالَ: "اَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هٰذَا؟" قَالَ: لَا، قَالَ: "فَلَا تُشْهِدْنِي اِذًا فَاِنِّي لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ."

وَفِي رِوَايَةٍ: "لَاتُشْهِدْنِي عَلٰى جَوْرٍ."

وَفِي رِوَايَةٍ: "اَشْهِدْعَلٰى هٰذَاغَيْرِيْ!" ثُمَّ قَالَ: "أَيَسُرُّكَ اَنْ يَكُوْنُوْا اِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً؟" قَالَ: بَلٰى قَالَ: "فَلَا إِذاً." (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے آپ ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور جا کر عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو عطیہ میں ایک غلام دیا ہے جو میرا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنی سب اولاد کو اس کے برابر عطیہ دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پس تم اس سے عطیہ واپس لے لو۔

ایک اور روایت میں ہے پس آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا تم نے ایسا ہی اپنی تمام اولاد کے ساتھ حسن معاملہ رکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ پس میرے والد واپس آ گئے اور وہ دیا ہوا ہبہ واپس لے لیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اے بشیر! کیا اس کے علاوہ بھی تمہاری اولاد ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ان سب کو اس کے مثل عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تب مجھے اس پر گواہ مت بناؤ، اس لئے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم مجھے ظلم پر گواہ مت بناؤ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ تو تم میرے علاوہ کسی اور کو اس پر گواہ بنالو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تمہاری ساری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پس پھر یہ کام نہ کرو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ نعم: کلمہ ایجاب ہے اور اس میں چار لغت اور ہیں: نَعِم و نِعِم و نَعَام و نَعَم اور یہ چار معانی میں آتا ہے: (۱) خبر کے بعد واقع ہو تو حرف تصدیق ہے جیسے: قائم زیدٌ کے جواب میں نعم ہو تو اس کے معنی قائم کے ہوں گے، (۲) امر و نہی کے بعد واقع ہو تو حرف وعد ہوگا جیسے: اضرب زیداً کے جواب میں نعم اعدک بضربه کے معنی میں ہوگا، (۳) اور استفہام کے بعد واقع ہو تو حرف اعلام ہوگا جیسے: اقام زیدٌ کے جواب میں نعم اعلمک بقیامه کے معنی میں ہوگا، (۴) اور جب صدر کلام میں واقع ہو تو فائدہ تاکید کا ہوتا ہے جیسے: نعم ان ربی قادرٌ.

تشریح: اِعْدِلُوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ: اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کے ساتھ امتیاز کرنا انتہائی غیر مناسب بات ہے خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں ہوں۔ ورنہ ایسی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جو خاندانوں کو جڑوں سے اکھیڑ دیتی

ہیں۔ (۱)

فَارْجِعْهُ: واپس لے لو۔ علماء نے فرمایا کہ یہ حکم بطور استحباب کے تھا۔ اس طرح کوئی اپنی اولاد کو ہدیہ دے کہ بعض کو دے اور بعض کو نہ دے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ھبہ کرنا جائز تو ہوگا مگر مکروہ ہوگا۔ اس کے بخلاف امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک بعض اولاد کو دینا بعض کو محروم کرنا یہ ھبہ جائز ہی نہیں، بلکہ حرام ہے۔

اَشْهِدْعَلٰی هٰذَاغَيْرِیْ: میرے علاوہ کسی دوسرے کو اس پر گواہ بنالو۔ اس جملہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو پھر آپ ﷺ یہ بات کیوں فرماتے کہ کسی اور کو گواہ بنالو۔ آپ ﷺ جو گواہ نہیں بنے کیونکہ یہ ناپسندیدہ عمل تھا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه بخاری كتاب الهبة (باب الهبة للولد) وصحيح مسلم كتاب الهبات (باب كراهية تفضيل بعض الاولادفی الهبة) واحمد ١٨٤٠/٦ وابن حبان ٥٠٩٧ وكذافی البيهقی ١٧٧/٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۶۱) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۵۹۵/۴ (۲) مظاہر حق ۲۰۱/۳۔

(٣٥٤) بَابُ تَحْرِيْمِ اِحْدَادِالْمَرْاَةِ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍوَعَشْرَةَ اَيَّامٍ

تین دن سے زیادہ میت پر سوگ کرنا حرام ہے، البتہ اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرے

خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے

(١٧٧٤) ﴿عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَازَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّیَ اَبُوْهَا اَبُوْسُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةُ خَلُوْقٍ اَوْغَيْرِهٖ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَالِیْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَاَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ: "لَايَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍتُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِاَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، اِلَّا عَلٰى

زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍوَعَشْرًا" قَالَتْ زَيْنَبُ: ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَاحِيْنَ تُوَفِّيَ اَخُوْهَا، فَدَعَتْ بِطِيْبٍ، فَمَسَّتْ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَتْ: أَمَاوَاللّٰهِ مَالِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ، غَيْرَاَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ: "لَايَحِلُّ لِاِمْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِأَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس وقت گئی کہ جب کہ ان کے والد حضرت ابوسفیان بن حرب کی وفات ہوئی تھی۔ انہوں نے خوشبو منگوائی جس میں زرد رنگ کی خلوق یا کوئی اور خوشبو ملی ہوئی تھی، اس میں سے کچھ لونڈی کو لگائی اور پھر اسے اپنے رخساروں پر مل لیا اور کہا اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں، بات صرف یہ ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا تھا کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں پھر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی جب کہ ان کے بھائی کا انتقال ہوگیا تھا، پس انہوں نے بھی خوشبو منگوائی اور اس میں سے کچھ لگائی اور فرمایا کہ سنو! اللہ کی قسم مجھے خوشبو کی کوئی حاجت نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں نے آپ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ کسی عورت کے لئے جو اللہ اور آخرت پر یقین رکھتی ہو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر خاوند پر چار مہینے دس دن سوگ کرنا جائز ہے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ دهنت: دهن (ف) دهنا: روغن کرنا، تیل ملنا، مالش کرنا۔ داهنه مداهنة: چکنا کرنا، تیل ملنا، چاپلوسی کرنا۔ دهن: تیل اور روغن۔ ج: أدهان. دهن اللحم: چربی۔ دُهْنِيٌّ: چکنا۔ دِهَان: روغن، تیل، وارنش۔ دَهَّانٌ: روغن ساز، روغن کرنے والا مدهن: روغن دار۔ خلوق: خوشبو۔

تشریح: تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ: جائز نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ سوگ کہتے ہیں کہ بناؤ سنگھار کو ترک کر دینا اور خوشبو و سرمہ وغیرہ لگانے سے پرہیز کرنا۔ اپنے شوہر کے لئے عدت چار ماہ دس دن ہے اور عام لوگوں کے لئے صرف تین دن ہے اس سے زیادہ جائز نہیں۔ اسی وجہ سے حدیث بالا میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے والد کے انتقال کے تین دن کے بعد خوشبو کا استعمال کیا تا کہ حدیث پر عمل ہو جائے۔

عدت کی مدت کب سے شروع ہوگی؟

اس میں جمہور علماء، چاروں ائمہ یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اور امام احمد

رحمۃ اللہ علیہ سب کے نزدیک جس وقت شوہر کا انتقال ہوا اس کے بعد سے فوراً عدت شروع ہوجاتی ہے اگر چہ شوہر کے انتقال کی خبر اس کو بعد میں ملے۔ یہاں تک کہ اگر کسی وجہ سے اس کو اطلاع ہی چار مہینے دس دن کے بعد ملی تو اس عورت کی عدت پوری ہوگئی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنائز (باب احداد المرأة على غير زوجها) وصحيح مسلم كتاب الصلاة (باب وجوب الاحداد فى عدة الوفاة) و مالك فى موطئه ١٢٦٨، واحمد ٢٦٨١٦/١٠۔ وابو داؤد والترمذى والنسائى وابن حبان ٤٣/٤ وهكذافى البيهقى ٤٣٧/٧۔

راویہ حدیث حضرت زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات:

نام: زینب، قبیلۂ مخزوم سے ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطن سے پیدا ہوئیں، ان کو حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ پلایا۔ (اصابۃ) ان کا نام برہ تھا، بدل کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زینب رکھ دیا، ۴ھ میں حضرت ابوسلمۃ کا انتقال ہوا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا تو اس وقت میں زینب شیر خوار تھیں، والدہ کے ساتھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آغوش میں آگئیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل کے بعد منہ کا پانی ان پر پھیر دیتے محبت میں مگر اس کی برکت یہ رہی کہ بڑھاپے تک ان کے چہرے پر تروتازگی رہی، ان کی شادی حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی، دو لڑکے بھی پیدا ہوئے، دونوں ۶۳ھ کی جنگ حرہ میں شہید ہوئے۔

وفات: ۷۳ھ میں انتقال ہوا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مرویات: ان سے چند روایات مروی ہیں۔

---

(۳۵۵) بَابُ تَحْرِيْمِ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِىْ وَتَلَقِّى الرُّكْبَانِ وَالْبَيْعِ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَالْخِطْبَةِ عَلٰى خِطْبَتِهٖ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ اَوْ يَرُدَّ

شہری کا دیہاتی کے لئے خریداری کرنا، تجارتی قافلوں کو آگے جا کر ملنا، اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنا اور اس کی منگنی پر منگنی کرنا حرام ہے مگر یہ کہ وہ اجازت دیدے یا رد کردے

شہری دیہاتی سے تنہائی میں سودا نہ کرے

(۱۷۷۵) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ.﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا کرے اگر چہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ نَهٰي: نهاه ينهاه نهيا ـ عن كذا: ڈانٹنا، منع کرنا صفت مذکر ناہ صفت مونث ناهية اور جس چیز سے منع کریں اس کو منهي عنه کہتے ہیں اور النهية، النهي (مصدر).

تشریح: أنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ: کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا نہ کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی سے کہتا ہے کہ تم اپنا غلہ وغیرہ میرے پاس چھوڑ جاؤ، میں کچھ عرصہ کے بعد جب یہ چیز شہر میں مہنگی ہو جائے گی تو بیچ دوں گا (۱) یہ بھی احتکار کی ایک قسم ہے۔ یہ ناجائز اس وقت ہے جب اس سے ضرر عامہ لازم آئے۔ مبالغۃً فرمایا جارہا ہے کہ یہ کام ناجائز ہے اگر چہ یہ کرنے والا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب البيوع (باب لايشتری حاضر لبادالخ) وصحيح مسلم کتاب البيوع (باب تحريم بيع الحاضر للبادی) وابوداؤد والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۵۹۸

(۲) تعلیق الصبیح ۳/ ۳۲۱۔ اس جملہ کے مختلف مفہوم بیان کئے جاتے ہیں، تفصیلی احکام اعلاء السنن ۱۴/ ۱۸۹ تا ۱۹۷ پر ہے

تجارتی قافلوں سے راستہ میں مت ملو

(۱۷۷۶) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَتَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى الْأَسْوَاقِ"﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم تجارتی قافلوں کے سامانوں کو آگے جا کر مت ملو یہاں تک کہ اس کو انہیں بازاروں میں اتارا جائے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ السِلْعَةُ: سامان وسامان تجارت جمع سلع (السُّلْعَةُ و السَّلَعَةُ و السِّلَعَةُ) بدن کا پھوڑا یا گوشت اور کھال کے درمیان غدود جیسی زیادتی، جونک۔ يحبط: حبط (س) حبطاً وحبوطاً: عملہ بے کار ہونا، خراب ہونا، برباد ہونا (احبط) ماء البئر: ہمیشہ کے لئے کم ہو جانا۔ احبط عملہ: بے کار و باطل کرنا۔

تشریح: لَاتَتَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتّٰى يُهْبَطَ بِهَا اِلَى الْاَسْوَاقِ: تم سامانوں کو نہ ملو یہاں تک کہ انہیں بازاروں میں اتار لیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوپاریوں کی کوئی جماعت غلہ لے کر شہر آرہی ہے تو اس سے پہلے کہ وہ بیوپاری شہر میں پہنچیں اور شہر کا بھاؤ معلوم کریں، شہر کے لوگ راستہ میں ہی جا کر ان سے مال خرید لیں۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ ممانعت اس لئے ہے کہ اس میں بیوپاریوں اور تاجروں کو دھوکہ دینے یا نقصان پہنچانے کا موقع ہوتا ہے، بلکہ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ ان دیہات والوں کو اپنے سامان شہر میں لانے دو، جو ان کی قسمت میں ہوگا ان کو مل جائے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب البیوع (باب النهی عن تلقی الرکبان) وصحیح مسلم کتاب البیوع (باب تحریم تلقی الجلب) ومالک فی موطئه ۱۳۸۰، واحمد ۵۳۰۴/۲ وابوداؤد والنسائی وابن ماجه وابن حبان ۴۹۵۹ و مصنف ابن ابی شیبة ۲۳۹/۶ و هکذا فی البیهقی ۳۴۶/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۲۷۵/۴ ودلیل الفالحین ۵۹۹/۴
(۲) مظاہر حق ۹۹/۳

شہری دیہاتی کے لئے دلال نہ بنے

(۱۷۷۷) ﴿ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَتَلَقَّوُا الرُّکْبَانَ، وَلَایَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ." فَقَالَ لَهٗ طَاوُوْسٌ: مَا "لَایَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ"؟ قَالَ: لَایَکُوْنُ لَهٗ سِمْسَارًا﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم تجارتی قافلے کو آگے جا کر مت ملو اور کوئی شہری دیہاتی کے لئے سودا نہ کرے۔ حضرت طاووس رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا شہری دیہاتی کے لئے سودا نہ کرے، اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ اس کا دلال نہ بنے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الرکبان: ورکب۔ معنی قافلہ رکب رکوبا: سمع سے معنی سوار ہونا۔ حاضر معنی شہری، شہر میں رہنے والے۔ باد: بادیہ والے یا دیہاتی۔

تشریح: لَا تَتَلَقَّوُا الرُّکْبَانَ: قافلوں کو نہ ملو۔ اس کا مطلب ماقبل کی حدیث میں گزر چکا ہے، یعنی دیہاتی لوگ جو مال لاتے ہیں ان کو شہر کا بھاؤ معلوم نہیں تو کچھ شہری لوگ ان دیہاتی قافلوں کو راستے میں ہی روک لیتے ہیں اور ان سے مال خرید لیتے ہیں۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس میں مقصد صحیح اور نیک ہو تو جائز ہے ورنہ صحیح نہیں ہے، حدیث بالا میں منع فرمایا جا رہا ہے۔

وَلَایَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ: شہری دیہاتی کے لئے سودا نہ کرے۔ اس کا مطلب حضرت طاووس کے بقول شہری دیہاتی کے

لئے دلال نہ بنے۔ اس میں نقصان یہ ہوگا کہ جب وہ خرید لے گا تو وہ اپنی من مانی قیمت سے فروخت کرے گا، اس طرح چیزیں سستی ہونے کے باوجود مہنگی ہوتی رہیں گی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب البيوع (باب هل يبيع حاضرلباد بغير اجر؟) وصحيح مسلم كتاب البيوع (باب تحريم بيع الحاضرللبادى) وابوداؤدو النسائى وهكذا فى ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۲۷۶

دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ

(۱۷۷۸) ﴿وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَاتَنَاجَشُوْا، وَلَايَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ أَخِيْهِ، وَلَايَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيْهِ، وَلَاتَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَالِتَكْفَأَ مَافِيْ إِنَائِهَا﴾

وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّيْ، وَأَنْ يَبْتَاعَ الْمُهَاجِرُ لِلْاَعْرَابِيِّ، وَأَنْ تَشْتَرِطَ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا، وَأَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ أَخِيْهِ، وَنَهٰى عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِيَةِ. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شہری دیہاتی کے لئے خریدے اور دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے سامان کی قیمت نہ بڑھاؤ اور آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کا پیغام دے اور عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کا حصہ بھی اس کو مل جائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے قافلوں کو ملنے سے منع فرمایا اور اس سے بھی کہ شہری دیہاتی کے لئے خریدے اور یہ کہ عورت اپنی مسلمان بہن کی طلاق کی شرط کرے اور یہ کہ آدمی اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور دھوکہ دینے کے لئے سودے کی قیمت کو زائد کرے اور جانور کے تھنوں میں کئی وقتوں کا دودھ جمع کر کے، انہیں فروخت کرے، ان سب سے منع فرمایا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ تَنَاجَشُوْا: نجش (ن) نجشاًالشیء: کھود کرید کرنا، نکالنا، بکھیرنے کے بعد جمع کرنا الحدیث بات پھیلانا،

تناجش ۔ القوم فی البیع وغیرہ: دوسرے سے بڑھ کر بولی دینا۔

تشریح: وَلَاتَنَاجَشُوْا: اس کے معنی ہوتے ہیں رغبت دلانا، فریب دینا۔ (۱) اس کی صورت علماء نے یہ لکھی ہے کہ دو شخصوں کے درمیان خرید وفروخت ہورہی ہے تو تیسرا آدمی آکر اس چیز کی تعریف کرنے لگے اور اس چیز کی قیمت بڑھا کر لگانے لگے اور اس کا مقصد خریدنا بھی نہیں ہوتا، اس میں مقصد خریدار کو دھوکہ دینا ہوتا ہے۔ (۲)

وَلَایَخْطُبُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ: اور اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر کوئی منگنی کا پیغام دے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کے گھر میں نکاح کا پیغام بھیجا اور دوسرے کو معلوم ہے کہ فلاں نے فلاں گھر میں پیغام بھیجا ہے اور ابھی تک انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا ہے، اس علم کے باوجود وہ بھی پیغام دے، یہ غلط ہے، حدیث بالا میں اس کو منع کیا جارہا ہے۔ (۳)

وَلَاتَسْأَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَالِتَکْفَأَمَافِیْ اِنَائِهَا: عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے۔ تاکہ اس کا حصہ بھی اسے مل جائے۔ لتکفأمافی انائها: اس کا ترجمہ ہوتا ہے تاکہ اس کے برتن میں جو کچھ ہے اسے الٹ دے، یہ کنایہ ہے اس بات سے کہ وہ پہلی بیوی کو طلاق دلوا کر خود اس آدمی سے نکاح کرے تاکہ اس آدمی کی پوری توجہ اپنی طرف کرے۔

وَنَهٰی عَنِ النَّجْشِ وَالتَّصْرِیَةِ: سودے کی قیمت بڑھانے اور جانور کے تھنوں میں کئی وقتوں کا دودھ جمع کرکے اس کو فرخت کرنے سے بھی منع فرمایا۔

اَلنَّجْشِ: پہلے گزر چکا ہے کہ تیسرا آدمی قیمت کو بڑھائے حالانکہ اس کو وہ چیز خریدنی بھی نہیں ہوتی، صرف خریدنے والے کو دھوکہ دینا ہوتا ہے کہ وہ چیز مہنگی خرید لے اور وہ تیسرا آدمی عموماً بائع کی طرف سے ہی اس کام پر مقرر ہوتا ہے۔

اَلتَّصْرِیَةِ: اس کا مطلب یہ ہے کہ گاہک کو دھوکہ دینے کے لئے جانور کا بیچنے والا شخص دو تین وقت سے جانور کا دودھ نہیں نکالتا تاکہ دیکھنے والے کو یہ محسوس ہو کہ یہ جانور بہت دودھ دینے والا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو اس طرح دھوکہ دینے سے منع فرمایا جارہا ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب البیوع (باب هل یبیع حاضر لباد؟) و صحیح مسلم کتاب البیوع (باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه) ومالک فی مؤطنه واحمد فی مسنده، وابوداؤدوالترمذی والنسائی ومصنف عبدالرزاق ۱۴۸۵۹ وابن ماجه وابن حبان ۴۹۷، وهکذافی البیهقی ۳۱۸/۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۶۰۰/۱

(۲) روضۃ المتقین ۲۷۷/۴

(۳) روضۃ المتقین ۲۷۷/۴

(۴) روضۃ المتقین ۲۷۹/۴

سودے پر سودا نہ کرو

(۱۷۷۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَايَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا يَخْطُبْ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيْهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ"﴾ (متفق عليه، وهذالفظ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام بھیجے مگر یہ کہ وہ اس کی اجازت دیدے۔'' (بخاری ومسلم، یہ الفاظ مسلم کے ہیں)

لغات: ❖ یبیع: یہ بیع مصدر سے باب ضرب سے معنی بیچنا، فروخت کرنا۔ ولایخطب: خطب یخطب خطباوخطابة (کرم) خطبہ دینا، پیغام نکاح دینا۔

تشریح: لَایَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ: کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ جب دو شخص خرید وفروخت کر رہے ہیں تو اب تیسرے آدمی کو اجازت نہیں کہ وہ بھی اس چیز کو خریدنے لگے کہ میں یہ چیز اتنے کی خریدتا ہوں اس کو چاہئے کہ انتظار کرے، اگر ان کا آپس کا معاملہ نہ ہوا تو پھر یہ معاملہ کرے۔

وَلَایَخْطُبُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ: اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام بھیجے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہوا کہ فلاں جگہ اس شخص نے منگنی کا پیغام بھیجا ہے اور ان کے درمیان بات طے پا بھی گئی ہے، صرف نکاح کرنا باقی ہے، اب کسی اور کو وہاں منگنی کا پیغام دینا منع ہے، ہاں اگر منع کردیا گیا ہو اور بات ختم ہوگئی ہو تو اب جائز ہے کہ وہ پیغام بھیج دے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب البيوع (باب لايبيع حاضرلباد بالسمسرة) و صحيح مسلم كتاب البيوع (باب تحريم بيع الرجل على بيع اخيه) واحمد ۴۷۲۲/۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۴/۶۰۱

بھائی کی منگنی پر اپنی منگنی کا پیغام

(۱۷۸۰) ﴿وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، فَلَايَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ أَخِيْهِ، وَلَايَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَةِ أَخِيْهِ حَتّٰى

يَذَرَ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن مؤمن کا بھائی ہے، پس کسی مؤمن کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر منگنی کا پیغام بھیجے یہاں تک کہ وہ چھوڑ دے۔“ (مسلم)

لغات: ❖ خطبة: الخطبة (مصدر) منگنی کرنا مخطوبة، جس عورت سے منگنی کی جائے، الخطاب: منگنی کرنے والا، الخِطب: منگنی کرنے والا مرد، عورت جس سے منگنی کی جائے، اختطب۔ الفتاة: منگنی کرنا۔ القوم فلانا: قوم کی لڑکیوں میں سے کسی لڑکی سے شادی کرنے کے لئے کسی کو بلانا۔

تشریح: سودے پر سودا کرنا جب کہ پہلے سے بات چل رہی ہونا جائز ہے، اگر پہلے سے بات ختم ہوچکی ہو تو اب جائز ہوگا۔ حدیث بالا میں اسی طرح منگنی پر منگنی کرنے کی ممانعت فرمائی جارہی ہے کہ دو خاندان والوں میں بات چل رہی ہے یا طے ہوگئی ہے اور یہ معلوم بھی ہو اس کے باوجود پھر بھی پیغام بھیجنا حرام ہوگا، اس سے دوسرے کو تکلیف اور قطع تعلق پیدا ہوسکتا ہے۔ اسی وجہ سے حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ ”المؤمن اخو المؤمن“ کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور ان میں آپس میں الفت اور محبت رہنا چاہئے اور اگر ایسے کام کئے جائیں گے تو اس سے آپس میں بغض و عداوت پیدا ہونے، یا اس کے بڑھنے کا اندیشہ ہے، اس لئے شریعت نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے تاکہ مسلمانوں کا آپس میں بغض و عناد اور انتشار نہ ہونے پائے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب النكاح (باب تحريم الخطبة على خطبة اخيه).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عقبہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۰۲۰) میں گذر چکے ہیں۔

(٣٥٦) بَابُ النَّهْيِ عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ فِيْ غَيْرِ وُجُوْهِهِ الَّتِيْ أَذِنَ الشَّرْعُ فِيْهَا

شریعت نے جن مقامات پر مال خرچ کرنے کی اجازت دی ہے ان کے علاوہ مقامات پر خرچ کر کے مال کو ضائع کرنے کی ممانعت

اللہ تین چیزوں کو پسند فرماتے ہیں

(۱۷۸۱) ﴿عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَرْضٰی لَكُمْ ثَلاثًا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلاثًا: فَيَرْضٰی لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوْهُ، وَلا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَأَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلا تَفَرَّقُوْا، وَيَكْرَهُ لَكُمْ: قِيْلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ"﴾ (رواه مسلم وَتَقَدَّمَ شَرْحُهُ).

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند کرتا ہے: ① کہ تم اس کی عبادت کرو، ② اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، ③ یہ کہ تم سب اللہ کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو اور منتشر نہ ہو۔ اور وہ تمہارے لئے ناپسند کرتا ہے: ① بے فائدہ بحث و تکرار، ② زیادہ سوال کرنا، ③ مال ضائع کرنے کو۔'' (مسلم، اس کی شرح پہلے گذر چکی ہے)

لغات: ❖ كثرة: كثر (ک) كثرة و كثارة: بہت ہونا، صفت: كثرٌ و كثيرٌ و كثارٌ و كاثرٌ، كثر (ن) كثراً الرجل: کثرت میں غالب ہونا، كثرة: زیادہ کرنا۔ اكثرة: بہتات، زیادتی، الكثير: بمعنی بہت۔

تشریح: یہ حدیث پہلے "باب تحريم العقوق" میں گذر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ تین کاموں کو پسند فرماتے ہیں، ان میں پہلا یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے، دوسرا اس کا اقرار کرے اور کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائے، تیسرا یہ کہ مسلمان آپس میں متحد رہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گزر چکے ہیں۔

حضرت مغیرہ کا خط حضرت امیر معاویہ کے نام

(۱۷۸۲) ﴿وَعَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ: أَمْلٰی عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ فِيْ كِتَابٍ إِلٰی مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلاةٍ مَكْتُوْبَةٍ: "لاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَعَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لامَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلامُعْطِيَ لِمَامَنَعْتَ، وَلايَنْفَعُ ذَا الْجَدِّمِنْكَ الْجَدُّ" وَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنَّهُ "كَانَ يَنْهٰی عَنْ قِيْلَ وَقَالَ، وَ إِضَاعَةِ الْمَالِ، وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ، وَكَانَ يَنْهٰی عَنْ عُقُوْقِ الْاُمَّهَاتِ، وَوَأْدِ الْبَنَاتِ، وَمَنْعٍ وَهَاتِ﴾ (متفق عليه)

وَسَبَقَ شَرْحُهُ.

ترجمہ: ''حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاتب حضرت وراد رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ایک خط میں مجھ سے یہ لکھوایا کہ نبی کریم ﷺ اپنی ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے: **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک الخ** اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی اور تمام تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! تو جو عطا کرے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی شرف والے کا شرف تیرے مقابلے میں نفع دینے والا نہیں۔ اس میں یہ بھی لکھوایا کہ آپس میں بے فائدہ بحث وتکرار سے، مال کے ضائع کرنے سے اور زیادہ سوال کرنے سے منع فرماتے تھے۔

نیز ماؤں کی نافرمانی کرنے سے، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے اور واجب الادا حق نہ دینے اور بغیر استحقاق کے کسی چیز کے طلب کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

اس کی شرح پہلے گذر چکی ہے۔

لغات: ❖ملک: **الملک**: (مصدر) بادشاہ جمع **ملوک واملاک**، **وملک الأملاک** بمعنی بادشاہوں کا بادشاہ، **املک القوم فلانا علیھم**: بادشاہ بنانا، **الملک** اللہ تعالیٰ: بادشاہ۔ **عقوق**: **عق (ن) عقا**: ۔ **الثوب**: کپڑا پھاڑنا۔ **عاق معاقۃ۔ أباہ**: مخالفت کرنا۔ **الوأد**: **وئد یئد وأدا**: زندہ درگور کرنا، **الموء ودۃ**: وہ لڑکی جسے زندہ درگور کیا جائے۔

تشریح: حدیث بالا سے ملتی جلتی حدیث اس سے پہلے **"کتاب الماموارت باب تحریم العقوق وقطیعۃ الرحم"** میں گذر چکی ہے۔ مختصر یہ کہ حدیث پاک میں ایک تو اللہ وحدہ لاشریک لہ، کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کی ترغیب ارشاد فرمائی جارہی ہے کہ اس میں اللہ کے غیر کے ساتھ ذرہ برابر شرکت نہ ہو۔ اور نیز دین کے احکامات کو مضبوطی سے تھامنے اور مسلمانوں کی وحدت کو باقی رکھنے پر برانگیختہ کیا جارہا ہے اور غیر مفید، لایعنی باتوں کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہی حکم قرآن مجید میں بھی دیا گیا ہے: **واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا.** (۱)''کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ بازی نہ کرو۔''

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الرقاق (باب مایکرہ من قیل و قال) وصحیح مسلم کتاب الاقضیۃ (باب النھی عن کثرۃ المسائل).

راوی حدیث حضرت وراد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: وراد، کنیت ابوسعید یا ابوالورد ہے، یہ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ جلیل القدر تابعین میں ان کا شمار ہے، ثقات میں ان کا شمار ہے، صحاح ستہ نے ان سے روایات کو لیا ہے۔

(۱) سورۃ آل عمران

(۳۵۷) بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاِشَارَةِ اِلٰى مُسْلِمٍ بِسَلَاحٍ وَنَحْوِهٖ سَوَاءٌ كَانَ جَادًّا اَوْمَازِحاً، وَالنَّهْيِ عَنْ تَعَاطِي السَّيْفِ مَسْلُوْلاً

کسی مسلمان کی طرف ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرنا حرام ہے چاہے مزاحاً ہو یا قصداً، اسی طرح ننگی تلوار پکڑانے کی ممانعت

کوئی کسی مسلمان پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے

(۱۷۸۳) ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَایُشِيْرُاَحَدُكُمْ اِلَی اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ، فَاِنَّهٗ لَایَدْرِیْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِیْ يَدِهٖ، فَيَقَعَ فِیْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ"﴾ (متفق علیه)

وَفِیْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ: قَالَ اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ اَشَارَاِلٰی اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ، فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰی يَنْزِعَ، وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ."

قَوْلُهٗ: صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَنْزِعُ" ضُبِطَ بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ مَعَ كَسْرِالزَّایِ، وَبِالْغَيْنِ الْمُعْجَمَةِ مَعَ فَتْحِهَا، وَمَعْنَاهُمَامُتَقَارِبٌ، وَمَعْنَاهُ بِالْمُهْمَلَةِيَرْمِیْ، وَبِالْمُعْجَمَةِاَيْضاًيَرْمِیْ وَ يُفْسِدُ، وَاَصْلُ النَّزْعِ: اَلطَّعْنُ وَالْفَسَادُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے چلوادے، پس وہ جہنم کے گڑھے میں جاگرے۔'' (بخاری ومسلم)

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ حضرت ابوالقاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے بھائی کی طرف دھاری دار اسلحہ سے اشارہ کیا تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہو۔

يَنْزِعُ: عین کے ساتھ اور زاء کے نیچے زیر ہے، نیز اس کو غین کے ساتھ زاء پر زبر کے ساتھ بھی لکھا گیا ہے

یعنی ینزغ معنی دونوں کے قریب قریب ایک ہی ہیں۔ عین کے ساتھ معنی بھی پھینکنا اور غین کے ساتھ بھی معنی یہ ہے کہ وہ ہتھیار پھینکتا ہے اور فساد کرواتا ہے اور نزع کے اصل معنی نیزہ مارنا اور فساد کرنا ہے۔

لغات: ❖ السَّلاَح: ہتھیار (مذکر ومؤنث) جمع اسلحة و سلح و سلحان، سلحه: ہتھیار پہناناہ السیف و بالسیف: کسی کوتلوار باندھنا و اسلحه: ہتھیار بند بنانا، تسلح: ہتھیار بند ہونا۔

تشریح: حدیث پاک میں سلاح اور حدیدۃ سے مراد ہر وہ ہتھیار ہے جو مارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے نیزہ، تلوار، پستول، کلاشنکوف وغیرہ، ان چیزوں سے حقیقتاً یا مذاق میں بھی دکھانا اور ڈرانا صحیح نہیں۔ ممکن ہے کہ شیطان وہ ہتھیار اس سے غیر ارادی طور سے چلوادے اور وہ اس کی وجہ سے جہنم میں چلا جائے کیونکہ شیطان تو انسان کا دشمن ہے وہ تو اس تاک میں رہتا ہے کہ جہاں کوئی انسان چوکا اور اس نے انسان کو گناہ میں مبتلا کردیا، اس وجہ سے منع کیا جارہا ہے بطور مبالغہ کے کہ کسی مسلمان پر اشارۃً ہتھیار یا لوہا بھی نہ اٹھاؤ، مارنا تو بہت دور کی بات ہے، صرف اٹھانے کی بھی ممانعت فرمائی جارہی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الفتن (باب قول النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم: من حمل علينا السلاح فليس منا). وصحيح مسلم كتاب البر (باب النهى عن الاشارةبالسلاح الى مسلم) واحمد ۸۲۱۹/۳ وابن حبان ۵۹۴۸ و مصنف عبد الرزاق ۱۸۶۷۹ وهكذافى البيهقى ۲۳/۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

کھلی تلوار پکڑنا منع ہے

(۱۷۸۴) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: "نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلاً"﴾ (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ تلوار ننگی کر کے پکڑائی جائے۔" (ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے)

لغات: ❖ السیف: بمعنی: تلوار جمع اسياف وسيوف و اسيف و سيفة (السائف) تلوار سے مسلح، سافه يسيفه سيفاً: تلوار سے مارنا، تسيفه: تلوار سے مارنا، السياف: شمشير زن ج: سيافة، رجل سياف: خون گرانے والا مرد۔

تشریح: ان يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلاً: تلوار کو ننگی کر کے پکڑنا۔ اس سے بھی منع کیا جارہا ہے۔

بے نیام ننگی تلوار کو رکھنے سے منع اس لئے کیا جارہا ہے کہ اس میں بھی اندیشہ ہے کہ مبادہ وہ ہاتھ سے چھوٹ کر گر جائے اور وہ کسی کو جا لگے۔ یا کم از کم لوگ اس ننگی تلوار کو دیکھ کو خوف زدہ ہوجائیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ نے انسانیت

کے احترام کے لئے کتنی اہمیت بیان فرمائی ہے۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤدکتاب الجهاد (باب النهی ان یتعاطی السیف مسلولا) و سنن الترمذی ابواب الفتن (باب النهی عن تعاطی السیف مسلولا) و احمد ٥/١٤٢٠٥، وابوداود ٢١٧٠ وابن حبان ٥٩٤٦ و الحاكم ٤/٧٧٨٥ واسناده صحيح.

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۲۸۴، دلیل الفالحین ۴/ ۶۰۶

(٣٥٨) بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ اِلَّا بِعُذْرٍ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْمَكْتُوْبَةَ

اذان کے بعد بلا عذر شرعی اور فرض نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنے کی کراہیت کا بیان

اذان کے بعد مسجد سے نکلنا صحیح نہیں

(١٧٨٥) ﴿عَنْ اَبِی الشَّعْثَاءِ قَالَ: كُنَّا قُعُوْداً مَعَ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِی الْمَسْجِدِ، فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِیْ، فَاَتْبَعَهٗ اَبُوْهُرَيْرَةَ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ: اَمَّا هٰذَا، فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوالشعثاء رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ موذن نے اذان دیدی تو مسجد سے ایک آدمی اٹھ کر جانے لگا، پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غور سے اس آدمی کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ مسجد سے نکل گیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔“ (مسلم)

لغات: ❖ یمشی: معنی پیدل چلنا، آہستہ چلنا۔ باب ضرب سے مضارع کا صیغہ ہے۔ عصی: معنی نافرمانی کرنا، خلاف کرنا یا مخالفت کرنا۔ از باب ضرب۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے اذان ہونے کے بعد بلا کسی عذر کے فرض نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل جانا جائز نہیں ہے۔[1] کیونکہ اس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔[2]

اور عموماً یہ ہوتا ہے کہ آدمی اذان ہونے کے بعد مسجد سے باہر نکل جائے تو جماعت ہی نکل جاتی ہے، ہاں اگر وہ کسی

دوسری مسجد میں امام ہو یا موذن ہو، یا اور کوئی ذمہ داری اس پر ہو تو اس صورت میں فقہاء نے نکلنے کی اجازت دی ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب النهى عن الخروج من المسجد اذا اذن الموذن) وابوداؤدوالترمذى والنسائى وابن ماجه.

راوی حدیث حضرت ابوالشعثاء رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: ان کا سلیم، والد کا نام الاسود ہے، کنیت ابوالشعثاء ہے۔ جلیل القدر تابعی ہیں، ثقات میں ان کا شمار ہوتا ہے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ تر علم حاصل کیا۔

(۱) نزہۃ المتقین، روضۃ المتقین ۴/۲۸۶
(۲) نزہۃ المتقین

(۳۵۹) بَابُ كَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ لِغَيْرِ عُذْرٍ

بغیر عذر کے خوشبو کا ہدیہ واپس کرنے کی کراہیت کا بیان

اگر کوئی خوشبو پیش کرے تو واپس نہ کرے

(۱۷۸۶) ﴿عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ، فَلَا يَرُدُّهُ، فَاِنَّهُ خَفِيْفُ الْمَحْمَلِ، طَيِّبُ الرِّيْحِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس پر کوئی ریحان (خوشبو کی قسم) پیش کی جائے وہ اس کو واپس نہ کرے اس لئے کہ وہ غیر وزنی چیز ہے اور اس کی خوشبو اچھی ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الريح: ہوا (مؤنث) جمع ارياح وارواح ورياح وريح وجمع الجمع اراويح واراييح: بو، اچھی چیز، رحمت، مدد، غلبہ قوت۔ الريحة: ہوا اور بو۔

تشریح: حدیث بالا میں خوشبو یا خوشبو دار چیز کا ہدیہ قبول فرمانے کو کہا جارہا ہے، اس کی وجہ یہ بیان کی جارہی ہے کہ خوشبو کا ہدیہ دینے والے کو بھی بوجھ نہیں ہوگا اور دوسرا یہ کہ خوشبو ایک اچھی چیز ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ خوشبو کا ہدیہ قبول کرنا مستحب ہے کہ اس کے اندر کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔ (۱)

نیز علماء فرماتے ہیں کہ خوشبو کا استعمال بھی مستحب ہے اور دوسرے کو اس کا ہدیہ دینا بھی مستحب ہے اور مجمع میں جانے سے

پہلے لگانا بھی مستحب ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب (باب استعمال المسک وانه اطیب الطیب وکراهیة ردالریحان والطیب) واحمد ۸۲۷۱/۳، وابوداؤد والنسائی وابن حبان ۵۱۰۹ و هکذا فی البیهقی ۲۴۵/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین وروضۃ المتقین ۲۸۷/۴ ودلیل الفالحین ۶۰۷/۴ (۲) نزہۃ المتقین

خوشبو کا ہدیہ واپس کرنا مناسب نہیں

(۱۷۸۷) ﴿وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ لَایَرُدُّالطِّیْبَ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں فرماتے تھے۔“ (بخاری)

لغات: ❖ الطیب: بمعنی پاکیزہ، اچھا، حلال۔ مؤنث طیبۃ جمع طیبات وطُوبیٰ، کہا جاتا ”کلمة طیبة“ پاکیزہ کلمہ، جس میں کوئی مکروہ بات نہ ہو ”بلدة طیبة“ مامون شہر جس میں برکت زیادہ ہو۔

تشریح: علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ آپ ﷺ فرشتوں سے سرگوشی فرماتے تھے اور فرشتوں کو بدبو سے نفرت اور خوشبو سے محبت ہے اس وجہ سے آپ کو خوشبو پسند تھی۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں یہی حکم ہر اس ہدیہ کا ہے جو کہ قیمت میں کم ہو مگر نفع کے اعتبار سے مفید اور نافع ہو، جس کے دینے اور لینے سے بوجھ نہ ہوتا ہو۔ (۲)

بعض نے ان چیزوں کو جن کو رد کرنا صحیح نہیں اس شعر میں جمع کر دیا ہے۔ ؎

قدکان من سنة خیر الوری صلی علیه الله طول الزمن
ان لا یرد الطیب والمتکأ والتمر ایضا یا اخی واللبن (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب السنة (باب لا یرد من الهدیة) و هکذا فی الترمذی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) عمدۃ القاری ۱۴۰/۱۳ (۲) طیبی شرح مشکوۃ، وکذا مظاہر حق ۱۹۹/۳
(۳) دلیل الفالحین ۶۰۸/۴

(٣٦٠) بَابُ كَرَاهَةِ الْمَدْحِ فِي الْوَجْهِ لِمَنْ خِيفَ عَلَيْهِ مَفْسَدَةٌ مِنْ إِعْجَابٍ وَنَحْوِهِ، وَجَوَازِهِ لِمَنْ أَمِنَ ذٰلِكَ فِي حَقِّهِ

کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنے کی کراہیت کا بیان جب کہ خطرہ ہو کہ اس میں تکبر وغیرہ آجائے گا اور جب اس سے امن ہو تو پھر تعریف کی اجازت کا بیان

کسی کی منہ پر تعریف نہیں کرنی چاہیے

(١٧٨٨) ﴿عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلٰى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي الْمِدْحَةِ، فَقَالَ: "أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ"﴾ (متفق عليه)

"وَالْإِطْرَاءُ": اَلْمُبَالَغَةُ فِي الْمَدْحِ.

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ ایک آدمی کی تعریف کر رہا ہے اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر رہا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے اس کو تو ہلاک کر دیا یا تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی۔'' (بخاری ومسلم)

الاطراء کے معنیٰ ہیں: تعریف میں مبالغہ آرائی کرنا۔

لغات: ❖ المدحة: اسم ہے مَدَحَ سے بمعنیٰ تعریف جمع مِدَح، مدحه (ف) مدحاً و مدّحه: تعریف کرنا، مادحه: تعریف کرنا تمدّح: غیر واقعی اوصاف پر فخر کرنا، خود بخود تعریف کرنا۔ المديح ج مدائح: تعریف کرنا، الممادح: تعریفیں۔

تشریح: أَهْلَكْتُمْ أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ: تم نے اس کو ہلاک کر دیا یا تم نے اس آدمی کی کمر توڑ دی۔ مطلب حدیث پاک کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب کوئی کسی شخص کی تعریف کرتا ہے تو اب اس آدمی کا اپنی تعریف سن کر غرور و تکبر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے تو جس طرح کسی کی گردن کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا جاتا ہے تو اسی طرح کسی کی اس کے منہ پر تعریف کرنے سے گویا اس کو دینی اور اُخروی طور سے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ تعریف کرنے سے مراد وہ لوگ ہیں جو خوشامد اور چاپلوسی اور بے جا تعریف کرتے ہیں، چنانچہ ایسے لوگ تعریف کرنے میں سچ اور جھوٹ کی تمیز نہیں کرتے، اس لئے ناجائز ہے اور اگر کوئی شخص دنیاوی غرض و لالچ کے بغیر

کسی قابل تعریف آدمی کی مدح وتوصیف کرے اور اس سے اس آدمی میں کبر بھی پیدا نہ ہو تو اب ایسے شخص کی تعریف کرنے میں حدیث بالا والی وعید نہیں ہوگی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الشهادات (باب مایکره من الاطناب فی المدح) و کتاب الادب (باب مایکره من التمادح) وصحیح مسلم کتاب الزهد (باب النهی عن المدح) واحمد ۱۹۷۱۲/۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق

یوں کہا جائے کہ میں فلاں کو ایسا خیال کرتا ہوں

(۱۷۸۹) ﴿وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً ذُکِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَاَثْنٰی عَلَیْهِ رَجُلٌ خَیْراً، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَیْحَکَ! قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِکَ" یَقُوْلُهُ مِرَاراً "اِنْ کَانَ اَحَدُکُمْ مَادِحًا لَا مُحَالَةَ، فَلْیَقُلْ: اَحْسِبُ کَذَاوَکَذَا اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّهُ کَذٰلِکَ، وَحَسِیْبُهُ اللّٰهُ، وَلَا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰهِ اَحَداً"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کا تذکرہ ہوا تو ایک دوسرے آدمی نے اس کی تعریف کی، پس نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا افسوس ہے تم پر کہ تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی، یہ بات آپ ﷺ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمائی اور فرمایا اگر تم میں سے کسی شخص نے کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس طرح کہے کہ میں تو فلاں کو ایسا اور ایسا سمجھتا ہوں، اگر وہ خیال کرتا ہے کہ وہ ایسا ہی ہے اور اس کا حساب لینے والا خدا ہی ہے اور کوئی اللہ کے سامنے پاک صاف ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قطعت: بمعنی کاٹنا، قطع کرنا، از باب فتح۔ ویحک: یہ کلمہ ترحم ہے۔ عنق: معنی گردن جمع اعناق آتی ہے۔ مرارًا: یہ جمع مرۃ کی معنی باری، مرتبہ وغیرہ۔

تشریح: فَاَثْنٰی عَلَیْهِ رَجُلٌ خَیْراً: ایک آدمی نے دوسرے کی تعریف کی۔ علماء فرماتے ہیں کہ کسی شخص کی تعریف کرنے کی تین قسمیں ہیں:

1. اس کے منہ پر تعریف کی جائے اس کی ممانعت ہے۔
2. تعریف تو غائبانہ کی جائے مگر خواہش یہ ہو کہ اس کی خبر اس شخص کو ہو جائے اس کو بھی منع کیا گیا ہے۔

❸ تعریف غائبانہ ہی کی جائے مگر اس میں اس کو پروانہیں کہ اس تک اس کی خبر پہنچے یا نہ پہنچے، اس کو علماء نے جائز فرمایا ہے۔ (۱)

فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ کَذَا وَ کَذَا: کسی کی تعریف کرنا ضروری ہی ہو تو یوں کہو کہ میں تو اسے اس طرح سمجھتا ہوں۔ اس جملہ میں محدثین فرماتے ہیں کہ اگر کسی میں کوئی خوبی دیکھی مثلاً وہ نیک اور صالح آدمی ہے تو اس کی تعریف بھی عزم اور یقین کے ساتھ نہیں کرنا چاہئے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میں تو اس کو ایسا ایسا گمان کرتا ہوں، ممکن ہے کہ وہ ظاہراً تو نیک ہو مگر باطناً اور اللہ کے نزدیک ایسا نہ ہو۔

سوال: بعض صحابہ کی تو آپ ﷺ نے جزم و یقین کے ساتھ تعریف کی ہے مثلاً عشرہ مبشرہ وغیرہ؟

جواب: ان کے بارے میں تو یقین سے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الشهادات (باب اذازكى رجل رجلا كفائة) وكتاب الادب (باب مايكره من التمادح)، وصحيح مسلم كتاب الزهد (باب النهى عن المدح) واحمد ۲۰۴۸۴/۷ وابوداؤد وابن ماجه وابن حبان ۵۷۶۶ و هكذافى البيهقى فى الكبرى ۲۴۲/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوبکرہ (نفیع بن الحارث) رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۹) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ

(۲) مظاہر حق ۴۶۳/۴

جو کسی کی تعریف کرے تو اس کے منہ پر مٹی ڈال دو

(۱۷۹۰) ﴿وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَعَنِ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَعَمِدَ الْمِقْدَادُ، فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، فَجَعَلَ يَحْثُوْ فِيْ وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ، فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ: مَاشَأْنُكَ؟ فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَارَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ، فَاحْثُوْافِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ"﴾ (رواه مسلم)

فَهٰذِهِ الْاَحَادِيْثُ فِي النَّهْيِ، وَجَاءَ فِي الْاِبَاحَةِ اَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ صَحِيْحَةٌ. قَالَ الْعُلَمَاءُ: وَطَرِيْقُ الْجَمْعِ بَيْنَ الْاَحَادِيْثِ اَنْ يُقَالَ: اِنْ كَانَ لِلْمَمْدُوْحِ عِنْدَهٗ كَمَالُ اِيْمَانٍ وَيَقِيْنٍ، وَرِيَاضَةُ نَفْسٍ، وَمَعْرِفَةٌ تَامَّةٌ بِحَيْثُ لَايُفْتَتَنُ وَلَايَغْتَرُّبِذٰلِكَ، وَلَاتَلْعَبُ بِهٖ نَفْسُهٗ، فَلَيْسَ بِحَرَامٍ وَلَامَكْرُوْهٍ، وَاِنْ خِيْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ، كُرِهَ مَدْحُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ كَرَاهَةً شَدِيْدَةً، وَعَلٰى هٰذَا التَّفْصِيْلِ تُنَزَّلُ الْاَحَادِيْثُ

الْمُخْتَلِفَةُ فِیْ ذٰلِکَ. وَمِمَّاجَاءَ فِی الْاِبَاحَةِ قَوْلُهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ: "اَرْجُوْاَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ." اَیْ: مِنَ الَّذِیْنَ یُدْعَوْنَ مِنْ جَمِیْعِ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ لِدُخُوْلِهَا، وَفِی الْحَدِیْثِ الْآخَرِ: "لَسْتَ مِنْهُمْ." اَیْ: لَسْتَ مِنَ الَّذِیْنَ یُسْبِلُوْنَ أُزْرَهُمْ خُیَلَاءَ. وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ: "مَارَآکَ الشَّیْطَانُ سَالِکًا فَجًّا اِلَّاسَلَکَ فَجًّا غَیْرَ فَجِّکَ." وَالْاَحَادِیْثُ فِی الْاِبَاحَةِ کَثِیْرَةٌ، وَقَدْذَکَرْتُ جُمْلَةً مِنْ اَطْرَافِهَا فِیْ کِتَابِ: "اَلْاَذْکَارِ."

ترجمہ: ''حضرت ہمام بن حارث رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد قصداً اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور تعریف کرنے والے کے منہ کی طرف کنکریاں پھینکنی شروع کی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم اپنے سامنے کسی کو تعریف کرتے دیکھو تو اس کے چہرے پر مٹی ڈالو۔'' (مسلم)

یہ تمام احادیث ممانعت کی ہے اور اس کے جواز میں بھی بہت سی صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں تطبیق کی صورت یہ بتائی ہے کہ اگر جس کی تعریف کی جارہی ہے وہ ایمان و یقین میں کامل ہے اور اسے ریاضت نفس اور مکمل معرفت بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے اس تعریف سے اس کے فتنے میں مبتلا یا نفس کے فریب میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور نہ اس تعریف سے وہ خوش ہوتا ہو تو یہ حرام ہوگا اور نہ مکروہ۔ اور اگر اس کے بارے میں ان چیزوں کا خطرہ ہو تو پھر اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنا سخت ناپسندیدہ ہوگی۔ اسی تفصیل پر اس بارے میں مختلف احادیث کو محمول کیا جائے گا اور جو احادیث جائز ہونے کے بارے میں ہے ان میں سے ایک وہ ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا مجھے امید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہوگے، یعنی ان لوگوں میں سے جن کو جنت میں داخل ہوتے وقت جنت کے تمام دروازے پکاریں گے۔ (۱)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو یعنی ایسے لوگوں میں سے جو اپنی شلواروں کو تکبر کے طور سے نیچے لٹکاتے ہیں۔ (۲) اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان جس راستے پر تم کو چلتا ہوا دیکھ لیتا

ہے تو وہ اس راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔ اور جائز ہونے میں بھی کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے کچھ حدیثیں میں نے اپنی کتاب ''الاذکار'' میں ذکر کر دی ہیں۔ (۳)

لغات: ❖ یسبلون: اسبل۔ الستر: پردہ لٹکانا سبل۔ المال: اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ الشیء: مباح کرنا الستر: پردہ لٹکانا السماء: برسنا۔ الطریق: بہت آمد و رفت والا ہونا۔

تشریح: **فَجَعَلَ يَحْثُو فِيْ وَجْهِهِ الْحَصْبَاءَ:** حضرت مقداد رضی اللہ عنہ تعریف کرنے والے کے منہ میں کنکریاں ڈالنے لگے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آتا ہے: **اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ.** ''جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں خاک ڈال دو۔'' بعض علماء اس کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس پر کنکریاں یا منہ میں مٹی ڈال دو۔ مراد یہ ہے کہ اس کی تعریف کرنے پر کچھ بھی نہ دو بلکہ اس کو محروم کر دو۔ یا بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ کچھ نہ کچھ دے دو کیونکہ اگر تم کچھ بھی اس کو نہیں دو گے تو مبادا وہ تمہاری ہر جگہ برائی نہ کرنے لگے۔ (۴)

علماء فرماتے ہیں کہ جب کسی کی کوئی تعریف کرے تو وہ یہ دعا پڑھ لے: **اللّٰهم اغفرلی مالا یعلمون، ولا تواخذنی بمایقولون، واجعلنی خیرا بمایظنون.** (۵) ''اے اللہ مجھے معاف کر دے جو یہ نہیں جانتے اور میری پکڑ نہ فرمانا اس پر جو یہ کہتے ہیں اور مجھے اچھا بنا دے اس سے جو یہ گمان کرتے ہیں۔''

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الزهد (باب النهی عن المدح) واحمد ٤/٢٣٨٨ وابوداؤد والترمذی وابن ماجه والبیهقی فی الکبریٰ ١٠/٢٣٢۔

راوی حدیث حضرت ہمام بن الحارث رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات

نام: ہمام، والد کا نام حارث بن قیس بن عمرو ہے، قبیلہ نخع سے تعلق رکھتے تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے، اپنے دور میں بڑے عالم اور عابد تھے اور جلیل القدر تابعین میں شمار ہوتا ہے، علماء نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، ۶۵ھ میں انتقال ہوا۔ شاگردوں کی ایک بڑی تعداد تھی۔

(۱) بخاری کتاب فضائل الصحابۃ ابواب فضائل ابی بکر
(۲) بخاری مناقب ابی بکر
(۳) بخاری مناقب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۴) مظاہر حق ۴/۴۶۲
(۵) روضۃ المتقین ۴/۲۹۱

(٣٦١) بَابُ كَرَاهَةِ الْخُرُوجِ مِنْ بَلَدٍ وَقَعَ فِيهَا الْوَبَاءُ فِرَاراً مِنْهُ وَكَرَاهَةِ الْقُدُومِ عَلَيْهِ

جس شہر میں وباء پھیل جائے اس سے بھاگنے اور باہر سے اس شہر میں آنے کی کراہیت کا بیان

موت مضبوط قلعوں میں بھی آکر رہے گی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ (سورة النساء: ٧٨)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں موت آکر رہے گی اگر چہ پختہ مضبوط قلعوں ہی میں ہو۔''

تشریح:

شان نزول

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ الخ منافقوں نے شہداء مؤمنین کے بارے میں یہ کہا کہ اگر یہ لوگ جہاد میں نہ جاتے بلکہ ہماری طرح راستہ سے واپس آجاتے تو یہ لوگ شہید نہ ہوتے تو اس پر اللہ جل شانہ نے آیت بالا نازل فرمائی کہ موت کا وقت مقرر ہے، جب آنی ہوگی آکر رہے گی، اس لئے جہاد سے منہ پھیرنا بیکار ہے۔[1]

وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ: اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو۔ علامہ قرطبی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ مال واسباب کی حفاظت کے لئے اگر کوئی مضبوط مکان بنائے تو یہ توکل کے خلاف نہیں اور نہ ہی شریعت کے خلاف ہے۔[2]

(۱) تفسیر قرطبی ۳/۲۸۲۔
(۲) تفسیر قرطبی ۳/۲۸۳۔ مزید وضاحت کے لئے ۲/۲۴۱ کو دیکھیں۔

اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾. (سورة البقرة: ١٩٥)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو۔''

تشریح: ## شانِ نزول

وَلَاتُلْقُوْابِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ الخ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تو ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے، وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کیا تو ہم نے آپس میں یہ گفتگو کی کہ اب جہاد کی کیا ضرورت ہے، ہم اپنے وطن میں ٹھہر کر کچھ دن اپنے مال و جائداد کی خیر گیری کریں، اس پر آیت بالا نازل ہوئی کہ جہاد کو چھوڑ کر تم اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ (۱)

یہی بات حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قتادہ، مجاہد، ضحاک وغیرہ سے بھی ثابت ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ مال وغیرہ خرچ کرنے میں حد سے تجاوز سے بچو، کہ بیوی، بچوں وغیرہ کے حقوق کا خیال نہ رکھیں اس کو آیت بالا میں منع کیا گیا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں آیت بالا کا مطلب یہ ہے کہ گناہوں کی وجہ سے اللہ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس ہوجانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، اس لئے مغفرت سے مایوس ہوجانا حرام ہے۔ (۲)

---

(۱) معارف القرآن ۱/۴۷۴

(۲) تفسیر قرطبی ۱/۳۶۱۔ مزید وضاحت کے لئے ۱/۳۱۰۔

طاعون والی جگہ پر جانا منع ہے

(۱۷۹۱) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خَرَجَ اِلَی الشَّامِ حَتّٰی اِذَاکَانَ بِسَرْغَ لَقِیَہٗ اُمَرَاءُ الْاَجْنَادِ: اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَاَصْحَابُہٗ، فَاَخْبَرُوْہُ اَنَّ الْوَبَاءَ قَدْوَقَعَ بِالشَّامِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: فَقَالَ لِیْ عُمَرُ: اُدْعُ لِیَ الْمُھَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ، فَدَعَوْتُھُمْ، فَاسْتَشَارَھُمْ، وَاَخْبَرَھُمْ اَنَّ الْوَبَاءَ قَدْوَقَعَ بِالشَّامِ، فَاخْتَلَفُوْا، فَقَالَ بَعْضُھُمْ: خَرَجْتَ لِاَمْرٍ، وَلَا نَرٰی اَنْ تَرْجِعَ عَنْہُ، وَقَالَ بَعْضُھُمْ: مَعَکَ بَقِیَّۃُالنَّاسِ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَلَانَرٰی اَنْ تُقْدِمَھُمْ عَلٰی ھٰذَا الْوَبَاءِ. فَقَالَ: اِرْتَفِعُوْا عَنِّیْ، ثُمَّ قَالَ: اُدْعُ لِیَ الْاَنْصَارَ، فَدَعَوْتُھُمْ، فَاسْتَشَارَھُمْ، فَسَلَکُوْا سَبِیْلَ الْمُھَاجِرِیْنَ، وَاخْتَلَفُوْا کَاخْتِلَافِھِمْ، فَقَالَ: اِرْتَفِعُوْاعَنِّیْ، ثُمَّ قَالَ: اُدْعُ لِیْ مَنْ کَانَ ھَاھُنَامِنْ مَشْیَخَۃِ قُرَیْشٍ مِنْ مُھَاجِرَۃِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُھُمْ، فَلَمْ یَخْتَلِفْ عَلَیْہِ مِنْھُمْ رَجُلَانِ، فَقَالُوْا: نَرٰی اَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ، وَلَاتُقْدِمَھُمْ عَلٰی ھٰذَا الْوَبَاءِ، فَنَادٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فِی النَّاسِ: اِنِّیْ مُصْبِحٌ عَلٰی ظَھْرٍ، فَاَصْبِحُوْاعَلَیْہِ، فَقَالَ اَبُوْعُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: لَوْغَيْرُكَ قَالَهَا يَا اَبَا عُبَيْدَةَ! ـ وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ ـ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ، أَرَاَيْتَ لَوْكَانَ لَكَ اِبِلٌ، فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ، اِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ، وَالْاُخْرٰى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ اِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَاِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ، قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِيْ بَعْضِ حَاجَتِهِ، فَقَالَ: اِنَّ عِنْدِيْ مِنْ هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اِذَاسَمِعْتُمْ بِهِ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْاعَلَيْهِ، وَاِذَاوَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا، فَلَا تَخْرُجُوْافِرَارًامِنْهُ." فَحَمِدَاللّٰهَ تَعَالٰى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَانْصَرَفَ﴾ (متفق علیه)

وَالْعُدْوَةُ: جَانِبُ الْوَادِيْ.

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام کی طرف تشریف لے گئے یہاں تک کہ جب آپ مقام سرغ پر پہنچے تو آپ کو لشکروں کے امراء حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب ملے، انہوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر دی کہ ملک شام میں وباء (طاعون) پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس مہاجرین اولین کو بلا کر لاؤ۔ چنانچہ میں ان کو بلا کر جب لایا تو انہوں نے ان سے مشورہ مانگا اور ان کو بتلایا کہ شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے، پس ان کے درمیان اس بارے میں اختلاف رائے ہوا، بعض نے کہا آپ ایک مقصد کے لئے نکلے ہیں اور ہماری رائے یہ ہے کہ آپ اس سے واپسی نہ کریں اور بعض نے کہا آپ کے پاس کچھ لوگ اور آپ ﷺ کے صحابہ ہیں، ہماری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان کو اس وباء کے سامنے نہ لے جائیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اچھا میرے پاس سے اب چلے جاؤ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے سامنے انصار کو بلاؤ، میں نے ان کو بلا لیا، پس آپ نے ان سے بھی یہی مشورہ مانگا تو وہ بھی مہاجرین کے راستے پر چلے اور مہاجرین کی طرح ان میں بھی آپس میں اختلاف ہوا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے پاس موجود قریش کے بڑی عمر کے لوگوں کو بلا کر لاؤ جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر ہجرت کی۔ چنانچہ میں ان کو بھی بلا لایا، پس ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف کیا اور سب نے یہ کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کے ساتھ واپس لوٹ جائیں اور انہیں اس وباء

کے سامنے پیش نہ کریں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلان کروا دیا کہ صبح کو واپسی کے لئے ہم روانہ ہوں گے، پس تم لوگ صبح کو تیاری کرلو تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا اللہ کی تقدیر سے بھاگ کر جاتے ہو؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کاش یہ بات آپ کے علاوہ کوئی اور کہتا! ہاں، ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں، بھلا یہ بتلاؤ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور وہ ایسی وادی میں اتریں جس کے دو کنارے ہوں، ایک ان میں سے سرسبز ہو اور دوسرا بنجر، کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ ان اونٹوں کو سرسبز حصے میں چرائیں گے تب بھی اللہ کی تقدیر سے ہی چرائیں گے اور اگر بنجر حصے پر چرائیں تب بھی اللہ کی تقدیر سے ہی چرائیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے جو اپنے کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے مشورے میں نہیں آ سکے تھے۔ انہوں نے فرمایا میرے پاس اس معاملے کی بابت علم ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم سنو کہ کسی جگہ پر کوئی وباء پھیلی ہوئی ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب کسی ایسی جگہ وباء پھیلے جہاں تم موجود ہو تو اس سے بھاگنے کے لئے وہاں سے مت نکلو۔ پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ جل شانہ کی تعریف کی اور واپس لوٹ آئے۔ (بخاری و مسلم)

العدوة: وادی کا کنارہ۔"

لغات: ❖ مهاجرة: هجر: هجره (ن) هجراً وهجراناً: قطع تعلق کرنا، چھوڑنا۔ هجر الشيء: ترک کرنا، اعراض کرنا زوجه: بغیر طلاق دیئے ہوئے الگ ہونا۔ هاجر مهاجرة۔ من البلد وعنه: ہجرت کرنا۔

تشریح: اَجْنَادِ: سے مراد ملک شام کے پانچ شہر ہیں: ① فلسطین، ② اردن، ③ دمشق، ④ حمص، ⑤ مدین۔ (۱)

حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں یہ طاعون (متعدی بیماری) ہو وہاں پر نہیں جانا چاہئے کیونکہ اگر وہاں پر گیا تو اب اتفاق سے اس کو بھی بیماری لگ گئی تو اس کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید یہاں آنے سے ایسا ہوا، اس میں فساد اعتقاد ہے، اس سے دور رہنا چاہئے تاکہ کسی حال میں تعدیہ کے اعتقاد کا احتمال پیدا نہ ہو۔

اس سے موجودہ زمانے کے لوگ استدلال کرتے ہیں کہ بعض امراض ایسے ہوتے ہیں جن کو متعدی کہا جاتا ہے، کان میں ایسے وائرس ہوتے ہیں جو دوسرے کی بیماری کے لئے سبب بن جاتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت کا اعتقاد یہ تھا کہ بیماری خود متعدی ہوتی ہے حالانکہ بیماری خود متعدی نہیں ہوتی، اس کی شریعت میں مخالفت ہے بلکہ بیماری کے لئے سبب بن جاتی ہے کہ جراثیم (virus) دوسرے میں منتقل ہوجاتے ہیں اور پھر یہ سبب بن جاتے ہیں دوسرے کی بیماری کے لئے، اس لئے بچنے کا حکم دیا گیا اس میں دو فائدے ہیں: ا۔ بیماری سے بچاؤ، ۲۔ اعتقاد کی حفاظت۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الطب (باب مايذكرفى الطاعون) وصحيح مسلم كتاب السلام (باب الطاعون والطيرةوالكهانة) ومالك فى موطئه ١٦٥٥، و احمد ١٦٧٩/١ و ابوداؤد وابن حبان ٢٩٥٣ ومصنف عبدالرزاق ٢٠١٥٩ و هكذافى البيهقى ٢١٧/٧، ٢١٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۶۱۳/۴۔ روضۃ المتقین ۲۹۳/۴
(۲) مریض ومعالج کے اسلامی احکام ۲۹۳، ۲۹۴

جہاں طاعون ہو وہاں سے نکلنا بھی جائز نہیں

(۱۷۹۲) ﴿وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَاسَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِاَرْضٍ فَلاَ تَدْخُلُوْهَا، وَاِذَاوَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ فِيْهَافَلاَ تَخْرُجُوْامِنْهَا"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم کسی علاقے میں طاعون پھیلنے کی خبر سنو تو وہاں مت جاؤ اور جب وہ کسی جگہ پھیل جائے جب کہ تم بھی وہاں موجود ہو تو اب وہاں سے مت نکلو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الطاعون: بمعنی: کسی بیماری کا پورے شہر میں پھیل جانا، پلیگ، وبا کی موت جمع طواعین، الطعین: پلیگ زدہ جمع طُعُنٌ، طُعن۔ الرجل: طاعون زدہ ہونا۔

تشریح: إِذَاسَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِاَرْضٍ: حدیث سے کئی مسائل نکلتے ہیں، مثلاً: (۱) مقام طاعون سے باہر نہیں جانا چاہئے یہاں تک کہ طاعون زدہ شہر میں رہنے والے کے لئے آب ہوا کی تبدیلی کی غرض سے بھی نکلنا صحیح نہیں ہے۔ مولانا ظفر احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شہر کے اندر ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف یا ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ کی طرف جانا درست ہے، اسی طرح شہر کی آبادی سے متصل جو کھلی جگہ شہریوں کے مصالح میں کام آتی ہو چونکہ وہ بھی شہر کے حکم میں آتی ہے اس لئے وہاں پر بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔ (۱)

اسی طرح یہ مسئلہ بھی نکلا کہ مقام طاعون سے طاعون کی وجہ سے بھاگنا حرام ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الطب (باب مايذكرفى الطاعون) وصحيح مسلم كتاب السلام (باب الطاعون والطيرةوالكهانة) ومالك فى موطئه، واحمد ٢١٨٢٢/٨ والترمذى وابن حبان ٢٥٢ و هكذا فى البيهقى ٢٧٦/٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۹) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) امداد الفتاوی

(٣٦٢) بَابُ التَّغْلِيظِ فِيْ تَحْرِيمِ السِّحْرِ
جادو کرنے اور سیکھنے کی شدید حرمت کا بیان

سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾

(سورة البقرة: ١٠٢)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر نہیں کیا (نعوذ باللہ) مگر شیطان کفر کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی سحر کی تعلیم دیا کرتے تھے۔“

تشریح: یہود لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جادو کے زور سے حکومت کرتے ہیں (نعوذ باللہ) اس لئے اللہ کے رسول نہیں رہے، اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جادو نہیں کرتے تھے کیونکہ جادو کا کرنا تو کفر ہے اور ایک اللہ کا نبی کفر کرسکتا ہے؟ جادو کہتے ہیں اس امر کو جس میں شیاطین کو خوش کر کے ان کی مدد حاصل کی گئی ہو۔ پھر شیاطین کو راضی کرنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، کبھی ایسے منتر پڑھے جاتے ہیں جس میں کفر وشرک کے کلمات ہوتے ہیں اور کبھی ایسے منتر جس میں شیاطین کی تعریف کی جاتی ہے یا ہر وہ غلط کام جس سے شیطان خوش ہوتا ہے یہ سارے کام ایک نبی ہرگز نہیں کرسکتا اور ایسا جادو جس میں ایمان کے خلاف اقوال اور اعمال اختیار کیے گئے ہوں وہ کفر ہے۔ (۱)

تو ایسے جادو کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہے، اس پر عمل کرنا بھی حرام ہوگا۔ اگر مسلمانوں سے ضرر کو دور کرنے کے لئے بقدر ضرورت سیکھ لیا جائے تو اس کی بعض علماء نے اجازت دی ہے۔ (۲)

(۱) روح المعانی۔
(۲) عالمگیری وشامی، مزید وضاحت کے لئے تفسیر قرطبی ۴۱ تا ۵۶ وتفسیر روح البیان ۱۹۱/۱

سات ہلاک کرنے والی چیزیں

(۱۷۹۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ" قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: "اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَ قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا، وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ، وَالتَّوَلِّیْ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ① اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ② جادو کرنا، ③ کسی جان کو ناحق قتل کرنا، ④ سود کھانا، ⑤ یتیم کا مال کھانا، ⑥ لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگنا، ⑦ پاک دامن غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ قذف: قذف (ض) قذفا: قے کرنا الملاح: چپو سے کشتی چلانا قذف بقوله: بغیر سمجھے بوجھے بک دینا قذفه بكذا: تہمت لگانا، کہا جاتا ہے "هم بين حاذف وقاذف" وہ لوگ ڈھیلا پھینکنے والے اور لاٹھی مارنے والے کے درمیان ہیں ۔الرجل: تہمت لگانا۔ الشرک: شرک واشرک کا اسم، شریک، حصہ، اوراسی سے ہے "بيع شرک من داره" اس کے گھر کا ایک حصہ بیچا گیا جمع اشراک. الشركة (مصدر) شریک کا حصہ دو یا دو سے زائد حصوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہو، اشترک القوم بكذا: باہم شریک ہونا اشرک بالله: شریک ٹھہرانا، شرک کرنا صفت (مشرک ومشرکی)۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "كتاب الامور المنهى عنها باب تاكيد تحريم مال اليتيم" میں گذر چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں کچھ امور ذکر کیے گئے ہیں اور وہ سات کے سات فقہاء کے نزدیک حرام ہیں اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو اس لئے لے کر آئے ہیں کہ باب میں جادو کرنے اور سیکھنے کی حرمت کا بیان ہے اور حدیث بالا میں جادو کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے، اس مناسبت سے دوبارہ حدیث کو ذکر کر دیا گیا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری وصحيح مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۳۶۳) بَابُ النَّهْیِ عَنِ الْمُسَافَرَةِ بِالْمُصْحَفِ اِلٰی بِلَادِ الْكُفَّارِ اِذَا خِیْفَ وُقُوْعُهٗ بِاَیْدِی الْعَدُوِّ

کفار کے علاقوں میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت جب کہ قرآن مجید کا دشمنوں کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ ہو

قرآن مجید کو دشمن کے علاقے میں لے جانا منع ہے

(۱۷۹۴) ﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: "نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ اِلٰی اَرْضِ الْعَدُوِّ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ قرآن مجید کے ساتھ دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ یسافر: سافر یسافر سفاراً ومسافرةً۔ الی بلد کذا: روانہ ہونا۔ فلانٌ: مرنا السُفرة: مسافر کا کھانا زادِ سفر جمع سفر، السافر: مسافر جمع اسفار وسفر وسفرة و سفار. ج:اسافر. سفّر۔ الرجل: سفر کے لئے بھیجنا۔

تشریح: حدیث بالا میں قرآن مجید کو دشمن کی سرزمین میں لے جانے کی ممانعت ارشاد فرمائی جارہی ہے تاکہ دشمن قرآن مجید کی اہانت نہ کریں۔ ہاں اگر اطمینان ہو کہ دشمن اہانت نہیں کریں گے تو علماء نے لے جانے کی اجازت دی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ [1]

ایک اہم سوال

سوال: نبی کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں تو پورا قرآن مجید مصحف اور کاغذ پر لکھا ہوا ہی نہیں تھا تو اس ممانعت کا کیا مطلب؟

جواب: یہ بات آپ ﷺ نے بطور پیش گوئی کے ارشاد فرمائی کہ ایک وقت آئے گا کہ قرآن ایک جگہ پر جمع کر دیا جائے گا، جب وہ جمع ہو جائے تو پھر کفار کے ملک میں اس کو لے کر نہ جانا تاکہ وہ کہیں اس کی بے حرمتی نہ کریں۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب السفر بالمصاحف الی ارض العدو) و صحیح مسلم کتاب الامارة (باب النهی ان یسافر بالمصحف الی ارض الکفار) ومالک فی موطئه ۹۷۹ واحمد ۵۲۹۳/۲ وابوداؤدوابن ماجه وابن حبان ۴۷۱۵ ومصنف عبدالرزاق ۹۴۱۰ وهکذافی البیهقی

۱۰۸/۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) نزہۃ المتقین، روضۃ المتقین ۴/ ۲۹۸ دلیل الفالحین ۴/ ۶۱۹
(۲) مظاہر حق ۴/ ۴۴۲

(٣٦٤) بَابُ تَحْرِيْمِ اِسْتِعْمَالِ اِنَاءِ الذَّهَبِ وَاِنَاءِ الْفِضَّةِ فِى الْاَكَلِ وَالشُّرْبِ وَالطَّهَارَةِ وَسَائِرِ وُجُوْهِ الْاِسْتِعْمَالِ

کھانے پینے اور دیگر استعمالات کی صورتوں میں سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کرنے کی ممانعت کا بیان

سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے

(١٧٩٥) ﴿عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلَّذِىْ يَشْرَبُ فِىْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ اِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِىْ بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ"﴾ (متفق عليه)

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: "اِنَّ الَّذِىْ يَأْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِىْ آنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ."

ترجمہ: ''حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ بے شک وہ شخص جو سونے اور چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے (وہ جہنم کی آگ سے اپنے پیٹ کو بھرتا ہے)۔

لغات: ❖ الذهب: (مصدر) سونا (کبھی مؤنث بھی بولتے ہیں) جمع اذهاب ذهوب و ذهبان، ایک ٹکڑے کو "ذهبة" کہتے ہیں، ذهب (س) ذهباً: سونے کی کان میں بہت سا سونا پاکر حیران ہونا، اِذَّهَبَ و ذهّب: سونے کی قلعی کرنا۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے "کتاب آداب الطعام باب جواز الشرب من جميع الاوانی الطاهرة" میں گذر چکی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ مرد ہو یا عورت، دونوں کے لئے ہی چاندی اور سونے کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے، اسی طرح ان برتنوں میں پانی بھر کر وضو کرنا یا اس میں عطر وغیرہ کا استعمال بھی حرام ہوگا۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں کہ کھانے پینے کی کوئی چیز ان برتنوں میں رکھی ہو تو اس کو دوسرے برتن میں نکال کر کھائے تو یہ جائز ہوگا۔
ہاں اگر وہ برتن سونے یا چاندی کا نہ ہو، صرف معمولی سا چاندی اور سونا لگا ہوا ہو تو تب بھی سونا اور چاندی جہاں لگی ہو، وہاں سے منہ لگا کر پانی وغیرہ پینا جائز نہیں ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاشربة (باب آنية الفضة) و صحيح مسلم كتاب اللباس والزينة (باب تحريم استعمال اوانى الذهب والفضة)

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۶۲۰
(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

ریشم کا استعمال مردوں کے لئے منع ہے

(۱۷۹۶) ﴿وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِوَالدِّيْبَاجِ، وَالشُّرْبِ فِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقَالَ: "هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ"﴾ (متفق عليه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَاتَلْبَسُوا الْحَرِيْرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ، وَلَاتَشْرَبُوْافِيْ آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَاتَأْكُلُوْافِيْ صِحَافِهَا."

ترجمہ: ''حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں منع فرمایا ریشم اور دیباج کے استعمال کرنے سے اور سونے اور چاندی کے برتن میں پینے سے اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ دنیا میں ان کافروں کے لئے ہیں اور یہ آخرت میں تمہارے لئے ہوں گے۔'' (بخاری ومسلم)

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے، اس میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تم ریشم اور دیباج مت پہنو اور نہ سونے چاندی کے برتن میں پیو اور نہ ان کے پیالوں میں کھاؤ۔

لغات: ❖ الحرير: ریشم، ریشم کا بنا ہوا، ریشم کا کپڑا، الحريرة: ریشم کا ٹکڑا، الحريرى: ریشم بنانے والا، ریشم بیچنے والا۔

تشریح: نَهَانَا عَنِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ: ریشم اور دیباج کے استعمال کرنے سے بھی ہمیں منع فرمایا ہے۔ مطلب حدیث بالا

کا یہ ہے کہ ریشم پہننا صرف مردوں کے لئے حرام ہے اور عورتوں کے لئے حلال ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو ریشم پہنے گا اللہ جل شانہ اس کو قیامت کے دن ریشمی لباس سے محروم کردے گا۔ (۱) اسی طرح جو دنیا میں ریشم پہنتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ (۲)

علماء فرماتے ہیں جس طرح ریشمی لباس مردوں کے لئے حرام ہے اسی طرح بچوں کے لئے بھی حرام ہوگا اور اس کا گناہ پہنانے والوں کو ہوگا۔ (۳) اور ریشمی لباس پہننے والے کے لئے فرمایا گیا کہ یہ ابتداءً جنت میں داخل نہیں ہوگا اور ایک روایت میں آتا ہے: مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَفِي الدُّنْيَا اَلْبَسَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْباًمِن نَّارٍ. (۴) یعنی ''جس شخص نے دنیا میں ریشمی لباس پہنا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آگ کا لباس پہنائیں گے۔''

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الاشربة (باب الشرب فى آنية الذهب) و (باب فى آنية الفضة) وصحيح مسلم كتاب اللباس (باب تحريم استعمال اناء الذهب)

نوٹ: راوی حدیث حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری ومسلم

(۲) بخاری ومسلم

(۳) فتاوی قاضی خان

(۴) مظاہر حق ۲/۱۶۴ بحوالہ مسند احمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چاندی کے برتن کو استعمال نہیں کیا

(۱۷۹۷) ﴿وَعَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ: كُنْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عِنْدَنَفَرٍمِنَ الْمَجُوْسِ، فَجِيْءَ بِفَالُوْذَجٍ عَلٰى إِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ، فَلَمْ يَأْكُلْهُ، فَقِيْلَ لَهُ: حَوِّلْهُ، فَحَوَّلَهُ عَلٰى اِنَاءٍ مِنْ خَلَنْجٍ، وَجِيْءَ بِهٖ، فَاَكَلَهُ﴾ (رواه البيهقى بِاِسْنَادٍحَسَنٍ).

"اَلْخَلَنْجُ": اَلْجَفْنَةُ.

ترجمہ: ''حضرت انس بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مجوسیوں کے چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس دوران چاندی کے ایک برتن میں فالودہ لایا گیا تو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نہ کھایا۔ ان سے کہا گیا اسے دوسرے برتن میں ڈال کر لائیں، چنانچہ انہوں نے اس فالودہ کو لکڑی کے ایک برتن میں ڈال دیا، پھر آپ کے پاس لایا گیا تو پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو کھالیا۔ بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔''

الخلنج: لکڑی کا پیالہ جو صحفہ سے بڑا ہوتا ہے۔

لغات: ❖ نفر: بمعنی تین سے دس تک کی جماعت، النفر سارے لوگ تین سے دس تک مردوں کی جماعت جمع انفار کہا جاتا ہے "ثلاثۃ نفر او ثلاثۃ انفار" یعنی تین شخص، نفر الرجل: مرد کا قبیلہ، النفیر: (مصدر) دس مردوں سے کم کی جماعت کوچ کرنے والوں کی جماعت یا جنگجو لوگ۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چاندی کے برتن میں کچھ ہو اور پھر دوسرے برتن میں لے کر کھایا جائے تو حرام نہیں ہوگا جیسے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب فالودہ لایا گیا تو چاندی کے برتن میں تھا، اس لئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نہیں کھایا اور جب لکڑی کے برتن میں لایا گیا تو آپ نے اس کو کھا لیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ ان جیسی احادیث سے اسلام کے مزاج کا پتہ چلتا ہے کہ اسلام کھانے، پینے، لباس، آرائش وغیرہ میں سادگی کو پسند کرتا ہے اور جن چیزوں میں تکلف، آرائش، زینت اور مشابہت کفار ہو ان کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے۔ (1)

تخریج حدیث: السنن الکبری للبیھقی کتاب الطھارۃ (باب المنع من الاکل فی صحاف الذھب والفضۃ).

راوی حدیث حضرت انس بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات:

نام: انس ہے، والد کا نام سیرین ہے، کنیت میں اختلاف ہے ابوحمزہ اور ابوعبداللہ، بصرہ کے رہنے والے ہیں، یہ محمد کے بھائی ہیں۔ اوساط التابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، ثقات میں شمار ہے، ان سے صحاح ستہ میں روایات موجود ہیں۔

وفات: ۱۱۸ھ یا ۱۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

---

(۱) نزہۃ المتقین۔

(۳۶۵) بَابُ تَحْرِيمِ لُبْسِ الرَّجُلِ ثَوْباً مُزَعْفَراً

مرد کو زعفرانی رنگ کا لباس پہننے کی حرمت کا بیان

مرد کے لئے زعفرانی رنگ منع ہے

(۱۷۹۸) ﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مرد کو زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننے سے

منع فرمایا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یتزعفر: معنی زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا۔ صیغہ مضارع۔ نھی: صیغہ ماضی از فتح معنی روکنا۔ الرجل: آدمی، ہر فرد کے لئے استعمال ہے۔

تشریح: زعفرانی رنگ مردوں کے لئے ممنوع ہے، اس سلسلہ میں احادیث میں متعدد روایات آتی ہیں۔

سوال: بعض احادیث میں جائز کہا گیا ہے؟

جواب: علماء فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جائز تھا مگر پھر مردوں کے حق میں منسوخ کردیا گیا (۱) ناسخ حدیث بالا اور اس قسم کی احادیث ہیں۔ (۲) یا جو جائز فرمایا گیا وہ وہ زعفرانی رنگ ہے جو ہلکا رنگ ہو یا دھونے کے بعد جو ہلکا سا رنگ باقی رہتا ہے، یا بعض لوگ صرف خوشبو کے لئے زعفرانی رنگ میں رنگتے تھے کہ پھر اس کو اچھی طرح دھو لیتے تھے جس سے رنگ تو ختم ہوجاتا تھا مگر ہلکی سی خوشبو باقی رہتی تھی اور اس صورت میں اس کپڑے پر میل کا اثر جلدی نہیں ہوتا تھا۔ یہ بھی جائز ہے۔ (۳)

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عورتوں کے لئے زعفرانی رنگ کا لباس پہننا مباح ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب اللباس (باب التزعفرللرجال) وصحيح مسلم كتاب اللباس (باب النهى عن التزعفرللرجال) واحمد ١٢٩٤١/٤ و الترمذى والنسائى وابن حبان ٥٤٦٥ و هكذا فى البيهقى ٣٦/٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سیرت خیر العباد ۴۴۱/۷ (۲) بخاری میں حضرت انس کی روایت بھی ہے ۸۶۹/۲
(۳) شمائل کبریٰ ۳۰۰/۱ (۴) روضۃ المتقین ۳۰۰/۴

مردوں کے لئے زرد رنگ کا استعمال بھی درست نہیں

(۱۷۹۹) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ، فَقَالَ: "أُمُّكَ أَمَرَتْكَ بِهٰذَا؟" قُلْتُ: أَغْسِلُهُمَا؟ قَالَ: "بَلْ أَحْرِقْهُمَا"﴾

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَقَالَ: "إِنَّ هٰذَا مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهَا." (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا کیا تمہاری والدہ نے یہ کپڑے تم کو پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں انہیں دھو ڈالوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلکہ ان کو جلا ڈالو۔ ایک اور روایت میں ہے آپ ﷺ

نے فرمایا کہ کافروں کا لباس ہے، پس تم اس کو مت پہنو۔" (مسلم)

لغات: ❖ احرق: حرقه (ن) حرقاً. بالنار: جلانا الشیء: بعض کو بعض سے رگڑنا۔ حرّقه واحرقه. بالنار: جلانا حرّق المرعی الابل: پیاس لگانا، تحرق واحترق جلنا. الحریق: آگ کی بھڑک، آگ کا شعلہ، جلا ہوا، سردی یا گرمی سے جلی ہوئی نباتات ج حرقیٰ. الحروق و الحرّوق: چقماق کا سوختہ۔

تشریح: ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ: دو کپڑے کسم کے رنگ کے پہنے ہوئے تھے۔ کسم کا رنگ مردوں کے لئے بعض علماء نے حرام اور بعض نے مباح فرمایا ہے اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ اگر کپڑے کو بننے کے بعد کسم میں رنگا ہو تو اس کا پہننا حرام ہوگا اور اگر سوت کو رنگنے کے بعد اس کا کپڑا بنا گیا ہو تو اب مباح ہوگا۔

بعض فرماتے ہیں کسم کے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے مجلس میں پہن کر جانا تو مکروہ ہے، گھر میں پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ احناف کا مسلک اس میں یہ ہے کہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ تحریمی ہے، اس کو پہن کر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ (۱)

بَلْ اَحْرِقْهُمَا: بلکہ ان کو جلا ڈالو۔ اگرچہ عورتوں کے لئے تو جائز تھا مگر مبالغۃً آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو جلا ڈالو۔ (۲)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے جب حضرت عبد اللہ بن عمرو دوسرے دن حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کپڑوں کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ جلا دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کو کیوں نہیں دے دیا کہ عورتوں کے لئے تو جائز تھا؟ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ اس کو اپنی ملکیت سے نکال دو، خواہ اس کو کسی دوسرے کو بیچ دو یا ھبہ کردو یا اپنی عورتوں کو دے دو۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب اللباس (باب النهى عن لبس الرجل الثوب المعصفر) واحمد ۲/۶۵۲۳ والنسائی.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۴۸) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۴/۱۶۸ (۲) روضۃ المتقین ۴/۳۰۱ (۳) نفس مصدر

(۳۶۶) بَابُ النَّهْيِ عَنْ صَمْتِ يَوْمٍ اِلَى اللَّيْلِ

دن سے رات تک خاموش رہنے کی ممانعت کا بیان

خاموش رہنا کوئی عبادت نہیں

(۱۸۰۰) ﴿عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ، وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ" (رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ بِإِسْنَادٍ حَسَنٍ)

قَالَ الْخَطَّابِيُّ فِي تَفْسِيرِ هٰذَا الْحَدِيثِ: كَانَ مِنْ نُسُكِ الْجَاهِلِيَّةِ الصُّمَاتُ، فَنُهُوا فِي الْإِسْلَامِ عَنْ ذٰلِكَ؛ وَأُمِرُوا بِالذِّكْرِ وَالْحَدِيثِ بِالْخَيْرِ.

ترجمہ: "حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے آپ ﷺ کا یہ فرمان یاد ہے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں ہے اور کسی دن رات تک خاموش رہنے کی کوئی حیثیت نہیں۔" (اس روایت کو ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ نقل کیا ہے)

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت کی عبادات میں خاموش رہنا بھی تھا، پس اسلام نے اس کو منع کر دیا اور حکم دیا کہ خاموش رہنے کے بجائے اللہ کا ذکر اور بھلائی کی بات کرو۔

لغات: ❖ حفظت: معنی حفاظت کرنا، باب سمع سے۔ صمات: معنی خاموش رہنا۔ احتلام: بالغ ہونا۔ حلم: باب کرم سے معنی بردبار ہونا، سلیم الطبع و متحمل مزاج ہونا۔

تشریح: لَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ: بالغ ہونے کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی۔ علماء لغت نے لکھا ہے جانوروں میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کی ماں کا بچپن میں انتقال ہو جائے اور انسانوں میں یتیم اس کو کہا جاتا ہے جس کے والد کا انتقال بلوغت سے پہلے ہو جائے اور حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بچہ بالغ ہو جائے تو اب اس کی یتیمی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ [۱]

وَلَا صُمَاتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ: دن سے رات تک خاموش ہونے کی کوئی حیثیت (عبادت) نہیں۔

اس جملہ کی وضاحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں دن بھر خاموش رہنے کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر اسلام نے اس کو ختم کر دیا۔ [۲]

ہاں روزہ رکھنے میں ثواب ہے جس میں خاموش رہنے کے بجائے کھانے، پینے، جماع سے رکنا اللہ کے قرب کا باعث ہے اور اس کا وقت صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الوصایا (باب ماجاء متی ینقطع الیتم؟) و اسناده حسن.

نوٹ: راوی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۱۰) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین بالاختصار ۴/۶۲۴ (۲) روضۃ المتقین ۴/۳۰۲۔ دلیل الفالحین ۴/۶۲۴

خاموشی کو عبادت سمجھنا زمانۂ جاہلیت کی رسم ہے

(۱۸۰۱) ﴿وَعَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: دَخَلَ أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى امْرَأَةٍ مِنْ

اَحْمَسَ يُقَالَ لَهَا: زَيْنَبُ، فَرَآهَالَاتَتَكَلَّمُ. فَقَالَ: مَالَهَالَا تَتَكَلَّمُ؟ فَقَالُوْا: حَجَّتْ مُصْمِتَةً، فَقَالَ لَهَا: تَكَلَّمِيْ، فَاِنَّ هٰذَالَايَحِلُّ، هٰذَامِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ! فَتَكَلَّمَتْ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ احمس قبیلہ کی ایک عورت کے پاس تشریف لائے جن کو زینب کہا جاتا تھا، اس کو دیکھا کہ وہ بولتی نہیں تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا اس کو کیا ہوا یہ بات کیوں نہیں کرتی؟ انہوں نے کہا اس نے خاموش رہنے کا ارادہ کیا ہوا ہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا بات چیت کرو، اس لئے کہ یہ خاموشی جائز نہیں یہ تو زمانۂ جاہلیت کا عمل ہے۔ پس اس عورت نے بولنا شروع کردیا۔'' (بخاری)

لغات: ❖ لایحل: حل (ن، ض) حلولاً ـ علیه امر الله: واجب ہونا۔ حل: (ض) حلا. الشیء: حلال ہونا۔ الدین: ادائیگی کا وقت پہنچنا۔ الیمین: قسم پوری ہونا الرجل: احرام سے نکلنا۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ اسلام میں خاموش رہنا عبادت نہیں، البتہ فحش گوئی، جھوٹ، چغلی، غیبت وغیرہ کرنے سے خاموش رہنا ہی بہتر ہوگا مگر فی نفسہ خاموشی کوئی عبادت نہیں۔

يُقَالُ لَهَازَيْنَبُ: ان کا پورا نام زینب بنت جابر الاحمسیۃ ہے۔(۱)

فَقَالَ لَهَا: تَكَلَّمِيْ: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بات کرو۔ اس جملہ سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ اگر کسی نے خاموشی کی نذر مانی تو اس کو پورا کرنا ضروری نہیں کیونکہ یہ خلاف شرع ہے اور جو قسم اور نذر خلاف شرع ہو اس کو پورا کرنا جائز نہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب مناقب الانصار (باب ايام الجاهلية).

نوٹ: راوی حدیث حضرت قیس بن ابوحازم رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۵۹۰) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۰۳ (۲) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۴/۶۲۵

(۳۶۷) بَابُ تَحْرِيْمِ اِنْتِسَابِ الْاِنْسَانِ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَتَوَلِّيْهِ غَيْرَمَوَالِيْهِ

انسان کا اپنے والد یا اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنے کی حرمت کا بیان

نسب کو بدلنا حرام ہے

(۱۸۰۲) ﴿عَنْ سَعْدِبْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

”مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ اَنَّهٗ غَیْرُ اَبِیْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ“ (متفق علیہ)

ترجمہ: ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے والد کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا والد نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یعلم: علم (س) علماً: حقیقت شیء کا ادراک، یقین ومعرفت جمع علوم. العلامة: نشان، راستہ کا نشان جمع علام وعلامات. العلام، والعُلام: مبالغہ کے صیغہ ہیں بمعنی بہت جاننے والا۔

تشریح: مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْهِ: جس شخص نے اپنے والد کے سوا کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ ایک عام وباء تھی کہ لوگ اپنے اصل باپ دادا سے اپنے نسب کا انکار کر کے دوسروں کو اپنا باپ قرار دے لیتے تھے۔ اس لئے شریعت نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ (۱)

وَهُوَ یَعْلَمُ: وہ جانتا بھی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر ایسا کرے تو یہ حرام ہے اور اگر کوئی انجانے میں ایسا کہہ دے تو کفر نہیں ہوگا۔

فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ: جنت اس پر حرام ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس حرام کام کو حلال سمجھ کر ایسا کرے تو وہ کفر کی حد میں پہنچ جاتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جنت کے دروازے اس پر حرام ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ اس عمل کو حرام ہی سمجھتا ہے مگر کسی وجہ سے وہ ایسا کرتا ہے تو اب مطلب یہ ہوگا کہ ابتداء جنت حرام ہوگی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ بطور زجر اور تنبیہ کے ایسا کہا جا رہا ہے تا کہ کوئی اپنا نسب نہ بدلے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الفرائض (باب من ادعی الی غیرابیه) وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب حال ایمان من رغب عن ابیه) واحمد ۱/۱۵۴ وابوداؤدوابن ماجه وابن حبان ۴۱۵ و الدارمی ۲۵۳۰ وهکذا فی البیهقی ۷/۴۰۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۶) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین بالاختصار ۴/۳۰۴ (۲) مرقاۃ

جس نے نسب بدلا اس نے کفر کیا

(۱۸۰۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِیْهِ فَهُوَ كُفْرٌ“﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے آباء واجداد سے اعراض نہ کیا کرو، پس جس شخص نے اپنے والد سے اعراض کیا تو اس نے کفر کیا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ کفر: کفر (ن) کفراً و کفراً ۔ الشیء: چھپانا، کہا جاتا ہے کفردرعه بثوبه: اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا (کفرا و کفراً و کفوراً و کفراناً) ایمان کی ضد بالخالق: نفی کرنا (کفراً و کفوراً و کفراناً) ناشکری کرنا۔

تشریح: کفر کرنے کا مطلب

لَاتَرْغَبُوْاعَنْ آبَائِكُمْ: اپنے آباء واجداد سے اعراض نہ کرو۔ علماء فرماتے ہیں یہاں ''ترغبوا'' اور گذشتہ حدیث میں ''ادعی'' کا جو لفظ تھا دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے کہ اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کو غلط طور پر باپ ظاہر کرے تو اب اس کی حرمت کو جانتا ہو تب بھی اس کو حلال سمجھ کر ایسا کرے تو اب اس شخص کے بارے میں حدیث بالا میں کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔ اور اگر وہ اس کو حرام جانتا ہو مگر کسی دنیوی مفاد اور لالچ میں ایسا کرے تو یہ کبیرہ گناہ تو ہوگا مگر کفر نہیں ہوگا، یہ سزا بھگتنے کے بعد جنت میں جاسکے گا۔ [۱]

علماء فرماتے ہیں نسب کے بارے میں اتنا سخت حکم شریعت نے اس لئے دیا کہ نسب محفوظ رہے اور معلوم رہے کہ اس کے والدین کون ہیں، بہن، بھائی، چچا، ماموں اور دیگر رشتہ دار کون ہیں؟ اگر نسب محفوظ نہیں رہے گا تو اب کسی کو کیا معلوم کہ میرے رشتہ دار کون کون ہیں اور یہ ان کے حقوق کو کیسے ادا کرے گا؟۔ [۲]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الفرائض (باب من ادعى الى غيرابيه) وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب حال ايمان من رغب عن ابيه) واحمد ۱۰۸۱۵/۳ وابن حبان ۱٤٦٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ

(۲) دلیل الفالحین ۴۸۹/۲

جس نے نسب بدلا اس پر فرشتوں کی لعنت ہے

(۱۸۰٤) ﴿وَعَنْ يَزِيْدَبْنِ شرِيكِ بْنِ طَارِقٍ قَالَ: رَاَيْتُ عَلِيًّا رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: لَاوَاللّٰهِ مَاعِنْدَنَامِنْ كِتَابٍ نَقْرَؤُهُ اِلَّاكِتَابَ اللّٰهِ، وَمَافِىْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ، فَنَشَرَهَا؛ فَاِذَافِيْهَا اَسْنَانُ الْاِبِلِ وَاَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ، وَفِيْهَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: "اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ، فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا، اَوْ آوىٰ مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا، ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ، يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ، فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَ لَا عَدْلًا، وَمَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوِ انْتَمٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا" (متفق عليه)

"ذمة المسلمين" اى: عهدهم وامانتهم. "واخفره": نقض عهده. "و الصرف": التوبة، و قيل: الحيلة. "والعدل": الفداء.

ترجمہ: ''حضرت یزید بن شریک بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، پس میں نے ان سے سنا، وہ فرمارہے تھے کہ اللہ کی قسم ہمارے پاس کوئی اور کتاب نہیں ہے جسے ہم پڑھتے ہوں سوائے اللہ کی کتاب کے اور ان احکام کے جو اِن صحیفوں میں ہیں، پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صحیفے کو کھولا تو اس میں اونٹوں کی عمریں اور زخمیوں کی دیت کے متعلق احکام تھے اور اس صحیفے میں یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مدینہ عیر سے ثور تک حرم ہے، جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی نہ فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ نفلی عبادت۔ مسلمانوں کا عہد ایک ہے، جس کے ساتھ ان کا ایک ادنی آدمی کوشش کرتا ہے، جس نے کسی مسلمان کے عہد کو توڑ دیا تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی نہ فرض عبادت قبول کرے گا اور نہ نفلی۔ اور جس نے اپنے والد کے علاوہ کسی اور کی طرف یا اپنے آقا کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نسبت کی تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی فرض عبادت قبول کرے گا نہ نفلی عبادت۔''

لغات: ❖ لعنة: لعن (ف) لعنا. فلاناً: لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے بعید کرنا، دھتکارنا، لعن نفسه: عَلَيَّ لَعْنَةُ اللّٰهِ کہنا، اپنے اوپر لعنت کرنا۔ لعّنه تلعيناً: عذاب دینا۔ لاعنه لعاناً و ملاعنةً: ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ التعن: اپنے اوپر لعنت کرنا و تلاعن: بعض کا بعض پر لعنت کرنا۔ اللعنة: لعن کا اسم مرة: لعنت، عذاب ج لعان و لعنات.

تشریح: اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَابَيْنَ عَيْرٍ اِلٰى ثَوْرٍ: مدینہ منورہ حرم ہے عیر سے ثور تک۔ یہ دونوں مدینہ منورہ کی پہاڑیاں ہیں۔ (۱) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مدینہ مکہ کی طرح حرم ہے کہ نہ درخت کاٹے جائیں گے اور نہ شکار مارا جائے گا۔ (۲)

جب کہ احناف کے نزدیک مدینہ منورہ بابرکت جگہ ہے، وہاں کوئی کام بھی ایسا نہ کیا جائے جس سے اس مقدس زمین کی توہین ہوتی ہو، البتہ شکار کرنا اور درخت کو کاٹنا جائز ہے۔

اَوْ آوٰی مُحْدِثًا، فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ الخ جس نے کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن نہ فرض عبادت قبول کریں گے اور نہ نفلی عبادت۔ صرف اور عدل کے متعدد معنی کئے گئے ہیں، زیادہ مشہور ترجمہ یہی ہے کہ نہ فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ نفلی۔ یا توبہ اور معاوضہ مراد ہے کہ ایسے لوگوں کی نہ توبہ قبول ہوگی اور نہ معاوضہ قبول ہوگا۔ (۳)

وَاللّٰهِ مَا عِنْدَنَا مِنْ کِتَابٍ نَقْرَؤُهُ اِلَّا کِتَابَ اللّٰهِ: نیز حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ راز کی باتیں بتائی تھیں جو ان کے سوا کسی اور کو معلوم نہیں تھیں، یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الفرائض (باب اثم من تبرأ عن موالیه) وصحیح مسلم کتاب العتق (باب تحریم تولی العتیق غیر موالیه) واحمد ۱/۵۹۹ وابوداؤد والترمذی وابن حبان ۳۷۱۶۔

راوی حدیث حضرت یزید بن شریک بن طارق رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات

نام: یزید، والد کا نام شریک ہے، ان کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، علماء نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے، انہوں نے زمانۂ جاہلیت اور زمانۂ اسلام دونوں پایا ہے۔

وفات: خلیفہ عبدالملک کے عہد میں انتقال ہوا۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۶۲۷
(۲) مرقاۃ ۶/ ۸
(۳) شرح مسلم للنووی۔ روضۃ المتقین ۴/ ۳۰۷
(۴) نزہۃ المتقین

جس نے کسی کا ناحق مال لیا وہ ہم میں سے نہیں ہے

(۱۸۰۵) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ اِدَّعٰی لِغَیْرِ اَبِیْهِ هُوَ یَعْلَمُهٗ اِلَّا کَفَرَ، وَمَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ، فَلَیْسَ مِنَّا، وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللّٰهِ وَلَیْسَ کَذٰلِکَ اِلَّا حَارَ عَلَیْهِ" ﴾ (متفق علیه، وهذا لفظ روایة مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے بھی جان بوجھ کر اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کیا تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور جس نے ایسی چیز کا دعوی کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا یوں کہا ''اے اللہ کے دشمن'' حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ الزام کہنے والے پر ہی لوٹ آئے گا۔'' (بخاری و مسلم اور یہ الفاظ مسلم کی روایت کے ہیں)۔

لغات: ❖ العدو: بمعنی دشمن جمع اعداء جمع الجمع اعادٍ، العادی: دشمن، ظالم، حد سے بڑھنے والا، چور۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے ''کتاب الامور المنهی عنها باب تحریم قوله لمسلم: یا کافر'' میں گذر چکی ہے، مختصر یہ کہ:

لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ اِدَّعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ: اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرے۔ ایسا کرنا حرام ہے کہ اس کو معلوم ہے کہ میں فلاں قبیلہ کا ہوں اور میرے باپ فلاں ہیں، اس کے باوجود وہ اپنے قبیلہ اور باپ کو چھوڑ کر دوسرے قبیلہ اور باپ کی طرف منسوب کرتا ہے، ایسا کرنا ہر حال میں حرام ہے۔

وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ: کسی ایسی چیز کا دعوی کیا جو اس کی نہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ علماء فرماتے ہیں عام ہے کہ مال ہو یا علم ہو، نسب ہو کوئی بھی چیز ہو جس کا اس نے جھوٹا دعوی کیا ہو تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ محدثین فرماتے ہیں ''ولیتبوا مقعده'' میں کئی احتمالات ہیں:

1. یہ صیغہ بد دعائیہ ہے کہ آپ اس کو بد دعا دے رہے ہیں۔
2. یہ صیغہ امر ہے اسلوب میں اور خبر کے معنی میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے اگر سزا دی جائے، اگر معاف کر دیا جائے یا توبہ سے ساقط ہو جائے تو الگ بات ہے۔ (۱)

وَ مَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ الخ: جس نے کسی شخص کو کافر کہہ کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا تو یہ سب کہنا حرام ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو کافر یا فاسق وغیرہ کے الفاظ کہے تو اب وہ مستحق تعزیر ہوگا، یعنی قاضی وقت اس کو کوئی ایسی سزا دے کہ آئندہ لوگ کسی کو اس قسم کے جملہ نہ کہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب المناقب و صحيح مسلم كتاب الايمان (باب بيان حال ايمان من رغب عن ابيه الخ)۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (٦١) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) نفع المسلم ۱/ ۲۴۷ (۲) شامی ۳/ ۲۰۰

(۳٦٨) بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنِ ارْتِكَابِ مَا نَهَى اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے ان چیزوں کے ارتکاب سے ڈرانے کا بیان

اللہ کے رسول کی مخالفت سے دردناک عذاب نازل ہوگا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْيُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

(سورة النور: ٦٣)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”جو لوگ اللہ کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔“

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ آیت بالا میں تنبیہ ہے ان لوگوں کے لئے جو آپ ﷺ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں کہ یہ ایمان سے محرومی اور کفر پر خاتمہ، جہنم کے دائمی عذاب کا باعث ہے کیونکہ اپنے نبی کے طریقے سے ہٹ کر اللہ کو کوئی طریقہ پسند نہیں جیسے کہ ارشاد نبوی ہے ”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَافَهُوَرَدٌّ“ (۱) کہ جس نے ایسا کام کیا جو ہمارے طریقے پر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آیت بالا میں فتنہ سے مراد دنیوی مصائب اور عذاب الیم سے مراد آخرت کا عذاب ہے۔ (۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد فتنہ سے قتل کرنا ہے۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد زلزلہ اور مصائب ہیں۔ حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد ظالم و جابر بادشا کا مسلط ہونا ہے۔ (۳)

(۱) بخاری کتاب الصلح ومسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور۔
(۲) تفسیر مظہری ۴۲۱/۸
(۳) تفسیر قرطبی ۳۲۲/٦

اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے

وقَالَ تَعالٰی: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ (سورۃ آل عمران: ۳۰)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اللہ تعالیٰ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے۔''

تشریح: آیت بالا کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ سے نہیں ڈرو گے تو شیطان کی اتباع کرنے لگو گے اور پھر اپنے رب کو ناراض کر بیٹھو گے، اس لئے ظاہراً اور باطناً ہر حال میں اللہ کی ذات سے ڈرنا ضروری ہے، ایسا نہ ہو ظاہرا اللہ سے ڈرا جائے لیکن حقیقت میں نہ ڈرے، اللہ تو ایسی ذات کا نام ہے جو لوگوں کے دلوں کے حال کو بھی جانتے ہیں۔ (۱)

(۱) معارف القرآن۔ مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۲/۲۲ کو دیکھیں۔

اللہ کی پکڑ سخت ہے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ (سورۃ البروج: ۱۲)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک تمہارے رب کی پکڑ سخت ہے۔''

تشریح: اللہ جل شانہ کا قانون ہے کہ اللہ شروع میں اپنے نافرمانوں کو ڈھیل اور مہلت دیتے ہیں اور پھر وہ اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے، توبہ نہیں کرتے بلکہ وہ نافرمانیوں میں بڑھتے چلے جاتے ہیں، پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اللہ ان نافرمانوں کی پکڑ فرمائے گا اور جب اللہ کی طرف سے گرفت ہوتی ہے، پھر کوئی طاقت اس گرفت سے بچانے والی نہیں ہوتی، اسی بات کو آیت بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ کی پکڑ سے بچو، جب اللہ کی پکڑ آجاتی ہے تو وہ بہت سخت ہوتی ہے، پھر کوئی بچا نہیں سکتا۔ (۲)

(۲) معارف القرآن

اللہ جل شانہ ظالموں کی بستیوں کو عذاب دیتا ہے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾

(سورۃ هود: ۱۰۲)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور تمہارے رب کی پکڑ کا طریقہ یہی ہے کہ جب وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے، بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہوتی ہے۔''

تشریح: ایک روایت میں آتا ہے جس کے راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے بالآخر جب اس کی گرفت کرتا ہے تو ایسی کرتا ہے کہ وہ پھر چھوٹ نہیں سکتا، اس بات کو بیان فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے آیت بالا (یعنی وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ) تلاوت فرمائی۔ (۱)

آیت بالا کا مطلب بعض مفسرین یہ بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح گذشتہ بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے تباہ و برباد کردیا، آئندہ بھی اللہ سے ڈرتے رہو کہ تم ظالم بن کے اللہ کے احکام کو انکار کرتے رہے تو اللہ اب بھی قادر ہے کہ تمہاری پکڑ فرمالیتے اور جب اللہ کی پکڑ آتی ہے پھر کوئی چھڑا نہیں سکتا جیسے کہ ایک روایت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے: اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ. ”اللہ تعالیٰ یقیناً ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب اس کی گرفت کرنے پر آتا ہے تو پھر اس طرح اچانک کرتا ہے کہ پھر مہلت نہیں دیتا۔“ (۲)

---

(۱) بخاری ومسلم، ترمذی وابن ماجہ وغیرہ۔

(۲) ترمذی بحوالہ قرطبی ۵/۶۹۔ آیت کی مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۴/۱۸۵ کو دیکھیں۔

اللہ کی غیرت کا تقاضہ

(۱۸۰۶) ﴿وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغَارُ، وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ يَّأْتِيَ الْمَرْءُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ“﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جو اللہ نے اس کے لئے حرام کیا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ حرم: حرمه (ض) وحرمه (س) حرماوحريماوحرماناً و حرماً و حرمة و حريمة ـ الشيء: منع کرنا، روکنا، محروم کرنا، صفت: مفعولی (محروم)۔

تشریح: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغَارُ الخ: بے شک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ آدمی وہ کام کرے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں غیرت کی نسبت جب انسانوں کی طرف ہو تو آدمی کی اندرونی کیفیت اور حالت کے اس تغیر کو کہتے ہیں جو اپنے اہل میں کسی ناگوار چیز کو دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے اور جب اللہ کی طرف غیرت کی نسبت ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو گناہوں سے روکنے والا ہے تاکہ وہ اس کی بارگاہ میں قرب اور قبولیت سے دور نہ ہو۔ (۳)

اللہ کی غیرت کا ہی تقاضہ ہے کہ اللہ نے بعض چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور اس کے کرنے پر سزا بھی مقرر فرمائی ہے۔

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں غیرت کے مشہور معنی تو یہی ہیں کہ آدمی اس بات کو ناپسند کرے اور اس پر

ناراض ہو کہ کوئی اس کی ملکیت میں تصرف کرے۔ گناہ کرنے والا گویا کہ خدا کی ملکیت میں تصرف کرنا چاہتا ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسی کو وہ کرے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب النكاح (باب الغيرة) و صحيح مسلم كتاب التوبة (باب غيرة الله) واحمد ۸۵۲۷/۳ وابن حبان ۲۹۳ و هكذا ابو داؤد الطيالسی ۲۳۵۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۳) مظاہر حق ۳/ ۴۱۷
(۱) مظاہر حق ۳/ ۴۱۸

(۳٦۹) بَابُ مَايَقُوْلُهُ وَيَفْعَلُهُ مَنِ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا عَنْهُ

جو شخص حرام چیزوں کا ارتکاب کرے تو اس کو کیا کہنا اور کیا کرنا چاہئے

وسوسۂ شیطانی کے وقت اعوذ باللہ پڑھنا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ (سورة فصلت: ٣٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔''

تشریح: آیت بالا میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر کسی کو شیطان کی طرف سے وسوسہ آنے لگے تو اللہ سے پناہ مانگ لیں، پھر اللہ اس کی شیطان کے وسوسہ سے حفاظت فرمائیں گے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے دو آدمی جھگڑا کر رہے تھے، ان میں سے ایک غصہ میں بے قابو ہو رہا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اس کو پڑھ لے تو اس کا یہ غصہ جاتا رہے فرمایا، وہ کلمہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب آدمی کو غصہ آتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ یہ شیطان کی طرف سے ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع کرے اور اسی سے پناہ مانگیں۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۴/ ۱۵۹۔ آیت کی مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۸/ ۲٦۳ کو دیکھیں۔

اللہ کی یاد سے آدمی شیطانی وسوسہ سے محفوظ ہوجاتا ہے

وقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُبْصِرُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۲۰۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''بے شک جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں، یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

تشریح: طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ: ''طائف'' اس خیال کو کہتے ہیں جو دل میں آئے یا خواب میں نظر آئے مگر یہاں پر اس کو شیطانی وسوسے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے کیونکہ وسوسۂ شیطانی بھی خیالی تصورات کے مشابہ ہوتا ہے۔ (۱)

اَلشَّیْطَانِ: اس سے مراد ایک شیطان بھی ہوسکتا ہے اور کئی شیاطین بھی۔ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ آیت بالا کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب متقی آدمی کو شیطان کچوکا لگاتا ہے تو وہ فوراً اللہ کو یاد کرتا ہے اور وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ گناہ ہے تو وہ اس کی آنکھ کھل جاتی ہے اور پھر وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی سے نکل آتا ہے۔ (۲)

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی کیفیت مجھ پر منکشف فرمادیں تو میں نے دیکھا کہ شیطان آدمی کے دل کے قریب مچھر کی طرح سونگ لے کر بیٹھتا ہے، جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ سونگ کو پیچھے کر لیتا ہے اور غافل پاتا ہے تو وہ سونگ اس کے دل پر لگا دیتا ہے اور پھر اس کو وسوسہ میں مشغول کر دیتا ہے۔ (۳) اس لئے شیطان سے بچنے کا بہترین علاج اللہ کی یاد میں مشغول رہنا ہے۔

(۱) فتح القدیر للشوکانی وکذا تفسیر قرطبی ۴/۳۵۰
(۲) تفسیر مظہری ۴/۴۴۹ وکذا تفسیر قرطبی ۷/۳۴۹
(۳) فضائل ذکر

مسلمان سے جب گناہ ہوجاتا ہے تو وہ فوراً استغفار کر لیتا ہے

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ، وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ، اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھَارُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا، وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۳۵، ۱۳٦)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہوجائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی گناہوں کو بخشنے

والانہیں ہے اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر جمتے نہیں ہیں، ان ہی کا بدلہ ان کے رب کے پاس مغفرت ہے اور ان کے لئے جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، ان نیک کاموں کے کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے۔''

تشریح: **وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً**: فاحشہ فحش سے ماخوذ ہے بمعنی برائی اور حد سے باہر نکل جانا، یہاں پر فاحشہ سے مراد گناہ کبیرہ ہے، اس کی وجہ سے آدمی حد سے نکل جاتا ہے۔

اَوْظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ: جنہوں نے اپنی جانوں پرظلم کیا۔ مطلب یہ ہے کہ فاحشہ کا ارتکاب کیا ہوقولا، یا اپنی جانوں پرظلم کیا ہوعملا، یا فاحشہ وہ گناہ ہے جو دوسرے کو بھی اپنے ساتھ گناہ میں شریک کرے جیسے زنا وغیرہ اور ظلم صرف وہ گناہ ہے، جو اپنے ہی اوپر اس نے کیا ہے متعدی نہیں ہوا۔

ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ: ذکر سے مراد اللہ کے عذاب کو یاد کرنا اور یہ احساس کہ اللہ قیامت کے دن اس گناہ کے بارے میں سوال کرے گا اس کو یاد کر کے وہ توبہ استغفار کرتے ہیں۔ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ذکر سے مراد زبان سے اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ (۱)

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ: معاف صرف اللہ کی ذات کرتی ہے، دنیا میں جولوگ ایک دوسرے کو معاف کرتے ہیں وہ درحقیقت معاف نہیں بلکہ اپنے حقوق سے درگزر کرتے ہیں۔

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا: آیت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ استغفار کے لئے جس طرح ندامت ضروری ہے تو اسی طرح ترک گناہ کا عزم بھی ضروری ہے (خواہ بعد میں یہ عزم فوت ہوجائے اور گناہ ہو بھی جائے)۔ ایک روایت میں آتا ہے جس نے استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ دن میں ستر بار بھی گناہ کرے۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں صغیرہ گناہوں پر جم جانے اور بار بار کرنے سے وہ صغیرہ گناہ کبیرہ گناہ بن جاتا ہے اور اسی طرح استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ گناہ، کبیرہ نہیں رہتا۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ: جوگناہ کر کے توبہ کر لیتے ہیں اللہ ان کی بھی مغفرت فرمادیتے ہیں۔

(۱) تفسیر قرطبی ۲/۲۱۰، مزید وضاحت کے لئے روح البیان ۲/ ۹۶ دیکھیں۔

اے مسلمانو! توبہ کرو

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (سورۃ النور: ۳۱)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم

کامیاب ہوجاؤ۔‘‘

تشریح: آیت بالا سے پہلے اللہ نے پردے کا حکم دیا ہے کہ مردوں کو اپنی نظریں پست رکھنے کا حکم ہے، اسی طرح عورتوں کو یہ حکم ہے، پھر عورتوں کو غیر محرموں سے پردہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اب کہا جارہا ہے کہ اس حکم میں جو کوتاہی ہوئی ہو کیونکہ ہر ایک کے ساتھ شہوت نفسانی کا معاملہ ہے اگر گناہ ہوجائے تو اب لازم ہے کہ اس سے توبہ کرلے اور گذشتہ کے گناہ پر ندامت ہو اور آئندہ کے لئے عزم ہو کہ اس گناہ کے قریب نہیں جاؤں گا، اللہ اس پر معاف فرمادیں گے۔ نیز بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ خطاب صحابہ سے ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جو کچھ کرتے تھے اسلام کے قبول کرنے کے بعد اپنے پچھلے گناہوں سے بھی معافی مانگو، ندامت کرو اور اس گناہ کو دوبارہ نہ کرنے کا عزم کرو، اگرچہ زمانہ جاہلیت کے برے اعمال کا مواخذہ نہیں ہوگا جب اس دور کے گناہ یاد آجائیں تو ندامت کرے۔ (۱)

(۱) تفسیر مظہری: ۸/ ۳۳۷ و کذا تفسیر قرطبی ۴/ ۲۲۶ مزید وضاحت کے لئے دیکھیں روح البیان ۶/ ۱۴۵۔

لات اور عزی کی قسم کھانے کا کفارہ

(۱۸۰۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ’’مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلْفِهٖ: بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی، فَلْیَقُلْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ مَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ: تَعَالَ اُقَامِرْکَ فَلْیَتَصَدَّقْ‘‘﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے قسم کھائی کہ لات، عزی کی قسم! تو اس کو چاہیے کہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے اور جس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آؤ جوا کھیلیں تو اس کو چاہیے کہ اس مال کو صدقہ کردے۔‘‘ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ حلف: حلف (ض) حلفا و حِلفاً و حَلفاً و محلوفاً و محلوفة و محلوفاء۔ بالله: قسم کھانا، احلفه وحلّفه واستحلفه: قسم کھلانا، حالفه محالفة: معاہدہ کرنا۔ الحلاف و الحلافة: بہت قسم کھانے والا۔ الحِلف (مصدر) دوست جو بے وفائی نہ کرنے کی قسم کھائے ج احلاف۔

تشریح: فَلْیَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ: جو لات اور عزی کی قسم کھائے اس کو چاہیے کہ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لے۔ مطلب یہ ہے کہ لات وعزی کا نام سہوا نکل جائے تو کلمہ پڑھ لے تاکہ گناہ معاف ہوجائے کیونکہ قرآن کا فیصلہ ہے: اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ. ’’بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔‘‘ اور اگر وہ لات اور عزی کی قسم جان بوجھ کر کھائے تو کافر ہوجائے گا تو اب اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان کرے۔ (۱)

اُقَامِرُکَ فَلْیَتَصَدَّقْ: جو کسی کو کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اس کو چاہئے کہ وہ جوا نہ کھیلیں اور اس مال کو صدقہ کر دے۔ علماء فرماتے ہیں کہ تمام مال صدقہ کرے یا اس میں سے کچھ، دونوں طرف علماء گئے ہیں، واضح رہے کہ یہ حکم صدقہ کرنے کا بطور استحباب کے ہوگا۔ علماء فرماتے ہیں کہ صرف جوا کھیلنے کی دعوت دی تو اس مال کا کفارہ یہ ہے کہ وہ صدقہ اور خیرات کر دے تو اب غور کریں کہ جو حقیقتاً جوا کھیلے تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب التفسیر (تفسیرسورة النجم) و صحیح مسلم کتاب الایمان (باب من حلف باللات والعزی) واحمد ۳/۸۰۹۳ وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجه ومصنف عبد الرزاق ۱۵۹۳۱ وابن حبان ۵۷۰۵ و هکذا فی البیهقی ۱/۱۴۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۱۱

(۲) مظاہر حق: ۳/۴۸۹، روضۃ المتقین: ۴/۳۱۱

کتاب المنثورات والملح

(۳۷۰) باب احادیث الرجال واشراط الساعة وغیرها

متفرق حدیثوں اور علاماتِ قیامت کا بیان

(۱۸۰۸) ﴿عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: ذَکَرَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ، فَخَفَّضَ فِیْهِ وَرَفَّعَ حَتّٰی ظَنَنَّاهُ فِیْ طَائِفَةِ النَّخْلِ. فَلَمَّا رُحْنَا اِلَیْهِ، عَرَفَ ذٰلِکَ فِیْنَا، فَقَالَ: "مَاشَأْنُکُمْ؟" قُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، ذَکَرْتَ الدَّجَّالَ الْغَدَاةَ، فَخَفَّضْتَ فِیْهِ وَرَفَّعْتَ، حَتّٰی ظَنَنَّاهُ فِیْ طَائِفَةِ النَّخْلِ، فَقَالَ: "غَیْرُالدَّجَّالِ اَخْوَفُنِیْ عَلَیْکُمْ، اِنْ یَخْرُجْ وَاَنَافِیْکُمْ، فَاَنَاحَجِیْجُهُ دُوْنَکُمْ، وَاِنْ یَخْرُجْ وَلَسْتُ فِیْکُمْ، فَامْرُؤٌ حَجِیْجُ نَفْسِهٖ، وَاللّٰهُ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ، اِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَیْنُهُ طَافِیَةٌ، کَاَنِّیْ اُشَبِّهُهُ بِعَبْدِالْعُزّٰی بْنِ قَطَنٍ، فَمَنْ اَدْرَکَهُ مِنْکُمْ فَلْیَقْرَأْ عَلَیْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِالْکَهْفِ، اِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَیْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ یَمِیْنًا وَعَاثَ شِمَالًا، یَاعِبَادَاللّٰهِ، فَاثْبُتُوْا" قُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَالُبْثُهُ فِی الْاَرْضِ؟ قَالَ: "اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا: یَوْمٌ کَسَنَةٍ وَیَوْمٌ کَشَهْرٍ، وَیَوْمٌ کَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُاَیَّامِهٖ کَاَیَّامِکُمْ" قُلْنَا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، فَذٰلِکَ الْیَوْمُ الَّذِیْ کَسَنَةٍ أَتَکْفِیْنَافِیْهِ صَلَاةُ یَوْمٍ؟ قَالَ: "لَا،

اُقْدُرُوْا لَهُ قَدْرَهُ" قُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَا اِسْرَاعُهُ فِي الْاَرْضِ؟ قَالَ: "كَالْغَيْثِ اِسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ، فَيَاتِيْ عَلَى الْقَوْمِ، فَيَدْعُوْهُمْ، فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ، وَيَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُ، فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ، وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ، فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ اَطْوَلَ مَاكَانَتْ ذُرىً، وَاَسْبَغَهُ ضُرُوْعًا، وَاَمَدَّهُ خَوَاصِرَ، ثُمَّ يَاْتِي الْقَوْمَ، فَيَدْعُوْهُمْ، فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ، فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ، فَيُصْبِحُوْنَ مُمْلِحِيْنَ لَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِنْ اَمْوَالِهِمْ، وَيَمُرُّبِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا: اَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ، فَتَتْبَعُهُ كُنُوْزُهَاكَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ، ثُمَّ يَدْعُوْرَجُلًا مُمْتَلِئًاشَبَابًا، فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ، فَيَقْطَعُهُ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ، ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ، وَ يَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ، فَبَيْنَمَاهُوَكَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَنْزِلُ عِنْدَالْمَنَارَةِالْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ، وَاضِعاً كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ اِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ، قَطَرَ، وَاِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ، فَلاَ يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيْحَ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ، وَنَفَسُهُ يَنْتَهِيْ اِلٰى حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهُ، فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ، ثُمَّ يَاتِيْ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ، وَ يُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ، فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى عِيْسٰى، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَاداً لِّيْ لاَ يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ، فَحَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ. وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوْجَ وَ مَأْجُوْجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ، فَيَمُرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ، فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا، وَ يَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ: لَقَدْكَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةًمَاءٌ، وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ حَتّٰى يَكُوْنَ رَأْسُ الثَّوْرِلِاَحَدِهِمْ خَيْراً مِنْ مِائَةِ دِيْنَارٍ لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ، فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ، ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ، رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، اِلَى الْاَرْضِ، فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍاِلَّامَلَأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ، فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسَى، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَصْحَابُهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَيُرْسِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَيْراً كَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ، فَتَحْمِلُهُمْ، فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَطَرًالَايَكِنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍوَلَاوَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَقَةِ، ثُمَّ يُقَالُ

لِلْاَرْضِ: اَنْبِتِیْ ثَمْرَتَکِ، وَرُدِّیْ بَرَکَتَکِ، فَیَوْمَئِذٍ تَأْکُلُ الْعِصَابَۃُ مِنَ الرُّمَّانَۃِ، وَ یَسْتَظِلُّوْنَ بِقِحْفِھَا، وَیُبَارَکُ فِی الرِّسْلِ حَتّٰی إِنَّ اللِّقْحَۃَ مِنَ الْاِبِلِ لَتَکْفِی الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَۃَ مِنَ الْبَقَرِلَتَکْفِی الْقَبِیْلَۃَ مِنَ النَّاسِ، وَاللِّقْحَۃَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَکْفِی الْفَخِذَمِنَ النَّاسِ. فَبَیْنَمَاھُمْ کَذٰلِکَ اِذْبَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی رِیْحًاطَیِّبَۃً، فَتَأْخُذُھُمْ تَحْتَ آبَاطِھِمْ، فَتَقْبِضُ رُوْحَ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَکُلِّ مُسْلِمٍ، وَیَبْقٰی شِرَارُ النَّاسِ یَتَھَارَجُوْنَ فِیْھَا تَھَارُجَ الْحُمُرِ، فَعَلَیْھِمْ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ.'' رَوَاہُ مُسْلِمٌ.

قَوْلُہٗ: ''خَلَّۃٌ بَیْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ'' اَیْ: طَرِیْقًابَیْنَھُمَا، وَقَوْلُہٗ: ''عَاثَ'' بِالْعَیْنِ الْمُھْلَمَۃِ وَالثَّاءِ الْمُثَلَّثَۃِ، وَالْعَیْثُ: اَشَدُّالْفَسَادِ. ''وَالذُّرٰی'': بِضَمِّ الذَّالِ الْمُعْجَمَۃِ وَھُوَ أَعَالِی الْاَسْنِمَۃِ، وَھُوَجَمْعُ ذِرْوَۃٍ بِضَمِّ الذَّالِ وَکَسْرِھَا ''وَالْیَعَاسِیْبُ'': ذُکُوْرُالنَّحْلِ. ''وَجِزْلَتَیْنِ'': اَیْ قِطْعَتَیْنِ. ''وَالْغَرَضُ'': أَیْ اَلْھَدَفُ الَّذِیْ یُرْمٰی إِلَیْہِ بِالنَّشَّابِ، أَیْ یَرْمِیْہِ رَمْیَۃً کَرَمْیِ النَّشَّابِ اِلَی الْھَدَفِ. ''وَالْمَھْرُوْدَۃُ'' بِالدَّالِ الْمُھْمَلَۃِ وَالْمُعْجَمَۃِ، وَھِیَ: الثَّوْبُ الْمَصْبُوْغُ. قَوْلُہٗ: ''لَایَدَانِ'' اَیْ: لَاطَاقَۃَ. ''وَ النَّغَفُ'': دُوْدٌ. ''وَفَرْسٰی'': جَمْعُ فَرِیْسٍ، وَھُوَ الْقَتِیْلُ. وَ ''الزَّلَقَۃُ'': بِفَتْحِ الزَّایِ وَاللَّامِ وَبِالْقَافِ، وَرُوِیَ ''الزُّلْفَۃُ'' بِضَمِّ الزَّایِ وَاِسْکَانِ اللَّامِ وَبِالْفَاءِ، وَھِیَ الْمِرْآۃُ. ''وَالْعِصَابَۃُ'': اَلْجَمَاعَۃُ. ''وَالرِّسْلُ'' بِکَسْرِ الرَّاءِ: اَللَّبَنُ ''اَللِّقْحَۃُ'': اَللَّبُوْنُ. ''وَ الْفِئَامُ'' بِکَسْرِ الْفَاءِ، وَبَعْدَھَاھَمْزَۃٌ مَمْدُوْدَۃٌ: اَلْجَمَاعَۃُ. ''وَالْفَخِذُ'' مِنَ النَّاسِ: دُوْنَ الْقَبِیْلَۃِ.

ترجمہ: ''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک صبح دجال کا ذکر فرمایا تو اس کے فتنے کو حقیر اور بڑا خطرناک کر کے بیان کیا (یا آواز کو بلند اور پست کیا) یہاں تک کہ ہم نے اس کی بابت گمان کیا کہ وہ یہاں کھجوروں کے جھنڈ میں ہے۔ پس جب ہم (بعد میں) رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تو آپ ﷺ نے ہمارے اندر موجود اضطراب کو پہچان لیا اور دریافت فرمایا، تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے صبح دجال کا ذکر فرمایا اور اسے حقیر اور خطرناک کر کے بیان فرمایا، یہاں تک کہ ہم نے اس کی بابت گمان کیا کہ وہ یہاں کھجوروں کے جھنڈ میں ہی موجود ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، دجال کے علاوہ اور چیزوں سے مجھے تمہاری بابت زیادہ اندیشہ ہے، اگر دجال میری موجودگی میں نکلا، تو تمہاری جگہ میں خود اس سے نمٹ لوں گا اور اگر میری زندگی کے بعد نکلا تو ہر آدمی خود اپنے نفس کا دفاع کرے گا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا

جانشین ہے (میری بجائے اللہ نگران ہے)، وہ دجال نوجوان اور گھنگھریالے بالوں والا ہوگا، اس کی ایک آنکھ (انگور کی طرح) ابھری ہوئی ہوگی، گویا کہ میں اسے عبد العزیٰ بن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں، پس تم میں سے جو شخص اسے پالے اسے چاہیئے کہ وہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ وہ شام اور عراق کے درمیانی راستے پر ظاہر ہوگا اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! (اس وقت) ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کا زمین میں کتنا قیام ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا چالیس دن، ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینہ کے برابر اور ایک دن جمعہ کے برابر ہوگا اور اس کے باقی دن تمہارے دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی (پانچ) نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔ تم اس کا اندازہ کر کے پڑھنا۔ ہم نے پوچھا، یا رسول اللہ! اس کی زمین میں تیز رفتاری کا کیا حال ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا بارش کی طرح، جس کو ہوا پیچھے کی طرف دھکیل رہی ہو۔ (یہ کنایہ ہے تیزی کے ساتھ فساد پھیلانے سے) پس وہ لوگوں کے پاس آئے گا، انہیں دعوت دے گا، پس وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کے حکم کو مانیں گے، پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ نباتات اگائے گی۔ پس ان کے چرنے والے جانور جب شام کو ان کے پاس لوٹیں گے، تو ان کے کوہان پہلے سے کہیں زیادہ لمبے ہوں گے، ان کے تھن کامل طور پر بھرے ہوں گے اور ان کی کوکھیں زیادہ کشادہ ہوں گی۔ پھر وہ کچھ اور لوگوں کے پاس آئے گا اور انہیں اپنے ماننے کی دعوت دے گا، وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے، پس وہ ان سے لوٹے گا تو وہ قحط سالی کا شکار ہو جائیں گے، ان کے مالوں (ڈنگروں) میں سے ان کے پاس کچھ نہیں رہے گا اور وہ کسی ویرانے سے گزرے گا تو اس کو کہے گا، اپنے خزانے نکال دے، تو اس زمین کے خزانے، شہد کی مکھیوں کے سرداروں کی طرح اس کے پیچھے لگ جائیں گے، پھر وہ ایک بھرپور جوان کو بلائے گا اور اس پر تلوار سے وار کرے گا، جو اسے تیر انداز کے نشانے کی طرح، دو ٹکڑے کر دے گا، پھر اسے بلائے گا تو وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا اور وہ ہنس رہا ہوگا۔ پس دجال اسی حالت میں ہوگا، اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو زمین میں بھیج دے گا۔ پس وہ آسمان سے دمشق کی مشرقی جانب، سفید مینار پر، زرد رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے، اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں (بازوؤں) پر رکھے ہوئے اتریں گے، جب وہ اپنا سر جھکائیں گے تو پانی کے قطرے گریں گے اور جب اپنا سر اٹھائیں گے تب بھی موتی کی طرح چاندی کی بوندیں

گر بس گی، جس کافر کو بھی آپ کی سانس کی بھاپ پہنچے گی وہ مرجائے گا اور آپ کی سانس آپ کی حد نظر تک پہنچے گا، پس آپ دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ اسے باب لد کے پاس پالیں گے اور اسے قتل کر دیں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام ایسے لوگوں کے پاس آئیں گے جن کو اللہ نے اس دجال کے فتنے سے محفوظ رکھا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور انہیں ان کی درجات کی خوشخبری دیں گے جو ان کو جنت میں ملیں گے۔ پس وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائے گا کہ میں نے اپنے کچھ بندے ایسے نکالے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں۔ پس تو میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا کر ان کی حفاظت کر اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے پستی کی طرف تیزی سے دوڑیں گے، ان کا پہلا ٹولہ بحیرہ طبریہ سے گزرے گا اور اس کا سارا پانی چٹ کر جائے گا اور اس کا آخری ٹولہ وہاں سے گزرے گا تو وہ کہے گا کہ یہاں کبھی پانی ہوتا تھا۔ (اس عرصے میں) اللہ کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی گھرے ہوئے رہیں گے، یہاں تک کہ ان میں ہر ایک کو بیل کی ایک سری تمہاری آج کے سو دینار سے بہتر معلوم ہوگی، پس اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی، اللہ ان سے راضی ہو، اللہ کی طرف متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا جس سے وہ دفعتاً ایک جان کی طرح، مرجائیں گے۔ پھر اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم زمین پر اتریں گے، پس وہ زمین میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں پائیں گے جو ان کی لاشوں کی گندگی اور سخت بدبو سے خالی ہو۔ پس اللہ کے پیغمبر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر اللہ کی طرف (دعا کے لئے) متوجہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے بڑے پرندے بھیجے گا جیسے بختی اونٹوں کی گردنیں ہوتی ہیں، وہ پرندے ان کی لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، وہاں ان کو پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایسی بارش نازل فرمائے گا جس سے کوئی گھر اور خیمہ محفوظ نہیں رہے گا (یعنی سب کو پہنچے گی)، پس وہ ساری زمین کو دھودے گی، حتیٰ کہ اسے چکنی چٹان یا آئینے کی طرح صاف کر کے چھوڑے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا اپنے پھل اگا اور اپنی برکت پھیر لا۔ پس اس وقت ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت ڈال دی جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلے کو کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری لوگوں

میں سے ایک گھرانے کو کافی ہوگی۔ پس وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ان مسلمانوں کو ان کی بغلوں کے نیچے سے لگے گی، پس وہ ہر مؤمن اور مسلمان کی روح قبض کر لے گی، (اس کے بعد) صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اس زمین میں گدھوں کی طرح علانیہ لوگوں کے سامنے عورتوں سے جماع کریں گے، پس انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔'' (مسلم)

خلة: یعنی ان دونوں کے درمیان راستہ۔ عاث: عین اور ثاء کے ساتھ، العیث کے معنی ہیں سخت ترین فساد۔ الذری: ذال پر پیش، کوہانوں کی بلندی۔ یہ ذروۃ کی جمع ہے، اس کی ذال پر زیر اور پیش دونوں طرح جائز ہے۔ یعاسیب: شہد کی نر مکھیاں۔ جزلتین: دو ٹکڑے۔ الغرض: وہ نشانہ جس کو تیر مارا جائے، یعنی اس کو اس طرح (تلوار) مارے گا جس طرح تیر کو نشانے پر مارتے ہیں۔ المھرودۃ: یہ دال اور ذال دونوں کے ساتھ جائز ہے، زرد رنگ کا کپڑا۔ لا یدان: نہیں طاقت۔ النغف: کیڑا۔ فرسی: فریس کی جمع، مقتول۔ الزلقة زاء، لام اور قاف پر زبر: (چکنی چٹان) اور یہ زلفة بھی مروی ہے، زاء پر پیش لام پر سکون اور پھر فاء، آئینہ۔ العصابة: جماعت۔ الرسل: راء کے نیچے زیر، دودھ۔ اللبون: دودھیل جانور۔ الفئام: فاء کے نیچے زیر، اس کے بعد ہمزہ ممدودہ: جماعت۔ الفخذ من الناس: قبیلے سے کم جماعت یعنی خاندان یا گھرانہ۔

لغات: ❖ الریح: ہوا (مؤنث) جمع اریاح و ارواح و ریاح و ریح و جج: راویح و اراییح: بو، اچھی چیز، رحمت، مدد، غلبہ قوت۔ الریحة: ہوا اور بو۔ وبر بمعنی: گھر۔ مدر بمعنی: خیمہ۔

تشریح: فَاَنَا حَجِیْجُهٗ دُوْنَکُمْ: میں خود اس سے نمٹ لوں گا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بالفرض اگر آپ ﷺ کی حیات میں دجال کا ظہور ہوتا تو آپ ﷺ امت کی طرف سے کافی ہوجاتے، آپ ﷺ کے بعد ظاہر ہونے کی صورت میں ہر مؤمن کی ذمہ داری ہوگی کہ تکلیف واذیت کو برداشت کرنا پڑے تو برداشت کرے، مگر اپنے آپ کو دجال کے شر سے بچالے۔

کَاَنِّیْ اُشَبِّهُهٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰی بْنِ قَطَنٍ: گویا کہ میں اسے عبدالعزی بن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں۔ عبدالعزی یہ ایک یہودی کا نام تھا اگرچہ نام سے تو کسی مشرک کا نام ظاہر ہوتا ہے۔

سوال: عبدالعزی کا انتقال تو آپ ﷺ سے پہلے ہو چکا تھا، آپ ﷺ نے تو اس کو دیکھا ہی نہیں تو آپ ﷺ نے اس کے ساتھ تشبیہ کیسے دی؟

جواب: آپ ﷺ کو عالم کشف یا خواب میں دکھایا گیا ہوگا اس لئے آپ ﷺ نے تشبیہ دی۔ [1]

فَلْیَقْرَاْ عَلَیْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْکَهْفِ: سورت کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ یعنی شروع سورۃ کہف سے ''إن یقولون

الا کذبا" تک کم از کم پڑھے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ سورت کہف کی ابتدائی آیات کی خاصیت یہ ہے کہ ان کا پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے امن وحفاظت میں رہے گا جیسے کہ اصحاب کہف اپنے زمانے کی سب سے بڑے شر وفتنہ کی طاقت سے امن میں رہے تھے۔ (۲)

أَرْبَعُونَ يَوْمًا: چالیس دن زمین میں دجال رہے گا۔ دوسری روایت میں چالیس سال کا ذکر ہے، اس کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں مسلم شریف کی روایت میں چالیس دن کا ذکر ہے اور یہ روایت زیادہ قوی اور واضح ہے۔ یا یہ کہ اس کا زمین میں رہنا چالیس سال ہے مگر چالیس دن وہ خوب شر وفساد مچائے گا۔ (۳)

كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ: شہد کی مکھیوں کے سرداروں کی طرح اس کے پیچھے لگ جائیں گے۔

كَيَعَاسِيبِ: یہ یعسوب کی جمع ہے جس کے معنی شہد کی مکھیوں کے سردار کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح شہد کی مکھی کا سردار آگے اور باقی مکھیاں پیچھے ہوتی ہیں تو اسی طرح دجال کے ساتھ خزانے اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔

فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ: آسمان سے دمشق کی شرقی جانب سفید مینار پر زرد رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے ہوں گے۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس میں اتریں گے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے اجتماع گاہ میں اتریں گے۔ ان تمام روایات میں تعارض نہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس میں اتریں گے جو دمشق کے مشرقی جانب میں ہے اور بیت المقدس مسلمانوں کی اجتماع گاہ بھی ہے۔

سوال: حدیث میں سفید مینار کا ذکر بھی آتا ہے وہ تو بیت المقدس میں نہیں ہے؟

جواب: ممکن ہے کہ حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اترنے سے پہلے بیت المقدس میں سفید مینارہ بھی بن جائے۔

فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ اِلَّامَاتَ: جس کافر کو بھی آپ کے سانس کی بھاپ پہنچے گی وہ مرجائے گا۔

سوال: حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سانس سے دجال کیوں نہیں مرے گا وہ بھی تو کافر ہوگا۔

جواب: اللہ دجال کو اس سے مستثنیٰ رکھیں گے اور حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو خود ہی قتل کر کے اپنے خون آلودہ نیزے کو مسلمانوں کو دکھائیں گے تا کہ سب کو اطمینان آجائے۔ یا بعض علماء نے فرمایا جب حضرت عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے اتریں گے اس وقت یہ معجزہ ان کے ساتھ ہوگا کہ کافر ان کی سانس سے مرجائیں گے مگر بعد میں یہ معجزہ ختم ہوجائے گا اور دجال اس معجزے کے ختم ہونے کے بعد میں ہی ظاہر ہوگا۔

اللد: شام میں ایک پہاڑ کا نام ہے، بعض نے کہا کہ یہ بیت المقدس میں ایک گاؤں کا نام ہے اور بعض کے نزدیک یہ فلسطین میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ پھر بارش ہوگی اور کوئی جگہ اس بارش سے نہ بچے گی۔ جس سے زمین بالکل صاف ہوجائے گی اور پھر زمین اپنی برکتیں ظاہر کریں گی جیسے کہ حدیث میں فرمایا جارہا ہے کہ ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الفتن (باب ذكر الدجال وصفته ومامعه).

نوٹ: راوی حدیث حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۵۹۳) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) مرقاۃ
(۲) مرقاۃ دلیل الفالحین ۴/۶۴۱
(۳) مظاہر حق ۵/۶۷

دجال کے ساتھ آگ اور پانی ہوگا

(۱۸۰۹) ﴿وَعَنْ رِبْعِیِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ: اِنْطَلَقْتُ مَعَ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِلٰی حُذَیْفَۃَ بْنِ الْیَمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، فَقَالَ لَہٗ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ: حَدِّثْنِیْ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الدَّجَّالِ، قَالَ: ”اِنَّ الدَّجَّالَ یَخْرُجُ، وَاِنَّ مَعَہٗ مَاءً وَنَاراً، فَأَمَّا الَّذِیْ یَرَاہُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ، وَاَمَّا الَّذِیْ یَرَاہُ النَّاسُ نَارًا، فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ، فَمَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْکُمْ، فَلْیَقَعْ فِی الَّذِیْ یَرَاہُ نَاراً، فَاِنَّہٗ مَاءٌ عَذْبٌ طَیِّبٌ۔“ فَقَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ: وَاَنَا سَمِعْتُہٗ﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو ان سے حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے دجال کی بابت جو سنا ہے وہ میرے سامنے بیان فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا بے شک دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، لوگ جس کو پانی خیال کریں گے وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جس کو لوگ آگ سمجھیں گے وہ میٹھا ٹھنڈا پانی ہوگا، پس تم میں سے جو شخص اس دجال کو پالے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس میں گرے جس کو وہ آگ خیال کرے، اس لئے کہ وہ میٹھا عمدہ پانی ہوگا۔ تو حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے بھی یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الطیب: بمعنی پاکیزہ، اچھا، حلال مؤنث طیبۃ جمع طیبات و طُوبیٰ، کہا جاتا ”کلمۃ طیبۃ“ پاکیزہ کلمہ، جس میں کوئی مکروہ بات نہ ہو ”بلدۃ طیبۃ“ مامون شہر جس میں برکت زیادہ ہو۔

تشریح: اِنَّ مَعَہٗ مَاءً: اس کے پاس پانی ہوگا۔ اس سے مراد علماء فرماتے ہیں اسباب عیش و راحت میں سے وہ چیز ہے جس کا بظاہر تعلق پانی سے ہوگا مگر حقیقتاً باعث تکلیف اور اذیت ہوگا۔

یَرَاہُ النَّاسُ نَارًا: جس کو لوگ آگ سمجھے گے وہ حقیقت میں میٹھا پانی ہوگا۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے نمرود کی آگ ٹھنڈا اور باعث راحت بنادی گئی تھی۔ (۱)

سوال: کیا حقیقت میں پانی اور آگ ہوگی؟

جواب: حقیقت میں پانی اور آگ نہیں ہوگی، نظر پانی اور آگ آ رہی ہوگی جیسے کہ طلسماتی کرتب دکھانے والے ایسا کرتے ہیں۔

دوسرا جواب: بعض علماء فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حقیقتاً ہی آگ اور پانی ہو مگر اللہ اپنی قدرت سے ان دونوں کی تاثیر الٹی کردیں کہ پانی تو جلائے گا اور آگ ٹھنڈک پہنچائے گی، اسی میں لوگوں کا امتحان ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاري كتاب الانبياء (باب ماذكرمن بني اسرائيل) و صحيح مسلم كتاب الفتن (باب ذكر الدجال وصفته الخ) وابوداؤدوابن حبان ٦٧٩٩ و مصنف ابن ابي شيبة ١٣٣/١٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۷۶) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۲۰ ودلیل الفالحین ۴/۶۴۵۔

قیامت کے قریب سارے ایمان والے مرجائیں گے

(۱۸۱۰) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ اُمَّتِيْ، فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ، لَا اَدْرِيْ اَرْبَعِيْنَ يَوْماً، اَوْاَرْبَعِيْنَ شَهْرًا، اَوْاَرْبَعِيْنَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ تَعَالٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَطْلُبُهُ، فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِيْنَ؛لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ، عَزَّ وَجَلَّ، رِيْحًابَارِدَةًمِنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍمِنْ خَيْرٍاَوْاِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتّٰى لَوْاَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِجَبَلٍ، لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ، فَيَبْقٰى شِرَارُالنَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ، وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَايَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا، وَلَايُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا، فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ، فَيَقُوْلُ: اَلَاتَسْتَجِيْبُوْنَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِالْاَوْثَانِ، وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ، فَلَايَسْمَعُهٗ اَحَدٌاِلَّا اَصْغٰى لِيْتًاوَرَفَعَ لِيْتًا، وَاَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ، فَيُصْعَقُ، وَيُصْعَقُ النَّاسُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ اَوْقَالَ: يُنْزِلُ اللّٰهُ ـ مَطَراً كَاَنَّهُ الطَّلُّ اَوِ الظِّلُّ، فَتَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُالنَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى، فَاِذَاهُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، هَلُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ، وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْؤُوْلُوْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: اَخْرِجُوْابَعْثَ النَّارِ، فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ

وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، فَذٰلِكَ يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شَيْباً، وَذٰلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ"﴾ (رواه مسلم)

"اللِّيتُ" صَفْحَةُ الْعُنُقِ، وَمَعْنَاهُ: يَضَعُ صَفْحَةَ عُنُقِهِ، وَيَرْفَعُ صَفْحَتَهُ الْاُخْرَى.

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں دجال نکلے گا اور وہ چالیس تک رہے گا، میں نہیں جانتا چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال، پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا، وہ اسے تلاش کر کے ہلاک کردیں گے، پھر لوگ سات سال تک اسی طرح رہیں گے کہ دو شخصوں کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا، پس روئے زمین پر جو شخص بھی ایسا ہوگا کہ اس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی یا ایمان ہو، وہ ہوا اس کی روح قبض کرلے گی حتیٰ کہ کوئی آدمی اگر پہاڑ کے درمیان میں بھی گھسا ہوا ہوگا تو ہوا وہاں پہنچے گی اور اس کی روح قبض کرلے گی۔ پھر بدترین لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جن میں شرانگیزی اور قضائے شہوت کے اعتبار سے پرندوں کی سی پھرتی اور ایک دوسرے کے تعاقب اور خون ریزی میں خونخوار جانوروں کی سی درندگی ہوگی، وہ نہ کسی نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ کسی برائی کو برائی۔ پس شیطان ان کے پاس انسانی شکل بنا کر آئے گا اور کہے گا کیا تم بات نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے؟ پس وہ انہیں بتوں کی پوجا کرنے کا حکم دے گا (جس کی وہ تعمیل کریں گے)، اس کے باوجود ان کو رزق کی فراوانی حاصل ہوگی اور ان کی زندگی آسائش و آرام سے گزر رہی ہوگی۔ پھر صور پھونکا جائے گا جو بھی اس کی آواز سنے گا اپنی گردن اس کی طرف جھکا لے گا اور پھر اوپر اٹھائے گا اور سب سے پہلا شخص جو اس کی آواز سنے گا وہ ہوگا جو اپنے اونٹوں کے حوض کی لپائی (درستی) کر رہا ہوگا، پس وہ (صور کی آواز سنتے ہی) بے ہوش ہوجائے گا اور اس کے اردگرد کے لوگ بھی بے ہوش ہوجائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا یا (فرمایا) نازل فرمائے گا، گویا کہ وہ شبنم ہے (یعنی پھوار کی شکل میں بارش ہوگی) جس سے انسانی جسم (نباتات کی طرح) اگ آئیں گے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے، پھر کہا جائے گا، اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو، (فرشتوں کو حکم دیا جائے گا) ان کو ٹھہراؤ، ان سے باز پرس ہوگی۔ پھر کہا جائے گا، ان میں سے جہنمیوں کو نکال لو۔ پس پوچھا جائے گا کتنوں میں سے کتنے لوگ؟ ان کو بتلایا جائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ پس یہ دن وہ ہوگا جو بچوں کو بوڑھا کردے گا اور یہی وہ دن ہے جب پنڈلی کھولی جائے گی۔'' (مسلم)

اللیت: گردن کا کنارہ اور اس کے معنی ہیں کہ وہ گردن کا ایک کنارہ رکھے گا اور اس کے دوسرے کنارے کو بلند کرے گا۔

لغات: ❖ خیر: اسم تفضیل کا صیغہ "اخیر" کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرۃ آتی ہے۔ الخیر: جمع خیور، بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچانا، مال جمع اخیار و خیار: بہت نیکی والا۔ أصغی إصغاء: جھکانا۔ کبد: جگر، دل۔

تشریح: رِيْحًابَارِدَةًمِنْ قِبَلِ الشَّامِ: شام کی جانب سے ٹھنڈی ہوا آئے گی اور تمام مسلمانوں کی روح وہ ہوا قبض کرلے گی۔ علماء فرماتے ہیں کہ ہوا کی طرف روح قبض کرنے کی نسبت مجازی طور سے کی گئی ہے، ہوا روح قبض نہیں کرے گی، روح تو ملک الموت قبض کرتے ہیں وہ بھی اللہ کے حکم سے۔

فَيَبْقَىٰ شِرَارُ النَّاسِ: بدترین لوگ ہی باقی رہ جائیں گے۔ کیونکہ نیک لوگ تو ہوا کی وجہ سے انتقال کر چکے ہوں گے، اسی طرح اور ان ہی لوگوں پر قیامت آئے گی جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والے ہوں۔

يَوْمُ يُكْشَفُ عَنِ سَاقٍ: یہی دن ہوگا جب پنڈلی کھولی جائے گی۔ پنڈلی سے کیا مراد ہے، یہ لفظ متشابہات میں سے ہے جس کا معنی اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ بعض متاخرین علماء فرماتے ہیں مراد قیامت کے دن کی سختیاں اور ہولناکیاں ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کو ظاہر فرمائیں گے (جیسے اس کی شان ہے) تو ہر مؤمن اور مؤمنہ سجدہ میں گر جائیں گے، البتہ وہ لوگ سجدہ نہیں کرسکیں گے جو دنیا میں دکھلاوے اور شہرت کے لئے سجدہ کرتے تھے، ان کی کمر تختے کی طرح ہوجائے گی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الفتن (باب فى الدجال وهو أهون على الله عزوجل)، واحمد ٢/٦٥٦٦ وابن حبان ٧٣٥٣۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۳۸) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) بخاری

مکہ اور مدینہ کی خصوصیت

(۱۸۱۱) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ مِنْ بَلَدٍاِلَّاسَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ، اِلَّامَكَّةَوَالْمَدِيْنَةَ، وَلَيْسَ نَقْبٌ مِنْ اَنْقَابِهَا اِلَّاعَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ تَحْرُسُهُمَا، فَيَنْزِلُ بِالسَّبْخَةِ، فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ، يُخْرِجُ اللّٰهُ مِنْهَا كُلَّ كَافِرٍوَمُنَافِقٍ"﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مکہ اور مدینہ کے پہاڑی راستوں میں سے ہر راستے پر فرشتے مقرر ہوں گے جو صفیں باندھے ہوئے اس کی حفاظت کر رہے ہوں گے، پس دجال زمین شور پر اترے گا تو مدینہ تین مرتبہ زلزلے سے لرز اٹھے گا، اللہ تعالیٰ مدینے سے ہر کافر اور منافق کو باہر نکال دے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ رجفات: راجفۃ کی جمع ہے بمعنی قیامت کے روز پھونکا جانے والا صور۔ رجفه: (ن) و رجفاً و رجیفاً: تیز ہلنا الارض زمین میں بھونچال ہونا، القوم لڑائی کے لئے تیار ہونا۔

تشریح: مکہ اور مدینہ کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال وہاں داخل نہ ہو سکے گا، مکہ اور مدینہ کی حفاظت اس وقت میں فرشتے کر رہے ہوں گے، دجال آنے کی کوشش تو کرے گا مگر فرشتے اس کو داخل ہونے نہیں دیں گے۔ اور بعض روایات میں مسجد اقصی اور جبلِ طور کا ذکر بھی آتا ہے۔[1]

مگر دجال کے ماننے والے جو مکہ اور مدینہ میں ہوں گے تو وہاں زلزلہ آئے گا، اس زلزلے سے دجال کے اتباع کرنے والے باہر نکل جائیں گے اور دجال کے ساتھ مل جائیں گے۔[2]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الفتن (باب في الدجال وهو اهون على الله عزوجل) واحمد ٤/١٢٩٨٥ وابن حبان ٦٨٠٣ و مصنف ابن ابی شيبة ١٢/١٨١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسند احمد بحوالہ دلیل الفالحین ۴/۶۴۹

(۲) دلیل الفالحین ۴/۶۴۹

دجال کا ستر ہزار یہودی ساتھ دیں گے

(۱۸۱۲) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ أَصْبَهَانَ سَبْعُوْنَ أَلْفاً عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ"﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے پیچھے لگیں گے (یعنی اس کی اتباع کریں گے)، جن کے جسموں پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔''

لغات: ❖ الدجال: بڑا جھوٹا، نام ایک شخص کا جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا جمع دجالون و دجاجلة۔ الدجّالة: ساتھیوں کا

بڑا گروہ جو زمین پر چھا جائے۔ دجل (ن) دجلاً: جھوٹ بولنا۔

تشریح: یَتْبَعُ الدَّجَّالَ: دجال کے ہمراہ ہوں گے بعض کہتے ہیں کہ پیروی کریں گے۔

اَصْفَهَانَ: یہ ایران کا ایک مشہور شہر ہے۔ سَبْعُوْنَ اَلْفًا: ستر ہزار۔ ایک دوسری روایت میں نوے ہزار کے الفاظ بھی آتے ہیں۔

اَلطَّيَالِسَةُ: یہ کپڑے کا نام ہے جو چادر کی طرح ہوتی ہے۔ اس چادر کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے، بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو ناپسندیدہ لباس بتایا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زرد رنگ کا تھا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الفتن (باب في بقية من احاديث الدجال)، وابن حبان ٦٧٩٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گزر چکے ہیں

(۱) دلیل الفالحین ۴/۶۵۰

لوگ دجال کے خوف سے پہاڑوں پر چلے جائیں گے

(۱۸۱۳) ﴿وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "لَيَنْفِرَنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ دجال کے خوف سے بھاگ کر پہاڑوں پر پناہ لیں گے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الجبال: جبل کی جمع ہے بمعنی پہاڑ۔ لینفرن: ضرور بالضرور بھاگ جائینگے۔ الناس معنی لوگ جمع اناس۔

تشریح: ایک دوسری روایت میں اس حدیث میں اس جملہ کا بھی اضافہ ہے کہ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا پوچھتی ہیں: فَاَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: هُمْ قَلِيْلٌ. " کہ ان دنوں میں عرب کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان دنوں میں عرب بہت کم ہوں گے۔'' (۱) جن کی زبان عربی ہے، یہی زبان اہل جنت کی ہوگی۔ (۲)

مطلب حدیث پاک کا یہ ہے کہ جب دجال نکلے گا تو نیک لوگ پہاڑوں پر جا کر اپنے ایمان کی حفاظت کریں گے کہ ہم بھی کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں اور ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ سوال کرنا کہ عرب کہاں ہوں گے؟ مطلب یہ ہے کہ عربوں میں اللہ نے دینی غیرت اور جذبۂ ایمانی اوروں سے زیادہ رکھا ہے، وہ ہر فتنہ کا مقابلہ کرتے ہیں، آپ ﷺ نے اس کا جواب یہ دیا کہ بہت تھوڑے سے ہوں گے جن میں مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الفتن (باب في بقية من احاديث الدجال) واحمد ١٠/٢٧٦٩١ والترمذی وابن حبان ٦٧٩٧۔

راویہ حدیث حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات

نام: غزیۃ، مگر ان کو غزیلۃ کہا جاتا تھا، کنیت ام شریک ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ قبیلہ عامریہ کی تھیں، یا دوسیۃ کی، یا انصاریۃ تھیں۔ ان کی احادیث بخاری و مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں۔

(۱) رواہ مسلم (۲) روضۃ المتقین ۴/۲۲۵

دجال کا فتنہ سب سے خطرناک ہے

(١٨١٤) ﴿وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَابَيْنَ خَلْقِ آدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ أَمْرٌ اَكْبَرُمِنَ الدَّجَّالِ"﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے کہ حضرت آدم کی پیدائش سے قیامت کے قائم ہونے تک دجال سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ الساعة: ساعة: گھنٹہ، گھڑی، لمحہ: جمع ساعات. خلق: بمعنی پیدائش، خلق باب نصر سے پیدا ہونا۔ باب افعال معنی پرانا کرنا۔

تشریح: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے قیامت تک دجال کے فتنہ سے بڑا کوئی اور فتنہ نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے ہر نبی نے اپنی اپنی امت کو اس کے فتنے سے ڈرایا ہے کہ اس کے فتنہ میں اچھے اچھے لوگ پھنس جائیں گے کیونکہ دجال ایک بڑی زبردست طلسماتی طاقت کا مالک ہوگا۔ (۱)

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الفتن (باب في بقية من احاديث الدجال)، و احمد ٥/١٦٢٦٧۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۲) میں گذر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۲۶ باختصار

ایک ایمان والے کا دجال سے مقابلہ

(١٨١٥) ﴿وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِالْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: "يَخْرُجُ الدَّجَّالُ، فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، فَيَتَلَقَّاهُ الْمَسَالِحُ: مَسَالِحُ الدَّجَّالِ، فَيَقُولُونَ لَهُ: اِلٰى اَيْنَ تَعْمِدُ؟ فَيَقُولُ: اَعْمِدُ اِلٰى هٰذَا الَّذِىْ خَرَجَ، فَيَقُولُونَ لَهُ: اَوَمَاتُؤْمِنُ بِرَبِّنَا؟ فَيَقُولُ: مَابِرَبِّنَا خَفَاءٌ! فَيَقُولُونَ: اُقْتُلُوْهُ، فَيَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: اَلَيْسَ قَدْنَهَاكُمْ رَبُّكُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَداً دُوْنَهُ، فَيَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَى الدَّجَّالِ، فَاِذَارَآهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ هٰذَا الدَّجَّالَ الَّذِىْ ذَكَرَرَسُوْلُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْمُرُالدَّجَّالُ بِهٖ، فَيُشَبَّحُ، فَيَقُوْلُ: خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ، فَيُوْسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْباً، فَيَقُوْلُ: أَوَمَاتُؤْمِنُ بِىْ؟ فَيَقُوْلُ: اَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ! فَيُؤْمَرُبِهٖ، فَيُؤْشَرُ بِالْمِنْشَارِمِنْ مَفْرِقِهٖ حَتّٰى يُفَرِّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ، ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: قُمْ. فَيَسْتَوِىْ قَائِمًا، ثُمَّ يَقُوْلُ لَهُ: اَتُؤْمِنُ بِىْ؟ فَيَقُوْلُ: مَا ازْدَدْتُ فِيْكَ اِلَّابَصِيْرَةً، ثُمَّ يَقُوْلُ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّهُ لَايَفْعَلُ بَعْدِىْ بِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، فَيَأْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهُ، فَيَجْعَلُ اللّٰهُ مَابَيْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ نُحَاساً، فَلَايَسْتَطِيْعُ اِلَيْهِ سَبِيْلاً، فَيَأْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهٖ، فَيَحْسِبُ النَّاسُ إِنَّمَا قَذَفَهُ اِلَى النَّارِ، وَاِنَّمَا اُلْقِىَ فِي الْجَنَّةِ." فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَرَبِّ الْعَالَمِيْنَ" (رواہ مسلم، وروى البخارى بَعْضَهُ بِمَعْنَاهُ).

"اَلْمَسَالِحُ": هُمُ الْخُفَرَاءُ وَالطَّلَائِعُ.

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دجال کا خروج ہوگا تو مؤمنوں میں ایک آدمی اس کی طرف جائے گا، پس اس کو دجال کے مسلح پہرے دار ملیں گے، وہ اس مؤمن سے پوچھیں گے کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ تو وہ کہے گا میرا اس شخص کے پاس جانے کا ارادہ ہے جو نکلا ہے، وہ اس سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں رکھتے ہو؟ تو وہ مؤمن جواب دے گا ہمارے رب سے تو کوئی پوشیدہ نہیں، پس وہ کہیں گے کہ اس کو (مؤمن) کو قتل کردو، پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہیں گے کیا تمہارے رب نے تمہیں اس بات سے منع نہیں کیا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو بھی قتل نہ کرنا۔ پس وہ مؤمن کو دجال کے پاس لے جائیں گے، جب وہ مؤمن دجال کو دیکھے گا تو کہے گا اے لوگو! یہی وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، تو دجال حکم دے گا کہ اس کو پیٹ کے بل لٹایا جائے اور کہے گا اسے پکڑو اور اس کے سر اور چہرے کو مارا جائے، پس مارنے سے اس مؤمن کی پشت اور پیٹ کو کشادہ کردیا جائے گا،

پھر دجال پوچھے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ کہے گا تو مسیح کذاب ہے۔ پھر دجال اس کے بارے میں حکم دے گا کہ آرے سے اس کے سر کے درمیان سے اس کو چیر دیا جائے حتیٰ کہ وہ اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان چلے گا۔ پس اسے کہے گا کھڑا ہوجا، پس وہ مؤمن سیدھا کھڑا ہوجائے گا۔ دجال پھر کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ مؤمن کہے گا تیرے بارے میں تو اب میرے یقین میں اور اضافہ ہوگیا ہے، پھر وہ کہے گا اے لوگو! میرے بعد یہ کسی کے ساتھ میرا جیسا سلوک نہیں کر سکے گا، پھر دوبارہ دجال اس کو پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی گردن اور پسلی کے درمیانی حصے کو تانبا کا بنادیں گے، پھر دجال اس کے گلے کو کاٹنے کی طاقت نہیں رکھ سکے گا، پھر دجال اس مؤمن آدمی کو اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو باندھ کر اس کو دور پھینک دے گا، لوگ سمجھیں گے اس نے اس کو آگ میں پھینکا ہے لیکن حقیقتاً وہ جنت میں ڈال دیا گیا ہوگا۔ پس آپ ﷺ نے ارشادفرمایا رب العالمین کے نزدیک یہ شخص تمام لوگوں سے شہادت میں بڑا ہوگا۔ (مسلم) بخاری نے بھی اس معنی کی کئی روایات نقل کی ہیں۔''

المسالح: پہرے دار، سیاسی، جاسوس۔

لغات: ❖ **قذفه:** **قذف:** **قذف (ض) قذفا:** قے کرنا۔ **الملاح:** چپو سے کشتی چلانا۔ **قذف بقوله:** بغیر سمجھے بوجھے بک دینا **قذفه بكذا:** تہمت لگانا، کہا جاتا ہے "**هم بين حاذف و قاذف**" وہ لوگ ڈھیلا پھینکنے والے اور لاٹھی مارنے والے کے درمیان ہیں **الرجل:** تہمت لگانا۔

تشریح: **فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ:** مؤمنوں میں سے ایک آدمی اس کی طرف جائے گا۔ اس میں ایک مؤمن کی عزیمت و استقامت کا بیان ہے کہ دجال اس کو قتل کر کے اس کے دونوں پیروں کے درمیان چلے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اس کو قتل کرنے کی پوری کوشش کرے گا مگر قتل نہیں کر سکے گا، اللہ تعالیٰ اس مؤمن کی گردن کے حصے کو تانبا کا بنادیں گے، یعنی اس کے بعد دجال کو جو اللہ نے مہلت دی تھی وہ ختم ہوجائے گی۔

وَاِنَّمَا اُلْقِیَ فِی الْجَنَّةِ: درحقیقت اس کو جنت میں ڈال دیا گیا ہوگا۔ جنت سے مراد یا تو دنیاوی وجسمانی راحت وسکون ہے، یا مراد دجال آگ میں جلانے کے لئے ڈالے گا مگر وہ آگ ٹھنڈی ہوجائے گی اور سلامتی کا باعث بن جائے گی جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے نمرود کی آگ ٹھنڈک وراحت کا ذریعہ بن گئی تھی۔ (۱)

هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ: رب العالمین کے نزدیک یہ شخص سب لوگوں سے زیادہ بڑی شہادت والا ہوگا۔ یعنی بڑے مرتبے والا ہوگا، اس کو شہید اس کی پہلی موت کے اعتبار سے کہا گیا ہے جو شروع میں دجال نے اس کو آرے سے چیرا تھا مگر بعد میں تو وہ زندہ ہوجائے گا۔ یا بعض علماء کے نزدیک شہادت سے مراد گواہی دینا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے

نزدیک گواہی دے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: اخرجه صحیح بخاری کتاب الفتن (باب لایدخل الدجال المدینة) و صحیح مسلم کتاب الفتن (باب صفةالدجال وتحریم المدینة علیه الخ) واحمد ۱۱۳۱۸/٤ ومصنف عبدالرزاق ۲۰۸۲٤ وابن حبان ۱ ٦٨٠.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) میں گذر چکے ہیں
(۱) مظاہر حق ۵/۳۷ (۲) نفس مصدر

دجال اللہ کے نزدیک ذلیل ہوگا

(۱۸۱٦) ﴿وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: مَاسَأَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَمِمَّاسَأَلْتُهُ، وَاِنَّهُ قَالَ لِيْ: "مَا يَضُرُّكَ؟" قُلْتُ: اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ: اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍوَنَهْرَمَاءٍ! قَالَ: "هُوَاَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دجال کے فتنے کے بارے میں جتنے سوالات میں نے کئے اتنے کسی نے بھی نہیں کئے، آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں اس کے پاس روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہریں ہوں گی، آپ ﷺ نے فرمایا اہل ایمان کو بچالینا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ آسان ہوگا۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اکثر: اسم تفضیل کثراً سے، بمعنی بہت زیادہ۔ کثر (ک) کثرة و کثارة: بہت ہونا، صفت: کثرٌ و کثیر ٌو کثار و کاثرٌ، کثر (ن) کثراً ۔الرجل: کثرت میں غالب ہونا، کثرة: زیادہ کرنا۔ اکثرة: بہتات، زیادتی، الکثیر: بمعنی بہت۔

تشریح: اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍوَنَهْرَمَاءٍ: اس کے پاس روٹی کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ کہ قحط سالی ہوگی اور اس کے پاس روٹی اور پانی دونوں وافر مقدار میں موجود ہوگا، لوگ قحط سالی کی وجہ سے اس کے پاس آجائیں گے۔

هُوَاَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنَ ذٰلِكَ: وہ اس سے زیادہ اللہ کے نزدیک ذلیل ہوگا۔ کہ دجال کے پاس حقیقت میں کوئی طاقت نہیں ہوگی وہ تو صرف دھوکہ اور فریب دے گا، اس کے اس دجل وفریب اور جھوٹ کو دیکھ کر ایمان والوں کا ایمان مزید اور پختہ ہوجائے گا۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں دجال میں اتنی طاقت نہیں ہوگی کہ وہ ایمان والوں کو گمراہ کرے، وہ اپنے عقیدے وعمل پر مضبوطی سے

قائم رہیں گے، جتنا دجال زور لگائے گا اتنا ہی ان ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الفتن (باب ذکر الدجال) وصحیح مسلم کتاب الفتن (باب الدجال وهواهون علی الله من ذلک) واحمد ٦/ ١٨٢٣٠ وابن ماجه وابن حبان ٦٧٨٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۴۲) میں گذر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین ۴/ ۲۲۹ ودلیل الفالحین ۴/ ۶۵۵

ہر نبی نے دجال سے اپنی امت کو ڈرایا ہے

(١٨١٧) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: ''مَامِنْ نَبِیٍّ اِلَّاوَقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَالْکَذَّابَ، اَلَا اِنَّهُ اَعْوَرُ، وَاِنَّ رَبَّکُمْ عَزَّوَجَلَّ لَیْسَ بِاَعْوَرَ، مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ کَ فَ رَ''﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بھی نبی آیا اس نے اپنی امت کو جھوٹے دجال سے ضرور ڈرایا، خبردار! وہ دجال کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں ہے، اس دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر لکھا ہوگا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اعور: اعوره اعواراً: کانا کردینا۔ الرجل شک کرنا، اعورّ کانا ہونا اعورت واعورات العین: آنکھ کا کانی ہوجانا۔

تشریح: مَامِنْ نَبِیٍّ اِلَّاوَقَدْاَنْذَرَاُمَّتَهُ إلخ: کوئی بھی نبی نہیں آیا مگراس نے اپنی امت کو جھوٹے دجال سے ڈرایا۔

اس کا مطلب محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ نے دجال کا وقت مقرر نہیں فرمایا تھا صرف اس قدر بتایا گیا کہ وہ قیامت کے نزدیک ظاہر ہوگا اور قیامت کا وقت طے نہیں تو دجال کا وقت بھی طے نہیں ہے۔ [۱]

اِنَّهُ اَعْوَرُ: دجال کانا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کوئی عیب ونقص نہیں ہے۔

مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ کَ، فَ، رَ: علماء فرماتے ہیں کہ ک، ف، ر اس سے مراد لفظ کفر ہے جس کو ہر ایمان والا پڑھے گا، نیز یہ کہ دجال کفر کی طرف بلانے والا اور پھیلانے کا باعث ہوگا، لہٰذا دجال سے بچتے رہنا اور اس کی اطاعت نہ کرنا واجب ہوگا، یہ امت محمدیہ علیہ السلام پر اللہ کا انعام ہوگا کہ اس نے دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کفر لکھ دیا ہے، جس کو ہر ایمان والا پڑھ سکے گا تاکہ اس کے مکروفریب میں کوئی نہ آسکے۔ [۲]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الفتن (باب ذکر الدجال) و صحیح مسلم کتاب الفتن

(باب ذکر الدجال وصفته ومامعه) واحمد ٤/١٢٧٧٠ وابوداؤدوالترمذی وابن حبان ٦٧٩٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر(۱۵) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۳۱ (۲) مظاہر حق ۳/۷۹

دجال کانا ہوگا

(١٨١٨) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلاَ اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثاً عَنِ الدَّجَّالِ مَاحَدَّثَ بِهٖ نَبِیٌّ قَوْمَهٗ! اِنَّهٗ اَعْوَرُ، وَاِنَّهٗ يَجِیْءُ مَعَهٗ بِمِثَالِ الْجَنَّةِوَالنَّارِ، فَالَّتِیْ يَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کیا میں تمہیں دجال کے بارے میں ایسی بات نہ بتلاؤں جوکسی بھی نبی نے اپنی امت کونہیں بتلائی ہے وہ کانا ہے، اور وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے پاس جنت اور جہنم جیسی چیز ہوگی، پس جس کو وہ جنت کہے گا وہ درحقیقت جہنم ہوگی۔“

(بخاری ومسلم)

لغات: ❖ حديثا: حدّث. عن فلان: روایت کرنا، خبر دینا، بیان کرنا۔ حادثہ گفتگو کرنا، الحديث جمع احاديث وحدثان: بمعنی خبر: کہا جاتا ہے "صاروا احاديث" یعنی وہ لوگ ختم ہوگئے ان کی بات ہی بات رہ گئی، وعلم الحديث: نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال احوال بتانے والاعلم، الحدِّيث: بہت گفتگو کرنے والا۔

تشریح: اِنَّهٗ اَعْوَرُ: وہ کانا ہوگا۔ کہ دجال کی ایک آنکھ نہیں ہے، بعض کہتے ہیں اعور کے معنی عیب دار کے ہیں کہ اس کی آنکھ عیب دار ہے۔

بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَالَّتِیْ يَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِیَ النَّارُ: مثال اس کی جنت اور جہنم کی ایسی ہوگی جس کو وہ جنت کہے گا وہ دوزخ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ دجال جس کو دوزخ کہے گا وہ حقیقتاً جنت ہوگی، جو اس کی اطاعت نہیں کرے گا وہ غصہ میں اس کو آگ میں ڈالے گا تو وہ اطمینان اور راحت کی جگہ بن جائے گی اور جولوگ اس کی اطاعت کریں گے تو ان کو عیش وراحت دینے کے لئے وہ اپنی دوزخ میں ڈالے گا، وہ عیش وراحت پانے کے بجائے رنج وتکلیف میں پہنچ جائیں گے۔ علماء فرماتے ہیں حدیث بالا کا مقصد لوگوں کو دجال سے ڈرانا ہے، اسی وجہ سے پہلے جز یعنی دجال کی جنت کا ذکر کیا گیا کہ اس کی جنت سے اپنے آپ کو بچانا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الانبياء (باب قوله تعالیٰ: ولقد ارسلنانوحا الی قومه)،

وصحیح مسلم کتاب الفتن (باب ذکر الدجال وصفته ومامعه).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

دجال کی ایک آنکھ ابھرے ہوئے انگور کی طرح ہے

(۱۸۱۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَکَرَ الدَّجَّالَ بَیْنَ ظَھْرَانَیِ النَّاسِ، فَقَالَ: "اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِاَعْوَرَ، اَلَا اِنَّ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی، کَأَنَّ عَیْنَہٗ عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ"﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے لوگوں کے سامنے دجال کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ جل شانہ کانا نہیں ہے، یاد رکھو کہ مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ المسیح: تیل لگا ہوا جمع مسحاء. ومسحیٰ، لقب حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ السلام کا، بہت سیاحت کرنے والا، چاندی کا ٹکڑا، پسینہ بہت سچا، کانا، گز، بہت جھوٹا، خوبصورت، بدصورت، بہت جماع کرنے والا۔

تشریح: اَعْوَرُ الْعَیْنِ الْیُمْنٰی کَأَنَّ عَیْنَہٗ عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ: دائیں آنکھ کا کانا ہے، گویا کہ اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے۔

طَافِیَۃٌ: بمعنی بلند "عَیْنَۃٌ طَافِیَۃٌ" آنکھ کا پھولا ہوا دانا۔

سوال: ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ "اِنَّھَا لَیْسَتْ بِطَافِیَۃٍ وَلَا حَمْرَاءَ" کہ اس کی آنکھ نہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ دھنسی ہوئی۔

جواب: ایک آنکھ تو اس طرح ہے جیسا کہ آنکھ کا پھولا ہوا دانا اور دوسری آنکھ اس طرح ہوگی کہ وہ نہ ابھری ہوئی ہوگی اور نہ دھنسی ہوئی۔ بہر حال علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دجال کی آنکھ کے بارے میں مختلف قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں، ان سب روایات کے درمیان مطابقت کے لئے یہی بات کہی جائے گی کہ اس کی دونوں آنکھیں عیب دار ہیں اور اس عیب دار ہونے کو مختلف نوعیتوں سے بیان کیا گیا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الفتن (باب ذکر الدجال) وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ، دلیل الفالحین بالتفصیل ۴/۶۵۸

قیامت کے قریب یہودیوں کو صرف غرقد درخت پناہ دے گا

(۱۸۲۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْیَهُوْدَ حَتّٰی یَخْتَبِئَ الْیَهُوْدِیُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ، فَیَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ: یَامُسْلِمُ، هٰذَا یَهُوْدِیٌّ خَلْفِیْ، تَعَالَ، فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ، فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْیَهُوْدِ"﴾

(متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ نہیں ہوگی، یہاں تک کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے بھی چھپے گا تو وہ پتھر اور درخت بول اٹھے گا اے مسلمان! یہ یہودی میرے پیچھے ہے، اس کو مار، سوائے غرقد کے درخت کے، اس لئے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الحجر: بمعنی پتھر جمع احجار. الشجر: بمعنی درخت جمع اشجار. الیهودی: قوم بنی اسرائیل یا حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد۔

تشریح: حدیث بالا میں قیامت کی ایک علامت بیان کی جارہی ہے، وہ یہ ہے کہ یہودیوں سے مسلمانوں کی لڑائی ہوگی اور حدیث بالا میں خوش خبری اور پیش گوئی فرمائی جارہی ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوگی اور اس فتح میں درخت اور پتھر بھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوں گے، وہ بھی یہودیوں کے خلاف مسلمانوں کو بول بول کر تعاون کریں گے، ایک درخت ہے جو مسلمانوں کا ساتھ نہیں دے گا اور وہ درخت غرقد کا ہے، یہ ایک کانٹے دار درخت ہوتا ہے جو آج کل بھی بیت المقدس کے علاقے میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ [1]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الجهاد (باب قتال الیهود) و صحیح مسلم کتاب الفتن (باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل الخ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گزر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین بالاختصار ۴/۳۳۳، دلیل الفالحین ۴/۶۵۹

قیامت کے قریب آدمی قبر پر لوٹ پوٹ کرے گا دنیاوی مصائب کی وجہ سے

(۱۸۲۱) ﴿وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِیْ

نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاتَذْهَبُ الدُّنْیَاحَتّٰی یَمُرَّالرَّجُلُ بِالْقَبْرِ، فَیَتَمَرَّغُ عَلَیْهِ، وَیَقُوْلُ: یَالَیْتَنِیْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ، وَلَیْسَ بِهِ الدِّیْنُ، مَابِهٖ اِلَّا الْبَلَاءُ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ آدمی قبر پر سے گزرے گا تو اس پر لوٹ پوٹ ہوگا اور کہے گا کہ کاش! اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا، دین کی وجہ سے نہیں کہے گا بلکہ اس کا سبب دنیا کے مصائب ہوں گے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اَلْقَبْرُ: بمعنی انسان کے دفن کرنے کی جگہ، قبر (ن ض) قبراً و مقبراً۔المیت: میت کو دفن کرنا، اقبرہ: قبر بنانا، دفن کرنا۔

تشریح: قیامت کے قریب کے شر وفساد ومصائب کو بیان کیا جارہا ہے کہ اتنے کثرت سے ہوں گے کہ ہر آدمی زندگی پر مرنے کو ترجیح دے گا۔

یَمُرُّالرَّجُلُ بِالْقَبْرِ: آدمی قبر پر سے گزرے گا۔ کہ آدمی قبر پر سے گزرے گا اور حسرت سے تمنا کرے گا کہ کاش میں اس قبر میں ہوتا۔ یعنی اتنے مصائب ہوں گے وہ آرزو اور خواہش کرے گا کہ ان مصائب سے پہلے میں مر چکا ہوتا تو اچھا تھا۔

وَلَیْسَ بِهِ الدِّیْنُ، مَابِهٖ اِلَّا الْبَلَاءُ: یہ دین کی وجہ سے نہیں کہے گا بلکہ مصائب ہوں گے۔ اس جملہ کے کئی مطلب بیان کئے گئے ہیں:

پہلا مطلب: قبر میں جانے کی تمنا وہ اس لئے نہیں کرے گا کہ میرے دین کا نقصان ہو رہا ہے، میں اپنا دین کیسے بچاؤں بلکہ یہ تمنا وہ دنیا کے مصائب کی وجہ سے کرے گا، حالانکہ دین کی وجہ سے یہ تمنا کرنا جائز، دنیاوی مصائب کی وجہ سے تو جائز بھی نہیں ہے۔

دوسرا مطلب: یہ ہے کہ دین سے مراد عادت ہے، قبر پر لوٹ کرنا اور تمنا کرنا یہ عادتاً نہیں ہوگا بلکہ دنیا کے مصائب کی وجہ سے ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الفتن (باب لاتقوم الساعة حتی یغبط اهل القبور). وصحیح مسلم کتاب الفتن (باب لاتقوم الساعة حتی یمرالرجل الخ) ومالک فی مؤطئه ۵۷۰ واحمد ۲۳۱/۳ ۷ وابن ماجه وهکذافی ابن حبان ۶۷۰۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

دریا فرات سے سونے کا پہاڑ نکلے گا

(۱۸۲۲) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يُقْتَتَلُ عَلَيْهِ، فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ، فَيَقُوْلُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ: لَعَلِّيْ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا اَنْجُوْ"﴾ (متفق علیه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ: "يُوْشِكُ اَنْ يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا."

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ دریائے فرات خشک ہو کر اس سے سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے، اس پر لڑائی ہوگی، ہر سو میں سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے، ان میں سے ہر ایک سوچے گا کہ شاید میں بچ جاؤں گا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ قریب ہے کہ دریائے فرات سونے کے خزانے کو ظاہر کرے، پس جو شخص اس وقت موجود ہو تو اس میں سے کچھ نہ لے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ الفرات: ایک بڑا دریا ہے جو بحر فارس میں گرتا ہے، بہت میٹھا پانی، کہا جاتا ہے "ماء فراتٌ ومیاہ فرات"، الفرات: بمعنی سمندر الفراتان: فرات اور دجلہ۔ تمرغ فی التراب: مٹی میں لوٹنا۔ فی الأمر: تردد کرنا۔ علی فلان: دیر لگانا۔ المرغ (مصدر): لعاب، باغ، تیل کی خوب مالش۔ مارغہ: فریب دینا۔

تشریح: يَحْسِرَ الْفُرَاتُ: مطلب یہ ہے کہ دریائے فرات کا پانی خشک ہوجائے گا اور اس کے نیچے سے سونے کا وہ خزانہ نکلے گا جو پہاڑ کی طرح ہوگا، ایک دوسری روایت میں آتا ہے "فمن حضره فلا یاخذ منه شیئا" جو اس وقت موجود ہو تو وہ اس خزانہ میں سے کچھ نہ لے۔ مگر حدیث بالا سے معلوم چلتا ہے کہ لوگ اس مال میں حرص اور لالچ کریں گے، جس کے نتیجے میں ہر سو میں سے ننانوے آدمی قتل ہوجائیں گے کیونکہ وہ خزانہ مغضوب اور مکروہ مال کے حکم میں ہوگا۔[1]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الفتن (باب خروج النار) و صحيح مسلم كتاب الفتن (باب لاتقوم الساعة حتى يحسر الفرات عن جبل من ذهب). واحمد ۷۵۵۷/۳ وابوداؤد والترمذی وابن ماجه و مصنف عبد الرزاق وابن حبان ٦٦٩١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) مظاہر حق ۲۹/۵ وکذا روضۃ المتقین ۳۳۶/۴

قیامت کے قریب لوگ مدینہ سے منتقل ہو جائیں گے

(۱۸۲۳) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ، لَا يَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافِيْ يُرِيْدُ: عَوَافِي السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ. وَآخِرُ مَنْ يُحْشَرُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ، يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ، يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا، فَيَجِدَانِهَا وُحُوشاً حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا"﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں ہونے کے باوجود چھوڑ جائیں گے، اس وقت سوائے وحشی درندوں اور پرندوں کے ادھر کا کوئی رخ نہیں کرے گا۔

آخر میں جن پر قیامت قائم ہوگی قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے ہوں گے جو اپنی بکریوں کے ریوڑ کو ہانکتے ہوئے مدینہ جا رہے ہوں گے، پس وہ مدینہ کو وحشیوں کی رہائش گاہ پائیں گے یہاں تک کہ جب وہ ثنیۃ الوداع مقام پر پہنچیں گے تو دونوں اپنے منہ کے بل گر پڑیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الطير: طير: جمع طائر، اور کبھی واحد پر بھی بولا جاتا ہے اسم ہے تطیر کا بمعنی بدشگونی اور اسی سے عرب کا قول ہے ''لاطير إلاطير الله'' جیسا، لا امر الا امر الله، الطير و الطِيرة: بدشگون جس سے لیا جائے۔

تشریح: يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرٍ: لوگ مدینہ کو بہتر حالت میں ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے۔ حدیث بالا میں بھی فرمایا جا رہا ہے کہ قیامت کے قریب لوگ مدینہ منورہ کو چھوڑ جائیں گے اور یہ چھوڑنا اپنی خواہش کی وجہ سے ہوگا حالانکہ مدینہ منورہ تمام شہروں میں سے بہترین شہر ہے۔

حدیث بالا میں دو احتمال ہیں

حدیث بالا کی پیشین گوئی پوری ہوگئی یا ابھی باقی ہے؟ اس میں دو احتمال ہے۔

پہلا احتمال: بقول قاضی عیاض کے یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی کہ اب مدینہ منورہ سے خلافت عراق اور شام میں منتقل ہوگئی ہے، حالانکہ اس وقت مدینہ منورہ دین و دنیا کے اعتبار سے بہتر شہر تھا کہ دین کے لحاظ سے علماء بکثرت تھے اور دنیاوی لحاظ سے وہاں خیروں کی فراوانی وغیرہ کا دور دورہ تھا۔ (۱)

دوسرا احتمال: بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی ابھی پوری نہیں ہوئی، قیامت کے قریب یہ وقوع پذیر ہوگی کیونکہ جو باتیں اس میں بیان کی گئی ہے وہ ابھی تک پائی نہیں گئی ہے، علماء نے اس دوسرے احتمال کو ہی ترجیح دی ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب فضائل المدينة (باب من رغب عن المدينة) وصحيح مسلم كتاب الحج (باب فى المدينةحين يتركها اهلها) ومالك فى موطئه، واحمد ٧١٩٦/٣، وابن حبان ٦٧٧٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الفالحین ۶۶۱/۴

(۲) مظاہر حق، وکذا روضۃ المتقین ۳۳۷/۴

قیامت کے قریب مسلمانوں کا خلیفہ لوگوں میں خوب مال تقسیم کرے گا

(۱۸۲۷) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَکُوْنُ خَلِیْفَةٌ مِنْ خُلَفَائِکُمْ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ یَحْثُو الْمَالَ، وَلَا یَعُدُّهٗ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا آخری زمانے میں تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر لوگوں کو مال دے گا اور وہ اس مال کو شمار بھی نہیں کرے گا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ خلیفة: بمعنی جانشین: قائم مقام، بڑا بادشاہ کہ اس سے اوپر کوئی بادشاہ نہ ہو، یہ مذکر ہے، کہا جاتا ہے ''ھذا خلیفة آخر'' اور کبھی لفظ کی رعایت سے مؤنث استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں ''خلیفة اخری'' جمع خلفاء وخلائف۔

تشریح: خلیفہ سے کون سا خلیفہ مراد ہے؟

خَلِیْفَةٌ مِنْ خُلَفَائِکُمْ: خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوگا۔ اس خلیفہ سے مراد علماء فرماتے ہیں حضرت مہدی رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے جو آخری زمانے میں ہوں گے، بعض فرماتے ہیں اس سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ مراد ہے۔[۱]

ان کا نظام حکمرانی بہت اچھے انداز میں ہوگا اور حکومت کی مالی حالت بہت زیادہ اچھی ہوگی اور اس زمانہ میں خوب فتوحات اور مال غنیمت بھی مسلمانوں کو حاصل ہوگا اور وہ خلیفہ مال کو خزانوں میں بند نہیں رکھیں گے بلکہ مسلمانوں پر خرچ کریں گے اور خرچ کی کیفیت حدیث بالا میں یہ فرمائی جارہی ہے کہ وہ ہاتھ بھر بھر کر لوگوں میں مال تقسیم کریں گے، یعنی گن گن کر بھی نہیں دیں گے۔[۲]

اس میں یہ بھی پیشین گوئی ہے کہ آخری زمانہ میں دین اسلام کا غلبہ ہوگا اور ہر جگہ عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا۔[۳]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الفتن (باب لاتقوم الساعة حتی یمر الرجل بقبر الرجل الخ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۶۶۲
(۲) مظاہر حق ۵/۲۸
(۳) روضۃ المتقین ۴/۳۳۸

قیامت کے قریب کوئی صدقہ وصول کرنے والا نہیں ہوگا

(۱۸۲۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَطُوْفُ الرَّجُلُ فِیْہِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّھَبِ، فَلَایَجِدُ اَحَدًایَّاْخُذُھَا مِنْہُ، وَیُرَی الرَّجُلُ الْوَاحِدُیَتْبَعُہٗ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَۃً یَلُذْنَ بِہٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَکَثْرَۃِ النِّسَاءِ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگوں پر ایک وقت ضرور ایسا آئے گا کہ آدمی سونے کے مال کا صدقہ لے کر پھرے گا لیکن کوئی شخص اس کو ایسا نہیں ملے گا جو اس کے اس مال کو قبول کرلے اور یہ حالت بھی دیکھنے میں آئے گی کہ چالیس چالیس عورتیں ایک ایک آدمی کی نگرانی اور پناہ میں ہوں گی اور ایسا مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ کثرة: کثر (ک) کثرةو کثارة: بہت ہونا، صفت: کثرٌ و کثیرٌ و کثارٌ و کاثرٌ، کثر (ن) کثراً ـ الرجل: کثرت میں غالب ہونا، کثرة: زیادہ کرنا۔ اکثرة: بہتات، زیادتی، الکثیر: بمعنی بہت۔

تشریح: حدیث بالا بھی علامات نبوت میں سے ہے، اس میں دو پیشین گوئیوں کا ذکر ہے، ایک تو پیشین گوئی یہ فرمائی جارہی ہے کہ قیامت کے قریب مال کی کثرت ہوجائے گی یہاں تک کہ آدمی کو کوئی فقیر آدمی ملے گا نہیں جو اس کا صدقہ قبول کرلے۔ (۱)

دوسری پیشین گوئی یہ ہے کہ قیامت کے قریب لڑائیوں کی کثرت کی وجہ سے یا قیامت کے قریب عورتوں کی پیدائش کی کثرت کی وجہ سے ایک ایک آدمی چالیس چالیس عورتوں کا نگران ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الزکاة (باب الترغیب فی الصدقةقبل ان یوجد من لا یقبلها) وابن حبان ٦٧٦٩۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) کے ضمن میں گذر چکے ہیں
(۱) نزہۃ المتقین (۲) نزہۃ المتقین وروضۃ المتقین ۴/۳۳۹

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ

(۱۸۲٦) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِشْتَرٰی رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَاراً، فَوَجَدَالَّذِی اشْتَرَی الْعَقَارَ فِیْ عَقَارِهٖ جَرَّةً فِيْهَا ذَهَبٌ، فَقَالَ لَهُ الَّذِیْ اِشْتَرَی الْعَقَارَ: خُذْذَهَبَکَ اِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْکَ الْاَرْضَ، وَلَمْ اَشْتَرِالذَّهَبَ، وَقَالَ الَّذِیْ لَهُ الْاَرْضُ: اِنَّمَابِعْتُکَ الْاَرْضَ وَمَا فِيْهَا، فَتَحَاکَمَا اِلٰی رَجُلٍ، فَقَالَ الَّذِیْ تَحَاکَمَا اِلَيْهِ: اَلَکُمَا وَلَدٌ؟ قَالَ اَحَدُهُمَا: لِیْ غُلَامٌ. وَقَالَ الْاٰخَرُ: لِیْ جَارِيَةٌ. قَالَ: أَنْکِحَا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ، وَأَنْفِقُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمَا مِنْهُ، وَ تَصَدَّقَا"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے ایک زمین کا سودا کیا تو زمین کے خریدنے والے نے زمین میں سے ایک سونے کا مٹکا پایا تو اس نے فروخت کرنے والے سے کہا اپنا سونا واپس لے لو، میں نے تو تم سے صرف زمین کا سودا کیا تھا، اس سونے کے (مٹکے کا) تو نہیں۔ زمین کے مالک نے کہا میں نے تو تم سے زمین اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا ہی سودا کیا تھا۔ پس وہ دونوں اپنا فیصلہ کرانے کے لئے ایک آدمی (قاضی) کے پاس گئے تو اس شخص نے جن کے پاس وہ فیصلہ کروانے گئے اس نے کہا کیا تم دونوں کی اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا ایک لڑکا ہے۔ دوسرے نے کہا میری ایک لڑکی ہے، اس فیصلہ کرنے والے نے کہا تم دونوں اپنے لڑکے اور لڑکی کا باہم نکاح کرواور ان کی شادی پر اس سونے سے خرچ کرو اور جو باقی رہے اس کو صدقہ کردو۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الذهب: (مصدر) سونا (کبھی مؤنث بھی بولتے ہیں) جمع اذھاب ذھوب و ذھبان، ایک ٹکڑے کو "ذھبۃ" کہتے ہیں۔ ذھب (س) ذھباً سونے کی کان میں بہت سا سونا پا کر حیران ہونا، اذھب و ذھّب: سونے کی قلعی کرنا۔

تشریح: اِشْتَرٰی رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا: ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے زمین کا سودا کیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ کا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے کمال دیانت سے ایسا معتدل ومعقول فیصلہ کیا جو ایک نبی ہی کرسکتا ہے۔ (۱)

عَقَارًا: جائداد کو کہتے ہیں مثلاً گھر، باغ، زمین وغیرہ۔

فَقَالَ: اَنْکِحَا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ: لڑکے کا نکاح لڑکی سے کردو۔ اس میں فیصلہ صلح سے کیا گیا ہے کہ اس طرح کرنے

سے دونوں خوش ہوجائیں گے۔ علماء فرماتے ہیں دومخالف شخصوں میں صلح کروانا قاضی حاکم کے لئے مستحب ہے، اسی طرح غیر قاضی کے لئے بھی یہ مستحب ہوگا کہ ان میں صلح کروادے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الانبياء وصحيح مسلم كتاب الاقضية (باب استحباب اصلاح الحاكم بين الخصمين) واحمد ۸۱۹۸/۳ وابن ماجه وابن حبان ۷۲۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ، دلیل الفالحین ۶۶۴/۴

(۲) مظاہر حق ۱۱۹/۳ او کذا روضۃ المتقین ۳۴۰/۴

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکیمانہ فیصلہ

(۱۸۲۷) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "كَانَتْ امْرَأَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا، جَاءَ الذِّئْبُ، فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا، فَقَالَتْ لِصَاحِبَتِهَا: اِنَّمَاذَهَبَ بِابْنِكِ، وَقَالَتِ الْاُخْرٰى: اِنَّمَاذَهَبَ بِابْنِكِ، فَتَحَا كَمَا اِلٰى دَاوُدَ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى، فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَخْبَرَتَاهُ، فَقَالَ: اِئْتُوْنِىْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَكُمَا. فَقَالَتِ الصُّغْرٰى: لَاتَفْعَلْ رَحِمَكَ اللّٰهُ هُوَابْنُهَا، فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا دو عورتیں تھیں، دونوں کے پاس ان کے بیٹے بھی تھے، ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک کے بیٹے کو وہ لے گیا تو ایک عورت نے اپنی ساتھی عورت سے کہا بھیڑیا تیرے بیٹے کو لے گیا ہے۔ دوسری نے کہا وہ تیرا بیٹا لے گیا ہے۔ پس یہ دونوں فیصلے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئیں تو انہوں نے اس بچے کا بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کردیا پھر یہ دونوں باہر نکل کر حضرت سلیمان بن داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلی گئیں اور پورا واقعہ بتلایا تو انہوں نے فرمایا میرے پاس چھری لاؤ، میں اس بچے کے دوٹکڑے کر کے ان دونوں کو تمہارے درمیان تقسیم کردوں تو چھوٹی عورت نے کہا آپ ایسا نہ کریں، اللہ آپ پر رحم فرمائے، وہ بیٹا اس بڑی عورت کا ہے، پس یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ بچہ چھوٹی عورت کے حوالے کردیا۔"

لغات: ❖ الذئب: بھڑیا، جمع ذئاب آتی ہے۔ تحاکما: معنی حاکم بنانا، فیصلہ کے لئے کسی کو حاکم و فیصل قبول کرنا، السکین: معنی چھری، چاقو جمع سکاکین. سکاّنٌ و سکاکینیٌ. چھری ساز۔

تشریح: كَانَتْ اِمْرَأَتَانِ مَعَهُمَا اِبْنَاهُمَا: دوعورتیں تھیں، دونوں کے ساتھ ان کے بیٹے بھی تھے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے بچے ہم عمر اور ہم شکل ہوں گے، یہ مقدمہ پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گیا، انہوں نے بڑی عورت کے لئے فیصلہ کردیا۔

اِئْتُوْنِیْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهُ بَيْنَكُمَا: میرے پاس چھری لاؤ میں اس بچے کو دوٹکڑے کردوں۔ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا داد فہم و ذکاوت سے ایک حیلہ کیا جس میں وہ کامیاب ہوگئے کہ یہ بچہ حقیقت میں کس کا ہے، اس وجہ سے جائز اور شرعی حیل کرنے کی علماء نے اجازت دی ہے اور وہ حیلے جو شریعت کے خلاف ہوتو وہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ اس پر سخت گناہ بھی ہے۔ (۱)

سوال: حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ کوختم کردیا، حالانکہ نبی کا فیصلہ توڑا نہیں جاسکتا اگر چہ اس نبی نے اپنے اجتہاد ہی سے فیصلہ کیوں نہ کیا ہو؟

جواب: حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فیصلہ حتمی اور حقیقی طور پر نہیں کیا تھا، صرف معاملہ رفع دفع کرنا تھا، اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسرا فیصلہ کیا۔ یا ممکن ہے کہ ان کی شریعت میں اس کی گنجائش ہو کہ جو فیصلہ وحی یا نص شرعی کے بجائے اجتہاد سے کیا جائے اس کو منسوخ کیا جاسکتا ہو، اس لئے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرا فیصلہ کردیا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الفرائض (باب اذا ادعت المرأة ابنا) وصحیح مسلم کتاب الاقضية (باب اختلاف المجتهدین) واحمد ۸۴۸۸/۲، و النسائی وابن حبان ۵۰۶۶ وهكذا فی البیهقی ۲۶۸/۱۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الطالبین ۵۱۰/۲ مظاہر حق ۲۹۰/۵، دلیل الفالحین بالاختصار ۶۶۵/۴

بُرے لوگوں کی مثال

(۱۸۲۸) ﴿وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ اَلْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ، وَتَبْقٰى حُثَالَةٌ كَحُثَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ، لَايُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً"﴾

(رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا نیک لوگ ایک ایک کر کے اٹھ جائیں گے اور جو یا کھجور کے بھوسے کی مانند ردی قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے، جن کی اللہ کے ہاں کوئی قدر قیمت نہ ہوگی۔'' (بخاری)

لغات: ❖ الحثالة: بمعنی چاول جو وغیرہ کا چھلکا، حثالة الدهن: تیل کا تلچھٹ الناس: ادنی درجہ کے لوگ، الحثلة: حوض کا بقیہ پانی۔

تشریح: حدیث بالا میں قیامت کی ایک علامت کا بیان ہے کہ قیامت کے قریب میں نیک لوگ سب مرجائیں گے کہ ایک ہوا چلے گی جس کی وجہ سے یک دم تمام نیک لوگ مرجائیں گے، اس کے بعد صرف گنہگار لوگ باقی رہ جائیں گے، اس کی مثال حدیث بالا میں کھجور کے بھوسے کے ساتھ دی جارہی ہے کہ جس طرح اس بھوسے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی، اسی طرح ان لوگوں کی بھی اللہ کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی اور پھر ان ہی لوگوں پر قیامت قائم کردی جائے گی۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب المغازی (باب غزوة الحديبية) واحمد فی مسنده وابن حبان ٦٨٥٢ وهكذا فی البيهقی ١٠/١٢٢۔

راوی حدیث حضرت مرداس الاسلمی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات

نام: مرداس، والد کا نام مالک، قبیلہ اسلم سے تعلق رکھتے تھے۔ اصحاب شجرہ میں شمار ہوتے ہیں، کوفہ کے رہنے والے تھے، ان سے قیس بن ابی حازم نے صرف یہی ایک حدیث روایت کی ہے۔

---

(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۴۲۔ دلیل الفالحین ۴/۲۶۶

غزوۂ بدر میں شریک لوگوں کی فضیلت

(۱۸۲۹) ﴿وَعَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ نِ الزُّرَقِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: جَاءَ جِبْرِيْلُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَاتَعُدُّوْنَ اَهْلَ بَدْرٍفِيْكُمْ؟ قَالَ: "مِنْ اَفْضَلِ الْمُسْلِمِيْنَ" اَوْكَلِمَةً نَحْوَهَا. قَالَ: "وَكَذٰلِكَ مَنْ شَهِدَبَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس جبرائیل آئے اور دریافت کیا آپ اہل بدر کو کیا شمار کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب مسلمانوں میں افضل یا اس جیسا کوئی کلمہ آپ نے فرمایا، تو حضرت جبرائیل نے کہا ایسا ہی وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے وہ ہم میں سب سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔''

لغات: ❖ نحوها: النحو مثل، مقدار، جانب، جنت، راستہ مثل، قصدوارادہ، نحا ینحو نحواً ۔الشیء: قصد کرنا، باب نصر ینصر سے۔

تشریح: وَمَاتَعُدُّوْنَ اَھْلَ بَدْرٍ: اہل بدر کو کیسا شمار کرتے ہو؟ غزوۂ بدر رمضان ۲ھ میں ہوئی، یہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان پہلی جنگ تھی جس میں مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اور وسائل بھی نہ ہونے کے برابر تھے، صرف اللہ کے اعتماد پر مسلمانوں نے یہ جنگ کی، اس لئے اللہ کے نزدیک ان کی بڑی فضیلت، بڑا مرتبہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں یہاں پر "تعدون" جمع کا صیغہ ہے اور مخاطب آپ ﷺ ہے، جمع کا صیغہ بطور تعظیم کے استعمال کیا گیا ہے۔ (۱)

اسی طرح جو فرشتے غزوہ بدر میں اتارے گئے تھے، وہ فرشتے بھی باقی فرشتوں کے مقابلے میں فضیلت اور بڑا مرتبہ رکھتے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم (باب شهود الملائكة بدراً).

راوی حدیث حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: رفاعہ، کنیت ابومعاذ، والدہ کا نام ام مالک بنت ابی سلول تھا، عبد اللہ بن ابی منافقوں کے سردار کی بہن تھیں۔ رفاعہ کے والد رافع، قبیلہ خزرج کے سب سے پہلے مسلمان آدمی ہیں۔

اسلام: بیعت عقبہ کے دو سال قبل مسلمان ہوئے تھے، ان کی والدہ بھی سچی مؤمنہ تھیں اور خود حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ مکہ جا کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، تمام غزوات میں شرکت کی۔

بدر کا ذکر تو بخاری شریف میں ہے، جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کے ساتھ ہم رکاب تھے۔

وفات: ان کا انتقال ۴۱ھ یا ۴۳ھ میں ہوا، یہ حضرت امیر معاویہ کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا۔

مرویات: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایات نقل کی ہیں، ان سے چند روایات مروی ہے، ان میں سے ۳ میں امام بخاری منفرد ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۴۳

(۲) روضۃ المتقین ۴/۳۴۳، دلیل الفالحین ۴/۶۶۷

قیامت کے دن نیک لوگ برے لوگوں سے الگ ہو جائیں گے

(۱۸۳۰) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی

قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو یہ عذاب اس میں موجود تمام لوگوں کو پہنچتا ہے، پھر وہ قیامت والے دن اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖بعثوا: بعثت فیه: مبعوث ہونا، پیدا کیا ہوا، بھیجا ہوا، بعثه (ف) بعثاً و تبعاثاً: تنہا بھیجنا۔

تشریح: اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِقَوْمٍ عَذَاباً أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتے ہیں تو یہ عذاب اس میں موجود تمام لوگوں کو پہنچتا ہے۔ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فاسق فاجر پر اللہ کا عذاب دنیا میں نازل ہوتا ہے تو اس عذاب میں دنیا میں ان فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ نیک لوگوں پر بھی عذاب نازل ہوتا ہے۔ مگر پھر قیامت کے دن نیک لوگ اپنے ایمان وتقویٰ کی وجہ سے ان فاسق فاجر لوگوں سے الگ ہوجائیں گے جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت آتی ہے:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍعَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ؛ الْمُؤْمِنُ عَلٰى اِيْمَانِهِ، وَالْمُنَافِقُ عَلٰى نِفَاقِهِ." (١)

''میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ ہر آدمی کو قیامت کے دن اس کی نیت کے اعتبار سے اٹھایا جائے گا مؤمن کو اس کے ایمان کے ساتھ، منافق کو ان کے نفاق کے ساتھ۔'' اس مفہوم کی متعدد حدیث کتب احادیث میں مذکور ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الفتن (باب اذا انزل الله بقوم عذابا) وصحيح مسلم كتاب الجنة (باب اثبات الحساب) واحمد ٢/٤٩٨٥ وابن حبان ٧٣١٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) صحیح ابن حبان

اسطوانہ حنانہ کا واقعہ

(١٨٣١) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَعْنِيْ فِي الْخُطْبَةِ ـ فَلَمَّاوُضِعَ الْمِنْبَرُ، سَمِعْنَالِلْجِذْعِ مِثْلَ صَوْتِ الْعِشَارِحَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ، فَسَكَنَ﴾.

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَلَمَّاكَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِيْ كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا حَتّٰى كَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَصَاحَتْ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَخَذَهَا،

فَضَمَّهَا اِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتّٰى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ: "بَكَتْ عَلٰى مَاكَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ." (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک کھجور کا تنا تھا جس کا سہارا نبی کریم ﷺ خطبے کی حالت میں لیا کرتے تھے، پس جب آپ کے لئے لکڑی کا منبر رکھا گیا تو ہم نے اس تنے سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کی مانند رونے کی آواز سنی یہاں تک کہ آپ ﷺ منبر کے نیچے تشریف لائے اور اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جمعہ کا دن تھا اور نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا وہ تنا جس کا سہارا لے کر آپ ﷺ پہلے خطبہ دیا کرتے تھے اس طرح چیخا کہ قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ تنا بچے کی طرح چیخ کر رونے اور بلبلانے لگا تو نبی کریم ﷺ نیچے اترے یہاں تک کہ اسے پکڑا اور اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا تو وہ اس بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا جس کو چپ کرایا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ اس لئے رویا کہ یہ پہلے ذکر سنا کرتا تھا'' (جس سے اب وہ محروم ہو گیا ہے)۔ (بخاری)

لغات: ❖ الصوت: بمعنی آواز، ہر قسم کا راگ، جمع اصوات. نحویوں کے نزدیک اسماء اصوات وہ ہیں کہ جن سے کسی آواز کی حکایت کی جائے جیسے پتھر پر پتھر کی آواز کے طَقْ، الصات و الصیت بلند آواز دینے والا صات یصوت ویصات صوتاً: آواز دینا، پکارنا۔ صوّت تصویتاً و اصات اِصاتۃً: آواز دینا۔

تشریح: یہ واقعہ ۷ھ یا ۸ھ میں ہوا۔ (۱) واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ محدثین فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے ستون کھجور کے سوکھے تنوں کے تھے اور جب تک منبر نہیں بنا تھا آپ ﷺ ان ہی ستونوں میں سے ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اور جب منبر بن گیا تو آپ ﷺ جب منبر پر چڑھے تو وہ ستون اپنی اس سعادت کی محرومی پر بلک بلک کر رونے لگا، اس واقعہ کے بعد سے اس ستون کو اسطوانہ حنانہ کہا جانے لگا۔ اس حدیث کو بہت سے صحابہ نے نقل کیا ہے یہاں تک کہ بعض محدثین نے اس کو متواتر کہا ہے کہ جس کو جھوٹا کہنا محال ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی نصیحت

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں منقول ہے کہ جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو بے اختیار رونے لگتے اور ارشاد فرماتے لوگو! کھجور کی سوکھی ہوئی لکڑی آپ ﷺ کے شوق محبت میں تو روتی ہے تمہیں تو اس سے زیادہ آپ ﷺ کی محبت اور شوق ملاقات میں بے قرار رہنا چاہئے۔ (۲)

بقول شاعر ؎

سنگے وگیا ہے کہ در خاصیتے است ز آدمی داں کہ درد معرفتی نیست[۳]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب المناقب (باب علامات النبوة وغيره).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۴) میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۶۶۸

(۲) مظاہر حق ۵/ ۵۰۱، دلیل الفالحین ۴/ ۶۷۰

(۳) مظاہر حق ۵/ ۵۰۱

جہاں شریعت خاموش ہے وہاں بحث کرنا منع ہے

(۱۸۳۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ جُرْثُوْمِ بْنِ نَاشِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَیِّعُوْهَا، وَحَدَّ حُدُوْدًا، فَلاَ تَعْتَدُوْهَا، وَحَرَّمَ اَشْیَاءَ، فَلاَ تَنْتَهِكُوْهَا، وَسَكَتَ عَنْ اَشْیَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ غَیْرَ نِسْیَانٍ، فَلاَ تَبْحَثُوْا عَنْهَا"﴾ (حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِیُّ وَغَیْرُهُ)

ترجمہ: ’’حضرت ابوثعلبہ خشنی جرثوم بن ناشر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کئی چیزیں فرض کی ہیں، انہیں ضائع نہ کرو اور کئی چیزوں کو حرام فرمایا ہے، اس کا ارتکاب کر کے ان کی حرمت مت توڑو اور بہت سی چیزوں سے اس نے تم پر مہربانی کرتے ہوئے بغیر بھولے خاموشی اختیار کی ہے، پس ان کے متعلق بحث نہ کرو۔‘‘ (یہ حدیث حسن ہے، دارقطنی وغیرہ نے اس کو نقل کیا ہے)

لغات: ❖ حرم: حرمه (ض) وحرمه (س) حرماً و حريماً و حرماناً و حرماً و حرمة وحريمة. الشیء: منع کرنا، روکنا، محروم کرنا، صفت: مفعولی (محروم)۔

تشریح: امام سمعانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث بالا بہت اہم احادیث میں سے ہے اس میں ضروری اور بنیادی باتوں کی تفصیل سے بیان کی گئی ہے، جو اس حدیث کو سامنے رکھ کر زندگی بسر کرے گا وہ کامیاب، بامراد ہو جائے گا، اس لئے اس میں کہ فرائض کی ادائیگی اور حرام کاموں سے اجتناب، حدود الٰہی کی رعایت اور جس میں شریعت مطہرہ خاموش ہے اس میں بحث نہ کرنے کا حکم ہے، خلاصہ یہ ہے کہ حدیث بالا میں دین کے سارے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔[۱]

فَلاَ تَبْحَثُوْا عَنْهَا: اس میں بحث نہ کرو۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس جملہ کا تعلق زمانہ نبوت کے ساتھ تھا کہ جس طرح حکم

ہے اس کو ہی پورا کرنا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ اب بھی فقہی باریکیاں دریافت کرنا اپنے ہی لئے اس میں مشکلات کو پیدا کرنا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه سنن دارقطنی آخرکتاب الصدروالذبائح والاطعمة. والحاکم ٤/٧١١٤ وهکذافی البیهقی ١٠/١٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۹۷۰) میں گذر چکے ہیں
(۱) دلیل الفالحین ۴/۶۷۱
(۲) نزہۃ المتقین

صحابہ نے سات غزوات میں صرف ٹڈیاں کھائیں

(١٨٣٣) ﴿وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: غَزَوْنَامَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَأْكُلُ الْجَرَادَ﴾

وَفِیْ رِوَایَةٍ: نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ. (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ سات غزوات ایسے کئے تھے کہ جس میں ہم صرف ٹڈیاں کھاتے رہے۔'' (بخاری ومسلم)

اور ایک روایت میں ہے: ہم آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈیاں کھاتے تھے۔

لغات: ❖ الجراد: بمعنی ٹڈی یہ جمع ہے اس کا واحد جرادۃٌ ہے۔ غزوات: یہ جمع ہے غزوۃ کی معنی جنگ وقتال۔ غزیغزو (ن) غزوًا جنگ کرنا، جہاد کرنا۔

تشریح: نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ: آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے ہوئے ہم ٹڈی کھاتے۔ ٹڈی حلال ہے اس لئے آپ ﷺ نے صحابہ کو ٹڈی کھانے سے منع نہیں فرمایا۔ خود آپ ﷺ سے ٹڈی کھانا ثابت نہیں ہے بلکہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں نہ کھاتا ہوں اور نہ میں اس کو حرام قرار دیتا ہوں۔ (۱)

ٹڈی ائمہ اربعہ کے نزدیک حلال ہے خواہ وہ خود سے مرجائے، یا اس کو ذبح کیا گیا ہو، یا شکار کے ذریعہ مری ہو، یا شکار بھی خواہ کسی مسلمان نے کیا ہو یا غیر مسلم نے، ہر حال میں ٹڈی حلال ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الذبائح (باب اکل الجراد) و صحیح مسلم کتاب الصید (باب اباحة الجراد). واحمد ٧/١٩١٧١ وابوداؤد و الترمذی والنسائی والدارمی ٢٠١٠ و ابن حبان ٥٢٥٧

ومصنف ابن ابی شیبة ۸/۳۲۵ و مصنف عبدالرزاق ۸۷۶۲ و هکذا فی البیهقی ۹/۲۵۷۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) ابوداؤد
(۲) مظاہر حق ۴/۶۷۔ دلیل الفالحین ۴/۶۷۲

مسلمان کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا

(۱۸۳۴) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ یلدغ: لدغه (ف) لدغاً و تلداغاً: ڈسنا کہا جاتا ہے "لدغه بکلمة" یعنی اس نے اسے طعن و تشنیع کیا۔ الدغ: العقرب فلانا: ڈسنے کے لئے بچھو چھوڑنا، بچھو سے ڈسوانا۔ اللادغ فامؤنث لادغة جمع لدغ اللدغة: لدغ کا اسم مرة۔ اللُدّاغ: کانٹا یا اس کا نوکیلا کنارہ۔ اللدیغ: ڈسا ہوا (مذکر ومؤنث) جمع لدغٰی و لدغاء، الملدغ: وہ شخص جس کی عادت طعن و تشنیع کرنے کی ہو۔

تشریح: شان ورود حدیث بالا

ملا علی قاری وغیرہ نے حدیث بالا کا شان ورود یہ بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانۂ اقدس میں ایک شاعر تھا، جس کا نام ابوغزۃ تھا، وہ اپنے اشعار میں مسلمانوں کی مذمت بیان کرتا تھا، جب غزوہ بدر میں گرفتار ہو کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس نے آپ ﷺ سے معافی مانگی۔ آپ ﷺ نے اس سے عہد و اقرار لے کر اس کو چھوڑ دیا، مگر پھر اس نے وہی حرکت یعنی مسلمانوں کی ہجو کرنا شروع کر دی، اللہ کی شان غزوہ احد میں پھر گرفتار ہوا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، پھر اس نے بہت عہد و پیمان کئے مگر اس مرتبہ آپ ﷺ نے اس کو معاف نہیں فرمایا بلکہ قتل کرا دیا اور بعض لوگوں نے اس کی سفارش بھی کی، آپ ﷺ نے اس موقع پر حدیث بالا ارشاد فرمائی کہ مؤمن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ (۱)

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان حدیث بالا کے اہم اصول کو سامنے رکھے تو ہمیشہ مسلمان دشمنان اسلام کے شر و فساد سے محفوظ رہیں گے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الادب (باب لایلدغ المؤمن من جحر مرتین) و صحیح

مسلم کتاب الزھد (باب لا یلدغ المؤمن الخ) واحمد ۸۹۳۷/۳ وابوداؤدوابن حبان ۶۶۳ و ابن ماجه والدارمی ۳۱۹/۲ وھکذافی البیھقی ۳۲۰/۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں
(۱) مرقاۃ ۲۷۸/۹ وشرح مسلم للنووی، روضۃ المتقین بالاختصار ۳۵۰/۴
(۲) مظاہر حق ۵۹۴/۴

قیامت کے دن اللہ تین قسم کے لوگوں کی طرف نہیں دیکھیں گے

(۱۸۳۵) ﴿وَعَنهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیهِ وَسَلَّمَ: "ثَلاَ ثَةٌ لَایُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَومَ القِیَامَةِ، وَلَایَنظُرُاِلَیهِم، وَلَایُزَکِّیهِم، وَلَهُم عَذَابٌ اَلِیمٌ: رَجُلٌ عَلٰی فَضلِ مَاءٍ بِالفَلَاةِیَمنَعُهُ مِنِ ابنِ السَّبِیلِ، وَرَجُلٌ بَایَعَ رَجُلاً سِلعَةً بَعدَ العَصرِ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَاَخَذَهَابِکَذَاوَکَذَا، فَصَدَّقَهُ وَهُوَعَلٰی غَیرِ ذٰلِکَ، وَ رَجُلٌ بَایَعَ اِمَاماً لَایُبَایِعُهُ اِلَّا لِدُنیَافَاِن اَعطَاهُ مِنهَاوَفٰی، وَاِن لَم یُعطِهِ مِنهَا لَم یَفِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کوئی بات نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا؛ ایک وہ آدمی جو جنگل بیابان میں ضرورت سے زائد پانی پر قادر ہے، وہ مسافر کو بھی اس کے استعمال سے روکتا ہے۔ دوسرا وہ آدمی جو عصر کے بعد کسی آدمی سے اپنے سامان کا سودا کرے اور اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ خود اس نے یہ سامان اتنے اتنے میں لیا تھا، پس وہ دوسرا آدمی اس کی تصدیق کرے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہو۔ تیسرا وہ آدمی جو کسی خلیفۂ وقت سے صرف دنیا حاصل کرنے کی غرض سے بیعت کرے، اگر وہ اس کو اس دنیا کے مال سے کچھ دیدے تو اس سے عہد وفا نبھائے اور اگر اسے دنیا کا مال نہ دے تو بیعت پوری نہ کرے۔"

لغات: ❖ حلف: (ض) حلفاً وحِلفاً وحَلفاًومحلوفاًومحلوفةومحلوفاء. بالله: قسم کھانا، احلفه وحلّفه و استحلفه: قسم کھلانا، حالفه محالفة: معاہدہ کرنا۔ الحلاف و الحلافة: بہت قسم کھانے والا۔ الحِلف (مصدر) دوست جو بے وفائی نہ کرنے کی قسم کھائے ج احلاف۔

تشریح: ثَلَاثَةٌ لَایُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَومَ القِیَامَةِ: تین آدمی ہیں قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کریں گے۔

محدثین فرماتے ہیں بات نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صالحین کی طرح ان سے بات نہیں فرمائیں گے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں یہ جملہ کنایہ ہوتا ہے اعراض کرنے سے۔ بعض فرماتے ہیں ان سے ایسی بات نہیں کریں گے جس سے ان کو فائدہ اور خوشی ہو۔ ان کے پاس فرشتے سلام کرنے نہیں آئیں گے اور مسلمانوں کے پاس فرشتے سلام کے لئے حاضر ہوتے رہیں گے۔ (۱)

رَجُلٌ عَلٰی فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلاۃِ: جو جنگل بیابان میں ضرورت سے زائد پانی کا مالک ہو اور پھر دوسرے مسافروں کو زائد پانی نہ دے۔ علماء فرماتے ہیں زائد پانی ہے تو جانوروں کو بھی دینا ضروری ہے چہ جائے کہ انسانوں کو نہ دیا جائے کتنا بڑا جرم ہوگا کہ آبادی بھی نہیں ہے پانی بھی صرف اسی کے پاس ہے اور پانی بھی اس کے پاس زائد ہے اس لئے اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

وَرَجُلٌ بَایَعَ رَجُلاً سِلْعَۃً بَعْدَ الْعَصْرِ: عصر کے بعد سامان کا سودا کرے اور قسم کھائے۔ جھوٹی قسم کھانا تو ویسے ہی ناجائز ہے۔ خاص کر کے عصر کے بعد جب کہ فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے کہ صبح اور شام کے فرشتہ جمع ہوجاتے ہیں، وہ وقت بڑا مبارک ہوتا ہے اس وقت میں یہ جھوٹی قسم کھائے اس لئے حرام ہے۔

وَرَجُلٌ بَایَعَ اِمَاماً: امام کی بیعت کرے اور دنیاوی غرض کی وجہ سے بیعت توڑ دے۔ اس میں اللہ کے نام کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ امام وقت کے ساتھ دھوکہ دہی ہے، اس عمل کی وجہ سے وہ ملک میں فتنہ وفساد اور بغاوت پھیلانے کا سبب ہوگا۔ اس لئے اس عمل کو فقہاء نے حرام فرمایا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الشهادات وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب غلظ تحریم اسبال الازار الخ) واحمد ۷۴۴۶/۳ وابوداؤد و الترمذی وابن ماجه وابن حبان ۴۹۰۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں

(۱) نفع المسلم ۲۹۷/۱

دونفخوں کے درمیان کا فاصلہ

(۱۸۳۶) ﴿وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ." قَالُوْا: یَا اَبَاهُرَیْرَۃَ اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا؟ قَالَ: اَبَیْتُ، قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً؟ قَالَ: اَبَیْتُ، قَالُوْا: اَرْبَعُوْنَ شَهْراً؟ قَالَ: اَبَیْتُ "وَیَبْلٰی کُلُّ شَیْءٍ مِنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ، فِیْهِ یُرَکَّبُ الْخَلْقُ، ثُمَّ یُنَزِّلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً، فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا یَنْبُتُ الْبَقْلُ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دو صور پھونکنے

کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوہریرہ چالیس دن کا؟ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ انہوں نے کہا چالیس مہینے کا؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں اور انسان کے جسم کی ہر چیز بوسیدہ ہوجاتی ہے سوائے دُم کی ہڈی کے، اسی ہڈی سے انسان کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جیسے (زمین سے) سبزی اُگتی ہے۔''

لغات: ❖ النفخة: معنی صور پھونکنا۔ یعنی قیامت کے دن جو صور پھونکا جائے گا اس کو نفخہ کہتے ہیں۔ الذنب: معنی دم اس کی جمع اذنب آتی ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں فرمایا جارہا ہے کہ جب حضرت اسرافیل علیہ الصلوٰۃ والسلام صور پھونکیں گے جس کی وجہ سے لوگ بے ہوش ہوجائیں گے، یہ نفخہ اولی ہوگا، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ زندہ ہوکر قبروں سے باہر نکلنا شروع ہوجائیں گے، ان دونفخوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہوگا؟ حدیث بالا میں حضرت ابوہریرہ لاعلمی کا اظہار فرمار ہے ہیں مگر دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ (۱)

عَجَبَ الذَّنَبِ: انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ مٹی انسان کو بوسیدہ کردیتی ہے، صرف عجب الذنب باقی رہتی ہے اور یہ ریڑھ کے نیچے دونوں کولہوں کے درمیان اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں جانور کی دم کا جوڑ ہوتا ہے، اس کو عموماً ریڑھ کی ہڈی کہہ دیتے ہیں، اسی کے ساتھ دوبارہ انسان کے تمام اعضاء کو از سرنو مرکب کردیا جائے گا مگر انبیاء، شہداء، اولیاء وغیرہ بوسیدہ ہونے سے مستثنیٰ ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب التفسير (تفسير سورة الزمر) وصحيح مسلم كتاب الفتن (باب بين النفختين) ومالک فى موطئه ٥٦٥ واحمد ٩٥٣٣/٣ والنسائى وابن ماجه وابن حبان ٣١٣٨۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مرقاۃ، تعلیق الصبیح وکذا روضۃ المتقین ۳۵۲/۴ دلیل الفالحین ۶۷۵/۴

(۲) مظاہر حق ۱۱۴/۵ وکذا روضۃ المتقین ۳۵۲/۴، ۳۵۳

جب معاملہ نااہل کے سپرد ہوجائے تو قیامت کا انتظار کرو

(۱۸۳۷) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ، جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: سَمِعَ مَاقَالَ، فَكَرِهَ مَاقَالَ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ لَمْ يَسْمَعْ حَتّٰى إِذَاقَضٰى

حَدِیْثَهٗ، قَالَ: ''اَیْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟'' قَالَ: هَا اَنَایَارَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ: اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ، فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.'' قَالَ: کَیْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: ''اِذَاوُسِّدَالْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ'' (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ایک وقت نبی کریم ﷺ کسی مجلس میں تشریف فرما تھے اور لوگوں سے باتیں فرما رہے تھے کہ اسی دوران ایک دیہاتی آیا اور اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ برابر گفتگو فرماتے رہے تو لوگوں میں سے کسی نے کہا اس دیہاتی نے جو کہا ہے وہ آپ نے سن تو لیا ہے لیکن اسے آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا اور بعض نے کہا کہ آپ ﷺ نے اس کی بات سنی ہی نہیں ہے، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے اپنی بات مکمل فرمالی تو فرمایا قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس دیہاتی نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے پوچھا کہ امانت کا ضائع کرنا کیسے ہوگا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب معاملہ نا اہل کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔'' (بخاری)

لغات: ❖ الامانة: امانت، ودیعت جمع امانات امُن (ک) امانة: امین ہونا، امانت دار ہونا، معتمد علیہ ہونا: صفت: امین جمع امناء، امن (ض) امناً: اعتماد کرنا، بھروسہ کرنا، مائل ہونا صفت (آمن) امّن وائتمن ۔فلاناعلی کذا: کسی کو کسی چیز کا امین بنانا۔ ائتمنه: امین سمجھنا۔ الامنة: اطمینان، دل کا سکون، امانت، ہر ایک پر بھروسہ کرنے والا۔

تشریح: حدیث بالا میں قربِ قیامت کی ایک اہم علامت کو بیان کیا جارہا ہے۔

اِذَاضُیِّعَتِ الْاَمَانَةُ: جب امانت ضائع کردی جائے۔

امانت سے کیا مراد ہے

اس سے مراد شریعت کی عائد کردہ ذمہ داریاں اور دین کے احکام ہیں، یا لوگوں کے حقوق اور ان کی امانتیں ہیں اور بھی بہت سے اقوال ہیں، محدثین کے امانت کے بارے میں۔ ''اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ'' جب معاملہ نا اہل کے سپرد کردیا جائے۔ یہ عام ہے کوئی بھی معاملہ اہل کو چھوڑ کر نا اہل کے سپرد کردیا جانے لگے گا پھر لوگوں کے حقوق بھی ضائع ہوں گے اور لوگوں میں بے اطمینانی اور بے چینی پیدا ہوگی۔ (۱)

بعض کہتے ہیں حدیث بالا میں ''الامر'' سے مراد اہل حکومت ہے کہ قیامت کے قریب حکومت نا اہل کے پاس چلی جائے گی جو اس کے اہل نہیں ہوں گے مثلاً عورتیں، جہلاء، فاسق و بدکار وغیرہ۔ (۲) اسی طرح حدیث بالا کو تدریس، قرات و فتاویٰ وغیرہ کے متعلق بھی کیا جائے گا کہ ان سب کا غیر اہل کے سپرد کردیا جائے گا۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب العلم (باب من سئل علما وهومشتغل فی حدیث ہ فاتم الحدیث ثم اجاب السائل) واحمد ۳/۸۷۳۷ وابن حبان ۱۰۴ وھکذا فی البیھقی ۱۰/۱۱۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں
(۱) مظاہر حق ۵/۲۷
(۲) مظاہر حق ۵/۲۷
(۳) نزہۃ المتقین وکذا روضۃ المتقین ۴/۳۵۴

حاکم کی اطاعت واجب ہے

(۱۸۳۸) ﴿وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یُصَلُّوْنَ لَکُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَکُمْ، وَاِنْ اَخْطَؤُوْا فَلَکُمْ وَعَلَیْهِمْ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا حکمران جب تمہیں نماز پڑھائیں گے، پس اگر وہ درست پڑھائیں گے تو تمہارے لئے بھی اجر ہے اور اگر وہ غلطی کریں گے تو بھی تمہارے لئے اجر ہے اور غلطی کا وبال ان پر ہوگا۔'' (بخاری)

لغات: ❖ یصلون: یہ تصلیۃ مصدر سے معنی نماز پڑھانا صلوۃ کے چار معنی مشہور ہیں۔ اصابوا: صاب یصوب (ن) صوبًا بمعنی درست ہونا۔ اخطؤا: از افعال سے معنی خطا کرنا، غلطی کرنا۔

تشریح: حدیث بالا میں رعایا کو اپنے حکمران کے بارے میں ایک اہم ہدایت دی جارہی ہے کہ نماز میں حاکم غلطی کریں، یعنی وقت پر نماز نہ پڑھائیں یا سنت کے مطابق نہ پڑھائے۔ [1] تو تم ان سے اختلاف نہ کرو بلکہ اس حکمران کے ساتھ جڑے رہو اور اس حالت میں بھی ان کے پیچھے اور ان کی اقتدا میں ہی نماز ادا کرتے رہو، تم کو ان کی غلطی کا وبال نہیں پہنچے گا کیونکہ نماز ہر فاسق وفاجر کے پیچھے ہوجاتی ہے۔ اور اگر وہ صحیح نماز پڑھائیں تو اب تو بدرجہ اولی ان کی اقتدا میں ہی نماز ادا کرنا چاہئے۔ [2]

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاذان (باب اذالم یتم الامام الحاکم واتم من خلفه) واحمد ۳/۸۶۷۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں
(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۵۵ دلیل الفالحین ۴/۶۷۹
(۲) روضۃ المتقین ۴/۳۵۵

یہ اُمت بہترین ہے

(۱۸۳۹) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ: "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" قَالَ: خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ، يَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ حَتّٰى يَدْخُلُوْا فِي الْاِسْلَامِ﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "كنتم خير امة اخرجت للناس" کی تفسیر منقول ہے کہ لوگوں کے لئے لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو ان کی گردنوں میں زنجیریں ڈال کر لاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں۔'' (بخاری)

لغات: ❖ خیر: اسم تفضیل کا صیغہ "اخیر" کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرة آتی ہے الخیر: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال جمع اخیار و خیار: بہت نیکی والا، استخار و استخارة: طلب خیر کرنا اللہ طلب خیر کی دعا کرنا۔

تشریح: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ: تم بہترین امت ہو۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد پوری امت ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مخاطب صحابہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دیگر امتوں کے مقابلہ میں امت محمدیہ سب سے بہتر ہے۔ (۱)

يَأْتُوْنَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ: ان کی گردنوں میں زنجیر میں ڈال کر لاتے ہیں اور وہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں۔ اس کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں امت محمدیہ کے بہترین ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ لوگوں کو میدان جنگ سے قید کر کے لاتے ہیں اور پھر وہ مسلمان ہوجاتے ہیں اور پھر وہ ابدی سعادت کے مستحق بن جاتے ہیں۔ (۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کو قید کرنے کے بعد ان قیدیوں کو اسلام کی تعلیمات دینا چاہئے تاکہ وہ اسلام میں داخل ہوجائیں، قید کی یہ بیڑیاں ان کے حق میں طوق زریں ثابت ہوں۔ (۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب التفسير (تفسيرسورةآل عمران) و احمد ۹۸۹۶/۳ وابو داؤد وهكذافی ابن حبان ۳۱٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں

(۱) فتح الباری ۲۲۵/۸ (۲) روضۃ المتقین ۳۵۶/۴ (۳) نزہۃ المتقین

بعض لوگ زنجیروں میں جنت میں داخل ہوں گے

(۱۸٤۰) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَجِبَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ"﴾ (رواه البخاری)

مَعْنَاهُ: يُؤْسَرُوْنَ وَيُقَيَّدُوْنَ ثُمَّ يُسْلِمُوْنَ، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ ان لوگوں پر تعجب کا اظہار فرماتے ہیں جو زنجیروں میں جکڑے جنت میں داخل کئے جاتے ہیں۔'' (بخاری)

اس کا معنی یہ ہیں کہ انہیں قید کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے، پھر وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں اور جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔

لغات: ❖ عجب: تعجب ہونا یا تعجب کرنا باب سمع سے۔ یدخلون: معنی داخل ہونا، یا داخل کرنا۔ السلاسل: یہ جمع ہے سلسلة کی، معنی ہیں زنجیر۔

تشریح: ان مسلمانوں پر خوشی کا اظہار اللہ جل شانہ کی طرف سے ہوتا ہے کہ اولا یہ مسلمان دشمنان اسلام سے اسلام کے لئے جنگ کرتے ہیں اور ان کو قید کرتے ہیں اور جب وہ قید ہوجاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان کو ایمان نصیب فرمادیتے ہیں اور پھر جنت میں داخل ہوجاتے ہیں، ہر دور کے مسلمان اس میں شامل ہیں بشرطیکہ وہ **تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر**. ''اچھی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں'' کی فریضے کی ادائیگی کا اہتمام کرتے رہیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجهاد (باب الاسارى فى السلاسل) و احمد ۳/۹۸۹۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) نزہۃ المتقین وکذا روضۃ المتقین بالاختصار ۴/۳۵۶

سب سے بہترین جگہیں مساجد ہیں

(۱۸۴۱) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا، وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسْوَاقُهَا"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام شہروں کی تمام جگہوں میں سے سب سے زیادہ محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ جگہیں ان کے بازار ہیں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ المساجد: مسجد کی جمع: بمعنی سجدہ کی جگہ۔ البلاد: یہ جمع ہے بلد کی معنی ہے شہر۔ اسواق: یہ جمع ہے سوق کی بمعنی بازار۔ ابغض: بمعنی ناپسندیدہ، مبغوض ترین۔

تشریح: اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا: اللہ تعالیٰ کو تمام شہروں کی تمام جگہوں میں سے سب سے زیادہ محبوب جگہیں

مسجدیں ہیں۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مسجد میں آتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کا سایہ کرتے ہیں اور اس کو خیر اور رشد کی رہنمائی فرماتے ہیں، اسی وجہ سے ایک روایت میں آتا ہے:

اَلْمَسَاجِدُ بُیُوْتُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ تُضِیْءُ لِاَھْلِ السَّمَاءِ کَمَا تُضِیْءُ نُجُوْمُ السَّمَاءِ لِاَھْلِ الْاَرْضِ. (۱)

"مساجد زمین کے اوپر اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، وہ آسمان والوں کے لئے اس طرح چمکتی ہیں جس طرح زمین میں رہنے والوں کے لئے آسمان کے ستارے۔" اس کے علاوہ اور بھی متعدد روایات میں مساجد کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، اس کے مقابلہ میں بازار وہ جگہ ہے جہاں شیطان کا سب سے زیادہ تسلط ہوتا ہے، مگر علماء فرماتے ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی مقصد کے بازاروں میں رہتے ہیں، ہاں ضرورت کے بقدر بازار جانے والے اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔

سوال: دنیا میں بری جگہیں اور بھی بہت سی ہیں مثلاً بت خانہ، شراب خانہ وغیرہ، ان کو سب سے بری جگہ کیوں نہیں کہا گیا؟

جواب: جن مقامات اور جگہوں کو شریعت نے بنانے کا حکم دیا ان میں بازار ناپسندیدہ مقام ہے، باقی بت خانہ اور شراب خانہ وغیرہ تو شریعت نے بنانے کی اجازت ہی نہیں دی۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب فضل الجلوس فى مصلاه بعد الصبح وفضل المساجد) وابن حبان ١٦٠٠ وهكذافى البيهقى ٣/٦٥۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں

(۱) طبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد للہیثمی ۲/۶، تفسیر قرطبی ۱۲/۲۶۵، روح البیان ۴/۱۴۳

بازار شیطان کے اڈے ہیں

(۱۸۴۲) ﴿وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ قَالَ: لَاتَكُوْنَنَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوْقَ، وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا، فَاِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ، وَبِهَا يَنْصُبُ رَايَتَهٗ﴾. رَوَاهُ مُسْلِمٌ هٰكَذَا.

وَرَوَاهُ الْبَرْقَانِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَاتَكُنْ اَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوْقَ وَلَا آخِرَمَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا، فِيْهَا بَاضَ الشَّيْطَانُ وَفَرَّخَ."

ترجمہ: "حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم طاقت رکھو تو سب سے پہلے بازار میں داخل ہونے والا اور سب سے آخر میں نکلنے والا ہرگز نہ ہو، اس لئے کہ یہ شیطان کا اڈہ ہے اور یہیں وہ اپنا جھنڈا گاڑتا ہے۔ (مسلم) اور امام برقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (موقوفاً) روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم بازار میں سب سے پہلے داخل ہونے والے نہ ہو اور نہ اس سے سب سے آخر میں نکلنے والے ہو، اس لئے کہ اسی میں شیطان انڈے اور بچے دیتا ہے۔"

لغات: ❖ ینصب: نصب ینصب (ن) نصبا بمعنی کھڑا کرنا، یا کھڑا ہونا۔ رایة: پرچم، جھنڈا، جمع: رایات. معرکة: لڑائی، جھگڑا، فساد۔ ج: معارکُ. باض: (ض) بیضا: انڈہ دینا۔ فرخ: الطائر: پرندہ کا بچے نکالنا، فرخ: پرندہ کا بچہ ج: أفراخ.

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ بازاروں میں بلا وجہ جانا نہایت خطرناک ہے، وہاں شیطانی اثرات ہوتے ہیں۔ حرص، طمع، خیانت اور بددیانتی، جھوٹ اور خدا کی یاد سے غفلت کا سبب اور ذریعہ ہوتی ہیں۔ (۱) اس وجہ سے بازاروں میں بلا کسی عذر کے جانے کو منع فرمایا گیا ہے، اس لئے اگر جانا ہو تو جلدی واپس آ جائے، ایسا نہ ہو کہ صبح سے پہلے جائیں اور شام تک بازار میں ہی رہیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابة (باب من فضائل ام سلمة ام المؤمنین رضی الله تعالیٰ عنها).

نوٹ: راوی حدیث حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸۳۱) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضة المتقین ۴/۳۵۷ و دلیل الفالحین ۴/۶۸۹

مغفرت کی دعا کرنا

(۱۸۴۳) ﴿وَعَنْ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ غَفَرَاللّٰهُ لَکَ، قَالَ: "وَلَکَ." قَالَ: عَاصِمٌ: فَقُلْتُ لَهُ: اِسْتَغْفَرَلَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ وَلَکَ. ثُمَّ تَلاَ هٰذِهِ الْآيَةَ: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ، وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت عاصم احول رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، آپ ﷺ نے فرمایا اور تمہاری بھی۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے مغفرت طلب فرمائی؟ انہوں نے کہا ہاں اور تمہارے لئے بھی مغفرت

ہو، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی و استغفر لذنبک الخ ”اور آپ اپنے لئے اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لئے مغفرت طلب فرمائیں۔“

لغات: ❖ استغفر: الله الذنب و من الذنب: بخشش طلب کرنا، الغفور، الغفار: بہت بخشنے والا، مونث و مذکر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مغفرت ہوچکی ہے۔ لیغفرلک الله ما تقدم من ذنبک وما تأخر الخ ”اللہ نے آپ کی مغفرت فرمادی آگے اور پیچھے تمام گناہوں کی (جو بالفرض والتقدیر بھی ہوجائیں)۔“(۱)

آپ کی عظمت اور فضیلت کے نقطۂ نظر سے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنا جائز ہے، یہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کی عظیمت کا اظہار اور ان پر اپنی عنایات کا بیان ہے، ورنہ آپ تو معصوم ہیں، ان کے ذمہ کوئی گناہ تو نہیں ہے۔ واستغفر لذنبک و للمؤمنين والمؤمنات ”آپ اپنے لئے استغفار کریں......“(۲) نیز حدیث بالا میں مکارم اخلاق کا ذکر کیا گیا ہے کہ نیکی کا بدلہ اس کے مثل سے عطا فرمایا کرتے تھے۔(۳)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الفضائل (باب اثبات خاتم النبوة و صفته و محله من جسده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم).

راوی حدیث حضرت عاصم الاحول رحمہ اللہ تعالیٰ کے مختصر حالات:

نام: عاصم، والد کا نام سلیمان ہے، کنیت ابوعبد الرحمان ہے، بصرہ کے رہنے والے ہیں، ثقہ لوگوں میں شمار ہے اور درمیانہ درجہ کے تابعی ہیں۔

وفات: ۱۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا، اور صحاح ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔

---

(۱) دلیل الفالحین ۴/۶۸۱

(۲) سورت محمد آیت ۱۹

(۳) نزہۃ المتقین

اگر حیاء نہیں تو جو چاہو کرو

(١٨٤٤) ﴿وَعَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِمَّا اَدْرَکَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى: اِذَالَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ“﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں سے جو باتیں لوگوں نے حاصل کیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب تو شرم و

حیاءنہیں کرتا تو اب جو چاہے کر۔“

لغات: ❖ ادرک: إدراک مصدر باب افعال سے معنی ہے پانا، حاصل کرنا۔ درک یدرک (ن) سے تستحی: معنی حیاء کرنا، شرمانا۔ باب استفعال سے۔

تشریح: محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ حیاء کے اچھے ہونے پر تمام انبیاء علیہم السلام کا اجماع رہا ہے، حیاء ایک ایسی چیز ہے کہ عقل بھی اس کے اچھا ہونے کی معترف ہے اور حیاء کا حکم تمام انبیاء کے درمیان چلتا رہا اور کبھی بھی منسوخ نہیں ہوا۔ (۱)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ”فاصنع ماشئت“ جو چاہے کرو، یہاں پر انشاء ہے اور خبر کے معنی میں ہے کہ اگر تم حیاء نہیں کروگے تو پھر اپنی مرضی چلاؤ گے۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے یہاں یہ امر بطور استحباب کے مانا ہے کہ جب تمہارے اندر بے حیائی آجائے تو تباہی و بربادی آتی رہتی ہے جیسا کہ شاعر نے اس حدیث کو اس طرح اشعار میں بیان کیا ہے: ؎

اِذَالَمْ تَخْشَ عَاقِبَةَ اللَّيَالِي   وَ لَمْ تَسْتَحِي فَاصْنَعْ مَاتَشَاءُ
فَلاَ وَاللّٰهِ مَافِي الْعَيْشِ خَيْر   وَلَا الدُّنْيَا اِذَا ذَهَبَ الْحَيَاءُ
يَعِيْشُ الْمَرْءُ مَا اسْتَحَيَا بِخَيْرٍ   وَيَبْقَى الْعُوْدُمَا بَقِيَ اللحَاءُ

”اگر تو راتوں کے انجام سے نہیں ڈرتا اور تمہیں شرم نہیں آتی تو پھر جو جی میں آئے کرو۔ خدا کی قسم اس زندگی میں کوئی خیر نہیں اور نہ ہی دنیا میں کوئی خیر و بھلائی ہے جب حیا نہ رہے۔ جب تک آدمی شرم سے کام لیتا ہے وہ خیریت کی زندگی گزارتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ شاخ کی زندگی اس وقت تک رہتی ہے جب تک اس پر چھال باقی رہے۔“

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الانبیاء و کتاب الادب (باب اذالم تستحی فاصنع ما شئت).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱۰) میں گذر چکے ہیں
(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۵۹۔ دلیل الفالحین ۴/۲۸۱

قیامت کے دن سب سے پہلے ناحق خون کا حساب ہوگا

(۱۸۴۵) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”اَوَّلُ مَايُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ“﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے

دن لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلے کئے جائیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الدماء: معنی خون یا دم، بدلہ یا قصاص۔ یقضی: فیصلہ، حکم، قضی یقضی (ض) قضیا: فیصلہ کرنا۔ یوم: دن جمع ایام جمع الجمع ایاویم.

تشریح: محدثین فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے خون کے مقدمہ کا حساب ہوگا۔

ایک سوال اور اس کے دو جوابات

سوال: ایک روایت میں آتا ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے دن نماز کا حساب ہوگا؟

جواب ❶: حقوق العباد میں سے سب سے پہلے خون کا اور حقوق اللہ میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔

جواب ❷: مامورات (جن کاموں کا اللہ نے حکم دیا ہے) میں سے سب سے پہلے نماز کا اور جن چیزوں سے اللہ نے روکا ہے ان میں سے سب سے پہلے خون کا حساب ہوگا۔ (۱)

علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں وعید اور دھمکی دی جارہی ہے کہ کسی کا ناحق خون نہ کیا جائے، یہی بات قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمائی گئی ہے: ﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآءُ ہٗ جَهَنَّمُ خَالِدًافِيْهَاوَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًاعَظِيْماً﴾.

''اور جو کوئی کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الديات و كتاب الرقاق (باب القصاص يوم القيامة) وصحيح مسلم كتاب القيامة (باب المجازاة بالدماء فى الآخرة الخ) واحمد فى مسنده وابن ماجه ومصنف عبد الرزاق ومصنف ابن ابى شيبة ۹/۴۲۶ وهكذا فى البيهقى ۸/۲۱۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں

(۱) مرقاۃ۔ دلیل الفالحین ۴/۶۸۲ مظاہر حق ۳/۵۱۲ وکذا روضۃ المتقین ۴/۳۶۰

(۲) روضۃ المتقین ۴/۳۶۰

فرشتے، جنات اور انسان کا جوہر تخلیق

(۱۸۴۶) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَاقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّاوُصِفَ لَكُمْ''﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جن کو آگ کی لو سے اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہارے لئے بیان کی گئی (وہ مٹی ہے)۔'' (مسلم)

لغات: ❖ المارج: بہت بھڑکنے والا شعلہ، بے دھوئیں کا انگارہ۔ خلقت: پیدائش، پیدا ہونا۔ الجان: معنی جن، جنات، شیاطین۔

تشریح: خُلِقَتِ الْمَلائِكَةُ مِنْ نُوْرٍ: فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، نور کے معنی روشنی کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کی پیدائش نور سے ہوئی ہے اور فرشتے اللہ کی ایک نوری مخلوق ہے جن کے جسم ایسے لطیف ہیں جو ہر قسم کی شکل اختیار کرنے پر اختیار رکھتے ہیں۔ [1]

خُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ: جن کو آگ کی لو سے پیدا کیا گیا ہے۔ ''جان'' کے معنی جن یا جنات کے ہیں، مراد جن کی اصل اور ان کا باپ جس سے جن کی نسل چلی ہے۔ شیطان بھی جنات میں سے ہے، اس کو بھی اللہ نے بعض ایسی طاقتیں دی ہیں جو انسانی مخلوق میں نہیں ہیں۔ [2]

خُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا ہے جو تمہارے لئے بیان کر دی گئی ہے (وہ مٹی ہے) کہ انسانوں کے اصل حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مٹی سے بنایا گیا ہے یا انسان جو نطفہ سے بنتا ہے اس نطفہ کی اصل بھی مٹی ہے کہ اسی سے پیدا ہوئی چیز کو وہ کھاتا ہے پھر وہ انسان کی تخلیق کا باعث بنتا ہے، یہ دیکھ کر آدمی یہ کہتا ہے اللہ کی ذات فعال لما یرید ہے، وہ جس طرح چاہے کرتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الزهد (باب في احاديث متفرقة) واحمد ٢٥٢٤٩/٩ و هكذا ابن حبان ٦١٥٥۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الفالحین ۴/۶۸۳ (۲) دلیل الفالحین ۴/۶۸۳

آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا

(١٨٤٧) ﴿وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: ''كَانَ خُلُقُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ.'' رواه مسلم فِيْ جُمْلَةِ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ﴾

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اخلاق قرآن تھا۔ مسلم نے اسے لمبی

حدیث کے ضمن میں نقل کیا ہے۔''

لغات: ❖ خلق: بمعنی اخلاق، عادت خلق، خلقة: معنی فطرت، پیدائش، مخلوق۔خلق پرانا خلقی: پیدائشی، فطری، طبعی۔ خلیق: معنی لائق، مناسب۔

تشریح: حدیث بالا کا مضمون متعدد احادیث میں بیان کیا گیا ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے احکام سے آپ ﷺ راضی ہوتے تھے اور اسی کے لئے آپ ناراض ہوتے تھے۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں یزید بن مابنوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے اخلاق قرآن پاک تھا، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں سورت مؤمنون کو نہیں پڑھا؟ کہا کہ جی ہاں پڑھا ہے تو فرمایا کہ پڑھو تو میں نے پڑھنا شروع کیا۔

''قَدْاَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ تا اَلْحَافِظُوْنَ'' فرمایا کہ یہی آپ ﷺ کے اخلاق تھے۔ (۲)

آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی آیت ''فَبِمَارَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ الخ'' کو بیان کیا ہے۔ (۳)

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ سے زیادہ اچھے اخلاق والا دنیا میں نہ دیکھا گیا۔ آپ ﷺ کے اصحاب اور گھر والوں میں سے کوئی آپ ﷺ کو بلاتا تو آپ ﷺ جواب میں لبیک فرماتے، خدائے پاک نے آپ ﷺ کے بارے میں خود فرمایا ہے ''اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ.'' (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب صلاة المسافرين (باب جامع الليل ومن نام عنه اومرض) وكذا في ابی داؤد.

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مسلم دلائل النبوۃ ۳۰۸

(۲) اخلاق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لأبی الشیخ ۲۱

(۳) اخلاق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۰

(۴) اخلاق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لأبی الشیخ ۲

جو اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتے ہیں

(١٨٤٨) ﴿وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''مَنْ

اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هٗ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هٗ." فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، أَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ؟ فَكُلُّنَانَكْرَهُ الْمَوْتَ! قَالَ: "لَيْسَ كَذٰلِكَ، وَ لٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ، فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هٗ، وَاِنَّ الْكَافِرَاِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ، كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ، وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ" (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو ناپسند فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے؟ تو پھر ہم سب ہی موت کو ناپسند کرتے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ مطلب نہیں، بلکہ جب مؤمن کو اللہ کی رحمت، اس کی رضامندی اور جنت کی خوش خبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو پسند کرنے لگتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتے ہیں اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنے لگتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی پھر اس سے ملنے کو پسند نہیں فرماتے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ سخطه: سخط (س) سخطاً۔ الرجل اليه: غضبناک ہونا۔ الشيء ناپسند کرنا، اسخطه: غضبناک کرنا۔ تسخطه: ناراض ہوکر غضبناک ہونا، اور ناپسند کرنا۔ السخط والسخط و السخط: ناراضی، اور بقول بعض بڑے لوگوں کی ناراضی، المسخوط (مفعول) ناپسندیدہ، المسخط والمسخطة: سبب ناراضی جمع مساخط،

تشریح: وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ مؤمن کو اللہ کی رحمت، اس کی رضامندی اور جنت کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ حدیث بالا سے معلوم چلتا ہے کہ نزع کے وقت میں مؤمن آدمی کو جنت کی خوش خبری سنادی جاتی ہے۔ جیسے کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ مؤمن کے نزع کے وقت پر فرشتے آکر یہ خوش خبری سناتے ہیں "نَحْنُ اَوْلِيَائُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاوَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَاتَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَامَا تَدَّعُوْنَ." (۱)

اس لئے مؤمن کی روح نکلنے میں جلدی کرتی ہے، اس کے بخلاف کافر (فسق کی وجہ سے) آدمی کو نزع کے وقت میں جہنم دکھائی جاتی ہے جس میں اس کافر کو دائمی ہلاکت وخسران نظر آنے لگتی ہے جس سے اس کے دل میں یہ تمنا نظر پیدا ہونے لگتی ہے کہ کاش کہ موت نہ آئے، اگر موت آگئی تو پھر بربادی آجائے گی۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الذكروالدعاء (باب من احب لقاء الله احب الله لقاء ه) واحمد ۲۲۷۵۹/۸ والترمذی والنسائی وابن ماجه وابن حبان ۳۰۱۰۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) سورۃ حم السجدۃ (۲) روضۃ المتقین ۴/۳۶۳ ونزہۃ المتقین ودلیل الفالحین ۴/۶۸۴

شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے

(۱۸۴۹) ﴿وَعَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَاقَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفاً، فَاَتَيْتُهٗ اَزُوْرُهٗ لَيْلاً، فَحَدَّثْتُهٗ، ثُمَّ قُمْتُ لِاَنْقَلِبَ، فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِيْ، فَمَرَّرَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا، فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعَا، فَقَالَ: "عَلٰى رِسْلِكُمَا، اِنَّهَاصَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ." فَقَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ: "اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَى الدَّمِ، وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَاشَرّاً۔ اَوْقَالَ: شَيْئاً۔"﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اعتکاف میں تھے، میں ایک رات کو آپ ﷺ سے ملنے کے لئے حاضر ہوئی، پس بات چیت سے فارغ ہوکر جانے کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ ﷺ بھی میرے ساتھ کھڑے ہوئے تا کہ آپ ﷺ مجھے رخصت کریں، اسی دوران دو انصاری آدمی وہاں سے گزرے، جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو تیزی سے جانے لگے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھہرو، یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ، اے اللہ کے رسول (کیا ہم آپ کے بارے میں بدگمانی کر سکتے ہیں) پس آپ ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح دوڑتا ہے جس طرح خون۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ کہیں تمہارے دل میں کوئی بری بات نہ ڈال دے۔ یا یہ فرمایا کچھ نہ ڈال دے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الشیطان: شطنه (ن) شطناً: مخالفت کرنا، دور کرنا، رسی سے باندھنا، شطن فی الارض: داخل ہونا الرجل: حق وغیرہ سے دور ہونا۔ اشطنه: دور کرنا، شیطن وشیطنة وتشیطن: شیطانی فعل کرنا، الشیطان: خبیث، حق سے دور ہونے والا، جمع شیاطین بمعنیٰ: دیو سرکش ونافرمان۔

تشریح: فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ: دو انصاری صحابی ادھر سے گذرے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ ﷺ کے ذات اقدس کے بارے میں معمولی سی بھی بدگمانی ایمان کے لئے خطرے کا باعث تھی اس لئے آپ ﷺ نے احتیاطا ان دونوں صحابیوں سے وضاحت فرمادی کہ یہ میری بیوی ہیں، نیز علماء حدیث بالا سے یہ بھی استدلال کرتے ہیں کہ آدمی کو خاص کر

کے خواص یعنی علماء وغیرہ کو تہمت والی جگہوں سے دور رہنا چاہئے تاکہ لوگ بدگمانی نہ کرسکیں۔ (۱)

سُبْحَانَ اللّٰہِ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ: یہاں پر سبحان اللہ بطور تعظیم اور تعجب کے لئے ہے اس معنی میں قرآن اور احادیث میں کئی جگہ پر استعمال ہوا ہے۔ (۲)

رگوں میں شیطان دوڑتا ہے اس کا مطلب

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّمِ: ابن آدم کے اندر شیطان اس طرح دوڑتا ہے جیسے کہ رگوں میں خون گردش کرتا ہے۔ محدثین فرماتے ہیں "مجری الدم" یہ مصدر میمی بھی ہوسکتا ہے اور ظرف مکان بھی۔ (۳)

مصدر میمی ہونے کی صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان انسان کے اندر خون کے مانند رواں دواں رہتا ہے۔ اور ظرف مکان ہونے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ انسان میں جہاں خون دوڑتا ہے وہیں شیطان بھی دوڑتا ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس طرح خون انسان کے تمام اعضاء میں گردش کرتا ہے تو اسی طرح شیطان بھی انسان کے گمراہ کرنے میں کامل تصرف رکھتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **فالشبع مجلیة للانام منقصة للایمان مشوشة للافکار.** (۴) کہ شیطان کو قدرت نے انسان کو بہکانے کے لئے زبردست طاقت دی ہے، اس طرح اس کے مقابلہ میں انسان کوئی نیکی کرتا ہے تو ایک نیکی کا بدلہ ایک نہیں بلکہ بہت زیادہ دیا جاتا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الاعتکاف (باب هل یخرج المعتکف بحوائجه الی باب المسجد) وصحیح مسلم کتاب السلام (باب بیان انه یستحب لمن روی خالیا بامراة). واحمد ۱۰/۲۶۹۲۷ وابن ماجه وابوداؤد و الدارمی ۱۷۸۰ وابن حبان ۳۶۷۱ وهکذا فی البیهقی ۳۲۱/٤، ۳۲٤۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے حالات حدیث نمبر (۹۷۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری، روضۃ المتقین ۴/۳۶۶

(۲) روضۃ المتقین ۴/۳۶۵، دلیل الفالحین ۴/۶۸۶

(۳) طیبی شرح مشکوۃ ۱/۲۰۵ و مرقاۃ: ۱/۱۳۸

(۴) طیبی میں کافی تفصیل سے ہے دیکھیں ۱/۲۰۶۔۲۰۵ و شرح مسلم للنووی

غزوۂ حنین میں آپ ﷺ کی بہادری

(۱۸۵۰) ﴿وَعَنْ اَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: شَھِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ، فَلَزِمْتُ اَنَاوَاَبُوْ سُفْیَانَ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ نُفَارِقْہُ، وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَغْلَۃٍ لَہٗ بَیْضَاءَ، فَلَمَّا الْتَقَی الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِکُوْنَ، وَلَّی الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِیْنَ، فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَرْکُضُ بَغْلَتَہٗ قِبَلَ الْکُفَّارِ، وَاَنَا آخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَکُفُّھَا إِرَادَۃَ أَنْ لَّا تُسْرِعَ، وَاَبُوْ سُفْیَانَ آخِذٌ بِرِکَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اَیْ عَبَّاسُ، نَادِاَصْحَابَ السَّمُرَۃِ" قَالَ الْعَبَّاسُ وَکَانَ رَجُلاً صَیِّتًا: فَقُلْتُ بِاَعْلٰی صَوْتِیْ: اَیْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَۃِ، فَوَاللّٰہِ لَکَأَنَّ عَطْفَتَھُمْ حِیْنَ سَمِعُوْاصَوْتِیْ عَطْفَۃُ الْبَقَرِ عَلٰی اَوْلَادِھَافَقَالُوْا: یَالَبَّیْکَ یَالَبَّیْکَ، فَاقْتَتَلُوْاھُمْ وَالْکُفَّارُ، وَالدَّعْوَۃُ فِی الْاَنْصَارِ یَقُوْلُوْنَ: یَامَعْشَرَ الْاَنْصَارِ، یَامَعْشَرَالْاَنْصَارِ، ثُمَّ قُصِرَتْ الدَّعْوَۃُ عَلٰی بَنِیْ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، فَنَظَرَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَعَلٰی بَغْلَتِہٖ کَالْمُتَطَاوِلِ عَلَیْھَا اِلٰی قِتَالِھِمْ فَقَالَ: "ھٰذَا حِیْنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ" ثُمَّ اَخَذَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَصَیَاتٍ، فَرَمٰی بِھِنَّ وُجُوْہَ الْکُفَّارِ، ثُمَّ قَالَ: "اِنْھَزِمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ." فَذَھَبْتُ اَنْظُرُ، فَاِذَا الْقِتَالُ عَلٰی ھَیْئَتِہٖ فِیْمَا أَرٰی، فَوَاللّٰہِ مَا ھُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاھُمْ بِحَصَیَاتِہٖ، فَمَازِلْتُ اَرٰی حَدَّھُمْ کَلِیْلاً، وَاَمْرَھُمْ مُدْبِرًا﴾ (رواہ مسلم)

"اَلْوَطِیْسُ" اَلتَّنُّوْرُ. وَمَعْنَاہُ: اِشْتَدَّتِ الْحَرْبُ. وَقَوْلُہٗ: "حَدَّھُمْ" ھُوَبِالْحَاءِ الْمُھْمَلَۃِ، اَیْ: بَأْسَھُمْ.

ترجمہ: ''حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے ساتھ غزوہ حنین کے دن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پس میں اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے، ہم آپ ﷺ سے جدانہیں ہوئے، آپ ﷺ سفید خچر پر سوار تھے، پس جب مسلمانوں اورمشرکوں کا باہمی مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر چل دیئے تو آپ ﷺ اپنے خچر کو کافروں کی طرف لے جانے کے لئے ایڑ لگاتے تھے اور میں آپ ﷺ کے خچر کو لگام سے پکڑے ہوئے اس کو روکنے کی کوشش کرتا تھا تا کہ وہ تیز نہ چلے اور ابوسفیان آپ ﷺ کے رکاب پکڑے ہوئے تھے، پس آپ ﷺ نے فرمایا اے عباس، درخت کے نیچے (بیعت رضوان) کرنے والوں کو آواز دو۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (اور وہ بلند آواز آدمی تھے) میں نے اپنی بلند آواز میں کہا درخت کے نیچے والے کہاں ہیں؟ پس اللہ کی قسم جس وقت انہوں نے میری

آواز سنی وہ اتنی تیزی سے متوجہ ہوئے جیسے گائے اپنی اولاد پر متوجہ ہوتی ہے، پس انہوں نے کہا لبیک، لبیک، پھر ان میں اور کافروں میں خوب لڑائی ہوئی، اس وقت انصار کی پکار تھی اے جماعت انصار اے انصار، پھر صرف بنو حارث بن خزرج تک محدود ہوگئی، پس آپ ﷺ نے جب کہ آپ اپنے خچر پر ہی تشریف فرما تھے میدان جنگ کی طرف دیکھا گویا کہ اپنی گردن بلند کر کے لڑائی کی گرمی کو دیکھ رہے تھے، پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہی وقت ہے جنگ کے زور پکڑنے اور شدت اختیار کرنے کا۔ پھر آپ ﷺ نے چند کنکریاں اٹھائیں اور کافروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا محمد کے رب کی قسم وہ شکست کھا گئے۔ پس میں نے دیکھنا شروع کیا تو میرے خیال میں جنگ پورے جوش وخروش پر تھی، اللہ کی قسم جوں ہی آپ ﷺ نے وہ کنکریاں کافروں کی طرف پھینکیں تو میں نے مسلسل دیکھا کہ ان کی قوت کمزور ہوگئی اور ان کا معاملہ پیٹھ پھیرنے تک پہنچ گیا۔"

الوطيس: بمعنی تنور۔ **حمي الوطيس:** اس کا معنی ہے جنگ خوب زور پکڑ گئی۔ **حدهم:** حاء کے ساتھ ان کی قوت اور جنگی صلاحیت۔

لغات: ❖ **الكفار:** کافر کی جمع ہے۔ **كفر** (ن) **كفراً و كفراً۔ الشيء:** چھپانا، کہا جاتا ہے **كفر درعه بثوبه:** اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا (**كفرا و كفراً و كفوراً و كفراناً**) ایمان کی ضد۔ **بالخالق:** نفی کرنا (**كفراً و كفوراً و كفراناً**) ناشکری کرنا **بكذا:** بیزار ہونا۔ **كافر مكافرة۔ فلاناً حقه:** انکار کرنا۔ **اكفر:** طاعت اور ایمان کے بعد گناہ اور کفر اختیار کرنا **الرجل** کافر کہنا، کفر کی طرف منسوب کرنا، کافر بنانا، کفر کرنے پر مجبور کرنا۔

تشریح: **يَوْمَ حُنَيْنٍ:** حدیث بالا میں غزوہ حنین کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔

حنین کا محل وقوع

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے یہاں پر عرب کے قبیلہ ہوازن اور قبیلہ ثقیف رہا کرتے تھے۔ ان قبیلوں والوں نے بیس ہزار کا لشکر جمع کر کے مدینہ پر حملہ کے لئے نکلے اور انہوں نے اپنا سردار مالک بن عوف کو بنایا، ساتھ میں بچوں اور عورتوں کو بھی لائے تاکہ کوئی بھاگے نہیں۔ (۱)

ادھر نبی کریم ﷺ ہفتہ کے دن ٦ شوال ۸ھ کو بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر چلے۔ (۲) آپ ﷺ اس لشکر میں خچر پر سوار تھے جس کی لگام ابوسفیان بن حارث پکڑے ہوئے تھے۔

اَیْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَۃِ: درخت والوں (یعنی بیعت رضوان والوں کو) آواز دو کہ جنہوں نے اپنی جان دینے کا عہد کیا تھا۔ اہل تواریخ لکھتے ہیں جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی تو جس کے کان میں بھی آواز پڑی وہ

دیوانہ وار پلٹ آئے اور یہ سب آپ ﷺ کے اردگرد پھر جمع ہوگئے اور جب جنگ کا میدان گرم ہوگیا تو آپ ﷺ نے کنکریاں ہاتھ میں لے کر مشرکین کی طرف پھینکیں، پھر یہ کنکریاں مشرکین میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا جس کے آنکھ میں نہ پہنچی ہوں۔ (۳) یہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ تھا۔ (۴) اس جنگ میں دشمنوں کے ستر آدمی مارے گئے (۵) اور مسلمانوں میں سے بھی بہت سے شہید ہوئے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب المغازی (باب فی غزوۃ حنین) واحمد ۱/۱۷۷۵ والحاکم ۳/۵۴۱۸ وابن حبان ۷۰۴۹ ومصنف عبدالرزاق ۹۷۴ و ھکذا فی الحمیدی ۴۵۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۱۴۹۴) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) الکامل لابن اثیر ۲/۱۷۷

(۲) طبقات ابن سعد ۲/۱۵۰، البدایۃ والنہایۃ ۴/۳۲۲

(۳) روضۃ المتقین ۴/۳۶۸

(۴) الکامل لابن اثیر ۲/۱۷۰، تاریخ الطبری ۲/۳۴۸ وغیرہ

(۵) البدایۃ والنہایۃ ۴/۳۳۷، الکامل ۲/۱۷۹

حلال مال کھانے کی ترغیب اور حرام مال سے بچنے کا حکم

(۱۸۵۱) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "اَیُّهَا النَّاسُ، اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ، لَایَقْبَلُ اَلاطَیِّبًا، وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: "یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْامِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْاصَالِحًا" وَقَالَ تَعَالٰی: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَارَزَقْنٰكُمْ" ثُمَّ ذَكَرَالرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ، أَغْبَرَ، یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَاءِ: یَارِبِّ، یَارِبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ، وَغُذِیَ بِالْحَرَامِ، فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ!؟"﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اللہ جل شانہ پاک ہے اور وہ پاک ہی چیزوں کو قبول فرماتا ہے اور بے شک اللہ جل شانہ نے مؤمنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے پیغمبروں کو دیا چنانچہ فرمایا ”یأیھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا“

اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو۔ اور آپ ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو لمبا چوڑا سفر کرتا ہے، پراگندہ حال ہے، گرد وغبار آلود حالت میں ہے اور اپنے ہاتھ کو آسمان کی طرف اٹھاتا ہے۔ اے میرے

رب، اے میرے رب، حالانکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور اسے غذا ہی حرام ملی اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی؟'' (مسلم)

لغات: ❖ المطعم: کھانے کی جگہ۔ طعام: بمعنی خوراک جمع اطعمۃ جج اطعمات، گیہوں۔ طعم (س) طعماً و طعاماً: الطعام: کھانا طعم (ن) طعماً آسودہ ہونا، ت طعم الشیء: چکھنا، اطّعم: مزیدار ہونا، استطعم: مزہ پانا، ۔ہ: کھانا مانگنا۔

تشریح: یہ حدیث قواعد الاسلام اور احکام کی بنیاد کو بیان کرتی ہے۔ [۱]

اِنَّ اللّٰہَ لَایَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا: اللہ تعالیٰ پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ حرام مال میں نجاست اور گندگی ہوتی ہے، اس کے مقابل میں حلال مال میں پاکیزگی، تو تقاضۂ عبدیت یہی ہے کہ وہ نجاست اور حرام مال سے اجتناب کرے اور حلال اور پاک مال کو کھائے، اس سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور حرام مال سے اللہ سے دوری ہوتی جاتی ہے، یہی حکم تمام انبیاء علیہم السلام کو اور آخر میں امت محمدیہ کو دیا گیا ہے کہ حلال کھاؤ، حرام نہ کھاؤ۔

ثُمَّ ذَکَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ: آپ ﷺ نے ایک شخص کا حال بیان کیا کہ وہ لمبے لمبے سفر کرتا ہے اور اگر یہ سفر حج کا جہاد کا یا اسی طرح سے کوئی دینی مقصد کا ہو تو اور زیادہ مقدس ہے جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں مگر اب اس کی دعا قبول نہیں ہو رہی کیونکہ اس کا کھانا پینا حرام کا ہے۔ [۲] لباس حرام کا ہے یعنی یہ شخص کمائی کے حرام ذرائع سے اجتناب نہیں کرتا۔ علماء فرماتے ہیں دعا کی قبولیت یہ حلال رزق پر موقوف ہے۔ [۳]

یَارَبِّ یَارَبِّ: اے رب، اے رب، اس سے معلوم ہوتا ہے یارب کے ساتھ دعا مانگنا قبولیت سے زیادہ قریب ہے۔ [۴] نیز حدیث بالا میں حلال مال کے کمانے کی اور خرچ کرنے کی اور کھانے کی ترغیب دی جارہی ہے۔ [۵]

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الزكاة (باب قبول الصدقة من الكسب والطيب) واحمد ۸۳۵٦/۳ وهكذا فى الترمذى.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳۷۰/۴

(۲) دلیل الفالحین ۶۹۲/۴

(۳) مظاہر حق ۳۳/۳

(۴) روضۃ المتقین ۳۷۰/۴

(۵) روضۃ المتقین ۳۷۰/۴

تین آدمیوں کی طرف اللہ نظر شفقت سے نہیں دیکھیں گے

(۱۸۵۲) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ثَلَاثَةٌ لَايُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَايُزَكِّيْهِمْ، وَلَايَنْظُرُ اِلَيْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: شَيْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ"﴾ (رواہ مسلم)

"اَلْعَائِلُ" اَلْفَقِيْرُ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت والے دن بات نہ کریں گے اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: ① بوڑھا بدکار، ② جھوٹا بادشاہ، ③ مغرور فقیر۔" (مسلم)

العائل: بمعنی فقیر۔

لغات: ❖ زان: زنی (ض) زناء و زنیً و زناءً: زناء کرنا صفت (زانٍ) ج زناة، صفت مؤنث (زانیة، جمع زوانٍ. زنّیہ زنا کی نسبت کرنا یا زانی کہنا۔ ازنی ازناء: زنا کرنے پر اکسانا، الزانیة: زنا کرنے والا (تاء مبالغہ کے لئے ہے) الزنّاءة: بہت زنا کرنے والی۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے "کتاب المامورات باب تحریم الکبر والاعجاب" میں گزر چکی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ان تین قسم کے لوگوں کو اللہ جل شانہ انتہائی ناپسند فرماتے ہیں اور ان کی طرف رحمت کی نگاہ بھی نہیں فرمائے گا۔ وہ تین شخص یہ ہیں:

① بوڑھا آدمی زنا کرے اور،
② بادشاہ جھوٹ بولے اور،
③ فقیر آدمی تکبر کرے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان تین اقسام کو حدیث بالا میں خصوصیت سے اس لئے بیان فرمایا گیا کہ ان تینوں نے گناہ کو بلا ضرورت کے اختیار کیا ہے کہ آسانی سے یہ گناہ سے بچ سکتے ہیں کہ گناہ کا داعیہ انتہائی کمزور اور ضعیف ہے کہ زنا اگر جوان آدمی کرے تو سمجھ میں آتا ہے، اسی طرح بادشاہ تو صاحب اختیار ہوتا ہے اس کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح سے مالدار آدمی تکبر کرے تو سمجھ میں آتا ہے، فقیر کے پاس کچھ بھی نہیں تب بھی تکبر کرے کہ یہ معمولی سی ہمت کر لیتے تو ان گناہوں سے بچ سکتے تھے، گویا ان لوگوں نے جان بوجھ کر اللہ کی نافرمانی کی ہے، اس لئے ان کے لئے سخت

وعید ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب غلظ تحريم اسبال الازار الخ).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

چار دریاؤں کی فضیلت

(۱۸۵۳) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِّنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا سیحان، جیحان، فرات اور نیل یہ چاروں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ سیحان: یہ ایک دریا کا نام ہے۔ جیحان: یہ بھی دریا کا نام ہے۔ النیل: یہ مصر کا معروف دریا ہے، جہاں اللہ پاک نے فرعون مع اس کے لشکر کو غرق کیا۔ الفرات: یہ عراق کا مشہور دریا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں چار دریاؤں کے فضائل بیان کئے گئے ہیں: ① فرات یہ عراق میں ہے، ② نیل یہ مصر میں بہتا ہے ان دونوں میں اتفاق ہے، ③ سیحان بعض کہتے ہیں کہ شام کے دریا کا نام ہے، ④ جیحان یہ بلخ کا دریا ہے۔ بعض کہتے ہیں سیحان سندھ کا دریا ہے اور بعض کے نزدیک جیحان یہ خراسان کا دریا ہے، مزید اور بھی ان کے تعین میں علماء کا اختلاف ہے۔

كُلٌّ مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ: یہ چاروں جنت کی نہروں میں سے ہیں۔ اس جملہ کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ حقیقتاً ان دریاؤں کا سرچشمہ جنت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں جنت کی طرف نسبت مجازاً ہے کہ ان دریاؤں کے پانی اور پانیوں کے بنسبت زیادہ شیریں اور زیادہ ٹھنڈا اور خوشگوار ہے۔ (۱)

غرض یہ کہ ان دریاؤں کے پانی کو اور دریاؤں کے پانی پر زیادہ خصوصیات حاصل ہیں، اس لئے ان خصوصیات کے پیش نظر ان دریاؤں کو جنت کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنة (باب مافى الدنيامن انهار الجنة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۶۹۵

(۲) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۵/۲۱۱

کائنات کی پیدائش

(۱۸۵٤) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِيْ فَقَالَ: "خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ، وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْاَحَدِ، وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ، وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ، وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ، وَبَثَّ فِيْهَا الدَّوَابَّ يَوْمَ الْخَمِيْسِ، وَخَلَقَ آدَمَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِيْ آخِرِ الْخَلْقِ فِيْ آخِرِ سَاعَةٍ مِنَ النَّهَارِ، فِيْمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا ہے اور اس میں پہاڑ اتوار کے دن پیدا کئے، اور درخت پیر کے دن پیدا کئے اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن اور روشنی کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن پیدا فرمایا اور تمام چیزوں کی پیدائش کے آخر میں جمعہ کو عصر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور یہ عصر اور رات کے درمیان دن کی آخری ساعت تھی۔'' (مسلم)

لغات: ❖ التربة: زمین، مٹی، مقبرہ، جمع اس کی تُرب واتراب. تُرابی: مٹیالا۔ الدواب: یہ جمع دابة کی جانور، مویشی، چوپایہ۔

تشریح: قرآن وحدیث میں متعدد مقامات میں زمین اور آسمان کے بنانے کا تذکرہ موجود ہے اور تفصیل سے سورت فصلت میں موجود ہے۔ (۱)

نیز قرآن میں آتا ہے ولقدخلقنا السموات والارض ومابینهمافی ستةایام ''کہ تحقیق، ہم نے آسمانوں اور زمینوں اوران کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں بنایا۔'' یہ حدیث سورت فصلت کی آیات کے خلاف ہے، اس لئے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو غریب کہا ہے، نیز اور بھی علماء نے اس حدیث پر قیل وقال کیا ہے۔ (۲)

خَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ: روشنی کو بدھ کے دن پیدا کیا۔ مسلم کی روایت میں یہی ہے مگر مشکوۃ کے بعض نسخوں میں نور کے جگہ نون (بمعنی مچھلی) کا ذکر ہے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ روشنی اور مچھلی دونوں کو بدھ کے دن ہی پیدا کیا گیا۔ اس طرح دونوں روایات جمع ہوجائیں گی۔

وَخَلَقَ آدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ: حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کیا گیا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے آخر میں پیدا کیا گیا، ان پر کائنات کا سلسلہ پایۂ اختتام کو پہنچا اور تمام مخلوقات اس زمین پر جمع ہوگئیں، کائنات کی تکمیل جمعہ کے دن تکمیل کو پہنچی، اسی جمعہ کے دن اس دنیا کو ختم بھی کیا جائے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب صفة القيامةوالجنةوالنار (باب ابتداء الخلق وخلق آدم) واحمد ٣/٨٣٤٩ وابن حبان ٦١٦١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) سورۃ فصلت آیت: ۹ تا ۱۲ (یہاں پر علماء نے کافی تفصیل بیان کی ہے کچھ تعارض بھی ہے اس کو بھی رفع فرمایا ہے)
(۲) روضۃ المتقین ۴/۳۷۲

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر جنگ موتہ کے دن نو تلواریں ٹوٹیں

(۱۸۵۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سُلَیْمَانَ خَالِدِبْنِ الْوَلِیْدِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: "لَقَدِ انْقَطَعَتْ فِیْ یَدِیْ یَوْمَ مُوْتَۃَ تِسْعَۃُ اَسْیَافٍ، فَمَابَقِیَ فِیْ یَدِیْ اِلَّاصُفَیْحَۃٌ یَمَانِیَّۃٌ"﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ: "حضرت ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جنگ موتہ والے دن میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں، صرف ایک چھوٹی یمنی تلوار میرے ہاتھ میں باقی رہی۔" (بخاری)

لغات: ❖ مُوْتَۃ: یہ ملک شام میں ایک مشہور مقام ہے جہاں صحابہ کرام اور ان کے مخالفین کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔
اسیاف: یہ سیف کی جمع ہے بمعنی تلوار سیوف بھی جمع ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں غزوۂ موتہ میں حضرت خالد بن ولید کی شجاعت اور بہادری کا تذکرہ ہے، غزوۂ موتہ یہ جمادی الاولی کے مہینے ۸ھ میں ہوا۔ (۱)

مقامِ موتہ کہاں ہے؟

موتہ یہ ملک شام میں علاقۂ بلقاء میں ایک جگہ کا نام ہے۔ (۲)

مگر آج کل موتہ کا حصہ اردن میں شامل ہے، اس غزوہ کا سبب یہ بنا کہ آپ ﷺ کا دعوتی خط حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے کر جب قیصر روم کی طرف جارہے تھے تو راستہ میں بلقاء کے سردار شرحبیل نے حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیا۔ (۳)

آپ ﷺ نے ان کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار کا لشکر تیار کر کے روانہ فرمایا، اس جنگ میں اولا امیر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کی شہادت کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے، پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ دونوں شہید ہوگئے اور پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر بنے اور ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح ملی۔

اور اسی جنگ میں حضرت خالد کے ہاتھوں نو تلواریں ٹوٹیں۔ نیز علماء فرماتے ہیں حدیث بالا میں حضرت خالد بن ولید کی ہمت اور شجاعت کا بیان بھی ہے کہ تلواریں ٹوٹتی رہیں مگر وہ اپنی جگہ پر جمے رہے۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب المغازی (باب غزوة موتة).

راوی حدیث حضرت ابو سلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: خالد، ابو سلیمان کنیت، سیف اللہ لقب، یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریبی رشتہ دار تھے۔ خالد کا خاندان زمانہ جاہلیت سے بڑا معزز سمجھا جاتا تھا، غزوہ احد میں مسلمانوں کے خلاف بڑی شجاعت سے لڑائی کی کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

اسلام: بقول بعض ۶ھ اور ۸ھ کے درمیان میں مسلمان ہوئے۔ (مسند احمد ۴/۱۹۸) اسلام لانے کے بعد پہلی جنگ جس میں شرکت کی وہ جنگ موتہ ہے، اسی میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں اور اسی میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو سیف اللہ کا لقب دیا۔ پھر اس کے بعد فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، تبوک، سریہ بنو خزیمہ، سریہ نجران، سریہ یمن، سریہ عزی کے علاوہ کئی اور لڑائیوں میں شرکت فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ۱۷ھ میں معزول کر دیا تھا کہ عام لوگوں کو یہ خیال پیدا ہونے لگا تھا کہ اسلامی فتوحات کا دار و مدار خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قوت بازو پر ہے جس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسند نہیں کرتے تھے۔ (ابن اثیر ۲/۴۱۹) اس کے علاوہ اور بھی دوسری وجوہات تھیں، ان کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حران اور موتہ کا گورنر بنایا، مگر انہوں نے خود ہی ایک سال کے بعد چھوڑ دیا۔ ان کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت زیادہ عقیدت تھی، انہوں نے ایک ٹوپی سلوائی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو رکھا، جنگ کے میدان میں اسی کو پہنتے تھے۔ یرموک کی جنگ میں یہ کہیں گر گئی، تلاش کرنے کے بعد پھر ملی۔ (اصابہ ۲/۹۹)

وفات: مدینہ میں ۲۲ھ میں انتقال ہوا، بعض نے وفات کا مقام حمص بھی بتایا ہے مگر اول قول راجح ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے جنازے میں شریک تھے۔ (اصابہ ۲/۱۰۰)

مرویات: ان سے اٹھارہ روایات منقول ہے جن میں سے ۲ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔

مزید حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (۱) استیعاب ۱/۱۵۷ (۲) طبقات ابن سعد (۳) اسد الغابۃ ۲/۱۰۳ (۴) زرقانی ۳/۸۶ (۵) تاریخ الخلفاء للسیوطی ۲۷ (۶) تاریخ ابن خلدون ۲/۹۷ (۷) طبری ۴/۲۶۶ وغیرہ۔

(۱) دلیل الفالحین ۴/۶۹۵ فتح الباری ۷/۵۱۱
(۲) فتح الباری ۷/۵۱۱
(۳) فتح الباری ۷/۵۱۱
(۴) روضۃ المتقین ۴/۳۷۳

مفتی اور قاضی کو غلط اجتہاد پر بھی ثواب ملتا ہے

(۱۸۵۶) ﴿وَعَنْ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَاحَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ اَصَابَ، فَلَهُ اَجْرَانِ وَاِنْ حَكَمَ، وَاجْتَهَدَ، فَاَخْطَأَ، فَلَهُ اَجْرٌ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب حاکم فیصلہ کرے اور اجتہاد سے کام لے، پھر اجتہاد سے وہ درستی تک پہنچ جائے تو اس کے لئے دوگنا ثواب ہے اور اگر وہ فیصلہ کرے اپنے اجتہاد سے اور اس میں غلطی کرے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ حکم: فیصلہ کرنا باب نصر سے۔ حاکم اس کی جمع حکام آتی ہے فاجتھد: اجتہاد کرے، درستگی کو پائے باب افتعال سے جھد یجھد جھداً معنی کوشش کرنا، باب فتح سے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں حدیث بالا کا تعلق اس صورت میں ہوگا جب کہ وہ حکم قرآن وسنت اور اسلامی فقہ میں بیان نہ ہوا ہو، اس کے بعد وہ اجتہاد کرے اور اچھی طرح تمام نظائر اور اس کے مشابہ مسائل پر غور کرے، اس کے باجود اس نے اب غلط فیصلہ کیا تو اب اس پر اس کو ثواب ملے گا۔ تو حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی اسلام اور مفتی اسلام کو ایسی جزئیات میں اجتہاد کا اختیار حاصل ہے جس میں شریعت میں کوئی صریح حکم نہیں ہو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کسی چیز کا حکم کتاب اللہ، احادیث، اجماع میں مذکور نہ ہو تو اب قیاس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اب اس صورت میں قیاس کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو قبلہ کا رخ معلوم نہ ہو تو اب وہ تحری یعنی سوچ بچار کر کے کسی ایک طرف نماز پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ بعد میں معلوم بھی ہو کہ جس طرف اس نے نماز ادا کی تھی وہ قبلہ رخ نہیں ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الاعتصام (باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب أو أخطأ). وصحيح مسلم کتاب الاقضية (باب بيان اجر الحاکم) واحمد ۱۷۷۸۹/۶ وابوداؤد، والترمذی والنسائی وابن ماجه وابن حبان ۵۰۶۰ و الدارقطنی ۲۰۴/۴ وهکذا فی البيهقی ۱۱۹/۱۰۔

راوی حدیث حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عمرو، ابوعبداللہ اور ابومحمد کنیت، والد کا نام عاص اور والدہ کا نام نابغہ تھا۔ قبیلہ بنوسلیم سے تعلق رکھتے تھے، یہ قبیلہ زمانہ جاہلیت میں بھی بڑا معزز سمجھا جاتا تھا۔

جب تک اسلام نہیں لائے، اسلام اور مسلمانوں کیخلاف ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مسلمانوں کی سب سے پہلی جماعت جو حبشہ گئی تھی اس کو حبشہ سے نکلوانے کے لئے قریش کا جو وفد نجاشی کے پاس گیا تھا اس میں سب سے پیش پیش یہی عمرو بن العاص تھے۔ مگر اللہ نے غزوۂ احزاب کے بعد ان کو بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق دی، اور اسلام قبول کر لیا۔

پھر اپنی ساری زندگی دین کے لئے وقف کر دی اور اس کے بعد غزوات میں اسلام کی طرف سے انہوں نے جنگ لڑی، تاریخ کی کتابوں میں ان کی شرکت کئی جنگوں میں ملتی ہے مثلاً (۱) سریہ ذات السلاسل، (۲) سریہ مراع، (۳) فتنہ ارتداد فتوحات شام (۴) یرموک (۵) فحل، (۶) بیت المقدس (۷) فتوحات مصر (۸) غزوۂ عریش (۹) عین شمس یا فسطاط (۱۰) فتح اسکندریہ (۱۱) فتوحات خوب برقہ (۱۲) زویلہ (۱۳) طرابلس الغرب وغیرہ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مصر کا گورنر بھی بنایا تھا۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زیادہ حصۂ عمر میدان جنگ میں گذرا۔ ان کی زندگی میں چند بڑی نمایاں خوبیاں نظر آتی ہیں مثلاً: (۱) ایمانی قوت (۲) حق پسندی (۳) تدبیر (۴) جہاد فی سبیل اللہ (۵) صدقات وخیرات، ان

تمام صفات میں بہت زیادہ نمایاں تھے۔

وفات: ۴۳ھ یا ۴۰ھ یا ۵۱ھ میں قیام مصر کے دوران بیمار ہوئے اور اسی دوران کلمۂ توحید پڑھتے پڑھتے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی، اور ان کے صاحب زادے نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد)

مرویات کی تعداد: ان کی کل مرویات کی تعداد ۳۹ ہیں، ان میں تین متفق علیہ ہیں، اور ایک میں امام بخاری اور تین میں امام مسلم منفرد ہیں۔

مزید حالات: کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔(۱) طبقات ابن سعد، حصۂ مغازی ص: ۱۰۵، (۲) اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ۲/۵، (۳) استیعاب ۲/ ۴۴۹، (۴) اسد الغابہ ۵/ ۱۶۱-۴/ ۱۱۷، (۵) فتوح البلدان بلاذری ص: ۸۳، (۶) ابن اثیر ۲/ ۳۱۸، (۷) تاریخ طبری ۴/ ۸۲، (۸) یعقوبی ۲/ ۲۱۷، (۹) تہذیب الکمال: ۲۹۵، (۱۰) تہذیب التہذیب ۸/ ۵۶۔

(۱) مرقاۃ وکذا مظاہر حق ۳/ ۶۹۲ و ۵۹۳

بخار کا علاج پانی سے

(۱۸۵۷) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَابْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بخار جہنم کی شدید حرارت سے ہے، پس تم اسے پانی سے ٹھنڈا کردو۔“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ **الحمّی:** بخار جمع حمیات آتی ہے۔ **فیح:** شدت، گرمی، حرارت۔ **فابردوها:** ابرد افعال سے بمعنی ٹھنڈا کرنا، برد یبرد بردًا مجرد سے ٹھنڈا ہونا۔

تشریح: پانی سے علاج بخار کا علماء فرماتے ہیں کہ یہ ہر بخار کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اس بخار کے بارے میں ہے جس بخار کا تعلق صفرا سے ہوتا ہے جو اہل حجاز میں عموماً ہوتا تھا اور بعض بخار میں پانی کا استعمال نقصان بلکہ کبھی کبھار ہلاکت کا باعث بھی بن جاتا ہے، اس میں آسان راستہ یہ ہے کہ کسی حاذق اور معتمد معالج سے پوچھ کر عمل کیا جائے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک شخص کو بخار ہوا اور وہ بخار ایسا تھا جس میں پانی کا استعمال نقصان دہ ہوتا ہے، اس نے پانی کا استعمال کرلیا تو وہ اچھا ہونے کے بجائے ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ [۱]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث بالا کا حکم ہر نوع کے بخار کے لئے نہیں ہے بلکہ مخصوص بخار کے لئے ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب بدء الخلق (باب صفة النار) و صحیح مسلم کتاب السلام (باب لکل داء دواء واستحباب التداوی) والترمذی و هکذافی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) میں گذر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین ۴/ ۳۷۶

میت کے روزے کا مسئلہ

(۱۸۵۸) ﴿وَعَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ، صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ"﴾ (متفق عليه)

وَالْمُخْتَارُ جَوَازُ الصَّوْمِ عَمَّنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ، وَالْمُرَادُ بِالْوَلِيِّ: اَلْقَرِيْبُ وَارِثًا كَانَ اَوْ غَيْرَ وَارِثٍ.

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص فوت ہوجائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث کی رو سے فوت شدہ شخص کے ذمے روزے ہوں تو پسندیدہ بات اس کی طرف سے روزہ رکھنا ہے اور ولی سے مراد قریبی رشتہ دار ہے، چاہے وہ وارث ہو یا نہ ہو۔''

لغات: ❖ صوم: روزہ جمع صیام باب نصر وغیرہ سے اس کا صلہ عن، علی وغیرہ آتا ہے۔ ولیه: ولی سے مراد جو اہل قرابت ہوں، یا میت کے وارث ہوں۔

تشریح: **کیا میت کی طرف سے اس کا ولی روزہ رکھ سکتا ہے؟**

حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر کسی شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے واجب ہوں تو اب کیا کیا جائے، اس مسئلہ میں فقہاء کا کچھ اختلاف ہے اس میں دو مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: جمہور فقہاء، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی وغیرہ کے نزدیک آدمی کے مرنے کے بعد دوسرا آدمی روزہ نہ رکھے بلکہ اس کی طرف سے روزوں کا بدلہ فدیہ دیا جائے۔

دوسرا مذہب: امام احمد وغیرہ کا ہے کہ میت کی طرف سے اس کے ورثاء روزہ رکھیں، استدلال حدیث بالا سے کرتے ہیں۔

پہلا جواب: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ فدیہ دے دو یہ بھی روزہ رکھنے کے قائم مقام ہوتا ہے۔

دوسرا جواب: حدیث بالا منسوخ ہے۔

تیسرا جواب: علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ورثاء میت کی طرف سے روزہ رکھیں مگر بطریق نیابت کے نہیں بلکہ ایصال ثواب کے لئے رکھیں کہ روزہ رکھ کے اس کا ثواب میت کو پہنچادیں۔

چوتھا جواب: زندگی میں کوئی بدنی عبادت میں بدل نہیں ہوسکتا تو مرنے کے بعد کیسے ہوسکتا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الصوم (باب من مات وعليه صوم) وصحيح مسلم كتاب الصيام (باب قضاء الصوم من الميت) واحمد ٢٤٤٥٦/٩ وابوداؤدوابن حبان ٣٥٦٩ والدارقطنى ١٩٤/٢ وهكذا فى البيهقى ٢٥٥/٤۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) بذل المجہود ۱۶۰/۳ وتعلیق الصبیح ۳۹۴/۲

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ناراضگی

(١٨٥٩) ﴿وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ بْنِ الطُّفَيْلِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حُدِّثَتْ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَاقَالَ فِيْ بَيْعٍ اَوْعَطَاءٍ اَعْطَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: وَاللّٰهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عَائِشَةُ، اَوْلَاحْجُرَنَّ عَلَيْهَا؛قَالَتْ: اَهُوَ قَالَ هٰذَا؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَتْ: هُوَلِلّٰهِ عَلَيَّ نَذْرٌاَنْ لَا اُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِأَبَداً، فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِاِلَيْهَاحِيْنَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ، فَقَالَتْ: لَاوَاللّٰهِ لَا أُشَفِّعُ فِيْهِ أَبَداً، وَلَا أَتَحَنَّثُ اِلٰى نَذْرِيْ، فَلَمَّاطَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِكَلَّمَ الْمِسْوَرَبْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِيَغُوْثَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَقَالَ لَهُمَا: اَنْشُدُكُمَا اللّٰهَ لَمَا اَدْخَلْتُمَانِيْ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَاِنَّهَالَايَحِلُّ لَهَا اَنْ تَنْذِرَقَطِيْعَتِيْ، فَاَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُوَعَبْدُالرَّحْمٰنِ حَتّٰى اسْتَأْذَنَاعَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، فَقَالَا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُاللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَنَدْخُلُ؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: اُدْخُلُوْا، قَالُوْا: كُلُّنَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ اُدْخُلُوْاكُلُّكُمْ، وَلَاتَعْلَمُ اَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ، فَلَمَّادَخَلُوْا، دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِالْحِجَابَ، فَاعْتَنَقَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا، وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا، وَيَبْكِيْ، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ، وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا اِلَّاكَلَّمَتْهُ وَقَبِلَتْ مِنْهُ، وَيَقُوْلَانِ: اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَمَّاقَدْعَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَلَايَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَاَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، فَلَمَّا اَكْثَرُوْا عَلٰى عَائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيْجِ، طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا، وَتَبْكِيْ، وَتَقُوْلُ: اِنِّيْ نَذَرْتُ وَالنَّذْرُ شَدِيْدٌ، فَلَمْ يَزَالَابِهَاحَتّٰى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ، وَاَعْتَقَتْ فِيْ نَذْرِهَاذٰلِكَ اَرْبَعِيْنَ رَقَبَةً، وَكَانَتْ تَذْكُرُنَذْرَهَا بَعْدَذٰلِكَ، فَتَبْكِيْ حَتّٰى تَبُلَّ دُمُوْعُهَاخِمَارَهَا﴾ (رواه البخارى)

ترجمہ: ”حضرت عوف بن مالک بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کسی سودے یا عطیہ کے بارے میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیتی تھیں کہ کہا اگر میری خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح خرچ کرنے سے رک نہیں جاتیں تو میں ان پر پابندی لگادوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سن کر فرمایا کیا عبداللہ نے واقعی ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، تو انہوں نے فرمایا مجھ پر اللہ کے نام کی قسم ہے کہ اب میں کبھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات نہیں کروں گی۔ جب یہ ترک تعلق لمبا ہوگیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سفارش کروائی تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم میں ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کبھی سفارش قبول نہیں کروں گی، نہ اپنی نذر توڑنے کے گناہ کا ارتکاب کروں گی۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معاملہ لمبا ہوگیا تو انہوں نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بات کی اور ان سے کہا کہ میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے چلو، اس لئے جائز نہیں کہ وہ مجھ سے قطع تعلق کی نذر پر قائم رہیں۔ پس حضرت مسور اور عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرت عبداللہ بن زبیر کو لے گئے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور انہوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا ہم اندر آجائیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آجاؤ انہوں نے کہا ہم سب آجائیں؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: ہاں تم سب آجاؤ اور ان کو یہ معلوم نہ ہوا کہ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں، پس جب اندر گئے تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پردے کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے لپٹ کر انہیں قسمیں دینے لگے اور رونے لگے اور حضرت مسور اور عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی انہیں قسم دے کر کہنے لگے کہ وہ ابن زبیر سے بات شروع کردیں اور ان کا عذر قبول فرمالیں، وہ کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے جو آپ کے علم میں ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ تین راتوں سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بول چال اور قطع تعلق رکھے، پس جب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے وعظ اور نصیحت شروع کردی تو وہ رونے لگیں اور فرمانے لگیں کہ میں نے تو نذر مانی تھی اور نذر کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ مگر یہ دونوں برابر اصرار

کرتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کلام فرما لیا اور اپنی اس نذر کے توڑنے کے کفارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چالیس غلام آزاد کئے، اس کے بعد جب بھی ان کو اپنی نذر یاد آتی تو خوب روتیں حتیٰ کہ ان کے آنسوان کے دوپٹہ کو تر کر دیتے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ دموعها: الدمع: دمعت (ف) دمعاً و دمعت (س) دمعاًو دمعاناًو دموعاً ۔ العين آنسو بہنا، استدمع: آنسو بہانا، الدمع: آنسو واحد (دمعة) جمع دموع ادمع، دمعة الكرم: شراب۔ الدماع و الدموع: بہت آنسو والا، رجل دميع: جلدی رونے والا مرد، بہت آنسوؤں والا مرد جمع دمعاء و دمعٰى. امرأة دمعة: جلدی رونے والی، بہت آنسوؤں والی عورت جمع۔ دمعٰى.

تشریح: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سگے بھانجے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت زیادہ سخی تھیں، جو کچھ مال آتا اس کو فوراً تقسیم فرمادیتیں، اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو روکنا چاہا۔ اس پر وہ ناراض ہوگئیں اور پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے معافی مانگ کر ان کو راضی کر لیا۔

سوال: تین دن سے زائد تو قطع تعلق کرنا منع ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین دن سے زیادہ کیوں قطع تعلق کیا؟

جواب: اگر دینی مصلحت ہو تو تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنے کی علماء نے اجازت دی ہے جیسے کہ وہ تین صحابہ جو غزوہ تبوک میں نہ جاسکے تو ان سے پچاس دن تک بائیکاٹ کیا گیا، اسی طرح ایک مدت تک ملنا جلنا چھوڑ دیا تھا، اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے حضرت بلال رحمۃ اللہ علیہ سے کافی عرصہ تک بات چیت کرنا چھوڑ دیا تھا لیکن شرط یہ ہے کہ نیت صادق ہو اور اس میں کسی نفسانی خواہش اور کوئی دنیاوی غرض کا دخل نہ ہو۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الادب (باب الهجرة و قول رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم لا يحل لرجل ان يهجر اخاه فوق ثلاث).

نوٹ: راوی حدیث حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۵۳۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) احیاء العلوم بالاختصار

آپ ﷺ نے شہداء احد کے لئے دعا کی

(۱۸۶۰) ﴿وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَرَجَ اِلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ، فَصَلّٰی عَلَیْهِمْ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِیْنَ کَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ، ثُمَّ طَلَعَ اِلَی الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: "اِنِّیْ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فَرَطٌ، وَاَنَاشَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ، وَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ، وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْهِ مِنْ مَقَامِیْ هٰذَا، اَلَا وَاِنِّیْ لَسْتُ أَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا، وَلٰکِنْ أَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْهَا." قَالَ: فَکَانَتْ آخِرَنَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (متفق علیه)

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "لٰکِنِّیْ أَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا، وَتَقْتَتِلُوْا، فَتَهْلِکُوْا کَمَاهَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ." قَالَ: عُقْبَةُ: فَکَانَ آخِرَمَارَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: قَالَ: "اِنِّیْ فَرَطٌ لَکُمْ، وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ، وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْآنَ، وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ، أَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ، وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا أَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ، وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا."

وَالْمُرَادُ بِالصَّلَاةِ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ: الدُّعَاءُ لَهُمْ لَا الصَّلَاةُ الْمَعْرُوْفَةُ.

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ احد کے شہداء کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے لئے آٹھ سال بعد اس طرح دعا فرمائی جیسے زندوں اور مردوں کو رخصت کرنے والا دعا کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میں تم سے آگے جانے والا ہو اور میں تم پر گواہ ہوں گا، تمہارے ساتھ وعدے کی جگہ حوض ہے اور میں اس مقام پر سے دیکھ رہا ہوں، خبردار، مجھے تم سے اندیشہ نہیں ہے کہ تم شرک کرو گے لیکن یہ اندیشہ ضرور ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے؟ حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ یہ آخری دیدار تھا۔ جو میں نے آپ ﷺ کیا، پس اس کے بعد آپ ﷺ جلد ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔“

(بخاری و مسلم)

ایک اور روایت میں آتا ہے میں تم سے دنیا کی بابت خوف محسوس کرتا ہوں کہ تم اس میں زیادہ رغبت کرنے لگو گے اور باہم لڑنے لگو گے اور تم ایسے ہی ہلاک ہو جاؤ گے جیسے تم سے پہلے کے لوگ ہلاک ہو گئے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں یہ آپ ﷺ کا آخری دیدار تھا جو میں نے منبر پر کیا۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ میں تم سے پہلے جانے والا ہوں اور تم پر گواہ ہوں گا اور اللہ کی قسم! میں اب اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی یا زمینوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور میں

تمہارے بارے میں اس بات سے نہیں ڈرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ تم اس دنیا میں خوب رغبت کرو گے۔

شہداء احد پر نماز سے مراد ان کے لئے دعا کرنا ہے نہ کہ نماز پڑھنا۔

لغات: ❖ الاموات: مات یموت موتا: مرنا، ماتت الریح: ہوا کا رک جانا، مات یموت مواتاً و موتانا۔ المکان ویران ہونا جمع اموات، موتی ومیتون.

تشریح: فَصَلّٰی عَلَیۡهِمۡ: آپ ﷺ نے شہداء احد کے لئے دعا کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت اور ان کے رفع درجات کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے۔

وَاِنَّ مَوۡعِدَکُمُ الۡحَوۡضُ: تمہارے وعدے کی جگہ حوض کوثر ہے۔ اس سے علماء فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو حوض دیا جائے گا جس کی صفات احادیث میں آتی ہے، اس کا ثبوت بھی حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے۔

لَاَنۡظُرُ اِلَیۡهِ: میں دیکھ رہا ہوں۔ اس سے کشف کا ثبوت معلوم ہوتا ہے۔

بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ فَرَطٌ: میں تمہارا پیش رو ہوں۔ فرط کے معنی ہوتے ہیں قافلے سے آگے جانے والا آدمی۔ آپ ﷺ صحابہ کو فرما رہے ہیں کہ میں تم سے پہلے آخرت کی طرف جانے والا ہوں۔

اُعۡطِیۡتُ مَفَاتِیۡحَ خَزَائِنِ الۡاَرۡضِ: مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ (مگر آپ ﷺ نے قبول نہیں فرمائی)۔ اس میں آپ ﷺ کا دنیا سے بے رغبت ہونا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو زمین کے خزانے دیئے جانے لگے مگر آپ ﷺ نے منع فرما دیا اور آپ ﷺ نے فانی (دنیا) پر باقی (آخرت) کو ترجیح دی۔

تخریج حدیث: رواہ بخاری فی صحیحہ کتاب الجنائز (باب الصلاۃ علی الشہداء) وصحیح مسلم کتاب الفضائل (باب اثبات حوض نبینا الخ) واحمد ٦/١٧٣٤٩ وابوداؤد والنسائی وابن حبان ٣١٩٨ وھکذا فی البیہقی ٤/١٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (١٠٢٠) میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ نے لمبا چوڑا خطبہ دیا

(١٨٦١) وَعَنۡ اَبِیۡ زَیۡدٍ عَمۡرِو بۡنِ اَخۡطَبَ الۡاَنۡصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ قَالَ: صَلّٰی بِنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ الۡفَجۡرَ، وَصَعِدَ الۡمِنۡبَرَ، فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّهۡرُ، فَنَزَلَ فَصَلّٰی. ثُمَّ صَعِدَ الۡمِنۡبَرَ حَتّٰی حَضَرَتِ الۡعَصۡرُ، ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی، ثُمَّ صَعِدَ الۡمِنۡبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمۡسُ، فَاَخۡبَرَنَا

مَاكَانَ، وَمَا هُوَ كَائِنٌ، فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا، آپ ﷺ منبر سے اُترے اور نماز پڑھائی اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہوگیا، پھر آپ ﷺ منبر سے اُترے، نماز پڑھائی اور پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، پس جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا تھا ان سب کی اطلاع دی، ہم میں سے سب سے بڑا عالم وہی ہے جو ہم میں سے سب سے زیادہ ان باتوں کو جاننے والا ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ صعد: صیغۂ ماضی از سمع معنی چڑھنا۔ منبر: جمع منابر وہ اونچی لکڑی یا جگہ جہاں امام یا خطیب خطبہ دیتے ہیں۔ فخطبنا: پس آپ نے ہمیں خطبہ دیا۔ وعظ ونصیحت کی۔

تشریح: حدیث بالا میں نبی کریم ﷺ کا لمبا چوڑا بیان کرنا معلوم ہوتا ہے جس میں قیامت کے قریب ہونے والے اہم واقعات کو آپ ﷺ نے بیان فرمایا۔

فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا: ہم میں سے سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جس نے ان باتوں کو سب سے زیادہ یاد رکھا۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں علم والے وہ لوگ ہیں جو علم کو حاصل کرنے کے بعد یاد بھی رکھتے ہیں۔ نیز علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے آپ ﷺ کی امت سے شفقت اور محبت کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے تمام اہم واقعات جو گزر گئے ان کو بطور عبرت کے بیان فرمایا اور مستقبل کے تمام واقعات کو بطور رہنمائی کے بیان فرمایا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الفتن (باب اخبار النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فيما يكون الى قيام الساعة) واحمد ۸/۲۲۹۵۱ والحاكم ۴/۸۴۹۸ وابن حبان ۶۶۳۸۔

راوی حدیث حضرت ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات:

نام: عمرو، کنیت ابواخطب، جلیل القدر صحابی ہے، انصاری ہیں، تیرہ غزوات میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، ایک موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا بھی ان کے لئے فرمائی ہے۔

وفات: ان کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی مگر ان کے سر میں چند سفید بال تھے، یہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت ہے۔

مرویات: ان سے چار احادیث مروی ہے۔

۱) روضۃ المتقین ۴/۳۸۲

جو اطاعت کی نذر مانگے اس کو چاہئے کہ اس کو پورا کرے

(۱۸۶۲) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَاقَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ نَذَرَاَنْ يُطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَاَنْ يَعْصِيَ اللّٰهَ فَلَايَعْصِهِ"﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس بات کی نذر مانے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے تو اسے اللہ کی اطاعت کرنی چاہئے اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔" (بخاری)

لغات: ❖نذر: نذر ماننا، منت ماننا۔ باب نصر سے يطيع: صیغۂ مضارع از افعال معنی اطاعت کرنا، فرمانبرداری کرنا، مجرد باب نصر سے۔ فلايعصه: یہ معصیت سے ماخوذ ہے معنی نافرمانی کرنا نہ ماننا باب ضرب سے۔

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آدمی کسی چیز کی نذر مانے اور وہ نذر صحیح ہو، نذر صحیح ہونے کے لئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک چار شرطیں ہیں: (۱) نذر اطاعت کی ہو، (۲) اطاعت مقصود ہو، (۳) جس میں اطاعت کی نذر مانی ہے اس کی جنس سے شریعت میں کوئی چیز واجب ہو، (۴) زبان سے نذر مانگے۔ اور اگر نافرمانی کی نذر مانی ہے تو اب اس کو پورا کرنا ضروری نہیں، اس میں تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ نافرمانی والی نذر کو پورا نہ کیا جائے۔

پھر اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا اس نذر میں کفارہ بھی واجب ہوگا یا نہیں؟ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس نافرمانی کی نذر مانی ہے تو وہ نافرمانی لعینہ ہے تو اب یہ نذر ہی صحیح نہیں، اس وجہ سے کفارہ بھی لازم نہیں ہوگا جیسے کسی کو قتل کرنا، زنا کرنا وغیرہ۔

اور اگر معصیت لغیر ہا ہے تو اب نذر صحیح ہو جائے گی مگر اس نذر کو پورا کرنا صحیح نہیں ہوگا مگر اس میں کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے جیسے عید کے دن یا ایام تشریق یعنی جن دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے اس میں یہ روزہ رکھے۔

تخريج حديث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الايمان (باب النذرفى الطاعة) وامام مالک فی موطئه ۱۰۳۱، واحمد ۲۴۱۳۰/۹ وابوداؤدوالترمذى والنسائى وابن ماجه والدارمى ۲۳۳۸ وابن حبان ۴۳۸۷ و هكذا فى البيهقى ۲۳۱/۹۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) اعلاء السنن ۴۲۶/۱۱

گرگٹ کو مارنے کا حکم

(۱۸۶۳) ﴿وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ، وَقَالَ: "كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ"﴾. (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں گرگٹ مارنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پھونکیں مارتی تھی۔''

لغات: ❖ اوزاغ: یہ جمع ہے وزغ کی بمعنی گرگٹ، چھپکلی جیسا موذی و زہریلا جانور۔ ینفخ: نفخ ینفخ (ن، ف) نفخًا پھونک مارنا۔

تشریح: يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ: ابراہیم علیہ السلام کی آگ پر پھونکتا تھا۔ جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تو اس وقت میں یہ گرگٹ آگ میں پھونک مار رہا تھا تا کہ آگ اور زیادہ بھڑکے، اس کی اسی خباثت کی وجہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اس کو مارنے میں ثواب ملے گا، ماہر حیوانات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بڑا زہریلا اور موذی جانور ہے، اس وجہ سے اس کا مارنا علماء مستحب فرماتے ہیں۔

حدیث بالا سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ برائی میں معمولی سا تعاون کرنا بھی عند اللہ جرم ہے جیسے کہ گرگٹ کی پھونک، اس کی پھونک کتنی معمولی سی ہوگی مگر اس کی وجہ سے یہ مجرم بن گیا ہے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب بدء الخلق (باب خيرمال المسلم) وصحيح مسلم كتاب السلام (باب استحباب قتل الوزغ) واحمد فى مسنده والنسائى وابن ماجه والدارمى ۲۰۰۰ ومصنف ابن ابى شيبة ٤٠١/٥ وابن حبان ٥٦٣٤ وهكذا فى البيهقى ٢١١/٥۔

نوٹ: راویہ حدیث حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۸۳۳) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۳۸۴/۴۔ دلیل الفالحین ۷۰۴/۴

گرگٹ کو پہلی ہی دفعہ میں مارنے میں سو نیکیاں ملتی ہیں

(۱۸٦٤) ﴿وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِىْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ، فَلَهٗ كَذَاوَكَذَاحَسَنَةً، وَمَنْ قَتَلَهَافِى الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ، فَلَهٗ كَذَاوَكَذَاحَسَنَةً دُوْنَ الْاُوْلٰى، وَاِنْ قَتَلَهَافِى الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهٗ كَذَاوَكَذَاحَسَنَةً"﴾

وَفِیْ رِوَایَةٍ: "مَنْ قَتَلَ وَزَغًافِیْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ کُتِبَ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَفِی الثَّانِیَةِ دُوْنَ ذٰلِکَ، وَفِی الثَّالِثَةِدُوْنَ ذٰلِکَ." (رواہ مسلم)

قَالَ اَهْلُ اللُّغَةِ: اَلْوَزَغُ: اَلْعِظَامُ مِنْ سَامَّ اَبْرَصَ.

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو گرگٹ کو پہلی چوٹ میں مارے تو اس کے لئے اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور جو اس کو دوسری چوٹ میں مارے اس کے لئے پہلے شخص سے کم اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور اگر تیسری چوٹ میں مارے تو اس کے لئے اتنی اتنی نیکیاں ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے جو شخص کسی گرگٹ کو پہلی چوٹ میں مار دے اس کے لئے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہے، دوسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم اور پھر تیسری چوٹ میں مارنے پر اس سے کم۔" (مسلم)

اہل لغت نے کہا ہے کہ وزغ موذی جانوروں میں سے ایک برا جانور ہے (سام ابرص بھی ایک قسم کا موذی جانور ہے)

لغات: ❖ دون: بمعنی: نیچے، کہا جاتا ہے "هو دونه" وہ اس سے مرتبہ میں کم ہے، آگے، کہا جاتا ہے "مشی دونه" وہ اس کے آگے چلا، و بمعنی غیر، کہا جاتا ہے "من دون ان یفعل" بغیر کرنے کے، الدون: گھٹیا، حقیر کم مرتبہ جیسے: شیء دون، گھٹیا چیز اور کبھی شریف کے معنی میں آتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں بھی ترغیب دی جا رہی ہے کہ گرگٹ کو دیکھو تو اس کو مارو۔ یہ ان جانوروں میں سے ہے جس کو ہر حالت میں مارنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ حدود حرم میں ہی کیوں نہ ہو۔ (۱)

پوری طاقت سے مارا اور ایک ہی مرتبہ میں مار دیا تو زیادہ ثواب ملے گا اور اگر مارنے میں کمزوری ہوگی اور وہ ایک مرتبہ میں نہیں مر سکا تو اب اس مارنے والے کے ثواب میں بھی کمی ہو جائے گی، زور سے مارنا چاہئے کیونکہ یہ بہت تیزی سے بھاگ جاتا ہے۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب السلام (باب استحباب قتل الوزغ) واحمد ۸٦٦٧/۳۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) مظاہر حق ۶۲/۴ (۲) روضۃ المتقین ۳۸۵/۴

نیک نیتی کا بدلہ

(۱۸٦۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

"قَالَ رَجُلٌ لَاتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَافِيْ يَدِسَارِقٍ، فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، لَاتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ زَانِيَةٍ، فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ! لَاتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ، فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ، فَوَضَعَهَا عَلٰى يَدِغَنِيٍّ، فَاَصْبَحُوْايَتَحَدَّثُوْنَ: تُصُدِّقَ عَلٰى غَنِيٍّ! فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سَارِقٍ، وَعَلٰى زَانِيَةٍ، وَعَلٰى غَنِيٍّ! فَاُتِيَ، فَقِيْلَ لَهُ: أَمَّا صَدَقَتُكَ عَلٰى سَارِقٍ، فَلَعَلَّهُ اَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرِقَتِهِ، وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَاتَسْتَعِفُّ عَنْ زِنَاهَا، وَاَمَّا الْغَنِيُّ فَلَعَلَّهُ اَنْ يَعْتَبِرَ، فَيُنْفِقَ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ"

(رواه البخاری بِلَفْظِهِ، وَمُسْلِمٌ بِمَعْنَاهُ)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ایک آدمی نے فرمایا میں ضرور صدقہ کروں گا، پس وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا، پس صبح کے وقت لوگ باتیں کرتے تھے آج رات کو ایک چور پر صدقہ کیا گیا تو صدقہ کرنے والے نے کہا اے اللہ! تیرا شکر ہے، میں پھر ضرور صدقہ کروں گا، پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا تو وہ اس نے ایک بدکار عورت کے ہاتھ پر رکھ دیا، پس صبح کے وقت لوگ باتیں کرتے تھے کہ آج رات ایک بدکار عورت پر صدقہ کیا گیا ہے تو صدقہ کرنے والے نے کہا اے اللہ! تیرا شکر ہے، بدکار عورت پر (صدقہ ہوگیا) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا، پس وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور ایک مالدار آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیا، پس صبح کے وقت لوگ باتیں کرتے تھے کہ آج رات ایک مالدار آدمی پر صدقہ کیا گیا ہے تو اس نے پھر کہا کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے ایک چور پر، ایک بدکار عورت پر، اور ایک مالدار آدمی پر۔ پس رات کو اسے خواب آیا اور اسے بتلایا گیا تیرا صدقہ جو چور پر ہوا تو شاید اس کی وجہ سے وہ چوری سے باز آجائے اور بدکار عورت شاید وہ بدکاری سے توبہ کر لے اور مالدار آدمی شاید وہ عبرت حاصل کر لے اور وہ بھی اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرے۔ بخاری میں یہ روایت ان ہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور مسلم میں اس کے ہم معنی روایت ہے۔"

لغات: ❖ الزانية: زنا، زنی یزنی (ض) زناء و زنیً و زناءً: زنا کرنا صفت (زانٍ) جمع زناة، صفت مؤنث (زانية، ج زوانٍ. زنّی ہ زنا کی نسبت کرنا یا زانی کہنا۔ ازنی ازناء: زنا کرنے پر اکسانا، الزانية: زنا کرنے والا (تاء مبالغہ کے لئے ہے) الزنّاء ة: بہت زنا کرنے والی۔

تشریح: محدثین فرماتے ہیں حدیث بالا میں اس بات کی ترغیب ہے کہ خدا کی خوشنودی کی خاطر صدقہ وخیرات کرنا ہر حال میں باعث ثواب ہے، اس سے نیت کے بقدر فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ دوسری بات حدیث بالا سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ صدقہ دینے والے کی نیت اگر صحیح ہوتو اس کا صدقہ اگر غیر مستحق کو بھی پہنچ جائے تو وہ صدقہ عند اللہ مقبول ہوجاتا ہے اور اگر صدقہ غیر مستحق تک پہنچ جائے باوجود کوشش کے اس میں بھی کوئی حکمت ہوتی ہے، اس میں زیادہ رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر صدقہ ظاہر کے اعتبار سے اپنے محل پر خرچ نہ ہوتو اس کو دوبارہ ادا کرنا مستحب ہے جیسے کہ اس آدمی نے تین مرتبہ ادا کیا۔ (۱)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ آدمی کی نیک نیتی کا بدلہ ضرور عطا فرماتے ہیں، اس لئے کہ اس صدقہ کرنے والے نے خالص اللہ کے لئے صدقہ کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس لئے رات کو چھپ کر دیا تو اللہ جل شانہ نے اس کو قبول فرمایا اور بے محل خرچ ہوجانے کے باوجود وہ اللہ کے دربار میں قبول ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الزكاة (باب اذا تصدق على غنی وهولايعلم) وصحيح مسلم كتاب الزكاة (باب ثبوت اجر المتصدق الخ) واحمد ۸۲۸۹/۳ والنسائی وابن حبان ۳۳۵۶۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) فتح الباری وکذا روضۃ المتقین ۳۸۶/۴

(۲) عمدۃ القاری

قیامت کے دن شفاعت گیری آپ ﷺ کو حاصل ہوگی

(۱۸۶۶) ﴿وَعَنْهُ قَالَ: كُنَّامَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دَعْوَةٍ، فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهَانَهَسَةً، وَقَالَ: "اَنَاسَيِّدُالنَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ ذَاكَ؟ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ، وَتَدْنُوْمِنْهُمُ الشَّمْسُ، فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالَا يُطِيْقُوْنَ، وَلَايَحْتَمِلُوْنَ، فَيَقُوْلُ النَّاسُ: اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى مَا اَنْتُمْ فِيْهِ اِلٰى مَابَلَغَكُمْ، اَلَاتَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: اَبُوْكُمْ آدَمُ، وَيَاْتُوْنَهُ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا آدَمُ، اَنْتَ اَبُوالْبَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهِ، وَاَمَرَ الْمَلَائِكَةَ، فَسَجَدُوْ الَكَ، وَاَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ، اَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ؟ اَلَا تَرٰى مَانَحْنُ فِيْهِ، وَمَابَلَغْنَا؟ فَقَالَ: اِنَّ رَبِّيْ غَضِبَ غَضَباً لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ، وَلَايَغْضَبُ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ، وَاِنَّهٗ نَهَانِيْ عَنِ الشَّجَرَةِ، فَعَصَيْتُ،

نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰی غَيْرِیْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى نُوْحٍ، فَيَأتُوْنَ نُوْحاً، فَيَقُوْلُوْنَ: يَانُوْحُ، اَنْتَ اَوَّلُ الرُّسُلِ اِلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاکَ اللّٰهُ عَبْداًشَکُوْرًا، اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ، أَلاتَرٰى اِلٰى مَابَلَغَنَا، أَلا تَشْفَعُ لَنَا اِلٰى رَبِّکَ؟

فَيَقُوْلُ: اِنَّ رَبِّیْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباً، لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَاِنَّهُ قَدْكَانَتْ لِیْ دَعْوَةٌ دَعَوْتُ بِهَاعَلٰى قَوْمِیْ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰی غَيْرِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ، فَيَأْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا اِبْرَاهِيْمُ اَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهُ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ، اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّکَ، أَلا تَرٰى اِلٰى مَانَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ: اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباًلَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَاِنِّیْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلاثَ كَذِبَاتٍ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰی غَيْرِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى مُوْسٰى. فَيَاتُوْنَ مُوْسٰى، فَيَقُوْلُوْنَ: يَامُوْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَضَّلَکَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ، اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّکَ، أَلَا تَرٰى اِلٰى مَانَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: اِنَّ رَبِّیْ قَدْغَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباًلَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَاِنِّیْ قَدْقَتَلْتُ نَفْسًالَمْ اُوْمَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰی غَيْرِیْ، اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى. فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى، فَيَقُوْلُوْنَ: يَاعِيْسٰى اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ، أَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ، اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّکَ، اَلا تَرٰى اِلٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى: اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَباًلَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْذَنْباً، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى غَيْرِیْ، اِذْهَبُوْا إِلٰى مُحَمَّدٍصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.“

وَفِیْ رِوَايَةٍ: ”فَيَاْتُوْنَ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَامُحَمَّدُ، اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ، وَقَدْغَفَرَاللّٰهُ لَکَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَاتَأَخَّرَ، اِشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّکَ، أَلَا تَرٰى اِلٰى مَانَحْنُ فِيْهِ؟ فَأَنْطَلِقُ، فَأٰتِیْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًالِرَبِّیْ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَیَّ مِنْ مَحَامِدِهٖ، وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًالَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِیْ، ثُمَّ يُقَالُ: يَامُحَمَّدُ، اِرْفَعْ رَأْسَکَ، سَلْ تُعْطَهْ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَاَرْفَعُ رَأْسِیْ، فَاَقُوْلُ اُمَّتِیْ يَارَبِّ، اُمَّتِیْ يَارَبِّ، فَيُقَالُ: يَامُحَمَّدُ، أَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِکَ مَنْ لاَ حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَاسِوٰى ذٰلِکَ مِنَ الْاَبْوَابِ.“ ثُمَّ قَالَ: ”وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ اِنَّ مَابَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَابَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، أَوْكَمَابَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى“ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ ہم ایک دعوت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، پس آپ کی طرف دست کا گوشت بڑھایا گیا اور آپ ﷺ کو یہ گوشت پسند تھا، پس آپ اسے نوچ نوچ کر کھانے لگے اور فرمایا میں قیامت والے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا، کیا تم جانتے ہو، اس سرداری کی وجہ کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ ایک ہی میدان میں اولین اور آخرین (اگلے، پچھلے لوگوں) کو جمع فرمائے گا، ایک دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور ایک پکارنے والا ان سب کو اپنی آواز سنا سکے گا، سورج ان کے قریب ہوگا، لوگوں کو غم اور بے چینی اس حد تک پہنچے گی کہ ان کی طاقت اور برداشت سے باہر ہوگی، پس لوگ کہیں گے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم جس تکلیف سے دوچار ہو، وہ کس حد تک پہنچ چکی ہے؟ کیا تم ایسا شخص نہیں دیکھتے جو تمہارے لئے تمہارے رب سے سفارش کرے؟ تو لوگ ایک دوسرے کو کہیں گے کہ تمہارے باپ آدم علیہ السلام ہیں۔ پس لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے اے آدم، آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور آپ کے اندر روح پھونکی اور اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا، پس انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کو جنت میں آباد کیا، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیوں نہیں کرتے؟ کیا آپ ہماری وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں اور جس حالت کو ہم پہنچے ہوئے ہیں؟ تو وہ فرمائیں گے میرا رب آج اتنے سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضب ناک وہ اس سے پہلے ہوا اور نہ آئندہ کبھی اس جیسا غضبناک ہوگا اور اس نے مجھے (جنت میں) ایک درخت کے پاس جانے سے منع کیا تھا، لیکن مجھ سے نافرمانی کا صدور ہوگیا تھا، مجھے تو اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم نوح کے پاس جاؤ، پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے، اے نوح، آپ اہل زمین کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے، کیا آپ وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہماری بے چینی کس حد تک پہنچی ہوئی ہے؟ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیوں نہیں کرتے؟ پس وہ فرمائیں گے میرا رب آج اتنے سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضب ناک وہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ کبھی آئندہ ہوگا اور مجھے ایک دعا کرنے کا حق حاصل تھا جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کرلی تھی، مجھے تو اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے، اے ابراہیم، آپ اللہ

کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجئے، کیا آپ وہ تکلیف دیکھ نہیں رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے، میرا رب آج اتنا غضب ناک ہے کہ اتنا غضب ناک اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوا گا اور میں نے تو تین باتیں ایسی کی تھیں جو بظاہر واقعے کے خلاف تھیں، مجھے تو اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، تم میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے، اے موسیٰ، آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور ہم کلامی سے نواز کر تمام لوگوں پر فضیلت عطا کی، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجئے، کیا آپ وہ تکلیف دیکھ نہیں رہے ہیں جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں؟ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا رب آج اتنا سخت غضبناک ہے کہ اس جیسا غضبناک وہ پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا اور مجھ سے ایک جان کا قتل ہو گیا تھا جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا، مجھے تو اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، تم میرے علاوہ اور کسی کے پاس جاؤ، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے عیسیٰ، آپ اللہ کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف القاء فرمایا اور اس کی روح ہیں، اور آپ نے گہوارے میں لوگوں سے گفتگو فرمائی۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجئے۔ کیا آپ وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم مبتلا ہیں؟ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا رب آج اتنا سخت غصے میں ہے کہ اس جیسا غضب ناک وہ پہلے کبھی ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ حضرت عیسیٰ اپنے کسی قصور کا ذکر نہیں فرمائیں گے (اور فرمائیں گے) مجھے تو اپنی فکر ہے، اپنی فکر ہے، تم میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔

ایک اور روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، پس لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد، آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بھی معاف فرما دیئے ہیں، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش فرما دیجئے۔ کیا آپ وہ تکلیف نہیں دیکھ رہے ہیں جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں؟ پس میں چل کر عرش کے نیچے آؤں گا اور اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ اپنی حمد اور حسن ثناء پر مشتمل ایسے کلمات مجھ پر القاء فرمائے گا کہ مجھ سے پہلے وہ کسی پر القاء نہیں کئے گئے ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا

اے محمد، اپنا سر اٹھائیے، مانگئے، آپ کو دیا جائے گا، سفارش کیجئے، سفارش قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر (سجدے سے) اٹھاؤں گا اور کہوں گا اے میرے رب، میری امت، اے میرے رب، میری امت (یعنی اسے بخش دے) پس کہا جائے گا اے محمد، اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ہے جنت کے دروازوں میں سے دائیں طرف کے دروازے سے جنت میں لے جائیں اور وہ اس کے علاوہ دوسرے دروازوں میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہیں (یعنی دوسرے دروازوں سے بھی وہ جاسکتے ہیں) پھر آپ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ مکہ اور ہجر کے درمیان یا مکہ اور بصری کے درمیان۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ اَبْوَابُ: جمع باب بمعنی دروازہ۔ الْاَعْمَال: (مصدر) العمل: ارادۂ فعل کرنا والعاملیۃ: وہ جس پر عامل والی ہو جمع اعمال۔ العامل: کام کرنے والا، وہ شخص جو کسی کے امور مالی وغیرہ کا متولی۔

تشریح: قیامت کے دن میں آپ ﷺ کی فضیلت تمام انبیاء علیہم السلام پر ظاہر کی جائے گی کہ قیامت کے دن جب پریشانی کا عالم ہوگا اور ہر شخص پریشان ہوگا یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی پریشان ہوں گے، اس وقت میں آپ ﷺ سب کی شفاعت کریں گے اور آپ ﷺ کی شفاعت سے ہی اللہ کا غصہ ٹھنڈا ہوگا۔

سوال: تمام لوگ یکے بعد دیگرے ایک ایک نبی کے پاس جائیں گے یہاں تک کہ آخر میں پھر آپ ﷺ کے پاس آئیں گے اور پھر سفارش فرمائیں گے، شروع ہی سے آپ کے پاس کیوں نہیں آئیں گے؟

جواب: اس طرح کرنے میں اللہ جل شانہ آپ ﷺ کی فضیلت ساری مخلوق کے سامنے ظاہر فرمائیں گے اور اگر شروع میں ہی آپ سفارش فرمادیں گے تو یہ فضیلت سب پر ظاہر نہیں ہوگی، اس میں اللہ جل شانہ یہ ظاہر فرمائیں گے کہ آپ ﷺ کے مرتبہ پر نہ کوئی دوسرا نبی ہے اور نہ ہی کوئی فرشتہ۔

كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ میں نے تین بار جھوٹ بولا۔ حالانکہ علماء فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں تھا بلکہ تعریض اور توریہ تھا کہ ظاہراً جھوٹ معلوم ہوتا تھا مگر حقیقتاً ایسا نہیں تھا وہ تین یہ ہیں:

1. بیمار ہوں تمہارے ساتھ جشن میں نہیں جاسکتا، آدمی کچھ نہ کچھ بیمار رہتا ہی ہے،
2. یہ کام بڑے بت نے کیا ہے اس سے پوچھو یہ اس لئے فرمایا کہ ان کو اپنے بتوں کی حقیقت کھل جائے کہ وہ جس کی عبادت کرتے ہیں وہ کتنے مجبور ہیں،
3. اپنی بیوی کو بہن کہا۔ اسلامی رشتہ سے ہر مسلمان ایک دوسرے کا بھائی ہے، مسلمان عورت مسلمان کی بہن ہے۔ (1)

وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا: کوئی عذر بیان نہیں کریں گے حضرت عیسی علیہ السلام۔ جب کہ ہر نبی کوئی نہ کوئی عذر بیان کریں گے۔ اس کی وجہ علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام پر ان کی قوم عیسائیوں نے ایک تہمت لگائی کہ آپ اللہ

کے بیٹے ہیں، اس تہمت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنے شرمندہ اور نادم ہوں گے کہ خاموش رہنے میں ہی اپنی بہتری سمجھیں گے۔

خلاصہ یہ کہ ہر نبی اپنی لغزشوں کی رو سے معذرت کریں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایمان وتقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتے ہیں تو معمولی معمولی لغزش کو بھی وہ بڑی غلطیاں سمجھ کر اپنے آپ کو مجرم تصور کرتے ہیں، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: **حسنات الابرار سیئات المقربین** کہ ''نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لئے برائی بن جاتی ہیں۔''

وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ: سفارش کیجئے آپ ﷺ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ اس سفارش سے پہلے آپ ﷺ اللہ کی حمد و تعریف بیان فرمائیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اللہ سے سوال کرنے سے پہلے اس کی حمد اور تعریف کرنا چاہئے۔ تعریف کرنے کے بعد آپ ﷺ سفارش کریں گے۔

مَصَارِيْعَ الْجَنَّةِ كَمَابَيْنَ مَكَّةَوَهَجَرَ: جنت کے کواڑوں کے درمیان فاصلہ اتنا ہے جتنا کہ مکہ اور ہجر کے درمیان کا فاصلہ۔

هَجَرَ: یہ بحرین کا ایک شہر ہے۔ اس میں کنایہ ہے کہ جنت کے دروازے کے درمیان فاصلہ بہت ہی زیادہ ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب التفسير (تفسير سورة الاسراء) وصحيح مسلم كتاب الايمان (باب أدنى اهل الجنة منزلة فيها) والترمذى وهكذا ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں
(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۸۹، دلیل الفالحین ۴/۷۰۷

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو جنگل بیابان میں چھوڑ دیا

(۱۸۶۷) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ: جَاءَ اِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُمِّ اِسْمَاعِيْلَ وَبِابْنِهَا اِسْمَاعِيْلَ، وَهِیَ تُرْضِعُهُ حَتّٰى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِیْ اَعْلَى الْمَسْجِدِ، وَلَيْسَ يَوْمَئِذٍاَحَدٌ، وَ لَيْسَ بِهَا مَاءٌ، فَوَضَعَهُمَا هُنَاكَ، وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ، وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ، ثُمَّ قَفّٰى اِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا، فَتَبِعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ، فَقَالَتْ: يَا اِبْرَاهِيْمُ، اَيْنَ تَذْهَبُ، وَتَتْرُكُنَا بِهٰذَا الْوَادِیْ، الَّذِیْ لَيْسَ فِيْهِ أَنِيْسٌ وَ لَا شَیْءٌ؟ فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ مِرَارًا، وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ اِلَيْهَا، قَالَتْ لَهٗ: آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَتْ: اِذًا لَا يُضَيِّعُنَا، ثُمَّ رَجَعَتْ، فَانْطَلَقَ اِبْرَاهِيْمُ صَلّٰى

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتّٰى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لا يَرَوْنَهُ، اِسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ، ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلاءِ الدَّعَوَاتِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: "رَبِّ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِذِيْ زَرْعٍ" حَتّٰى بَلَغَ "يَشْكُرُوْنَ." وَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ اِسْمَاعِيْلَ، وَتَشْرَبُ من ذٰلِكَ الْمَاءِ. حَتّٰى إِذَا نَفِدَمَا فِي السِّقَاءِ، عَطِشَتْ، وَعَطِشَ اِبْنُهَا، وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَيْهِ يَتَلَوّٰى ـ اَوْ قَالَ: يَتَلَبَّطُ ـ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهِ، فَوَجَدَتِ الصَّفَا اَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْاَرْضِ يَلِيْهَا، فَقَامَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرٰى اَحَدًا؟ فَلَمْ تَرَ أَحداً. فَهَبَطَتْ مِنَ الصَّفَا حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ، رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا، ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ، ثُمَّ اَتَتِ الْمَرْوَةَ، فَقَامَتْ عَلَيْهَا، فَنَظَرَتْهُ هَلْ تَرٰى اَحداً؟ فَلَمْ تَرَ اَحداً، فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَذٰلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا." فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتاً، فَقَالَتْ: صَهْ ـ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ـ ثُمَّ تَسَمَّعَتْ، فَسَمِعَتْ أَيْضاً، فَقَالَتْ: قَدْ أَسْمَعْتَ اِنْ كَانَ عِنْدَكَ غَوَاثٌ، فَاِذَاهِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَمَوْضِعِ زَمْزَمَ، فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ ـ أَوْقَالَ بِجَنَاحِهِ ـ حَتّٰى ظَهَرَالْمَاءُ، فَجَعَلَتْ تُحَوِّضُهُ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هٰكَذَا، وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ الْمَاءَ فِيْ سِقَائِهَا، وَهُوَيَفُوْرُبَعْدَمَاتَغْرِفُ، وَ فِيْ رِوَايَةٍ: بِقَدَرِمَاتَغْرِفُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "رَحِمَ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ لَوْتَرَكَتْ زَمْزَمَ ـ اَوْقَالَ: لَوْلَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًامَعِيْنًا." قَالَ: فَشَرِبَتْ وَاَرْضَعَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ: لَا تَخَافُوا الضَّيْعَةَ، فَاِنَّ هٰهُنَابَيْتَاللّٰهِ يَبْنِيْهِ هٰذَا الْغُلَامُ وَاَبُوْهُ، وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَهْلَهُ، وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًامِنَ الْاَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَأْخُذُعَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، فَكَانَتْ كَذٰلِكَ حَتّٰى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمٍ، اَوْاَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمٍ، مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَاءَ، فَنَزَلُوْا فِيْ اَسْفَلِ مَكَّةَ، فَرَأَوْاطَائِرًاعَائِفًا، فَقَالُوْا: اِنَّ هٰذَا الطَّائِرَ لَيَدُوْرُ عَلٰى مَاءٍ، لَعَهْدُنَا بِهٰذَا الْوَادِيْ وَمَافِيْهِ مَاءٌ، فَاَرْسَلُوْاجَرِيًّا أَوْجَرِيَّيْنِ، فَاِذَاهُمْ بِالْمَاءِ، فَرَجَعُوْا، فَاَخْبَرُوْهُمْ، فَأَقْبَلُوْاوَاُمُّ اِسْمَاعِيْلَ عِنْدَالْمَاءِ، فَقَالُوْا: أَتَأْذَنِيْنَ لَنَا اَنْ نَنْزِلَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، وَلٰكِنْ لَاحَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ، قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَأَلْفٰى ذٰلِكَ اُمَّ اِسْمَاعِيْلَ، وَهِيَ تُحِبُّ الْاُنْسَ، فَنَزَلُوْا، فَأَرْسَلُوْا اِلٰى اَهْلِيْهِمْ، فَنَزَلُوْامَعَهُمْ، حَتّٰى إِذَا كَانُوْا

بِهَا اَهلَ أَبْيَاتٍ، وَشَبَّ الْغُلَامُ، وَتعَلَّم الْعَرَبِيَّةَ مِنهُمْ وَاَنْفَسهُمْ وَاَعْجَبهُمْ حِينَ شَبَّ، فَلَمَّا اَدْرَکَ، زَوَّجُوْهُ اَمْرَأَةً مِنهُمْ، وَمَاتَتْ اُمُّ اِسْمَاعِيْلَ، فَجاءَ اِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ مَاتزَوَّجَ اِسْمَاعِيْلُ يُطَالِعُ ترِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ اِسْمَاعِيْلَ، فَسَأَلَ اِمْرَأَتَهُ عَنْهُ، فَقَالَتْ: خَرجَ يَبْتَغِيْ لَنَا وَفِيْ رِوَايَةٍ: يَصِيْدُلَنَا ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحنُ بِشَرٍّ، نَحنُ فِيْ ضِيقٍ وَشِدَّةٍ، وَشَكَتْ اِلَيْهِ، قَالَ: فَاِذَا جَاءَ زَوْجُکِ، اقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقُوْلِيْ لَهُ يُغَيِّرْعَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّاجَاءَ اِسْمَاعِيْلُ كَاَنَّهُ آنَسَ شَيْئاً، فَقَالَ: هَلْ جَاءَ كُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، جَاءَ نَاشَيْخٌ كَذَاوكَذَا، فَسَأَلَنَا عَنکَ، فَاَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِيْ: كَيْفَ عَيْشُنَا، فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّافِيْ جَهْدٍوَ شِدَّةٍ. قَالَ: فَهَلْ أَوْصَاکِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ اَمَرَنِيْ اَنْ أَقْرَأَعَلَيْکَ السَّلَامَ، وَيَقُوْلُ: غَيِّرْعَتَبَةَ بَابِکَ. قَالَ: ذَاکَ اَبِيْ، وَقَدْأَمَرَنِيْ أَنْ أُفَارِقَکِ، الْحَقِيْ بِاَهْلِکِ. فَطَلَّقَهَا، وَتزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرٰى، فَلَبِثَ عَنْهُمْ اِبْرَاهِيْمُ مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ اَتَاهُمْ بَعْدُ، فَلَمْ يَجِدْهُ، فَدَخَلَ عَلَى اِمْرَأَتِهِ، فَسَأَلَ عَنْهُ. قَالَتْ: خَرجَ يَبْتَغِيْ لَنَا. قَالَ: كَيْفَ اَنْتُمْ؟ وَ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ، فَقَالَتْ: نَحْنُ بِخَيْرٍوَسَعَةٍوَأَثْنَتْ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، فَقَالَ: مَا طَعَامُكُمْ؟ قَالَتْ: اللَّحْمُ. قَالَ: فَمَاشَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: اَلْمَاءُ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَهُمْ فِيْ اللَّحْمِ وَالْمَاءِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَلَوْكَانَ لَهُمْ دَعَالَهُمْ فِيْهِ." قَالَ: فَهُمَالَايَخْلُوْعَلَيْهِمَا اَحدٌ بِغَيْرِمَكَّةَ اِلَّالَمْ يُوَافِقَاهُ"

وَفِيْ رِوَايَةٍ فَجَاءَ، فَقَالَ: اَيْنَ اِسْمَاعِيْلُ؟ فَقَالَتِ اِمْرَأَتُهُ: ذَهَبَ يَصِيْدُ، فَقَالَتِ اِمْرَأَتُهُ: اَلَا تَنْزِلُ، فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ؟ قَالَ: وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ؟ قَالَتْ: طَعَامُنَا اللَّحْمُ، وَشَرَابُنَا الْمَاءُ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَهُمْ فِيْ طَعَامِهِمْ وَ شَرَابِهِمْ. قَالَ: فَقَالَ اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بَرَكَةُ دَعْوَةِاِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ." قَالَ: فَاِذَاجَاءَ زَوْجُکِ، فَاقْرَئِيْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثَبِّتْ عَتَبَةَ بَابِهِ، فَلَمَّاجَاءَ اِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ، وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ، فَسَأَلَنِيْ عَنکَ، فَاَخْبَرْتُهُ، فَسَأَلَنِيْ كَيْفَ عَيْشُنَا، فَاَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ، قَالَ: فَاَوْصَاکِ بِشَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ، يَقْرَأُعَلَيْکَ السَّلَامَ، وَيَأْمُرُکَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِکَ، قَالَ: ذَاکَ اَبِيْ، وَاَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِيْ أَنْ اُمْسِكَکِ، ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ جَاءَ بَعْدَذٰلِکَ وَاِسْمَاعِيْلُ يَبْرِيْ نَبْلاً لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْباً مِنْ زَمْزَمَ، فَلَمَّارَآهُ، قَامَ اِلَيْهِ، فَصَنَعَ كَمَايَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ، وَالْوَلَدُبِالْوَالِدِ، قَالَ: يَا

اِسْمَاعِیْلُ اِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِیْ بِأَمْرٍ، قَالَ: فَاصْنَعْ مَا أَمَرَکَ رَبُّکَ؟ قَالَ: وَتُعِیْنُنِیْ، قَالَ: وَاُعِیْنُکَ، قَالَ: فَاِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِیْ أَنْ أَبْنِیَ بَیْتاً هٰهُنَا، وَأَشَارَاِلٰی أَکَمَةٍمُرْتَفِعَةٍ عَلٰی مَاحَوْلَهَا. فَعِنْدَ ذٰلِکَ رَفَعَ الْقَوَاعِدَمِنَ الْبَیْتِ، فَجَعَلَ اِسْمَاعِیْلُ یَأْتِیْ بِالْحِجَارَةِ، وَاِبْرَاهِیْمُ یَبْنِیْ حَتّٰی اِذَا ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ، جَاءَ بِهٰذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ، فَقَامَ عَلَیْهِ، وَهُوَ یَبْنِیْ، وَاِسْمَاعِیْلُ یُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ، وَهُمَایَقُوْلَانِ: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾.

وَفِیْ رِوَایَةٍ: اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ خَرَجَ بِاِسْمَاعِیْلَ وَاُمِّ اِسْمَاعِیْلَ، مَعَهُمْ شَنَّةٌ فِیْهَا مَاءٌ، فَجَعَلَتْ اُمُّ اِسْمَاعِیْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ، فَیَدِرُّ لَبَنُهَا عَلٰی صَبِیِّهَا حَتّٰی قَدِمَ مَکَّةَ، فَوَضَعَهَاتَحْتَ دَوْحَةٍ، ثُمَّ رَجَعَ اِبْرَاهِیْمُ اِلٰی اَهْلِهٖ، فَاتَّبَعَتْهُ اُمُّ اِسْمَاعِیْلَ حَتّٰی لَمَّابَلَغُوْاکَدَاءَ، نَادَتْهُ مِنْ وَرَائِهٖ، یَا اِبْرَاهِیْمُ اِلٰی مَنْ تَتْرُکُنَا؟ قَالَ: اِلَی اللّٰهِ، قَالَتْ: رَضِیْتُ بِاللّٰهِ، فَرَجَعَتْ، وَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ، وَیَدِرُّ لَبَنُهَاعَلٰی صَبِیِّهَاحَتّٰی لَمَّافَنِیَ الْمَاءُ، قَالَتْ: لَوْذَهَبْتُ، فَنَظَرْتُ لَعَلِّیْ اُحِسُّ أَحداً، قَالَ: فَذَهَبَتْ، فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ اَحداً، فَلَمْ تُحِسَّ اَحَدًا، فَلَمَّابَلَغَتِ الْوَادِیَ، سَعَتْ وَأَتَتِ الْمَرْوَةَ، وَفَعَلَتْ ذٰلِکَ أَشْوَاطاً، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْذَهَبْتُ، فَنَظَرْتُ مَافَعَلَ الصَّبِیُّ، فَذَهَبَتْ وَنَظَرَتْ، فَاِذَا هُوَعَلٰی حَالِهٖ کَاَنَّهُ یَنْشَغُ لِلْمَوْتِ، فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا، فَقَالَتْ: لَوْذَهَبْتُ، فَنَظَرْتُ لَعَلِّیْ اُحِسُّ أَحداً، فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا، فَنَظَرَتْ، وَنَظَرَتْ، فَلَمْ تُحِسَّ اَحداً حَتّٰی اَتَمَّتْ سَبْعاً، ثُمَّ قَالَتْ: لَوْذَهَبْتُ، فَنَظَرْتُ مَافَعَلَ، فَاِذَاهِیَ بِصَوْتٍ، فَقَالَتْ: أَغِثْ اِنْ کَانَ عِنْدَکَ خَیْرٌ، فَاِذَا جِبْرِیْلُ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بِعَقِبِهٖ هٰکَذَا، وَغَمَزَ بِعَقِبِهٖ عَلَی الْاَرْضِ، فَانْبَثَقَ الْمَاءُ، فَدَهِشَتْ أُمُّ اِسْمَاعِیْلَ، فَجَعَلَتْ تَحْفِنُ. وَذَکَرَالْحَدِیْثَ بِطُوْلِهٖ.

رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ بِهٰذِهِ الرِّوَایَاتِ کُلِّهَا.

"اَلدَّوْحَةُ" اَلشَّجَرَةُ الْکَبِیْرَةُ، قَوْلُهُ: "قَفّٰی" اَیْ: وَلّٰی "اَلْجَرِیُّ": اَلرَّسُوْلُ، "وَاَلْفٰی" مَعْنَاهُ: وَجَدَ. قَوْلُهُ: "یَنْشَغُ" اَیْ: یَشْهَقُ.

ترجمہ: ''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ

الصلوٰۃ والسلام حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کہ وہ ان کو دودھ پلاتی تھیں، لائے حتیٰ کہ انہیں بیت اللہ کے نزدیک مسجد حرام کے بالائی حصے میں زمزم کے اوپر واقع ایک درخت کے پاس ٹھہرا دیا، اس زمانے میں مکے میں کوئی انسان آباد نہیں تھا، نہ وہاں پانی ہی تھا، پس ان ماں بیٹے کو وہاں رکھا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھ دی جس میں کچھ کھجوریں تھیں اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیٹھ پھیر کر جانے لگے تو حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے گئیں اور کہا، اے ابراہیم! ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر جہاں کوئی غم خوار ساتھی ہے اور نہ ضرورت کی کوئی چیز، کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے یہ بات ان سے متعدد مرتبہ کہی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف توجہ ہی نہ فرماتے، بالآخر حضرت ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام نے کہا کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ السلام نے کہا، ہاں۔ تو انہوں نے کہا تب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، پھر وہ واپس چلی گئیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی راہ پر چلے، یہاں تک کہ جب ثنیہ مقام پر پہنچے جہاں سے ان کے اہل وعیال انہیں نہیں دیکھ رہے تھے، اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کیا، پھر ان کلمات کے ساتھ دعائیں کیں، پس اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا ''اے میرے رب میں نے اپنی اولاد کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں آباد کیا ہے تا کہ وہ شکر کریں'' تک قرآنی دعا کی۔

(ادھر) اسماعیل کی والدہ، اسماعیل کو دودھ پلاتی اور اس مشکیزے کے پانی سے پانی پیتی رہیں، یہاں تک کہ جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو خود پیاسی رہنے لگیں اور بیٹا بھی پیاس سے بلبلانے لگا اور وہ اسے زمین پر لوٹتے ہوئے دیکھنے لگیں۔ یہ منظر ان کے لئے سخت ناپسندیدہ تھا۔ پس وہ پانی کی تلاش میں چلیں تو صفا پہاڑ کو انہوں نے اپنے قریب زمین میں سب سے قریب پایا۔ پس وہ اس پر کھڑی ہو گئیں اور وادی کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ کوئی انسان نظر آتا ہے؟ لیکن کوئی نظر نہیں آیا، پس صفا پہاڑ سے نیچے اتریں، یہاں تک کہ جب وادی (میدان) میں پہنچیں تو اپنی قمیص کا کنارہ اوپر اٹھایا، پھر اس طرح دوڑیں جیسے کوئی تکلیف زدہ انسان دوڑتا ہے، حتیٰ کہ ساری وادی پار کر گئیں، پھر مروہ پہاڑ پر چڑھ کر کھڑی ہو گئیں اور نظر دوڑائی کہ کیا کوئی انسان دکھائی دیتا ہے؟ لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ پس اسی وجہ سے (حضرت ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت میں) لوگ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ پس جب (آخر میں) مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی تو اپنے آپ کو خطاب

کر کے کہا، خاموش رہ (کیونکہ آواز ان کے لئے ناقابل یقین چیز تھی) پھر کان لگائے تو پھر آواز سنی، تو حضرت ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام نے کہا، تیری آواز پہنچ گئی ہے، اگر تیرے پاس کچھ مدد کا سامان ہے تو فوراً مدد کے لئے پہنچ۔ پس ناگہاں دیکھا کہ زمزم کی جگہ کے پاس فرشتہ ہے، اس نے اپنی ایڑھی، یا فرمایا، اپنے پر کے ساتھ زمین کو کریدا یہاں تک کہ پانی نکل آیا، پس حضرت ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ السلام اس کے لئے حوض بنانے لگیں اور اپنے ہاتھ سے باڑھ بناتی تھیں اور چلو سے پانی لے کر مشکیزے میں ڈالنے لگیں، وہ جتنا پانی چلو میں لیتیں وہ پانی اتنا ہی ابلتا اور ایک روایت میں ہے کہ چلو کی مقدار کے برابر پانی ابلتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی والدہ پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو یوں ہی چھوڑ دیتیں یا فرمایا، چلو سے پانی اکٹھا نہ کرتیں تو زمزم روئے زمین کو سیراب کرنے والا بڑا چشمہ ہوتا۔ راوی نے بیان کیا، پس حضرت ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی پانی پیا اور اپنے بچے کو بھی پلایا۔ پس فرشتے نے حضرت ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام سے کہا تم اپنی جان کا خوف مت کرو! (کہ وہ ضائع ہوجائے گی) اس لئے کہ اس مقام پر اللہ کا گھر ہے جسے یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس گھر کی دیکھ بھال کرنے والوں کو برباد نہیں کرتا اور (اس وقت) بیت اللہ (کی جگہ) ٹیلے کی طرح زمین سے بلند تھی، وہاں سیلاب آتے تو اس کے دائیں اور بائیں سے گزر جاتے۔ پس ایک عرصے تک یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ جرہم کا قافلہ یا جرہم قبیلے کا کوئی گھرانہ، کداء کے راستے سے آتے ہوئے ان کے پاس سے گزرا، انہوں نے مکے کے زیریں حصے میں پڑاؤ کیا تو انہوں نے ایک منڈلاتا ہوا پرندہ دیکھا، تو کہنے لگے کہ یہ پرندہ یقیناً پانی پر گھوم رہا ہے۔ ہمیں تو اس وادی سے آتے جاتے ایک زمانہ ہوگیا ہے۔ اس میں تو پانی نہیں ہے۔ چنانچہ (معلومات کیلئے) انہوں ایک یا دو قاصد بھیجے، تو انہوں نے وہاں پانی پایا۔ انہوں نے آکر ان کو خبر دی، تو وہ لوگ وہاں گئے اور حضرت اسمائیل کی والدہ پانی کے پاس تھیں، انہوں نے کہا آپ ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم آپ کے پاس آکر پڑاؤ ڈال لیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے، لیکن پانی کی ملکیت میں تمہارا حق نہیں ہوگا، انہوں کہا ٹھیک ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ بات حضرت اسماعیل کی والدہ کی خواہش کے مطابق ہوئی، وہ بھی انس و محبت کو پسند کرتی تھیں۔ پس انہوں نے وہاں پڑاؤ ڈال لیا اور اپنے گھر والوں کو پیغام بھیجا، پس وہ بھی وہاں آکر مقیم ہوگئے، یہاں تک کہ وہاں رہنے والے کئی گھر ہوگئے اور

اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جوان ہوگئے اور ان لوگوں سے انہوں نے عربی زبان بھی سیکھ لی اور جب وہ بڑے ہوگئے تو وہ ان میں سب سے زیادہ نفیس اور سب سے زیادہ دل پسند تھے۔ پس جب وہ بالغ ہوگئے تو انہوں نے اپنی ایک عورت سے ان کی شادی کردی، حضرت اسماعیل کی والدہ فوت ہوگئیں، حضرت اسماعیل کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تاکہ اپنی چھوڑی ہوئی چیزوں (بیوی بچے) کو ملاحظہ کریں، پس انہوں نے اسماعیل کو نہیں پایا تو ان کی بابت ان کی بیوی سے پوچھا اس نے بتلایا کہ وہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں اور ایک روایت میں ہے ہمارے لئے شکار کرنے باہر گئے ہیں، پھر انہوں نے ان کی بیوی سے ان کی گزران اور عام حالت کے بارے میں پوچھا، تو اس نے کہا، ہم بہت برے حال میں ہیں، بڑی تنگی اور سختی میں ہیں اور ان کی طرف شکایت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تمہارے خاوند آئیں تو انہیں میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا، اپنے دروازے کی دہلیز بدل دیں۔ پس جب حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے، تو گویا انہوں نے کسی چیز کو محسوس کیا (یعنی کسی کی آمد کا احساس ہوا) اور پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ بیوی نے کہا ہاں۔ ایسے ایسے حلیے کے ایک بزرگ آئے تھے، انہوں نے آپ کی بابت پوچھا، تو میں نے ان کو بتلایا پھر انہوں نے پوچھا ہماری گزر اوقات کیسی ہے؟ تو میں نے ان کو بتلایا، ہم بڑی تکلیف اور سختی میں ہیں، حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کیا انہوں نے تجھے کسی بات کی تلقین کی تھی؟ اس نے کہا، ہاں۔ مجھے انہوں نے حکم دیا تھا کہ میں آپ کو ان کا سلام کہوں اور آپ کے لئے یہ پیغام دے گئے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز (چوکھٹ) بدل دیں۔ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ میرے والد بزرگوار تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے علیحدگی اختیار کرلوں، پس تو اپنے گھر چلی جا، پس حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو طلاق دے دی اور اس قبیلے کی کسی اور عورت سے شادی کرلی، پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تک اللہ نے چاہا، کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد پھر ان کے پاس تشریف لائے تو پھر اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گھر میں موجود نہ پایا، پس ان کی بیوی کے پاس آئے اور ان سے ان کی بابت پوچھا، تو اس نے بتلایا کہ وہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں باہر گئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ السلام نے پوچھا، تمہارا کیا حال ہے؟ اور اس سے ان کی گزران اور عام حالت کے بارے میں پوچھا، تو بیوی نے کہا، ہم خیریت سے ہیں اور فراخی میں ہیں اور اس نے اللہ کی حمد وثناء کی۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا تمہاری خوراک

کیا ہے؟ اس نے کہا گوشت۔ انہوں نے پوچھا، پیتے کیا ہو؟ اس نے کہا، پانی۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس وقت ان کے لئے کوئی غلہ نہیں ہوتا تھا، اگر وہ ہوتا تو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی بابت بھی ان کے لئے (برکت کی) دعا فرمادیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مکے کے سوا کسی اور جگہ کوئی شخص صرف ان دو چیزوں (گوشت اور پانی) پر گزارہ کرے تو اسے موافق نہیں آئیں گے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام (دوسری مرتبہ) آئے تو پوچھا، اسماعیل کہاں ہیں؟ تو ان کی بیوی نے کہا شکار کرنے گئے ہیں، پھر ان کی بیوی نے کہا آپ تشریف کیوں نہیں رکھتے؟ کھائیں پئیں۔ انہوں نے پوچھا، تمہارا کھانا پینا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا، ہمیں کھانے کو گوشت اور پینے کو پانی میسر ہے۔ انہوں نے فرمایا اے اللہ! ان کے کھانے اور پینے میں برکت عطا فرما۔ راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا کہ (مکے میں ان چیزوں کی فراوانی) حضرت ابراہیم کی دعا (کا نتیجہ) ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تمہارا خاوند آئے تو انہیں سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو برقرار رکھیں۔ پس جب حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تو پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا، ہاں۔ ایک خوب شکل بزرگ آئے تھے، بیوی نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کی، انہوں نے مجھ سے آپ کی بابت پوچھا تو میں نے انہیں بتلایا انہوں نے مجھ سے پوچھا، ہماری گزر اوقات کیسی ہے؟ تو میں نے بتلایا ہم بہت اچھی حالت میں ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا انہوں نے کسی بات کی تلقین بھی کی؟ بیوی نے کہا، ہاں، وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور آپ کو حکم دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو برقرار رکھیں۔ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ میرے والد تھے اور دہلیز سے مراد تو ہے، انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اپنے پاس ہی رکھوں۔ (اپنے سے علیحدہ نہ کروں) پھر جب تک اللہ نے چاہا، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد پھر تشریف لائے اور اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے تیر درست کر رہے تھے۔ پس جب اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو دیکھا تو کھڑے ہو کر ان کی طرف بڑھے، پھر وہی احترام و محبت کا معاملہ کیا جس طرح باپ اولاد کے ساتھ اور اولاد باپ کے ساتھ کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے

اسماعیل! اللہ نے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے، اسماعیل نے کہا، آپ کے رب نے آپ کو جس بات کا حکم دیا ہے، وہ کریں انہوں نے پوچھا، تو میری مدد کرے گا؟ انہوں نے کہا میں آپ کی مدد کروں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر تعمیر کروں اور ایک ٹیلے کی طرف اشارہ فرمایا جو اردگرد کے حصوں سے بلند تھا۔ پس اسی وقت اس خاص گھر کی دیواریں اٹھائیں، اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تعمیر کرتے یہاں تک کہ جب دیواریں اونچی ہوگئیں، تو (مقام ابراہیم والا) پتھر لائے اور وہاں رکھا، پس ابراہیم اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرتے اور اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو پتھر پکڑاتے جاتے اور دونوں کی زبانوں پر یہ دعا تھی ''اے ہمارے رب، ہمارا یہ عمل قبول فرما، یقیناً تو بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

ایک اور روایت میں (واقعے کا ابتدائی حصہ اس طرح) ہے، کہ حضرت ابراہیم، اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے کر نکلے، ان کے ساتھ ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا۔ پس اسماعیل کی والدہ مشکیزہ سے پانی پیتیں تو بچے کے لئے ان کی چھاتی میں دودھ خوب اترتا، یہاں تک کہ وہ مکہ آ گئے۔ یہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو ایک بڑے درخت کے نیچے بٹھایا، پھر ابراہیم اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ گئے، تو اسماعیل کی والدہ بھی ان کے پیچھے چلتی رہیں، یہاں تک کہ جب وہ کداء جگہ پر پہنچے تو حضرت ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام نے ان کو پیچھے سے آواز دی، اے ابراہیم! ہمیں کس کے سپرد کر کے چھوڑ چلے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کے۔ والدۂ اسماعیل نے کہا، میں اللہ کے سپرد کئے جانے پر راضی ہوں اور واپس چلی گئیں اور مشکیزے سے پانی پیتی رہیں اور بچے کے لئے ان کی چھاتی میں دودھ اترتا رہا۔ یہاں تک کہ جب پانی ختم ہوگیا، تو (دل میں) کہا، میں (ادھر ادھر) جاؤں اور دیکھوں تو شاید کوئی آدمی نظر آئے۔ راوی نے بیان کیا، پس وہ گئیں اور صفا پہاڑی پر چڑھ گئیں اور خوب نظر دوڑائی کہ کیا کوئی نظر آتا ہے؟ لیکن کوئی نظر نہیں آیا (پھر نیچے اتریں) پس جب اتر گئیں تو دوڑیں اور مروہ پہاڑی پر چڑھ گئیں اس طرح کئی چکر لگائے (یعنی دونوں پہاڑوں کے درمیان) پھر (دل میں) کہا، میں جا کر بچے کو تو دیکھوں، اس نے کیا کیا؟ (یعنی اس کا کیا حال ہے؟) پس گئیں اور دیکھا تو وہ اسی حال میں تھا گویا کہ وہ زندگی کے آخری سانس لے رہا ہے، پس ان کے نفس نے قرار نہیں پکڑا اور سوچا کاش میں جاؤں اور دیکھوں شاید کسی کو پالوں، پس وہ پھر گئیں اور صفاء پہاڑ پر چڑھ گئیں اور خوب دیکھا لیکن کوئی نظر نہیں آیا

یہاں تک کہ سات چکر پورے کر لئے پھر سوچا کہ جاؤں اور بچے کو دیکھوں کہ اس کا کیا حال ہے؟ وہاں آئیں تو اچانک ایک آواز کان میں پڑی تو انہوں نے کہا اگر تیرے پاس کوئی بھلائی ہے تو مدد کر۔ پس وہاں جبرائیل امین موجود تھے انہوں نے اپنی ایڑی زمین پر ماری۔ پس زمین سے پانی نکل آیا جسے دیکھ کر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ حیرت زدہ ہوگئیں اور اپنی ہتھیلیوں سے پانی سمیٹ کر مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ اور راوی نے حدیث پوری تفصیل سے بیان کی اور یہ ساری روایات امام بخاری نے نقل کی ہے۔

الدوحة: بڑا درخت۔ قفى: پیٹھ پھیر کر جانا۔ الجرِیّ: بمعنی قاصد الفی: پانا ینسغ: بمعنی سانس کا اوپر نیچے ہونا جیسے زندگی کے آخری وقت میں ہوتا ہے۔"

لغات: ❖ الصوت: بمعنی آواز، ہر قسم کا راگ، ج اصوات. نحویوں کے نزدیک اسماء اصوات وہ ہیں کہ جن سے کسی آواز کی حکایت کی جائے جیسے پتھر پر پتھر کی آواز کے طَقْ، الصات و الصیت بلند آواز دینے والا۔ صات یصوت و یصات صوتاً: آواز دینا، پکارنا۔ صوّت تصویتاًو اصات اِصاتۃً: آواز دینا، اصات بفلان: کسی کے متعلق غیر پسندیدہ چیز کو مشہور کرنا۔ المصوات: بہت آواز دینے والا، کہا جاتا ہے "ما بالدار مصوات" یعنی گھر میں کوئی نہیں ہے۔

تشریح: بِاُمِّ اِسْمَاعِیْلَ: اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ۔ ان کا نام ہاجرہ تھا، قبطیہ تھیں، جن کو مصر کے بادشاہ نے حضرت سارہ کی خدمت کے لئے دیا تھا[1] انہوں نے ان سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح کروا دیا تھا جس سے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔

ثُمَّ سَعَتْ سَعْیَ الْاِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ: پھر وہ دوڑی جیسے کہ کوئی تکلیف زدہ انسان دوڑتا ہے۔ اس میں صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کی تاریخی پس منظر کو بیان کیا جارہا ہے کہ یہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا حضرت ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کے واقعے کی یاد میں ہے جو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دوڑی تھیں۔ یہ دوڑنا اللہ کو اتنا پسند آیا کہ اللہ نے اس کو حج اور عمرے میں ضروری قرار دے دیا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سعی کرنا تو فرض ہے جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ واجب ہے۔

وَیَقُوْلُ: غَیِّرْ عَتَبَۃَ بَابِکَ انہوں نے فرمایا تھا کہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل دیں۔ یہ کنایہ تھا طلاق دینے سے، علماء فرماتے ہیں رضائے الٰہی سے بے اعتنائی پر اور دین کی مخالفت کرنے والی عورت کے بارے میں اگر باپ اپنے بیٹے کو اس کی بیوی کے بابت کہے کہ اسے طلاق دے دے تو اس کے بیٹے کو اپنے باپ کی اطاعت کر لینا چاہئے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری کتاب الانبیاء (باب یزفون النسلان فی المشی)

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) روضۃ المتقین ۴/ ۳۹۰ دلیل الفالحین ۴/ ۱۵۷

کھنبی کا پانی آنکھوں کے لئے شفاء ہے

(۱۸۶۸) ﴿وَعَنْ سَعِيْدِبْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کھنبی بھی مَنْ کی قسم میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ اَلْكَمْأَةُ: کھنبی یہ ایک پودا ہے جو بارش کے دنوں میں خود بخود نکلتا ہے اور اس کا پانی آنکھوں کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔

تشریح: اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ: کہ کھنبی یہ اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں پر بطور احسان کے عطاء فرمایا ہے کہ اس کے حصول کے لئے نہ زمین کو کھودنا پڑتا ہے، یہ تو خود بخود زمین کے اندر سے پیدا ہوجاتی ہے بارش کے دنوں میں۔

بعض علماء فرماتے ہیں "من" سے مراد موسی علیہ السلام کی قوم پر جو من وسلوی نازل ہوا تھا وہ ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح موسی علیہ الصلوٰۃ السلام کی قوم پر من نازل ہوتا تھا [۱] جس کے لئے ان کو کوئی محنت و مشقت برداشت نہیں کرنی ہوتی تھی، اسی طرح کھنبی بھی بغیر دانے ڈالے اور بغیر محنت کے زمین سے نکلتی ہے۔

وَمَاءُ هَاشِفَاءٌ لِلْعَيْنِ: اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض علماء صرف کھنبی کا پانی آنکھ میں ڈالنا مفید بتاتے ہیں اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں دوسرے دوائی ملا کر ڈالا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ ڈالنے سے پہلے کسی ماہر حاذق طبیب سے مشورہ کر کے ڈالا جائے کہ کس قسم کا مرض آنکھ کو لاحق ہے اور اس کو کس چیز کے ساتھ میں ملا کر ڈالنا مفید ہوگا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب الطيب (باب المن شفاء للعين) و صحيح مسلم كتاب الاشربة (باب فضل الكماة الخ) واحمد ۱/۱۶۲۵ و الترمذی وابن ماجه ومصنف ابن ابی شيبة ۸/۸۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۳۸۱) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین ۴/۳۹۹۔

کتاب الاستغفار

استغفار کا بیان

(۳۷۱) بَابُ الْاَمْرِ بِالْاِسْتِغْفَارِ وَ فَضْلِہٖ

آپ ﷺ مسلمانوں کی طرف سے استغفار کیجئے

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (سورۃ محمد: ۱۹)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے حق میں بھی۔''

تشریح: آیت بالا میں آپ ﷺ کو استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال: آپ ﷺ تو معصوم تھے، گناہوں سے پاک تھے تو آپ کو استغفار کرنے کا حکم کیوں دیا جارہا ہے؟

جواب: کبھی کبھار اجتہادی خطا ہوجاتی ہے اگرچہ وہ شریعت کی نگاہ میں گناہ نہیں ہو بلکہ اس اجتہادی غلطی پر بھی ثواب ملتا ہے مگر انبیاء علیہم السلام بڑی شان والے ہوتے ہیں اس لئے ان کے لئے وہی گناہ تصور کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ ایک ہی مجلس میں سو بار استغفار فرمایا کرتے تھے۔(۱)

(۱) ترمذی

اللہ سے گناہوں کی بخشش مانگو

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاسْتَغْفِرِ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ (سورۃ النساء: ۱۰۶)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والے اور بڑے مہربانی کرنے والے ہیں۔''

تشریح: آیت بالا سے معلوم ہوا کہ جو شخص کوئی برائی کرے، یا صرف اپنی جان کا ضرر کرے یعنی ایسا گناہ نہ کرے جس کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہو اور پھر وہ اللہ تعالیٰ سے (حسب قاعدۂ شرعیہ) معافی چاہتا ہے (جس میں بندوں کے حقوق کو ادا کرنا یا

ان سے معاف کرانا بھی داخل ہے) تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا پائے گا اور ضرور گنہگاروں کو اس کی کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ جو شخص کچھ گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات ہی کے لئے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں یعنی سب گناہوں کی ان کو خبر ہے۔ (۱)

(۱) معارف القرآن ۲/ ۵۳۷

آپ ﷺ اپنے رب کی تسبیح اور تحمید بیان کیجئے

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا﴾ (سورۃ نصر: ۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے، وہ بڑے توبہ قبول کرنے والے ہیں۔''

تشریح: مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ النصر قرآن کی آخری سورت ہے (۱) اس کے بعد مکمل کوئی دوسری سورت نازل نہیں ہوئی ہے، اسی سورت میں آیت بالا ہے جس میں آپ کو حکم دیا جارہا ہے کہ آپ مغفرت کی درخواست کیجئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ ہر نماز کے لئے ''سبحانک ربنا و بحمدک اللھم اغفرلی'' پڑھتے تھے جس بات کا آیت بالا میں حکم دیا گیا ہے (۲) کہ تسبیح اور اللہ کی حمد اور استغفار آپ ﷺ ان سب کو جمع کرلیا کرتے تھے ہر نماز کے بعد، اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ''سبحان اللہ و بحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ'' اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے، ہر وقت کثرت سے اس کو پڑھا کرتے تھے۔ (۳)

(۱) تفسیر قرطبی
(۲) معارف القرآن ۸/ ۸۳۷
(۳) معارف القرآن ۸/ ۸۳۷

مؤمن سحری کے وقت میں استغفار کرتے ہیں

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿ ''لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ'' اِلٰی قَوْلِهٖ عَزَّوَجَلَّ ''وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ'' ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۵ تا ۱۷)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اے لوگ جو اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے مالک کے پاس ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے سے نہریں جارہی ہیں...... آخر شب میں گناہوں کی معافی چاہنے والے ہیں۔''

تشریح: مکمل آیات یہ ہیں: تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِیْنَ فِیْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ۞ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۞ اَلصَّابِرِیْنَ وَالصَّادِقِیْنَ وَالْقَانِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ. "نہریں جاری ہیں اس میں، ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں بندوں کو۔ ایسے لوگ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کردیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔ صبر کرنے والے ہیں اور سچے اور حکم کو پورا کرنے والے اور خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے ہیں پچھلی رات کو۔

مطلب یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں جس میں وہاں کی بیبیاں اور جنت اور اس کی نہریں اور اللہ کی خوشنودی وغیرہ اللہ کے بندوں کو ملیں گے جس میں مندرجہ ذیل صفات ہوں گی: "اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا" کہ ایک تو وہ اپنے رب پر ایمان لائیں اور اس ایمان میں ان کو کسی قسم کا کوئی تردد نہیں اور پھر اللہ سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں "فَاغْفِرْ لَنَا" ہمارے گناہوں کو معاف فرمادیجئے۔ یا اِغْفِرْ لَنَا میں فاء سببیت کے لئے ہے کہ ہم ایمان لائیں اس لئے ہمارے گناہوں کو بخش دے جیسے کہ حضرت معاذ کی روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کریں اور کسی غیر کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور پھر اللہ پر بندوں پر حق یہ ہے کہ ان کو وہ عذاب نہ دے۔ (۱)

اَلصَّابِرِیْنَ: نفس کی مخالفت کرنے والے ہیں اور مصائب پر بے صبر ہونے سے نفس کو روکنے والے ہیں۔ خواہشات اور بری باتوں کی اتباع سے رکنے والے ہیں۔

اَلصَّادِقِیْنَ: سچے ہیں۔ سب سے بڑا سچ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں سچے ہیں، اس کا اقرار کرنے کے بعد اس کو پورا کرتے ہیں۔

وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ: سحری کے وقت میں استغفار کرتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت اللہ جل شانہ آسمان دنیا میں آکر ارشاد فرماتے ہیں مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا، مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا، مجھ سے گناہوں کی مغفرت چاہو مغفرت کروں گا۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ لوگ تہجد پڑھتے ہیں اور پھر استغفار کرتے ہیں۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تہجد پڑھتے رہتے، پھر مجھ سے فرماتے کیا سحر ہوگئی؟ میں کہتا ابھی نہیں۔ تو وہ نماز میں پھر مشغول ہوجاتے اور جب میں کہتا سحر ہوگئی تو پھر استغفار میں مشغول ہوجاتے۔ (۲)

---

(۱) بخاری ومسلم
(۲) تفسیر مظہری ۲/۱۹۹

جو اللہ سے معافی طلب کرتا ہے اللہ اس کو معاف فرمادیتے ہیں

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

(سورة نساء: ۱۱۰)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ''اور جو شخص برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا پائے گا۔''

تشریح: آیت بالا میں انسانوں کو ترغیب دی جارہی ہے کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں خواہ بڑا گناہ ہو یا چھوٹا، خواہ دن میں کرے یا رات، میں پھر اس کے بعد ان کو اسی گناہ پر ندامت ہوجاتی ہے اور پھر اللہ سے توبہ استغفار کرتے ہیں اور دل سے معافی مانگتے ہیں، جب وہ ایسا کرتے ہیں تو اللہ بھی ان پر متوجہ ہوتا ہے اور ان کے ہر قسم کے گناہوں کو درگزر فرمادیتے ہیں اور کبھی کبھار اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرما کر اس کی جگہ پر نیکیاں بھی لکھوادیتے ہیں، اس لئے ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ استغفار کرنا کسی حال میں بھی نفع سے خالی نہیں کہ گناہوں کے بدلے میں نیکیاں بھی ملیں گی۔ ورنہ کم از کم گناہ تو معاف ہوجاتے ہیں بشرطیکہ دل سے توبہ واستغفار کیا جائے۔

عذاب الٰہی سے بچنے کے دو اسباب

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ، وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

(سورة الانفال: ۳۳)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔

تشریح: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ: آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے اللہ ان کو عذاب نہیں دیں گے۔

شانِ نزول

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ الخ اہل تفسیر فرماتے ہیں یہ آیت مکی ہے۔ جب نضر بن حارث یا ابوجہل کو صحابہ کرام نے عذاب الٰہی سے ڈرایا تو اس نے کہا: ''اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء اوائتنا بعذاب اليم۔'' اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نبی کریم ﷺ جب تک مکہ میں موجود ہیں اس وقت تک تم پر اللہ کا عذاب نہیں آسکتا اور جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو کچھ کمزور مسلمان مکہ میں رہ گئے تو

ان مسلمانوں کو کہا گیا: وما کان اللہ لیعذبھم وھم یستغفرون. "کہ جب تک تم اللہ سے توبہ واستغفار کرتے رہو گے اللہ اپنا عذاب نہیں بھیجے گا۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اے مسلمانو! تمہارے عذاب سے محفوظ رہنے کے لئے دو سبب ہیں: نبی کی موجودگی اور تمہارا استغفار کرنا اگرچہ نبی دنیا سے تشریف لے گئے مگر استغفار کا سلسلہ تو قیامت تک تمہارے پاس موجود ہے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے میری امت کو عذاب سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی ہے [۱] وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم الخ میں تو دنیا سے چلا جاؤں گا مگر استغفار کو تمہارے اندر قیامت تک کے لئے چھوڑ کر جاؤں گا۔ [۲]

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس بستی والے استغفار کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ ان پر عذاب نازل نہیں کرتے۔ نیز آپ ﷺ اپنے روضۂ اقدس میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت قیامت تک باقی رہے گی، اس لئے یہ اُمت قیامت تک عذاب عام سے محفوظ و مامون رہے گی۔ [۳]

---

(۱) ترمذی، صاحب ترمذی نے کہا یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے بحوالہ تفسیر مظہری مترجم ۹۲/۵

(۲) تفسیر معارف القرآن ۲۲۵/۴

(۳) تفسیر مظہری ۳۶۶/۲

توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ بھی معاف فرمادیتے ہیں

وَقَالَ تَعَالٰی: ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَافَعَلُوْافَاحِشَۃً اَوْظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَافَعَلُوْاوَھُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾. (سورۃ آل عمران: ۱۳۵)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: "اور جو لوگ ایسے ہیں کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات کا نقصان کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں، پھر گناہوں کی معافی چاہتے ہیں، واقعی اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل بد پر جانتے ہوئے بھی اصرار نہیں کرتے ہیں۔"

تشریح: یہ آیت اس سے پہلے "کتاب الامور المنھی عنھامایقولہ ویفعلہ ومن ارتکب الخ" میں گذر چکی ہے۔

فَاحِشَۃً: یہ کبیرہ گناہ کو کہتے ہیں یا بقول حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مراد زنا ہے۔

شان نزول

وَالَّذِیْنَ اِذَافَعَلُوْافَاحِشَۃً الخ ایک آدمی تھے جن کی کنیت ابومعبد تھی، ایک عورت ان کے پاس چھوہارے خریدنے کے لئے آئی، ابومعبد نے کہا کہ اندر سے لے لو، اندر اچھے رکھے ہوئے ہیں، جب وہ اندر گئی تو انہوں نے اس کا بوسہ لے لیا، اس عمل پر پریشان ہوئے، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ قصہ بیان فرمایا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ توبہ کرلیں، اللہ معاف فرمادیں گے۔ (۱)

ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْالِذُنُوْبِھِمْ: اللہ کو یاد کرتے ہیں کہ گناہ کرکے وہ پشیمان ہوجاتے ہیں اور توبہ استغفار کرتے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب کسی بندے سے کوئی گناہ ہوجاتا ہے وہ وضو کرکے نماز پڑھتا ہے، پھر اللہ سے معافی مانگتا ہے، اللہ اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں اور پھر آپ ﷺ نے آیت بالا "وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ الخ" تلاوت فرمائی۔ (۲)

وَلَمْ یُصِرُّوْاعَلٰی مَافَعَلُوْا: اس گناہ پر اصرار نہیں کرتے بلکہ اس گناہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ شرط توبہ کی ہے، ایک تو ندامت ہو، دوسرا گناہ کو چھوڑ دے، تیسرا یہ کہ آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے، ان شرطوں کے ساتھ جو توبہ کرتا ہے اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ: وہ جانتے ہیں۔ کہ گناہ کتنے ہی ہوجائیں مگر اللہ تعالیٰ سب کو معاف کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ جو بھی گناہ کرنے کے بعد معافی کے طلب گار ہوں گے اللہ معاف فرمادیں گے۔

بقول حضرت حسین بن فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ یہ جانتے ہیں کہ ان کا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرنے والا ہے اسی وجہ سے ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے مغفرت پر قادر جانتا ہے تو میں اس کو بخش دیتا ہوں اور اس کے گناہوں کی کثرت کی پرواہ نہیں کرتا جب تک وہ میرا شریک نہیں بناتا۔ (۳)

﴿وَالْاٰیَاتُ فِی الْبَابِ کَثِیْرَۃٌ مَعْلُوْمَۃٌ﴾.

قرآن میں بہت سی آیات اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں مثلاً:

❶ کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ اللَّیْلِ مَایَھْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ ھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ. (الذاریات: ۵۱)

❷ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (الحجرات: ۴۹)

❸ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ. (النور: ۲۴)

❹ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَ لَہٗ. (القصص: ۱۶)

❺ وَلَمَنْ صَبَرَوَغَفَرَاِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ. (الشوریٰ: ۴۳)

❻ وَاِنْ تَغْفِرْلَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُالْحَکِیْمُ. (المائدۃ: ۱۱۸)

⑦ وَاِنْ لَمْ تغفِرْلَناوَترْحَمْنالَنكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. (الاعراف: ۲۳)

⑧ وَاِلَّا تَغْفِرْلِی وَتَرْحَمْنِیٓ اَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. (الهود: ۴۷)

⑨ اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًاوَّقُوْلُوْاحِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ. (البقرة: ۵۸)

⑩ فَيَغْفِرُلِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَآءُ. (البقرة: ۲۸۴)

⑪ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ يَغْفِرُلِمَنْ يَشَآءُ. (آل عمران: ۱۲۹)

⑫ اِنَّ اللّٰهَ لَايَغْفِرُاَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُمَادُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ. (النساء: ۴۸)

⑬ لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَلَهُمْ وَلَالِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا. (النساء: ۱۶۸)

⑭ لَاتَقْنَطُوْامِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُالذُّنُوْبَ جَمِيْعًا. (الزمر: ۵۳)

---

(۱) تفسیر مظہری ۲/ ۳۶۷
(۲) تفسیر مظہری ۲/ ۳۶۹
(۳) ایضاً

میں سو بار استغفار کرتا ہوں

(۱۸۶۹) ﴿ وَعَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ، وَاِنِّيْ لَاَسْتَغْفِرُاللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ"﴾. (رواه مسلم)

ترجمہ: ''حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دل میں بھی پردہ سا آجاتا ہے اور میں دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔'' (مسلم)

لغات: ❖ لیغان: دل پر بادل سا چھانا، غفلت سی طاری ہوجانا۔ قلب: دل، جمع قلوب و اقلب معنی بدلنا، متحرک ہونا۔ مجرد میں باب ضرب سے مستعمل ہے۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے "کتاب المامورات باب التوبة" میں گذر چکی ہے، مختصر وضاحت یہ ہے:

حدیث کی مختلف توجیہات

اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ: بادل سا چھا جاتا میرے دل پر۔ حدیث بالا کے بارے میں محدثین کے کئی اقوال ہیں:

① آپ ﷺ چونکہ یہ چاہتے تھے کہ دل ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہے، کسی لمحہ بھی ادھر سے غافل نہ ہونے پائے اور جب آپ کبھی کھانے پینے اور اپنی ازواج وغیرہ کے ساتھ مشغول ہوتے تو فی الجملہ غفلت سی آجاتی تھی، اس کو آپ پردہ اور گناہ سمجھ کر

استغفار کرتے تھے۔

❷ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے، اس کا علم اللہ اور اس کے رسول کو ہی ہے کہ پردہ سے کیا مراد ہے ہم کو معلوم نہیں۔

❸ حدیث کا محمول خلاف اولی کاموں کے بارے میں ہے کہ کبھی عزیمت کو چھوڑ کر رخصت پر عمل کر لیا، یا خلاف اولی کام کو اختیار کر لیا، اس سے نبی کریم ﷺ کو سخت پریشانی ہوتی تھی اور اس کا دل مبارک پر اثر ہوتا، اس کو دور کرنے کے لئے آپ ﷺ استغفار کرتے تھے۔

❹ طاعات اور نیکیوں پر ہی آپ استغفار کرتے تھے کہ جتنا بلند اور اعلیٰ طور پر یہ عبادت کرنی تھی وہ نہ ہو سکی اس پر استغفار کرتے تھے۔

❺ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دل مبارک پر صفاتِ حق کے انوارات ہمیشہ منکشف ہوتے رہتے ہیں اور آپ ﷺ ہر وقت ان تجلیات میں ترقی کرتے رہتے تھے تو جتنی ترقی ہوتی جاتی اتنا ہی اپنی سابقہ حالت پر استغفار کرتے تھے۔

تخریج حدیث: اخرجه صحيح مسلم كتاب الذكر والدعاء (باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه)

نوٹ: راوی حدیث حضرت اغر المزنی رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۴) میں گذر چکے ہیں

میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں

(۱۸۷۰) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً﴾ (رواه البخاری)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا ہوں اور اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔“

لغات: ❖ اتوب اليه: توبہ کرتا ہوں، تاب یتوب (ن) توبا بمعنی توبہ کرنا۔ اکثر: زیادہ، کثرت، اکثر یہ زیادہ تر صیغہ اسم تفضیل استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: آپ ﷺ استغفار اور توبہ اس لئے نہیں کرتے تھے کہ معاذ اللہ آپ ﷺ گناہ میں مبتلا ہوتے تھے، آپ ﷺ تو معصوم تھے، استغفار اس لئے کرتے تھے کہ عبادت کا جو حق ہے وہ ادا کرنے میں ممکن ہے کہ قصور ہو گیا ہو اس پر استغفار کرتے تھے۔ بعض محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ یہ استغفار امت کی تعلیم کے لئے تھا کہ آپ ﷺ معصوم اور خیر المخلوقات تھے تو آپ استغفار کرتے تھے تو گناہ گار امت کو تو بطریق اولی استغفار و توبہ کثرت سے کرنا چاہئے۔ [1]

تخریج حدیث: اخرجه صحیح البخاری کتاب الدعوات (باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی الیوم واللیلۃ)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔
(۱) دلیل الفالحین ۴/۳۳۷

اللہ کی صفت غفوریت کا مظاہرہ

(۱۸۷۱) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْلَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ، فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى، فَيَغْفِرُ لَهُمْ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ختم کر کے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اللہ سے استغفار کریں، پس اللہ ان کو معاف فرمائے گا۔“ (مسلم)

لغات: ❖لم تذنبوا: تم ہرگز گناہ نہ کرو، یہ ذنب سے ماخوذ ہے۔ بمعنی گناہ۔ جاء: معنی آنا، جب اس کا صلہ باء آتی ہے تو اس کا معنی متعدی لے جانے کے ہوتا ہے۔

تشریح: یہ حدیث اس سے پہلے ”کتاب المامورات باب الرجاء“ میں گذر چکی ہے۔

مختصر یہ کہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حدیث بالا میں اللہ کی مغفرت اور رحمت باری تعالیٰ کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ کی صفت غفوریت کی شان یہ ہے کہ جب بندے گناہ کریں گے تو اللہ جل شانہ ان کی مغفرت کریں، اس لئے بندوں کو بھی چاہئے کہ جب کوئی گناہ ہو جائے تو توبہ واستغفار کرنے میں تاخیر نہ کریں بلکہ فوراً توبہ کر لیں، اللہ معاف فرما دیں گے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حدیث بالا میں خدانخواستہ گناہ کرنے کی ترغیب دینا مقصود نہیں ہے کیونکہ یہ تو بعثت انبیاء کے مقصد کے خلاف ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اپنی حماقت کی وجہ سے گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کی طرف توجہ کی ترغیب دینا مقصود ہے اور پھر توبہ کرنے کی صورت میں حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مغفرت ومعافی کی امید دلانا مقصود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں شر کے مادہ کو پیدا ہی اس لئے فرمایا گیا کہ اللہ اپنی صفت مغفرت کا مظاہرہ کریں اور بندہ اللہ کی طرف متوجہ ہو، پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کو معاف نہ کرے؟۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب التوبة (باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ ایک مجلس میں سوسو بار استغفار کرلیا کرتے تھے

(۱۸۷۲) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ: کُنَّا نَعُدُّ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ مِائَةَ مَرَّةٍ: "رَبِّ اغْفِرْلِیْ، وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ"﴾ (رواہ ابوداؤد، والترمذی، وَقَالَ: حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ).

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کی ایک ایک مجلس میں سومرتبہ استغفار شمار کرلیتے تھے ان الفاظ میں، اے اللہ مجھے بخش دے، مجھ پر رجوع فرما، بے شک تو بہت رجوع فرمانے والا، نہایت مہربان ہے۔" (ابوداؤد، ترمذی، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

لغات: ❖ کنانعد: یہ صیغہ ماضی استمراری بمعنی گننا وشمار کرنا۔ تب: صیغہ امر ہے از باب نصر بمعنی توبہ قبول کر۔ اس کا صلہ علی استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: حدیث بالا میں آپ ﷺ کا عمل بیان کیا جارہا ہے کہ آپ ﷺ ایک ایک مجلس میں سوسو بار استغفار پڑھ لیا کرتے تھے، یہ سب امت کی تعلیم کے لئے تھا کہ امت توبہ واستغفار کرتی رہے تاکہ اللہ کے پاس پاک وصاف ہوکر حاضر ہو۔

توبہ کی حقیقت

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ توبہ کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ توبہ کرنے کے بعد گناہ کی لذت کا احساس بھی دل سے نکال دو۔ حضرت سہیل تستری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ توبہ کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا تم گناہ کو فراموش نہ کروتاکہ عذاب الٰہی کے خوف سے آئندہ پھر کسی گناہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ: مجھے بخش دے اور مجھ پر رجوع فرما۔ علماء فرماتے ہیں حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ واستغفار کرتے وقت اللہ کے صفاتی ناموں میں سے صفت تواب اور غفور اور رحمٰن وغیرہ کا استعمال کرنا بہتر ہے اور جب کوئی چیز طلب کرنی ہوتو پھر صفت جواد وکریم کا استعمال کرنا بہتر اور اولی ہوگا۔ [1]

تخریج حدیث: رواہ سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب الاستغفار) وسنن الترمذی ابواب الدعوات (باب ماجاء فی مایقول اذارای مبتلی) واحمد ۲/۴۷۲۶ و ابن ماجه وابن حبان ۹۲۷ و اسناده صحیح علی شرط مسلم.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) کے ضمن میں گذر چکے ہیں
(۱) دلیل الفالحین ۴/۳۴۷

استغفار کرنے والے کو ہر تنگی میں راستہ مل جاتا ہے

(۱۸۷۳) ﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ، جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضَیْقٍ مَخْرَجاً، وَمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجاً، وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ﴾ (رواہ أبو داؤد)

ترجمہ: "حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص استغفار کی پابندی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور ہر غم سے اسے نجات عطا کرتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔" (ابوداؤد)

لغات: ❖ لزم: لازم پکڑنا، ضروری قرار دینا، باب سمع سے۔ ضیق: تنگی، تنگ راستہ۔ مخرجا: معنی ہے جائے خروج، نکلنے کی جگہ۔ ھم: غم و پریشانی۔ فرجا: کشادہ، وسیع، وسعت۔

تشریح: مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ: جو استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی حالت ہو، خواہ کوئی آفت ہو یا مصیبت، رنج و غم یا خوشی ہر حال میں وہ استغفار کرتا ہو۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ کوئی حالت بھی انسان پر ایسی نہیں جس میں وہ استغفار کی طرف محتاج نہ ہو تو جو شخص استغفار کو اپنے اوپر لازم بنالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کا تعلق اپنی ذات اقدس کے ساتھ قوی فرمالیتے ہیں اور پھر اس کے گناہ معاف کردیتے ہیں اور اس کے لئے یہ انعام بھی ہوتا ہے کہ ہر پریشانی میں اس کو نجات کا راستہ دکھا دیا جاتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ. (۱)"جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ نکال دیتا ہے اور پھر اس کو ایسی جگہ سے روزی عطاء کرتے ہیں جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔"

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب الاستغفار) و احمد فی مسندہ وابن ماجه و الحاکم فی المستدرک ٤/٧٦٧٧ و هکذا فی البیهقی ٣/٣٥١۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۱) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۴۰۵

استغفار کرنے سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں

(۱۸۷٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ قَالَ: اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ، غُفِرَتْ ذُنُوْبُہٗ وَاِنْ کَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ“﴾ (رواہ ابوداؤدوالترمذی وَالْحَاکِمُ، وَقَالَ: حدیثٌ صحیحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ)

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو یہ کہے استغفر اللّٰہ الذی لا الہ الا اللّٰہ ھوالحی القیوم واتوب الیہ. کہ ”میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ اور نگران ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں“ تو اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اگرچہ اس نے جہاد سے بھاگنے کا جرم کیا ہو۔“ (ابوداؤد، ترمذی، حاکم، امام حاکم نے کہا یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے)۔

لغات: ❖ ذنوبہ: یہ ذنب کی جمع ہے معنی گناہ۔ فر: معنی ہے بھاگنا، واپس چلے جانا۔ از باب ضرب۔ الزحف: میدان جنگ، جہاد۔

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی صدق دل سے استغفار کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو فوراً قبول فرمالیتے ہیں اور اس کی گناہوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور جب اللہ معاف فرماتے ہیں تو پھر اللہ کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ اس کے کیسے گناہ ہیں اور کتنے گناہ ہیں سب کو ہی معاف فرمادیتے ہیں، جہاد سے بھاگنے کا گناہ جو کبیرہ گناہ ہے اس کا بھی کسی نے ارتکاب کیا ہو اور پھر وہ معافی مانگے اللہ اس کو بھی معاف فرمادیتے ہیں۔

وَاِنْ کَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ: اگرچہ وہ جہاد سے ہی بھاگا ہو۔ علامہ ابن علان فرماتے ہیں اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام گناہوں کی مغفرت حتیٰ کہ کبیرہ گناہوں کے معافی کی بھی امید دلائی ہے۔ (۱)

حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیِّ وَمُسْلِمٍ: یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ روایت بخاری ومسلم کے راویوں سے منقول ہے اور اس میں ان شرطوں کا خیال رکھا گیا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے جن کا خیال رکھا ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ (باب الاستغفار) و سنن الترمذی ابواب الصلاۃ والحاکم فی المستدرک ۱/۱۸۸٤۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳٦) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

(۱) دلیل الفالحین ٤/۳۵۷

(۱) دلیل الفالحین ۴/ ۷۳۵

سید الاستغفار

(۱۸۷۵) ﴿وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ، وَسَلَّمَ قَالَ: ”سَیِّدُالْاِسْتِغْفَارِأَنْ یَقُوْلَ الْعَبْدُ: اَللّٰھُمَّ أَنْتَ رَبِّیْ، لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِیْ، وَاَنَاعَبْدُکَ، وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ، وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. مَنْ قَالَھَامِنَ النَّھَارِمُوْقِنًابِھَا، فَمَاتَ مِنْ یَوْمِہٖ قَبْلَ اَنْ یُمْسِیَ، فَھُوَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ، وَمَنْ قَالَھَامِنْ اللَّیْلِ وَھُوَمُوْقِنٌ بِھَا، فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُصْبِحَ، فَھُوَمِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ﴾. (رواہ البخاری)

”اَبُوْءُ“ بباءٍ مَضْمُوْمَۃٍ ثُمَّ وَاوٍوَھَمْزَۃٍ مَمْدُوْدَۃٍوَمَعْنَاہُ: أَقِرُّ وَاَعْتَرِفُ.

ترجمہ: ”حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اس طرح کہے اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی الخ اللہ تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں جہاں تک طاقت رکھتا ہوں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں اور میں اپنے کئے ہوئے عمل کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں ان نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں جو تو نے مجھ پر کیں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں، پس تیرے علاوہ مجھے معاف کرنے والا کوئی نہیں۔ جو شخص ان کلماتِ استغفار کو دن میں دل کے یقین کے ساتھ پڑھے اور شام ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ جنتی ہے اور جو اسے یقین کے ساتھ رات کو پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے اسے موت آ جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔“ (مسلم)

ابوء: باء پر پیش پھر واو اور ہمزہ ممدودہ اس کے معنی ہوتے ہیں کہ میں اقرار کرتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں۔

لغات: ❖ العبد: عبد (ن) عبادۃً وعبودۃً وعبودیۃً و معبداً و معبدۃً۔ اللہ: ایک جاننا، خدمت کرنا، ذلیل ہونا، خضوع کرنا، پرستش کرنا، کہا جاتا ہے ”ما عبدک عنی“ یعنی کسی چیز نے تم کو مجھ سے روکا۔ عبدہ: فرمانبردار بنانا، غلام بنانا۔ العبد: آدمی، غلام جمع عبید، عباد و عبدۃ و عبدون واعبد و عبدان وعبدان واعباد و معبدۃ و عبدآء وعبدی وعُبد وعبد و معبودآء.

تشریح: اس استغفار کو سید الاستغفار کہا گیا ہے، علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ تمام مقاصد کو جامع ہے اس لئے اس

کوسید الاستغفار کہا گیا ہے۔ (۱)

مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ: یعنی اس شر سے جو میں نے گناہ کیا ہے جو عذاب اس گناہ پر نازل ہونے والا ہے اس سے پناہ مانگتا ہوں۔ حدیث بالا کے بارے میں ابن ابی جمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے شاندار الفاظ اور بہترین معانی اس لائق ہیں کہ اس کو سید الاستغفار کہا جائے کہ اس میں اللہ کی الوہیت کے ساتھ اللہ کی خالقیت کا اعتراف ہے اور اس واقعے کا بھی اقرار ہے جو بندے سے لیا گیا اور جس کا اللہ نے وعدہ فرمایا اس کی امید بھی ہے اور ان جرموں کا اعتراف بھی ہے جو بندے نے کئے ہیں اور مغفرت کی طرف رغبت کا اظہار بھی ہے اور آخر میں اس بات کا اعتراف کہ ان ساری چیزوں پر اللہ تعالیٰ قدرت رکھتے ہیں۔ (۲)

تخریج حدیث: رواہ بخاری کتاب الحیض (باب ترک الحائض بالصوم مع اختلاف یسیر) و احمد فی مسندہ والترمذی وابن حبان ۹۳۲۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (٦٦) میں گذر چکے ہیں۔

(۱) طیبی شرح مشکوۃ، دلیل الفالحین ۴/ ۷۳٦

(۲) نزہۃ المتقین، دلیل الفالحین ۴/ ۷۳۷

نماز کے بعد آپ ﷺ تین مرتبہ استغفار پڑھتے تھے

(۱۸۷٦) ﴿وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهٖ اِسْتَغْفَرَاللّٰهَ ثَلَاثًا، وَقَالَ: "اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ." قِيْلَ لِلْاَوْزَاعِيِّ. وَهُوَ اَحَدُ رُوَاتِهٖ. كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ؟ قَالَ: يَقُوْلُ: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ﴾. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار فرماتے اور یہ دعا پڑھتے: اللھم انت السلام الخ اے اللہ تو سلامتی دینے والا ہے، اے عزت وجلالت کے مالک تو بڑی برکتوں والا ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں ان سے دریافت کیا گیا تھا کہ آپ ﷺ استغفار کیسے فرماتے تھے؟ انہوں نے کہا آپ فرماتے تھے استغفر الله، استغفر الله (میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں)۔''

لغات: ❖ صلاتہ: صلی صلاۃً: دعا کرنا، نماز پڑھنا اللہ علیہ: برکت دینا، اچھی تعریف کرنا الفرس: گھوڑ دوڑ میں

دوسرے نمبر پر ہونا، صفت: مصلی. الصلاة و الصلوٰة: دعا، نماز، تسبیح ج صلوات، المصلّٰی نماز پڑھنے کی جگہ۔

تشریح: حدیث بالا "كتاب الاذكار باب فضل الذكر والحث عليه" میں گذر چکی ہے۔ مختصر یہ کہ سلام پھیرنے کے بعد مذکورہ دعا یا اس جیسی مختصر سی دعا مانگنا آپ ﷺ کا معمول تھا جب کہ اس فرض کے بعد سنتیں ہیں مثلاً: ظہر، مغرب اور عشاء میں اور جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں مثلاً فجر اور عصر ان میں آپ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد دیر تک بیٹھتے تھے، اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک ذکر میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب المساجد (باب استحباب الذكر بعد الصلاة)

نوٹ: راوی حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۰۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

آپ ﷺ موت سے پہلے کثرت سے استغفار پڑھتے تھے

(۱۸۷۷) ﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ اَنْ يَقُوْلَ قَبْلَ مَوْتِهٖ: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی وفات سے پہلے یہ کلمات بہت کثرت سے پڑھتے تھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ الخ اے اللہ! میں تیری پاکیزگی بیان کرتا ہوں تیری خوبیوں کے ساتھ، میں تجھ سے معافی کا طلبگار ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ موته: مات يموت موتاً: مرنا، ماتت الريح: ہوا کا رک جانا، مات يموت مواتاً وموتانا۔ المکان ویران ہونا جمع اموات، موتی ومیتون.

تشریح: حدیث بالا "كتاب المامورات باب الحث على الازديادمن الخيرفى اواخرالعمر" میں گذر چکی ہے۔ مختصر یہ کہ حدیث بالا میں ترغیب ہے کہ آدمی ہر وقت توبہ واستغفار کا اہتمام رکھے کہ آدمی سے گناہ بے اختیاری طور پر بھی ہوتے رہتے ہیں، ان کی معافی کا راستہ یہی ہے کہ استغفار آدمی کرتا رہے لیکن خاص کر کے زندگی کے آخری ایام میں خصوصیت کے ساتھ اس کا اہتمام کرے، اس طرح نبی کریم ﷺ کی سنت پر بھی عمل ہوجائے گا اور دوسرا یہ کہ یہ آدمی اللہ کے پاس جائے گا تو اس کے سارے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب التفسير (تفسير سورة اذا جاء نصرالله) وصحيح مسلم كتاب الصلاة (باب مايقال فى الركوع والسجود)

نوٹ: راویہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲) میں گذر چکے ہیں۔

انسان جتنے بھی گناہ کر لے اللہ توبہ کرنے سے سب کو معاف فرما دیتے ہیں

(۱۸۷۸) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: یَا ابْنَ آدَمَ، اِنَّکَ مَادَعَوْتَنِیْ، وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ عَلٰی مَاکَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَالِیْ، یَا ابْنَ آدَمَ، لَوْبَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ، غَفَرْتُ لَکَ وَلَا اُبَالِیْ، یَا ابْنَ آدَمَ، اِنَّکَ لَوْأَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا، ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَاتُشْرِکُ بِیْ شَیْئًالَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِھَامَغْفِرَۃً"﴾
(رواہ الترمذی وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ).

"عَنَانَ السَّمَاءِ" بِفَتْحِ الْعَیْنِ: قِیْلَ: ھُوَالسَّحَابُ، وَقِیْلَ: ھُوَمَاعَنَّ لَکَ مِنْھَا، اَیْ: ظَھَرَ، وَ "قُرَابُ الْاَرْضِ" بِضَمِّ الْقَافِ، وَرُوِیَ بِکَسْرِھَا، وَالضَّمُّ اَشْھَرُ، وَھُوَمَا یُقَارِبُ مَلَأَھَا.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابن آدم، جب تک تو مجھے پکارتا رہے گا اور مجھ سے امید وابستہ رکھے گا تو جس حالت پر بھی ہوگا میں تجھے معاف کرتا رہوں گا اور میں کوئی پروانہیں کروں گا۔ اے ابن آدم، اگر تیرے گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا اور میں کوئی پروانہیں کروں گا۔ اے ابن آدم، اگر تو زمین بھر کر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آئے پھر تو مجھے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں بھی اپنی مغفرت کے ساتھ ملوں گا جس سے زمین بھر جائے گی۔'' (ترمذی اور امام ترمذی نے فرمایا یہ روایت حسن ہے۔)

عَنَانَ السَّمَاءِ: عین پر زبر بعض کے نزدیک اس کا معنی بادل کے ہیں اور بعض کے نزدیک جو چیز ظاہر ہو۔
قراب: قاف پر پیش ہے اور اس کے نیچے زیر بھی مروی ہے، تاہم پیش مشہور ہے اس کے معنی ہے جو زمین کے بھرنے کے بقدر ہو۔

لغات: ❖ لا تشرک: شرک واشرک کا اسم، شریک، حصہ، اور اسی سے ہے "بیع شرک من دارہ" اس کے گھر کا ایک حصہ بیچا گیا ج اشراک. الشرکۃ (مصدر) شریک کا حصہ دو یا دو سے زائد حصوں کا آپس میں اس طرح ملنا کہ ایک

دوسرے سے ممتاز نہ ہو، اشترک القوم بکذا: باہم شریک ہونا اشرک باللہ: شریک ٹھہرانا، شرک کرنا صفت (مشرک و مشرکی)۔

تشریح: حدیث بالا اس سے پہلے "کتاب المامورات باب فضل الرجاء" میں گذرچکی ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں حدیث بالا میں گناہ گاروں کے لئے خوش خبری ہے کہ وہ جتنے بھی گناہ کرلیں، توبہ کریں گے تو اللہ سب کو معاف فرمادیں گے بشرطیکہ وہ دل سے توبہ کریں اور گناہ پر اصرار نہ کریں، اصرار کرنے والا گویا کہ گناہ چھوڑتا ہی نہیں ہے، گناہ سے توبہ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ گذشتہ گناہوں پر ندامت بھی کرے اور اس گناہ کو چھوڑ بھی دے اور آئندہ بھی اس بات کا عزم کرے کہ یہ گناہ نہیں کروں گا، یہ واضح رہے کہ کبیرہ گناہ کے لئے توبہ ہے۔ (۱)

ورنہ صغیرہ گناہ تو توبہ کے بغیر بھی دوسری نیکیوں کی وجہ سے معاف ہوجاتے ہیں جیسے وضو، نماز، صدقہ اور خیرات وغیرہ اعمال۔

تخریج حدیث: رواہ سنن الترمذی ابواب الدعوات (باب غفرلہ الذنوب مہما عظمت)

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الفالحین بالتفصیل ۴/۷۴۰، ۷۴۱

اے عورتو! کثرت سے صدقہ دیا کرو

(۱۸۷۹) ﴿وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "یَامَعْشَرَ النِّسَاءِ، تَصَدَّقْنَ، وَاَکْثِرْنَ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ، فَاِنِّیْ رَاَیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ" قَالَتْ امْرَأَۃٌ مِنْھُنَّ: مَالَنَا اَکْثَرَاَھْلِ النَّارِ؟ قَالَ: "تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ، وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ، مَارَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِیْنٍ اَغْلَبَ لِذِیْ لُبٍّ مِنْکُنَّ." قَالَتْ: مَانُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّیْنِ؟ قَالَ: "شَھَادَۃُ امْرَأَتَیْنِ بِشَھَادَۃِ رَجُلٍ، وَتَمْکُثُ الْاَیَّامَ لَاتُصَلِّی"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ دیا کرو اور کثرت سے استغفار بھی کیا کرو، اس لئے کہ میں نے جہنم میں اکثریت عورتوں کی دیکھی ہے۔ تو ان میں سے ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ہم عورتوں کے زیادہ جہنم میں جانے کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لعن وطعن زیادہ کرتی ہو اور اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو، میں نے عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود تم عورتوں سے زیادہ عقل مند پر غالب آجانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ اس نے پوچھا ہمارے اندر

عقل اور دین کی کیا کمی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نقصان عقل تو یہ ہے کہ دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور نقصان دین یہ ہے کہ بعض ایام میں وہ نماز نہیں پڑھتیں اور رمضان کے روزے نہیں رکھتیں، یہ نقصان دین ہے۔''

لغات: ❖ اللعن: اللعنة: لعن کا اسم مرة: لعنت، عذاب جمع لعان: لعنات۔ اللعان و للعانية. لعن (ف) لعنا۔ فلاناً: لعنت کرنا، رسوا کرنا، گالی دینا، خیر سے بعید کرنا، دھتکارنا، لعن نفسه: على لعنة الله کہنا، اپنے اوپر لعنت کرنا۔ لعّنه تلعيناً: عذاب دینا۔ لاعنه لعاناً وملاعنةً: ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ التعن: اپنے اوپر لعنت کرنا وتلاعن: بعض کا بعض پر لعنت کرنا۔

تشریح: يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ: اے عورتوں کی جماعت۔ آپ نے عورتوں کو مستقل بیان فرمایا اس سے اسلام میں عورتوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

فَاِنِّیْ رَاَيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ: میں نے جہنم میں عورتوں کی کثرت دیکھی ہے۔ مراد معراج کی رات ہے کہ وہاں پر آپ کو جنت اور جہنم کا نظارا کرایا گیا تھا۔ (۱)

حدیث بالا میں عورتوں کی ایک فطری کمی اور نقصان کو بیان کیا گیا ہے وہ عقل اور دین میں ناقص ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے شریعت نے عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کے مقابلے میں آدھا قرار دیا ہے۔ استغفار اور صدقہ جہنم کے عذاب سے بہت زیادہ بچانے والا اور گناہوں کو مٹانے والا ہے، اسی لئے اہتمام سے آپ ﷺ نے عورتوں کو اس کے کرنے کا حکم فرمایا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الحيض (باب ترک الحائض الصوم) و صحيح مسلم كتاب الايمان (باب نقصان الايمان ينقص الطاعات) وابو داؤد وابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۲) میں گذر چکے ہیں
(۱) روضۃ المتقین ۴/۴۱۰ (۲) روضۃ المتقین

(۳۷۲) بَابُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْجَنَّةِ

ان چیزوں کا بیان جو اللہ نے مؤمنوں کے لئے جنت میں تیار کی ہے

جنت میں کوئی کینہ وحسد نہیں ہوگا

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ

صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ اِخْوَاناً عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ﴾

(سورة الحجر: ٤٥، ٤٨)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشادگرامی ہے: ''بے شک خدا سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے،تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہواوران کے دلوں میں جوکینہ تھاہم وہ سب دور کردیں گے کہ بھائی بھائی کی طرح رہیں گے،تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے، وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔''

تشریح: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ: بے شک خدا سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جنتی کو جنت میں داخل ہونے سے پہلے دو چشمے پیش کئے جائیں گے، پہلے چشمے سے وہ پانی پئے گا تو اس کی برکت سے باہمی رنجش جو دنیا میں کبھی پیش آتی تھی اور اس کا اثر باقی تھا وہ سب دھل جائے گا اور ان کے دلوں میں باہمی الفت ومحبت پیدا ہوجائے گی کیونکہ رنجش بھی ایک تکلیف اور عذاب کی شکل ہے اور جنت میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی، اس لئے جنت میں جانے سے پہلے ہی اس کو ختم کردیا جائیگا۔ (۱)

عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ: مسہریوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت میں کسی کی پشت کسی کی طرف نہیں ہوگی اور جب جنتی اپنے مؤمن بھائی سے ملنا چاہے گا تو وہ مسہری اس کو لے کر وہاں پہنچادے گی اس طرح ان کی آپس میں ملاقات ہوجائے گی۔ (۲)

(۱) تفسیر معارف القرآن ۵/۲۸۹
(۲) تفسیر مظہری ۶/۳۵۱

جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جس کو دل چاہے گا

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا بِآيَاتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ وَفِيْهَا مَاتَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ۝ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ''﴾ (سورۃ زخرف: ٦٨تا٧٣)

ترجمہ: اللہ جل شانہ کا ارشادگرامی ہے: ''اے میرے بندو! تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے یعنی

وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے، فرمانبردار تھے، تم اور تمہاری بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ، ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جائیں گے اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذّت ہوگی، تم یہاں ہمیشہ رہو گے، یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنادیئے گئے اپنے اعمال کے عوض میں، تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھا رہے ہو۔“

تشریح: معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ معتمر کے والد نے فرمایا کہ میں نے یہ بات سنی ہے کہ جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو ہر ایک گھبرایا ہوا ہوگا، اس وقت ایک منادی نداء دے گا ﴿یَا عِبَادِ لَاخَوْفٌ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾. یہ جملہ سن کر لوگوں کو کچھ امید بندھے گی اور پھر دوسرا منادی یہ کہے گا: ﴿اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا بِآیَاتِنَا وَکَانُوْا مُسْلِمِیْنَ﴾ یہ جملہ سن کر اطاعت گزار مؤمنوں کے سوا باقی دوسرے لوگ مایوس ہو جائیں گے۔ (۱)

اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ تُحْبَرُوْنَ: علماء فرماتے ہیں ”تحبرون“ ایسی خوشی کو کہتے ہیں کہ جس کا اثر چہروں پر نمودار ہو جائے گی، جنت میں اتنے خوش ہوں گے اہل جنت کہ اس خوشی کا اثر ان کے چہرے پہ ظاہر ہو رہا ہوگا۔

وَفِیْهَا مَاتَشْتَهِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ: وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو دل چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ملے گی۔ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے گھوڑے بہت پسند ہیں، کیا جنت میں گھوڑے ملیں گے؟ فرمایا: اگر اللہ تم کو جنت میں داخل کردے پھر تم چاہو کہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہو کر اڑ کر جنت کے اندر جہاں جانا چاہو پہنچ جاؤ تو ایسا کر سکو گے۔ (۲)

اسی طرح ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ مجھے اونٹ پسند ہیں کیا جنت میں اونٹ ملیں گے؟ فرمایا اگر تجھے جنت میں داخل کردیا گیا تو تجھے وہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کا تمہارا دل چاہے گا اور آنکھوں کو جس سے فرحت حاصل ہوگی۔ (۳)

تِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر شخص کا ایک گھر جنت میں اور ایک گھر جہنم میں ہے، کافر کے جنت والے مکان کا مؤمن کو وارث بنا دیا جائے گا، یہ مطلب ہے آیت بالا کا۔

لَکُمْ فِیْهَا فَاکِهَةٌ کَثِیْرَةٌ: ایک موقع پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملک شام گئے، لوگوں نے جنت کا تذکرہ کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: جنت کا ایک خوشہ اتنا بڑا ہوگا جیسے یہاں سے صنعاء (یمن کا شہر) تک ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جنت کے پھلوں میں سے ہر ایک پھل کی لمبائی بارہ ہاتھ کی ہوگی اور ان کے اندر گٹھلی نہیں ہوگی۔ (۴)

(۱) تفسیر مظہری ۱۰/ ۳۷۷ (۲) مشکوۃ (۳) تفسیر مظہری ۱۰/ ۳۷۸ (۴) تفسیر مظہری ۱۰/ ۳۷۸۔

جنت میں پہننے کے لئے ریشمی لباس ہوں گے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۞ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۞ يَلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۞ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۞ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ۞ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۞ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۞﴾ (سورة دخان: ۵۱ تا ۵۷)

اللہ جل شانہ کا ارشادگرامی ہے: بیشک خدا سے ڈرنے والے امن کی جگہ میں ہوں گے، یعنی باغوں میں اورنہروں میں، وہ لباس پہنیں گے باریک اورسبز ریشم کا، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ بات اسی طرح ہے اور ہم ان کا گوری گوری، بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کردیں گے، وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگائے ہوں گے وہاں وہ بجز اس موت کے جودنیا میں آچکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے اوراللہ تعالیٰ ان کودوزخ سے بچالے گا، یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا، بڑی کامیابی یہی ہے۔

تشریح: ان چھ آیات میں نعمتوں کی ہرقسم کوجمع کردیا گیا جوانسانی ضرورت کی ہوتی ہیں، وہ چھ ضروریات انسانی یہ ہیں: ① رہائش، ② لباس، ③ شریک زندگی یعنی بیوی، ④ کھانا پینا، ⑤ یہ نعمتیں باقی رہیں، ⑥ رنج وپریشانی نہ رہے۔ جنت میں یہ چھ چیزیں ملیں گی اورکامل طور سے ملیں گی جس کا دنیا کی زندگی میں تصورکرنا بھی محال اور ناممکن ہے۔

سُنْدُسٍ وَاِسْتَبْرَقٍ: یہ ریشمی کپڑوں کے نام ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنت کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا آج دنیامیں کوئی پہنے تو اس کو دیکھنے والے بے ہوش ہوجائیں گے، ان کی آنکھیں برداشت نہیں کرسکیں گی۔

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ: ① نکاح ہوگا، ② یاجوڑاپہنایاجائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ جنتی مردوں کاجنت کی حور سے باقاعدہ نکاح کردیاجائے گا اوریہ نکاح بطوراعزازواکرام کے ہوگا کیونکہ جنت میں کوئی احکام کامکلّف نہیں ہوگا اور اگرجوڑے کے معنی میں لیاجائے تومطلب یہ ہوگا کہ جنت کی حورجنتی مردوں کوبطور جوڑے کے دے دی جائیں گی، نکاح کی ضرورت بھی پیش نہیں آئیگی۔

لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى: مطلب اس آیت شریفہ کا یہ ہے کہ جوموت ایک مرتبہ آچکی ہے اس کے بعدپھرکبھی بھی ان پرموت نہیں آئے گی، یہ بات اہل جنت کی خوشی میں اضافہ کا باعث ہوگی کہ جنت اورجنت کی نعمتیں بھی نہیں چھنیں گی۔ اس کے برخلاف یہ خبراہل جہنم کے حسرت اورافسوس میں اضافہ کاباعث بن جائے گی کہ اس عذاب سے وہ کبھی نہیں نکلیں گے، اسی میں رہیں گے، بعض روایات میں آتا ہے کہ اگراہل جہنم کو یہ معلوم ہوجائے کہ دنیا کے ذرات کے

بقدر ہماری زندگی ہوگی، پھر موت آجائے گی وہ اسی پر خوشی کریں، مگر وہاں پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

اہل جنت کے چہرے تروتازہ ہوں گے

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ الْاَبْرَارَلَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَالنَّعِيْمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيْقٍ مَخْتُوْمٍ ۝ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝﴾ (سورة التطفيف: ۲۲،۲۸)

وَالْآيَاتُ فِي الْبَابِ كَثِيْرَةٌ مَعْلُوْمَةٌ.

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ”بے شک نیک لوگ ہمیشہ کے آرام میں ہوں گے، مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے، تو ان کے چہروں میں آسائش کی بشاشت پہچانے گا اور ان کو پینے کے لئے شراب خالص سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیئے اور اس شراب کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی، یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب لوگ پانی پئیں گے۔“ اور آیات اس کے بارے میں کثیر اور معروف ہیں۔

تشریح: عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ: مسہریوں پر دیکھتے ہوں گے۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول یہ اپنے دشمنوں کے عذاب جہنم کا نظارہ کریں گے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کا نظارہ کریں گے جب کہ کفار دیدار الٰہی سے محروم ہوں گے۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيْقٍ مَخْتُوْمٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ: رحیق خالص شراب کو کہتے ہیں جس میں کسی چیز کی آمیزش نہ ہو۔ مختوم کہتے ہیں سربمہر کو، یہ خالص ہونے کی مزید وضاحت کے لئے ہے، بعض کہتے ہیں کہ مختوم کہتے ہیں مخلوط کیونکہ اس شراب میں کستوری کی آمیزش ہوگی جس سے اس کا ذائقہ دوبالا اور خوشبودار اور راحت افزا ہو جائے گا۔

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ: تنافس کے معنی ہوتے ہیں کہ چند آدمیوں کا کسی خاص محبوب چیز کا حاصل کرنے کے لئے جھپٹنا تاکہ دوسروں سے پہلے وہ اس کو لے لیں۔ یہاں پر اللہ جل شانہ نے ترغیب دی ہے دنیاوی چیزوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگے ہو، یہ سب ناقص اور فانی ہے، یہاں پر قناعت سے کام لو، تنافس اور مقابلہ تو جنت کی نعمتوں کے بارے میں کرو جو کامل اور دائمی ہے۔

وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيْمٍ: اس میں آمیزش تسنیم کی ہوگی۔ تسنیم کے معنی ہیں بلندی کے، اونٹ کے کوہان کو بھی سنام کہتے ہیں کہ وہ بھی اس کے جسم سے اونچا ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شراب میں تسنیم چشمے کا پانی ملایا جائے گا جو جنت کے بالائی علاقوں

سے ایک چشمے کے ذریعے سے آئے گی، یہ جنت کی بہترین اور اعلیٰ شراب ہوگی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تسنیم اہل مقرب کے لئے مخصوص ہے، اہل مقرب اس کو بغیر کسی آمیزش کے پئیں گے اور باقی اہل جنت کے لئے اس میں سے آمیزش کی جائے گی۔

جنت میں ڈکار آنے سے کھانا ہضم ہوجائے گا

(۱۸۸۰) ﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَأْكُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْهَا، وَيَشْرَبُوْنَ، وَلَايَتَغَوَّطُوْنَ، وَلَايَمْتَخِطُوْنَ، وَلَا يَبُوْلُوْنَ؛ وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ، يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّكْبِيْرَ كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنتی جنت میں کھائیں گے، پئیں گے لیکن ان کو قضائے حاجت کی ضرورت نہیں ہوگی، نہ ناک سے ریزش نکلے گی، نہ پیشاب کریں گے، پس ان کا یہ کھانا ایک ڈکار ہوگا مشک کے پسینے کی طرح، ان کے اندر تسبیح و تکبیر کا اس طرح القاء کیا جائے گا جیسے سانس القاء کی جاتی ہے۔'' (مسلم)

لغات: ❖ طعام: بمعنی خوراک جمع اطعمة جمع الجمع اطعمات، گیہوں۔ طعم (س) طعماً و طعاماً: الطعام: کھانا طعم (ن) طعماً: آسودہ ہونا، تطعم الشیء: چکھنا، اطّعم: مزیدار ہونا، استطعم: مزہ پانا، ہ: کھانا مانگنا المطعم: کھانے کی جگہ۔

تشریح: حدیث بالا میں جنت کی زندگی کو بیان کیا جارہا ہے کہ جنت میں کسی قسم کی نجاست نہیں ہوگی۔ نہ ناک سے ریزش نکلے گی نہ تھوک اور نہ پیشاب اور نہ پائخانہ ہوگا بلکہ اس کے بدلے میں ڈکار اور پسینہ آئے گا جس سے تمام کھانے اور پینے کا اخراج ہوجائیگا کیونکہ جنت کی غذا لطیف اور نورانی ہوگی، اس سے پیٹ میں کوئی فضلہ نہیں بنے گا۔ (۱)

سوال: بعض روایات میں ڈکار اور بعض میں پسینہ کا ذکر آتا ہے کھانے اور پینے کے اخراج کے لئے، ان میں کیا تطبیق ہے؟

جواب: اشخاص اور اوقات کے اعتبار سے یہ فرق ہوگا کہ بعض اوقات اور بعض اشخاص کا فضلہ (پائخانہ) ڈکار کی صورت میں نکل جائے گا اور بعض اوقات اور بعض اشخاص کا فضلہ پسینہ بن کر خارج ہوجائیگا۔ بعض کہتے ہیں کہ ماکولات تو ڈکار کی صورت میں خارج ہوں گے اور مشروبات پسینہ کی صورت میں خارج ہوں گے۔

يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّكْبِيْرَ كَمَا يُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ: ان کے اندر تسبیح اور تکبیر اس طرح القاء کیا جائے گا جیسے کہ سانس القاء کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب محدثین یہ بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح سانس لینے میں کسی قسم کی تکلیف نہیں کرنا پڑتی بلکہ وہ خود آتی اور جاتی رہتی ہے، کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا تو اسی طرح جنتی لوگوں کو تسبیح و تہلیل و تحمید کرنے میں ان کو نہ کوئی دقت ہوگی

اورنہ کوئی بوجھ، خود بخود ذکرزبان سے جاری رہے گا۔ خلاصہ یہ کہ اہل جنت کے ہر سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر اور ذکر ہوتا رہے گا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الجنة (باب صفات الجنة واهلها) و احمد ۱۴۴۰۸/۵ وابوداؤد وابن حبان ۷۴۳۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴) میں گذر چکے ہیں

(۱) دلیل الفالحین ۷۴۶/۴

(۲) روضۃ المتقین ۴۱۶/۴، دلیل الفالحین ۷۴۶/۴

جنت کی نعمتوں کا کسی کے دل میں تصور تک نہیں آ سکتا

(۱۸۸۱) ﴿ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَاعَیْنٌ رَأَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَاخَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ، وَاقْرَؤُوْا اِنْ شِئْتُمْ: "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ" ﴾

(متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال ہی گزرا ہے اور چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ **فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَآ اُخْفِیَ لَهُمْ الخ**: کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کے عملوں کے بدلے میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا کیا سامان چھپا رکھا ہے۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ نفس: النفس (مصدر) روح، خون، کہا جاتا ہے "ذفق نفسه" اس کا خون اچھل کر نکلا، بدن، کہا جاتا ہے "هو عظيم النفس" یعنی وہ بڑے جسم کا ہے۔ نفس سے مراد اگر روح ہو تو مؤنث ہے جیسے "خرجت نفسه" اور اگر شخص مراد ہو تو مذکر ہے جیسے "عندی خمسة عشر نفساً"، جمع: انفس ونفوس.

تشریح: جب نبی کریم ﷺ اللہ جل شانہ کا ارشاد نقل کریں تو اس کو حدیث قدسی کہتے ہیں، تو حدیث بالا بھی حدیث قدسی ہے۔

مَالَاعَیْنٌ رَأَتْ: آج تک کسی آنکھ نے نہ دیکھی۔ مطلب یہ ہے کہ جنت کے اعلیٰ مظاہر، آوازیں، شکل وصورت، وہاں

کی نعمت وغیرہ کو کسی آنکھ نے آج تک نہیں دیکھا۔ اسی طرح ان جیسی چیزوں کو نہ کسی نے سنا، نہ کسی انسان کے وہاں تک تصور کی رسائی ہوسکی۔

قُرَّۃَ اَعْیُنٍ: قرۃ یہ قر سے ہے، اس کے معنی قرار اور ثبات کے ہیں کہ جب آنکھ اپنی محبوب چیز کو دیکھتی ہے تو اس کو قرار آتا ہے اور وہ مطمئن ہوجاتی ہے پھر کسی اور کی طرف متوجہ نہیں ہوتی، اس کے برعکس اگر آنکھ کو اس کے پسند کی چیز نہ ملے تو اس کی نظریں کھوئی کھوئی ہوتی ہیں۔ یا بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرۃ یہ قر سے ہے بمعنی ٹھنڈک۔ مطلب یہ ہے کہ آنکھ جب اپنی محبوب چیز کو دیکھتی ہے تو اس کو ایک خاص قسم کی لذت اور کیفیت محسوس ہوتی ہے جس کا اثر اس کے دل تک پہنچتا ہے اور محبوب چیز کو آنکھ نہ دیکھے تو اس کے دل میں جلن اور سوزش سی پیدا ہوتی ہے۔ (۱) جنت کی نعمتوں میں یہ دونوں قسم کی صفات حاصل ہوں گیں۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب بدأ الخلق (باب ماجاء فى صفة الجنة) وكتاب التفسير (تفسير سورة السجدة) وصحيح مسلم اوائل كتاب الجنة واحمد ۳/۱۰۰۲۴ والترمذى وابن ماجه وكتاب الحميدى ۱۱۳۳ وابن حبان ۳۶۹ ومصنف ابن ابى شيبة ۱۳/۱۰۹۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ

جنت میں داخل ہونے والوں کے چہرے چودہویں رات کی طرح ہوں گے

(۱۸۸۲) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلٰى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً: لَايَبُوْلُوْنَ، وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَايَتْفُلُوْنَ، وَ لَايَمْتَخِطُوْنَ، اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأُلُوَّةُ ـعُوْدُ الطِّيْبِ ـأَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ أَبِيْهِمْ آدَمَ، سِتُّوْنَ ذِرَاعاً فِي السَّمَاءِ"﴾ (متفق عليه)

وَفِيْ رِوَايَةٍ لِلْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ: "آنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرٰى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ، وَلَا تَبَاغُضَ: قُلُوْبُهُمْ قَلْبُ وَاحِدٍ يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا.

قوله: "عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ" رَوَاهُ بَعْضُهُمْ بِفَتْحِ الْخَاءِ وَاِسْكَانِ اللَّامِ، وَبَعْضُهُمْ بِضَمِّهِمَا

وَ کِلَاهُمَا صَحِيْحٌ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے اس طرح ہوں گے جیسے چودہویں رات کا چاند ہوتا ہے، پھر ان کے بعد داخل ہونے والوں کے چہرے آسمان پر سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے، وہ نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک سنکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار ہوگا اور ان کی انگھیٹی میں خوشبودار لکڑی ہوگی، ان کی بیویاں موٹی موٹی آنکھوں والی ہوں گی، سب ایک ہی آدمی کی ساخت پر اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے مگر ان کے قد ساٹھ ہاتھ ہوں گے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا تھا۔

بخاری اور مسلم کی ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے برتن سونے کے ہوں گے ان کا پسینہ کستوری (خوشبودار) ہوگا، ان میں سے ہر ایک کے لئے دو بیویاں ہوں گی، ان کے حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اندر سے نظر آئے گا، ان کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوگا نہ بغض و عناد، ان کے دل ایسے ہوں گے جیسے ایک آدمی کا دل ہے، وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔

عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَاحِدٍ: ایک ہی آدمی کی ساخت پر۔ خاء پر زبر اور لام ساکن اور بعض نے خلق یعنی (خاء اور لام دونوں پر پیش) پڑھا ہے، یعنی ان سب کے اخلاق ایک آدمی کی طرح ہوں گے اور یہ دونوں معنی صحیح ہیں۔''

لغات: ❖ الذهب: (مصدر) سونا (کبھی مؤنث بھی بولتے ہیں) جمع اذهاب ذهوب و ذهبان، ایک ٹکڑے کو "ذهبةٌ" کہتے ہیں ذهب (س) ذهباً: سونے کی کان میں بہت سا سونا پا کر حیران ہونا، اذهب و ذهّب: سونے کی قلعی کرنا۔

تشریح: اَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ: یہاں پر جنت کے داخل ہونے کے وقت جنتی کی شکل وصورت کیسی ہوگی اس کا بیان ہے، اعمال کے بقدر ان کو خوبصورتی ملے گی، بعض ستاروں کی طرح اور بعض چاند کی طرح ہوں گے، اس کے بخلاف اہل جہنم کے چہرے سیاہ کالے ہوں گے۔

مَجَامِرُهُمُ الْاُلُوَّةُ عُوْدُ الطِّيْبِ: ان کی انگھیٹیوں میں جلانے کے لئے خوشبودار لکڑی ہوگی، دنیا میں انگھیٹیوں کا ایندھن لکڑی، کوئلہ وغیرہ معمولی سی چیز ہوتی ہے مگر جنت میں ایندھن ایسی لکڑی کا ہوگا جو خوشبودار اور بہت زیادہ قیمتی ہوگی۔ (۱)

اَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ: حور جمع حوراء کی ہے اور حوراء اس خوب صورت حسین عورت کو کہتے ہیں جس کی آنکھ کی سفیدی

بہت زیادہ سفید اور سیاہی بہت زیادہ سیاہ ہو اور عین بڑی آنکھ والی، یعنی بڑی بڑی آنکھوں والی ہوگی۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: پہلے ۷۲ حوروں کا ذکر ہے کہ جنتی کو ملیں گی اور یہاں پر دو کا ذکر آ رہا ہے؟

جواب: حدیث بالا میں اہل جنت کی حوروں کی تعداد نہیں بتائی جا رہی، یہاں تو صرف اتنا بتایا جا رہا ہے کہ اہل جنت کی حوروں میں سے دو اس صفات کی ہوں گی کہ اگر وہ زمین کی طرف جھانکیں تو زمین آسمان سارا سارا کا سارا چمک اٹھے اور صرف اس کا دوپٹہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجه بخاری كتاب بدء الخلق (باب صفة الجنة) ومسلم فی صفات الجنة و احمد ۳/۸۲۰۵ والترمذی والدارمی ۲۸۲۳ وكتاب الحميدی ۱۱۴۳ وابن حبان ۷۴۲۰ ومصنف بن ابی شيبة ۱۳۰/۱۴۔

نوٹ۔ راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) بخاری کتاب الجہاد، باب الحور العین (۲) روضۃ المتقین ۴/۴۱۹

ادنیٰ ترین جنتی

(۱۸۸۳) ﴿ وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سَأَلَ مُوْسٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهُ: مَا أَدْنٰى اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: هُوَ رَجُلٌ يَجِيْءُ بَعْدَمَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، فَيُقَالُ لَهُ: اُدْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُ: اَىْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ، وَأَخَذُوْا أَخْذَاتِهِمْ؟ فَيُقَالُ لَهُ: أَتَرْضٰى أَنْ يَكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوْكِ الدُّنْيَا؟ فَيَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّ، فَيَقُوْلُ: لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ، فَيَقُوْلُ فِي الْخَامِسَةِ: رَضِيْتُ رَبِّىْ، فَيَقُوْلُ: هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ، وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ. يَقُوْلُ: رَضِيْتُ رَبِّ، قَالَ: رَبِّ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً؟ قَالَ: أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ أَرَدْتُ! ؛غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدَىَّ، وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا، فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ، وَ لَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ" ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا کہ جنتیوں میں سب سے کم تر درجے کا آدمی کیسا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے

جواب دیا یہ وہ آدمی ہوگا جو تمام جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ وہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں کیسے داخل ہوں جب کہ لوگ اپنے درجات میں جا چکے ہیں اور وہاں قابض ہو چکے ہیں؟ تو اس کو کہا جائے گا کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تجھے دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی ایک بادشاہ کے مثل بادشاہی دیدی جائے؟ وہ کہے گا اے میرے رب! اس پر راضی ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لئے وہ بادشاہی ہے اور اس کے مثل اور اس کے مثل اور اس کے مثل اور اس کے مثل، پس پانچویں مرتبہ میں وہ کہے گا اے میرے رب! میں راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ تیرے لئے ہے اور اس کے مثل دس گنا اور تیرے لئے وہ بھی ہے جس کا تیرا دل چاہے اور جس کو دیکھ کر تجھے لذت حاصل ہو۔ پس وہ کہے گا اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا جنتیوں میں سب سے اعلی درجے والا کیسا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو میری مراد ہیں میں نے ان کی عزت کے درخت کو اپنے ہاتھ سے لگایا اور اس پر مہر لگائی ہے، پس اسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں اس کا خیال نہیں گزرا۔'' (مسلم)

لغات: ❖ ما اشتھت: دل میں خواہش پیدا ہونا، دل چاہنا۔ غرست: لگانا، بیج بونا۔ لم یخطر: دل میں خیال گزرنا۔ عین: آنکھ، جمع عیون و اعین.

تشریح: سَاَلَ مُوسٰی: یہاں پر موسی علیہ السلام مراد ہیں جن کے بارے میں قرآن میں آتا ہے: ''وکلم اللہ موسی تکلیما'' کہ وہ اللہ سے بات کیا کرتے تھے۔ (۱)

بِیَدَیَّ: یہاں پر اللہ جل شانہ کے ہاتھ کا ذکر ہے حالانکہ اللہ جل شانہ ہاتھ سے پاک ہے؟

جواب ۱: اللہ کے ہاتھ کیسے ہیں اس کی حقیقت معلوم نہیں ہے اس پر ایمان لانا چاہئے کیونکہ قرآن واحادیث میں اللہ کے ہاتھ کا ذکر موجود ہے۔

جواب ۲: یا ہاتھ سے مراد قدرت ہے۔

فَیَقُوْلُ رَضِیْتُ رَبِّیْ: اے میرے رب! میں راضی ہوں۔ یہ ادنی قسم کا جنتی ہے جو نہ معلوم کتنے عرصہ جہنم میں رہنے کے بعد جنت میں جا رہا ہے، اس پر اللہ کا یہ فضل وکرم اور انعام ہوگا اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے اور اعلی درجے کے جنتی ان کے لئے اللہ کی طرف سے کیا انعام ہوگا اس کا تصور بھی ناممکن ہے، اس لئے اللہ جل شانہ نے ان کے بارے میں صرف اتنا فرمایا کہ ان کے لئے وہ چیزیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا تصور آیا۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح مسلم کتاب الایمان (باب ادنی اهل الجنة منزلة فیها) و الترمذی و ابن حبان ٦٢١٦۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۴۲) میں گذر چکے ہیں
(۱) روضۃ المتقین

آخر میں جانے والا جنتی

(١٨٨٤) ﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنِّیْ لَاَعْلَمُ آخِرَ اَهْلِ النَّارِخُرُوْجاً مِنْهَا، وَآخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ؛رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِحَبْوًا، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيْهَا، فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأٰى، فَيَرْجِعُ، فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأٰى، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَيَأْتِيْهَا، فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ أَنَّهَامَلْأٰى، فَيَرْجِعُ فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ، وَجَدْتُهَامَلْأٰى! فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهٗ: اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا، اَوْ: اِنَّ لَكَ مِثْلَ عَشَرَةِ اَمْثَالِ الدُّنْيَا. فَيَقُوْلُ: أَتَسْخَرُبِیْ، أَوْتَضْحَكُ بِیْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ!" قَالَ: فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ، فَكَانَ يَقُوْلُ: "ذٰلِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِمَنْزِلَةً"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً میں اس شخص کو جانتا ہوں جو جہنمیوں میں سے سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور جنتیوں میں سب سے آخر میں داخل ہوگا، یہ شخص سرین کے بل گھسیٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے۔

جا، جنت میں داخل ہوجا، پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے، پس وہ لوٹ کر واپس آجائیگا اور کہے گا اے میرے رب! میں نے تو اسے بھرا ہوا پایا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جا، جنت میں داخل ہوجا۔ پس وہ جنت میں آئے گا تو اس کے دل میں یہ بات آئے گی کہ وہ تو بھری ہوئی ہے، پھر وہ لوٹ کر واپس آجائے گا اور عرض کرے گا کہ اے رب، میں نے تو اسے بھرا ہوا دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جا، جنت میں داخل ہوجا، تیرے لئے دنیا کے برابر اور اس سے مزید دس گنا جنت کا حصہ ہے، پس وہ کہے گا کیا، اے اللہ! تو میرے ساتھ مذاق کرتا ہے یا میرے ساتھ ہنسی کرتا ہے؟ حالانکہ

تو تو بادشاہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اس کے بعد اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں، پس آپ ﷺ فرماتے تھے یہ سب سے ادنی درجے کا جنتی ہوگا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الملک: (مصدر) بادشاہ جمع ملوک واملاک، و ملک الأملاک بمعنی بادشاہوں کا بادشاہ، املک القوم فلانا علیهم: بادشاہ بنانا، الملک: اللہ تعالیٰ، بادشاہ، صاحب قوت واقتدار، جمع ملوک و املاک.

تشریح: حدیث بالا میں اس جنتی کا ذکر ہے جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

فَیَقُوْلُ: اَتَسْخَرُبِیْ؟: وہ کہے گا اے اللہ کیا آپ مذاق کرتے ہیں؟ جب اللہ جل شانہ اس کو فرمائیں گے تم اپنی جنت میں جاؤ جو دنیا سے دس گنا بڑی ہوگی۔ اس پر وہ کہے گا کہ آپ مذاق کرتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں مارے خوشی کے اس کے منہ سے یہ جملہ نکل جائے گا جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب ایک آدمی کی سواری سامان سمیت گم ہوگئی اور اس کو اس کے ملنے کی کوئی امید نہ تھی تو اچانک وہ مل گئی تو اس پر اس کے منہ سے نکلا انت عبدی وانا ربک ''اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں''، یہ بے اختیار منہ سے نکل گیا، اسی طرح یہاں پر بھی اس کے منہ سے یہ بے اختیار خوشی میں نکلے گا کہ اے اللہ کیا آپ مذاق کررہے ہیں؟۔ (۱)

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ضَحِکَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ: اس بات کو نقل کرکے آپ ﷺ بھی اتنا ہنسے کہ آپ ﷺ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں کیونکہ آپ ﷺ کی عام عادت مسکرانے کی تھی مگر یہاں پر ادنی ترین جنتی پر اللہ کے فضل وکرم پر آپ ﷺ کو بھی بے اختیار ہنسی آگئی۔ (۲)

علماء فرماتے ہیں یہ ادنی ترین جنتی ہے جس کو اتنا مل رہا ہے۔ تو جو اعلی ترین جنتی ہوگا اس کے لئے اللہ نے کیا کیا نعمتیں تیار کر رکھی ہیں اس کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے؟

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الرقاق (باب صفة الجنة و النار) وصحیح مسلم کتاب الایمان (باب آخراهل النار خروجا) والترمذی واحمد ۲/ ۳۰۹۵ باختلاف یسیر.

نوٹ: راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۳۶) میں گذر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین ۴/ ۴۲۳

(۲) دلیل الفالحین ۴/ ۷۵۳

جنت کے خیمہ کی مقدار ساٹھ میل کی ہے

(۱۸۸۵) ﴿وَعَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

قَالَ: "اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ، طُوْلُهَا فِی السَّمَاءِ سِتُّوْنَ مِيْلًا، لِلْمُؤْمِنِ فِيْهَا اَهْلُوْنَ، يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ، فَلَا يَرٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا" (متفق علیه)

"اَلْمِيْلُ" سِتَّةُ آلَافِ ذِرَاعٍ.

ترجمہ: ''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ مؤمن کے لئے جنت میں ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کی لمبائی بلندی میں ساٹھ میل ہوگی، اس میں مؤمن کے کئی گھر والے ہوں گے۔ مؤمن ان سب پر چکر لگائے گا لیکن وہ آپس میں ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

المیل: میل چھ ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے۔

لغات: ❖ الخيمة: خیمہ، تثنیث جمع خیام وخیمات آتی ہے، خیم معنی عادت، خصلت۔ خیام: معنی خیمہ ساز۔ لؤ لؤة: موتی جمع لآلیء ولؤ لؤ. لألاء: موتی فروش۔

تشریح: لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ: ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا۔ جنت کو اللہ تعالیٰ نے عظیم تخلیقات کے ساتھ بنایا ہے جس کا دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں ہے۔

طُوْلُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا: اس کا طول ساٹھ میل ہے۔ اور بعض روایات میں کچھ دوسری لمبائی بھی بیان کی گئی ہے، علماء فرماتے ہیں ان روایات میں، جنت کی وسعت اور کشادگی کو بیان کرنا مقصود ہے۔

اَهْلُوْنَ: اس سے مراد جنت کی بیویاں یعنی حور ہیں۔ "يطوف عليهم المؤمن": مؤمن ان پر گھومے گا اس سے مراد جماع کرنا ہے کہ جنتی ان سے جماع کریں گے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخاری كتاب بدء الخلق (باب صفة الجنة) وصحيح مسلم كتاب الجنة (باب صفة قيام الجنة) واحمد فی مسنده، والدارمی ۲۸۳۳ وابن حبان ۷۳۹۵۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۸) میں گذر چکے ہیں

جنت کا درخت

(۱۸۸۶) وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيْعَ مِائَةَ سَنَةٍ مَا يَقْطَعُهَا" (متفق علیه)

وَرَوَيَاهُ فِي "الصَّحِيحَيْنِ" اَيضاًمِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: "يَسِيرُالرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَامِائَةَ سَنَةٍ مَايَقْطَعُهَا."

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ تیز چلنے والے گھوڑے کا سوار بھی اس کے نیچے سو سال چلے تب بھی اس کو طے نہ کر سکے گا۔''

(بخاری ومسلم)

اور بخاری اور مسلم میں یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ایک گھڑ سوار اس کے سائے میں سو سال بھی چلے تو اس کا سایہ ختم نہیں ہوگا۔

لغات: ❖ الجواد: عمدہ گھوڑا۔ المضمر: تضمیر شدہ گھوڑا۔ السریع: تیز رفتار۔ الراکب: معنی سوار جو ضد ہے ماش کی۔ جمع رکاب. ظل: معنی سایہ جمع ظلال.

تشریح: اَلْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيعَ: تضمیر شدہ ان گھوڑوں کو کہا جاتا ہے جن کو پہلے خوب خوراک کھلائی جاتی ہے، جب وہ موٹے ہوجاتے ہیں تو پھر آہستہ آہستہ ان کی خوراک کو کم کر کے ان کا وزن کم کیا جاتا ہے، پھر یہ گھوڑے طاقتور اور تیز رفتار ہوجاتے ہیں۔

ظِلِّهَامِائَةَ سَنَةٍمَايَقْطَعُهَا: سو سال بھی دوڑے، تو اس کا سایہ ختم نہیں ہوگا۔ درخت سے مراد علماء فرماتے ہیں درخت کی شاخیں ہیں، سایہ مراد نہیں ہے کیونکہ جنت میں سورج نہیں ہوگا، تو سایہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ حدیث بالا میں جنت کے درختوں کے طول وعرض اور اس کی وسعت کو بیان کیا جارہا ہے کہ درخت اتنے بڑے بڑے ہوں گے۔ (۱)

جنت کے درخت طوبیٰ کا ذکر

حدیث بالا میں جس درخت کا ذکر ہے وہ درخت ''شجرۂ طوبیٰ'' کہلاتا ہے جیسا کہ ایک لمبی حدیث میں ایک اعرابی کا واقعہ آتا ہے کہ اس نے جب حوض کوثر اور جنت کے درخت اور عہد کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک درخت طوبیٰ ہے، آپ ﷺ نے اس کو دنیا کے درخت جوزہ کے ساتھ مشابہ قرار دیا ہے، اعرابی نے سوال کیا کہ اس درخت کے خوشے کتنے بڑے ہوں گے؟ فرمایا اتنی مسافت کے ہوں گے کہ کوا متواتر ایک مہینے تک اڑتا رہے درمیان میں دم نہ لے۔ اعرابی نے پھر پوچھا تو اس کی جڑیں کتنی بڑی ہیں؟

فرمایا کہ تیرے گھر کے اونٹوں میں کوئی جوان اونٹ چلتا رہے تو اس کی جڑوں کا احاطہ نہیں کرسکتا یہاں تک کہ وہ اونٹ بوڑھا ہوجائے، اسی طرح پھر اس اعرابی نے انگور وغیرہ کا بھی سوال کیا۔ (۲)

تخريج حديث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الرقاق (باب صفة الجنة والنار) وصحيح مسلم كتاب

الجنة (باب صفة الجنة والنار)، والترمذی وابن حبان ۷٤۱۱ والدارمی ۲۸۳۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) میں گذر چکے ہیں
(۱) فتح الباری ۶/ ۳۲۶ وروضۃ المتقین ۴/ ۴۲۵ دلیل الفالحین ۴/ ۷۵۵
(۲) مسند احمد ۴/ ۱۸۳ اور روضۃ المتقین ۴/ ۲۲۶

ادنی جنتی اعلی جنت والوں کو دیکھیں گے

(۱۸۸۷) ﴿وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَیَتَرَاءَ وْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ کَمَاتَتَرَاءَ وْنَ الْکَوْکَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِالْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَابَیْنَهُمْ." قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، تِلْکَ مَنَازِلُ الْاَنْبِیَاءِ لَایَبْلُغُهَا غَیْرُهُمْ؟ قَالَ: "بَلٰی، وَالَّذِیْ نَفْسِیْ. بِیَدِهٖ رِجَالٌ آمَنُوْا بِاللّٰهِ، وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ"﴾. (متفق علیه)

ترجمہ: ”حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا جنتی اپنے اوپر بالاخانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ تم مشرق ومغرب کے کنارے میں چمکنے والے ستارے کو دیکھتے ہو، گویا کہ اہل جنت کے درمیان درجات کا تفاضل اس طرح فضیلت کے لحاظ سے ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ بلند مراتب تو انبیاء علیہم السلام ہی کو حاصل ہوں گے، دوسرے لوگ تو ان تک نہیں پہنچ سکیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کیوں نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ پر جو ایمان لائے اور پیغمبر کی تصدیق کی (ان کو بھی یہ درجات حاصل ہوں گے۔)“ (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الکوکب: بمعنی ستارہ، شبنم جو گھاس وغیرہ پر پڑی ہوئی ہو، زمین کا خطہ کہ اسکا رنگ دوسرے خطہ سے مختلف ہو۔ الکوکبۃ: ایک ستارہ۔

تشریح: محدثین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں جنتیوں کے آپس کے فرق مراتب کا بیان ہے کہ بعض جنتی اعلی درجات پر ہوں گے اور بعض درمیانی مرتبہ میں اور بعض ادنی مرتبہ میں ہوں گے، ایک دوسرے کو سایے کی طرح دیکھیں گے۔ (۱)

رِجَالٌ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ: جولوگ اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں گے، وہ اولیاء واتقیاء ہوں گے جو ہر کام میں اللہ کے حکم اور رسول کی اتباع اور تصدیق کرتے ہیں، اپنے خواہش اور نفسیات پر عمل کرنے والے نہیں ہوتے۔

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب بدء الخلق (باب صفة الجنة) وصحیح مسلم کتاب الجنة (باب صفة الجنة والنار) واحمد ۱۱۲۰۶/٤ والدارمی ۲۸۳۵ وابوداؤد والترمذی وابن ماجه وابن حبان ۷۳۹۳ و هکذا فی البیهقی ۲٤۸۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) میں گذر چکے ہیں
(۱) روضۃ المتقین ۴/ ۴۲۷ دلیل الفالحین ۴/ ۷۵۶

جنت میں کمان کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے

(۱۸۸۸) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَقَابُ قَوْسٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَیْهِ الشَّمْسُ اَوْتَغْرُبُ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت میں ایک کمان کی مقدار جگہ اس تمام دنیا سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ خیر: اسم تفضیل کا صیغہ "اخیر" کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرۃ آتی ہے الخیر: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال جمع اخیار و خیار: بہت نیکی والا، استخار و استخارۃ: طلب خیر کرنا اللہ طلب خیر کی دعا کرنا۔

تشریح: لَقَابُ قَوْسٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّمَّا تَطْلُعُ عَلَیْهِ الشَّمْسُ: جنت میں ایک کمان کی مقدار اس تمام جہاں سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ مراد اس سے تمام دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں ہیں کیونکہ سورج ان سب پر طلوع ہوتا ہے۔

اَوْتَغْرُبُ: راوی کو شک ہے کہ آپ ﷺ نے طلوع فرمایا تھا یا غروب فرمایا تھا۔ بعض کہتے ہیں اُو یہ اظہار تعجب کے لئے ہے یا او یہ واو کے معنی میں ہے کہ طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ اسی کے مثل ایک دوسری روایت بھی آتی ہے کہ موضع سوط فی الجنة خیر من الدنیا ومافیها ''کہ جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ بھی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔'' یعنی جنت کی معمولی سی جگہ بھی تمام دنیا اور اس کے اندر کی تمام چیزوں سے بہتر ہے کیونکہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں اور جنت اور جنت کی تمام نعمتیں باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہیں تو فانی چیز باقی چیز کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہیں؟۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب بدء الخلق (باب ماجاء فی صفة الجنة) و کتاب التفسیر (سورة الواقعة).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) کے ضمن میں گذر چکے ہیں
(۱) معارف الحدیث ۱/ ۳۶۰، روضۃ المتقین ۴/ ۴۲۹

جنت کے بازار

(۱۸۸۹) ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوْقًا يَأْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ، فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ، فَتَحْثُوْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ، فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالاً، فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ، وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَجَمَالاً، فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ: وَاللّٰهِ، لَقَدِازْدَدْتُمْ حُسْنًا وَجَمَالاً! فَيَقُوْلُوْنَ: وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ، لَقَدِازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالاً!"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہوگا جس میں لوگ جمعے کو آیا کریں گے، پس وہاں شمال سے ہوا چلے گی جوان کے چہروں، کپڑوں کوخوشبو سے مہکادے گی جس سے ان کے حسن اور جمال میں اورزیادہ اضافہ ہوجائے گا، پس جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے جب کہ ان کے حسن اور جمال میں اضافہ ہوچکا ہوگا توان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو پہلے سے زیادہ حسن وجمال میں بڑھ گئے ہو۔ تووہ یہ کہیں گے اورتم بھی اللہ کی قسم ہمارے بعد حسن وجمال میں بڑھ گئے ہو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ ریح: الریح: ہوا (مؤنث) جمع ارياح وارواح ورياح و ريح وجمع الجمع اراويح و اراييح: بو، اچھی چیز، رحمت، مدد، غلبہ قوت۔ الريحة: ہوا اور بو۔

تشریح: اِنَّ فِي الْجَنَّةِسُوْقًا: بازار سے مراداجتماع گاہ ہے کہ وہاں یہ لوگ جمع ہوں گے اور پھر وہاں پرطرح طرح کی دل فریب اوردل کش چیزیں ہوں گی، جس چیز کو چاہے جنتی لے لے گا، وہاں اس کی کوئی قیمت ادانہیں کرنی ہوگی۔

كُلَّ جُمُعَةٍ: ہرجمعہ کے دن۔ جمعہ سے مرادہفتہ ہے، ہفتہ سے حقیقی ہفتہ مرادنہیں ہوگا کیونکہ جنت میں سورج کی گردش توہوگی نہیں کہ جس سے دن ورات کا پتہ چل سکے، اس سے مرادہفتہ کے بقدرہفتہ ہوگا۔ (۱)

فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ: شمال سے ہوا چلے گی۔ عام ہوا مراد ہے کہ آدمی اگر قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوتو دائیں ہاتھ کی سمت سے جوہوا آئے تواس کوشمال کی ہوا کہتے ہیں اور جوشمال سے ہوا چلتی ہے اس کے بعدعموماً بارش ہوتی ہے اوروہ ہوابہت ہی دل فریب ہوتی ہے۔ (۲)

لَقَدْازْدَدْتُمْ حُسْنًا: جنتی لوگ تفریح گاہ اور بازار سے واپس آئیں گےتوان کاحسن وجمال بڑھا ہوا ہوگا توان کے حسن وجمال کا عکس ان کے گھروں والوں پر پڑیگاجس سے پہلے کی نسبت ان کے حسن وجمال اورخوب صورتی میں اضافہ

ہوجائیگا۔ (۳)

جنت کے بازار میں بھی عورتیں نہیں جائیں گی

علماء فرماتے ہیں جنت میں بھی عورتیں بازاروں میں نہیں جائیں گی صرف مرد حضرات جائیں گے، اسی طرح دنیا میں بھی بلاضرورت شدیدہ ان کو بازار میں جانا صحیح نہیں کیونکہ ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ "وقرن فی بیوتکن" کہ عورتوں کو چاہئے کہ وہ گھروں میں رہیں۔ (۴)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنة (باب في سوق الجنة) و احمد ٤/١٤٠٣٧ و الدارمی ٢٨٤١ وابن حبان ٧٤٢٥ ومصنف ابن ابی شيبة ١٣/١٠٢۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۵) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) روضۃ المتقین ۴/۴۲۹، دلیل الفالحین ۴/۷۵۷
(۲) روضۃ المتقین ۴/۴۲۹، دلیل الفالحین ۴/۷۵۷
(۳) مظاہر حق ۵/۲۰۶
(۴) روضۃ المتقین ۴/۴۳۰

جنت کے بالاخانے

(۱۸۹۰) ﴿وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَ وْنَ الْغُرَفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَتَرَاءَ وْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ"﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: "حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جنتی جنت میں اپنے بالاخانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان میں ستارے کو دیکھتے ہو۔" (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الکوکب: بمعنی ستارہ، تلوار، پانی، گرمی کی سختی، لوہے کی چمک دمک، لمبی نباتات، سردار قوم، شہسوار قوم، میخ، قید خانہ، ہتھیار بند، قریب البلوغ لڑکا، باغ کی کلی، فوج، پہاڑ، آنکھ کا پھولہ، چیز کا بڑا حصہ، شبنم جو گھاس وغیرہ پر پڑی ہوئی ہو، زمین کا خطہ کہ اس کا رنگ دوسرے خطہ سے مختلف ہو۔ الکوکبۃ: ایک ستارہ، ایک کلی، جماعت۔

تشریح: حدیث بالا میں جنت کے مراتب کو بیان کیا جارہا ہے کہ جنت میں اہل جنت کے درجات مختلف ہوں گے، اعلی درجات والے نیچے والوں کو ستاروں کی طرح نظر آئیں جیسے کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے "لهم درجات عندالله" اللہ جل شانہ کے یہاں اہل جنت کے لئے درجات ہیں۔

تخريج حديث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الرقاق (باب صفة الجنة والنار) وصحيح مسلم كتاب الجنة.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) میں گذر چکے ہیں۔

جنت کی نعمتوں کو آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا

(۱۸۹۱) ﴿وَعَنْهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِساً وَصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتَّى انْتَهٰى، ثُمَّ قَالَ فِيْ آخِرِحَدِيْثِهٖ: "فِيْهَامَالاَ عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلاخَطَرَعَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ." ثُمَّ قَرَأَ "تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ" اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى: "فَلاَ تَعْلَمُ نَفْسٌ مَآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ"﴾ (رواه البخارى)

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی ایک ایسی مجلس میں حاضر تھا جس میں آپ نے جنت کا تذکرہ فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ فارغ ہوگئے، پھر آپ ﷺ نے اپنی گفتگو کے آخر میں فرمایا اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا گذر ہوا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "تتجافى جنوبهم عن المضاجع" ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں (اللہ کے اس قول تک) ''پس کوئی دل نہیں جانتا جو ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔'' (بخاری)

لغات: ❖ نفس: النفس (مصدر) روح، خون، کہا جاتا ہے "وفق نفسه" اس کا خون اچھل کر نکلا، بدن، کہا جاتا ہے "هو عظيم النفس" یعنی وہ بڑے جسم کا ہے۔ نفس سے مراد اگر روح ہو تو مؤنث ہے جیسے "خرجت نفسه" اور اگر شخص مراد ہو تو مذکر ہے جیسے "عندى خمسةعشر نفساً"، جمع انفس و نفوس.

تشریح: حدیث بالا میں نبی کریم ﷺ نے جنت کی کئی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور ساتھ میں تائید کے لئے قرآن مجید کی آیات "تتجا فى جنوبهم عن المضاجع" بھی پڑھی کہ اس آیت کا مفہوم بھی یہی ہے۔

تہجد کی فضیلت

حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت والوں کی ایک صفت یہ ہے کہ ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، یعنی وہ لوگ تہجد کی نماز کا اہتمام کرتے ہیں، ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ اللہ جل شانہ قیامت کے دن تمام اولین و آخرین کو جمع

فرمائیں گے، پھر ایک منادی کھڑا ہوگا جس کی آواز تمام مخلوقات سنیں گی، وہ کہے گا کہ اہل محشر جان لیں گے کہ اللہ کے نزدیک کون لوگ عزت، واکرام والے ہیں، پھر وہ فرشتہ آواز دے گا کہ اہل محشر میں سے وہ لوگ کھڑے ہوں جن کی صفت یہ تھی "تتجافی جنوبهم عن المضاجع" یعنی ان کے پہلوان کے بستروں سے الگ رہتے تھے۔اس آواز پر کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور پھر ان کو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں بھیج دیا جائے گا اور پھر باقی لوگوں کا حساب وکتاب شروع ہوگا۔اسی طرح آپ ﷺ نے "فلا تعلم نفس" والی آیت بھی تلاوت فرمائی، اس میں جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ (۱)

احادیث قرآن کی شرح ہے

علماء فرماتے ہیں آپ ﷺ نے جو مذکورہ آیت پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث قرآن کی اس آیت کی شرح ہے، اسی طرح سے محققین علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کو حدیث کے بغیر سمجھنا مشکل ہے اس لئے قرآن کے ساتھ احادیث کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔

تخریج حدیث: قال النووی رحمة الله علیه هذا الحدیث فی صحیح البخاری ولکن قال صاحب جامع الاصول هذا الحدیث لیس فی صحیح البخاری بل فی صحیح مسلم کتاب الجنة و صفة نعیمها و اهلها.

نوٹ: راوی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۷) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) تفسیر ابن کثیر وتفسیر مظہری

جنت میں ہمیشہ صحت رہے گی کبھی بیماری نہیں آئے گی

(۱۸۹۲) ﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَادَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ یُنَادِیْ مُنَادٍ: اِنَّ لَکُمْ اَنْ تَحْیَوْا، فَلاَ تَمُوْتُوْا اَبداً، وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَصِحُّوْا، فَلاَ تَسْقَمُوْا اَبداً، وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَشِبُّوْافَلاَ تَهْرَمُوْا أَبْداً، وَاِنَّ لَکُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلاَ تَبْأَسُوْا أَبْداً﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ:"حضرت ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ تمہارے لئے یہ ہے کہ اب تم زندہ رہو گے، تم پر کبھی موت نہ آئے گی، تم ہمیشہ صحت مندر ہو گے، کبھی بیمار نہیں ہو گے اور یہ کہ تم جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور یہ کہ تمہارے لئے راحت ہی راحت ہے، تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔" (مسلم)

لغات: ❖ الموت: مات یموت موتاً: مرنا، ماتت الریح: ہوا کا رک جانا، مات یموت مواتاً و موتانا۔ المکان ویران ہونا جمع (اموات، موتی و میتون).

تشریح: اَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا: ہمیشہ زندہ رہو گے اور تم کو کبھی موت نہیں آئے گی۔ دنیا میں آدمی اگر زندہ ہے، اس کو صحت کی دولت بھی حاصل ہے، مال و دولت، نوکر چاکر سب موجود ہے مگر اس کو ایک خطرہ ہر دم لگا ہوا ہے کہ معلوم نہیں کہ کب موت آ جائے اور یہ تمام چیزیں ختم ہو جائیں۔

وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ: آدمی کو معلوم نہیں ہوتا کہ کس زمین میں اس کی موت آ جائے، اسی طرح قرآن میں آتا ہے "لایذوقون فیها الموت الا الموتة الاولی."

أن تصحُوا، فَلاتَسقَمُوا أَبداً: ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ اسی طرح آدمی کے پاس تمام نعمتیں موجود ہیں فی الحال صحت بھی موجود ہے مگر معلوم نہیں کہ کب کون سی بیماری لگ جائے۔

وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا: تم ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ اسی طرح دنیا میں جوانی کو بھی قرار نہیں، آہستہ آہستہ ختم ہوتی جاتی ہے اور بڑھاپا آتا جاتا ہے۔ غرض دنیا کی کسی چیز کو بھی دوام اور قرار نہیں جب کہ جنت کی ہر چیز کو دوام اور قرار ہے، وہاں پر زندگی ہو گی موت نہیں ہو گی، صحت ہو گی بیماری نہیں ہو گی، جوانی ہو گی بڑھاپا نہیں آئے گا۔

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الجنة (باب دوام نعيم اهل الجنة) والترمذی وهكذا فی احمد ۱۱۳۳۲/۴۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) میں گذر چکے ہیں راوی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں

جنتی کی تمنا

(۱۸۹۳) ﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اَدْنٰی مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَقُوْلَ لَهٗ: تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰی، وَ يَتَمَنّٰی، فَيَقُوْلُ لَهٗ: هَلْ تَمَنَّيْتَ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيَقُوْلُ لَهٗ: فَاِنَّ لَكَ مَاتَمَنَّيْتَ، وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ"﴾ (رواه مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سے ادنی جنتی کا یہ مرتبہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا آرزو کرو۔ پس وہ آرزو کرے گا، پھر آرزو کرے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو نے اپنی ساری آرزوؤں کا اظہار کر دیا ہے؟ وہ کہے گا ہاں! تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیرے لئے جو کچھ تو نے

آرزو کی ہے وہ بھی ہے اور اس کے ساتھ اس کے مثل اور بھی۔" (مسلم)

لغات: ❖ نعم: کلمہ ایجاب ہے اور اس میں چار لغت اور ہیں: نَعِم و نِعِم و نَعَام و نَعَم اور یہ چار معانی میں آتا ہے۔ اور یہ باب سمع وفتح سے بھی مستعمل ہے۔

تشریح: علماء فرماتے ہیں کہ حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کی نعمتوں میں سے جو ابتداء ملی ہیں صرف وہی نہیں ہوں گی بلکہ اس میں اضافہ بھی ہوتا رہے گا اور جنتی جس کی تمنا کرے گا وہ بھی ملتی رہے گی، نیز یہ کہ صرف تمنا کی ہوئی نعمتیں نہیں ملیں گی بلکہ اس سے کئی گنا زیادہ اللہ اپنے فضل واحسان سے مرحمت فرمائیں گے۔ نیز علماء فرماتے ہیں کہ جنتی کے دل میں مزید نعمتوں کے بارے میں خواہش اور تمنا آتی رہے گی اور پھر اس تمنا کو پورا کروانے کے لئے اس کو زبان سے کہنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ اللہ خود پیدا کرتا رہے گا جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُوْنَ.

تخریج حدیث: أخرجه صحيح مسلم كتاب الايمان (باب معرفة طريق الرؤية).

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۷) میں گذر چکے ہیں۔

اللہ کی رضا جنت میں ہر جنتی کو ملے گی

(۱۸۹۴) ﴿وَعَنْ اَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ، فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَمَالَنَا لَانَرْضٰى يَارَبَّنَا، وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ! فَيَقُوْلُ: اَلَا أُعْطِيْكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُوْلُ: أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ، فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ أَبَدًا"﴾ (متفق عليه)

ترجمہ: "حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائے گا اے جنتیو! وہ کہیں گے اے ہمارے رب، ہم حاضر ہیں، تمام خیر وسعادت تیرے ہاتھوں میں ہے، پس اللہ کہے گا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب، ہم بھلا راضی کیوں نہ ہوں، جب کہ تو نے ہمیں ان نعمتوں سے نوازا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں تمہیں اس سے افضل چیز نہ دوں؟ تو وہ کہیں گے اس سے افضل کون سی چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم پر اپنی رضامندی

نازل کرتا ہوں اب اس کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' (بخاری ومسلم)

لغات: ❖ الخیر: خیر: اسم تفضیل کا صیغہ ''اخیر'' کا مخفف ہے اور اس کی مؤنث خیرة آتی ہے الخیر: جمع خیور: بھلائی، نیکی، کسی چیز کا اپنے کمال کو پہنچنا، مال جمع اخیار وخیار: بہت نیکی والا، استخار واستخارة: طلب خیر کرنا اللہ طلب خیر کی دعا کرنا۔

تشریح: فَلا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَداً: میں اب تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا، اللہ جل شانہ کی رضامندی تمام نعمتوں اور تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے اور اللہ کی ناراضگی تمام بدبختیوں سے بڑھ کر ہے، اہل جنت کی سب سے بڑی نعمت یہ ہوگی کہ اللہ کی طرف سے یہ ان کو بشارت دی جائے گی کہ اب میں تم سے ہمیشہ راضی وخوش رہوں گا، اس اعلان کے مقابلہ میں جنت کی تمام نعمتیں ہیچ ہوں گیں، اہل ایمان جنت کی جو طلب کرتے ہیں وہ بھی اس لئے کہ وہاں پر اللہ جل شانہ کی رضامندی کامل طور پر حاصل ہوگی اور اللہ اس بندے سے راضی ہوتے ہیں جو بندہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہے؛ یعنی دنیا میں بندہ اپنی رضا کو رضائے الٰہی میں فنا کردے۔

بہرحال اللہ جل شانہ کی رضامندی بڑی سرفرازی کی علامت ہے کہ جنت میں ہر جنتی کو اللہ نصیب فرمائیگا، خود اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے ''ورضوان من اللہ اکبر'' اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے ''اللھم ارض عنا وارضنا.'' اے اللہ ہم سے آپ راضی ہوجائیں اور ہمیں اپنے سے راضی کرلیں۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحيح بخارى كتاب الرقاق (باب صفة الجنة و النار) وصحيح مسلم كتاب الجنة (باب احلال الرضوان على اهل الجنة) واحمد ۱۱۸۳۵/۴ والترمذى وابن حبان ۷۴۴۰۔

نوٹ: راوی حدیث حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۲۰) میں گذر چکے ہیں

(۱) روضۃ المتقین ۴/۴۳۴، دلیل الفالحین ۴/۶۶۲

جنتی اپنے رب کا دیدار بھی کریں گے

(۱۸۹۵) ﴿وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَنَظَرَ اِلَی الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ، وَقَالَ: ''اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ عِیَانًا کَمَا تَرَوْنَ ھٰذَا الْقَمَرَ، لَا تُضَامُّوْنَ فِیْ رُؤْیَتِہٖ''﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: ''حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھا اور فرمایا تم یقیناً اپنے رب کو عنقریب واضح طور پر ایسے ہی

دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اس کے دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔'' (بخاری و مسلم)

لغات: ❖ القمر: معنی چاند اس کی جمع اقمار، قمر یقمر قمرا، روشن و چمکدار ہونا۔ لیلۃ البدر: چودہویں رات کا چاند، پہلی تاریخ کے چاند کو ہلال، اور چودہویں رات کے چاند کو بدر اور عام ایام کے چاند کو قمر کہتے ہیں۔

تشریح: جنت میں اللہ کا دیدار ہوگا

یہ حدیث اس سے پہلے ''کتاب الفضائل باب فضل صلوۃ الصبح والعصر'' میں گذر چکی ہے۔ حدیث بالا میں اللہ کے دیدار کا ذکر ہے کہ اہل ایمان کو قیامت کے دن اللہ کا دیدار نصیب ہوگا، اس پر اہل حق کا اجماع ہے، یہ اتنی بڑی نعمت ہوگی کہ اس کے مقابلے میں تمام نعمتیں ہیچ ہوں گیں، یہ بات قرآن اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے رسالہ فقہ اکبر میں ہے:

یراہ المؤمنون وھم فی الجنۃ بأعین رؤوسھم بلاتشبیہ ولاکیفیۃ ولاکمیۃ ولایکون بینہ وبین خلقہ مسافۃ. (۱)

''اہل ایمان جنت میں سر کی آنکھوں سے اللہ جل شانہ کی زیارت کریں گے بغیر کسی تشبیہ کے، بغیر کیفیت کے اور بغیر کمیت کے اور اللہ جل شانہ کے درمیان اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی مسافت نہیں ہوگی۔''

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مشکوۃ کی شرح میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس مضمون میں احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ جنت میں اہل ایمان کو اللہ کے دیدار کی دولت نصیب ہوگی اور یہ بات متعدد صحابہ سے منقول ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوسعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صہیب بن سنان رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابورزین العقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمارہ بن زیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک نامعلوم صحابی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (۲)

تخریج حدیث: أخرجہ صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوۃ (باب فضل صلاۃ العصر) و (باب فضل صلاۃ الفجر) وصحیح مسلم کتاب المساجد (باب فضل صلاتی الصبح والعصر).

نوٹ: راوی حدیث حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۱۷۳) کے ضمن میں گذر چکے ہیں

(۱) شرح فقہ اکبر ۱۰۰ (۲) تعلیق الصبیح ۶/۴۲۰

اللہ قیامت کے دن تمام پردے ہٹا دیں گے

(۱۸۹۶) ﴿وَعَنْ صُهَيْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا أَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا؟ أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ، وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوْا شَيْئًا أَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ اِلٰى رَبِّهِمْ"﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم کسی اور چیز کی خواہش رکھتے ہو کہ میں تمہیں مزید عطا کروں؟ تو وہ کہیں گے کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ پس اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دے گا پس وہ ایسی چیز نہیں دیئے گئے ہوں گے جو انہیں اپنے رب کے دیکھنے سے زیادہ محبوب ہو۔'' (مسلم)

لغات: ❖ النظر: بمعنی دیکھنا۔ نظر (ن س) نظراً ومنظراً ومنظرۃ وتنظاراً ونظراناً۔ ہ الیہ: دیکھنا، غور سے دیکھنا (نظر (ن) نظراً) فی الامر: سوچنا، فکر کرنا، اندازہ کرنا۔ الشیء: انتظار کرنا۔

تشریح: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ: پردہ اٹھائے گا۔ جب پردہ اٹھے گا تو اہل جنت تعجب اور حیرانی میں ہوں گے کہ آخر کون سی نعمت ایسی رہ گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ابھی تک عطا نہیں فرمائی مگر جب اللہ جل شانہ اپنا دیدار عطا فرمائیں گے تو اس کے مقابلہ میں تمام نعمتیں حقیر معلوم ہوں گی۔ اللہ کا دیدار اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک احسان عظیم ہوگا جس کا اصل میں بندے مستحق نہیں، اللہ اپنے فضل سے عطا فرمائیں گے۔

پردے کے اٹھانے کا مطلب

فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ: اللہ جل شانہ کی ذات اقدس پردے سے پاک ومنزہ ہے، یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ وہ پردے میں چھپا ہوا ہے، اللہ کے دیدار کے وقت جو پردہ ہٹایا جائے گا اس کو یہ سمجھ لیا جائے کہ گویا نقاب کشائی ہوگی، اللہ محبوب ہے نہ کہ محجوب (پردے میں)، اللہ غالب مطلق ہے نہ کہ زیر حجاب مطلوب۔ ''پردہ اٹھا لیا جائے گا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں سے وہ پردہ ہٹ جائے گا اور طاقت پیدا کردی جائے گی جس کے بعد وہ اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ (۱)

تخریج حدیث: أخرجه صحیح بخاری کتاب الایمان (باب آثار رویۃالمؤمنین و لهم فی الاخرة) و الترمذی وهکذا فی ابن ماجه.

نوٹ: راوی حدیث حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات حدیث نمبر (۴۷) میں گذر چکے ہیں۔
(۱) معارف الحدیث ۱/۴۷۱

ایمان پر خاتمہ اور جنت کی امید

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهَارُ فِیْ جَنَّاتِ النَّعِیْمِ دَعْوَاهُمْ فِیْهَا سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ، وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلَامٌ، وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ (سورة یونس: ۹، ۱۰)

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: اور یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے مؤمن ہونے کے ان کے مقصد تک پہنچادے گا، ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، چین کے باغوں میں، ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا سلام علیکم اور اخری بات یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔

تشریح: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ آخری باب جنت کا لائے اور پھر آخر میں آیت بالا کو ذکر فرمایا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہل ایمان کیلئے اللہ نے جنت دینے کا وعدہ کیا ہے مگر یہ بھی کہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا اہتمام رکھیں، اس پر جنت کا وعدہ ہے ایسے آدمی کو جنت ملے گی جس کا ایمان پر خاتمہ ہوگا تو یہاں پر مصنف حسن خاتمہ کی بھی دعا کر رہے ہیں۔

آیت کریمہ کی وضاحت سے مزید علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی بات سمجھ میں آتی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ: ایمان اور اعمال صالحہ کی برکت سے اللہ ان کو منزل مقصود یعنی جنت دکھلائے گا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پل صراط پر ان کو جنت تک پہنچانے والا راستہ بتائے گا، ان کا نور ساتھ ساتھ ہوگا جس کی رہنمائی میں وہ جنت تک پہنچ جائیں گے۔ (۱)

دَعْوَاهُمْ فِیْهَا سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ: اہل جنت کی دعا جنت میں پہنچنے کے بعد یہ ہوگی "سبحانک اللّٰہ." یعنی جنت میں پہنچنے کے بعد وہ اللہ کی تسبیح کریں گے۔ ابن جریر وغیرہ فرماتے ہیں کہ اہل جنت کو جب کسی چیز کی ضرورت اور خواہش ہوگی تو وہ سبحان اللہ کہیں گے، یہ سنتے ہی فرشتے ان کی مطلوبہ چیز حاضر کر دیں گے۔ (۲)

تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلَامٌ: اہل جنت کا استقبال ہوگا سلام کے ساتھ۔ یہ سلام کبھی اللہ کی طرف سے "سلام قولا من رب

رحیم" اور کبھی فرشتوں کی طرف سے بھی: "وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ الخ." دنیا میں لفظ سلام دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ اللہ تم کو سلامت رکھے، مگر جنت میں یہ مبارک بادی اور خوش خبری کے لئے استعمال ہوگا۔ (۳)

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ: علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل جنت جب سبحانک اللہ کہیں گے تو اس کے جواب میں اللہ کی طرف سے ان کو سلام آئے گا، اس کے جواب میں اہل جنت یہ جملہ کہیں گے کہ الحمد للہ رب العالمین۔ (۴)

---

(۱) تفسیر مظہری
(۲) تفسیر روح المعانی
(۳) روح المعانی
(۴) روح المعانی

آخری دعامع درود شریف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا، وَمَاكُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ، وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ، وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ترجمہ: "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس کی ہدایت دی، اگر اللہ ہمیں اس کی ہدایت نہ دیتا تو ہم خود اس کو اختیار کرنے والے نہ ہوتے۔ اے اللہ اپنے بندے اور رسول نبی امی محمد ﷺ، آپ ﷺ کی آل، ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت نازل فرمائی اور نبی امی محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی آل، ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہ السلام پر جہانوں میں برکت نازل فرمائی۔ بے شک تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔"

قَالَ مُؤَلِّفُهٗ: يَحْيَى النَّوَوِیُّ غَفَرَاللّٰهُ لَهٗ فَرَغْتُ مِنْهُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ رَابِعَ عَشَرَرَمَضَانَ سَنَةَ سَبْعِيْنَ وَسِتِّ مِائَةٍ بِدِمَشْقَ.

"امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (جو اس کتاب کے مؤلف ہیں) فرماتے ہیں کہ میں اس کتاب کی تصنیف سے بروز سوموار ۱۴ رمضان المبارک چھ سو ستر ہجری کو دمشق میں فارغ ہوا۔"

آج یہ شرح تکمیل کو پہنچ رہی ہے جس کی ابتداء مدینۃ الرسول میں جناب حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی رحمہ اللہ تعالیٰ بلند شہری کے حکم سے ہوئی، اور پھر حضرت بار بار اس شرح کی تکمیل کا حکم فرماتے رہے، اور فرماتے تھے میں ریاض الصالحین کی شرح کو لکھنے کا ہمیشہ ارادہ کرتا رہا، مگر اب تم کو حکم دیتا ہوں کہ اس کو جلد سے جلد تکمیل تک پہنچاؤ مگر صد افسوس کہ اس شرح کی تکمیل سے پہلے حضرت دنیا سے رخصت ہوگئے، اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔(آمین)

آج الحمد اللہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۸ جون ۲۰۰۲ء بروز جمعہ فراغت ہوئی، اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے قبول ومنظور فرمائے اور مغفرت کا ذریعہ بنائے۔(آمین)

"وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ،
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ"
بندہ محمد حسین صدیقی عفی عنہ
(استاذ الحدیث جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی)
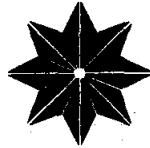
تدوين مذهب الأحناف

وأصوله في الحديث

تأليف:

محمد مفيض الرحمن بن أحمد حسين الشاتغامي

خريج جامعة دار العلوم بديوبند وخريج قسم التخصص في الفقه الإسلامي وقسم
التخصص في الحديث النبوي بجامعة العلوم الإسلامية علامة بنوري تاؤن كراتشي

زمزم ببلشرز

للطباعة والنشر والتوزيع